بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ نگر (دہلی)

ترجمان ادارہ تبلیغ الاسلام بمبئی

عدل

ادارۂ تحریر

اعزازی (مولانا) ودود الحق ندوی + مسئول: خلیل احمد حجاجی

مضامین اڈیٹر کے نام

ارسال زر

مینجر عدل کے نام

ہونا چاہئے

بدل اشتراک

سالانہ ... پانچ روپے

ششماہی ... تین روپے

فی پرچہ ... آٹھ آنے

بیرون ہند ساڑھے آٹھ روپے

جلد نمبر ا | بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۴۹ء | شمارہ نمبر ا

فہرست مضامین

خلیل احمد حجاجی، ایڈیٹر و پبلشر نے، انجمن پرنٹنگ پریس بمبئی، میں چھپوا کر دفتر عدل "ادارۂ تبلیغ الاسلام، ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ کھڑک بمبئی ۹" سے شائع کیا۔

ں، اُن سے کام لینا اور اس طرح پہنچانا کہ اُن کا رُخ دین ہی کی طرف رہے، کامیابی کی پہلی منزل ہے اور دُوسروں کے دماغ میں
پنی بات اور اپنے خیال کو لیا دینے کا سب سے بہتر ذریعہ۔

"عدل" بھی ان کثیر وسائل میں سے، ایک وسیلہ ہے جسے خدمت دین کے مخلصانہ جذبات و عزائم کے ساتھ جاری
کیا جا رہا ہے۔ مادی منفعتوں کے وہم و خیال سے بالاتر ہو کر، یہ اقدام کیا جا رہا ہے اور اس ارادہ کے ساتھ کہ "امر حق" کا
اعلان بلا خوف لومۃ لائم، پوری قوت کے ساتھ "عدل" کے ذریعہ کیا جاتا رہے گا۔ السّعی منّا والاتمام من اللہ۔

تمام دینی اداروں اور کارکنوں سے

اسی سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ گو "عدل" کا انتساب ایک مخصوص ادارہ کے نام کے ساتھ ہے لیکن عدل کے صفحات ہر دینی
ادارہ اور ہر دینی کارکن کے لئے حاضر ہیں۔ ہر وہ مضمون جو دین و مذہب کی روشنی میں لکھا گیا ہو اور ہر وہ بات، جو دین کے
تقاضوں میں داخل ہے اُسے عدل میں، شائع ہونے کے لئے، بے تکلف بھیجا جا سکتا ہے اور اُسے، اُسی اہمیت کے ساتھ شائع
کیا جائے گا، جس کی وہ مستحق ہے۔

عدل کے مضامین

"عدل" میں ہر قسم کے نظم و نثر کے مضامین شائع ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ دین کے پہلو پر صحیح روشنی ڈالتے ہوں اور ایسا کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ اس لئے کہ عدل
کا اجراء ہی، صرف دینی خدمت کے لئے ہوا ہے۔ پس ہم اپنے قلمی معاونین سے درخواست کریں گے کہ وہ "عدل" کے لئے
مضمون ارسال کرتے وقت اس بات کو پیش نظر رکھیں۔

طریق کار

ادارۂ تبلیغ الاسلام، بمبئی، اور دُوسرے دینی اداروں اور کارکنوں کے کاموں اور ان کے اثرات و نتائج کی
اشاعت اور آئندہ کی ضروریات کے متعلق مسلمانوں کو باخبر اور متوجہ کرتے رہنا، تاکہ دینی مساعی
اور اصلاحی اقدامات کے فوائد، اثرات اور نتائج مسلمانوں کے سامنے آتے رہیں اور ان کے لئے غور و فکر اور
عمل کے محرک بنیں۔

اعلان!

مسلمانانِ صوبہ بمبئی سے

مخلصانہ استدعا کی جاتی ہے کہ وہ اپنے دینی ترجمان "عدل" کو صوبہ کے ہر ضلع،
ہر تحصیل، ہر قصبہ اور ہر پرگنہ میں پہنچنے اور دینی پیام سنانے کا موقع دیں۔

پیغامِ عید

(از جناب مولنا قاری سید ودود الحق صاحب ندوی)

یہ وہ خطبہ ہے، جو نمازِ عید، قاری صاحب موصوف نے مسلمانوں کی بڑی تعداد کے سامنے "پیغامِ عید" کے نام سے دیا۔ مضافات بمبئی میں بھی کئی مقامات پر یہی خطبہ دیا گیا۔

حضرات! جس دن کا آپ کو بے چینی سے انتظار تھا۔ آخر وہ دن آ ہی گیا۔ عید کی بابرکت ساعتیں

عید کا دِن:- آج آپ پر سایہ فگن ہیں۔ آپ کے چہروں پر غیر معمولی مسرتوں کے آثار نمایاں ہیں۔ بچے تو بچے آج بڑھے بھی زیرِ لب مسکرا رہے ہیں۔

صبح جاں نواز:- رات ہی سے آپ کے گھروں میں چہل پہل شروع ہو گئی تھی۔ کوئی کپڑوں کے انتظام میں لگا ہوا تھا، تو کوئی شیرخورمے اور سوئیوں کی تیاری کے لئے بازار سے سامان خرید رہا تھا۔ کسی کو دودھ کی فکر تھی اور کوئی عطر خرید کر اپنے کپڑے معطر کر رہا تھا۔ غرض ہر چھوٹا بڑا رات ہی سے اس صبح جاں نواز کے لئے بے قرار تھا۔

آپ کی اس ہما ہمی اور اس اہتمام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دِن خصوصیت سے آپ کے نزدیک خوشی اور مسرت کا دِن ہے۔ اور شاید اسی لئے اس دن کو آپ عید کہتے ہیں۔

خوشی کا حق کس کو ہے؟ اس میں شک نہیں عید مسرت وشادمانی کے دِن کا نام ہے۔ لیکن آج خوشی کا حق کِن کِن کو پہنچتا ہے اور کون ہیں جو اس کے حقدار ہیں؟

خوب یاد رکھئے عید میں خوشی کا حق اُن کو حاصل ہے، جنہوں نے اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے رمضان کے پورے روزے رکھے۔ جنہوں نے اپنے پروردگار کو خوش کرنے کے لئے راتوں کو قرآن سُنا، جنہوں نے اپنے مولیٰ کو رضامند کرنے کے لئے اپنی خواہشات پر لات مار دی، جنہوں نے گرم گرم آنسوؤں سے معصیت کے سیاہ دھبے دامنِ دل سے دھوئے، جنہوں نے انابت اور رجوع الی اللہ کا پُرخلوص نذرانہ دربارِ احکم الحاکمین میں پیش کیا اور جنہوں نے راتوں کی نیندیں اڑا دیں۔ دن کا چین کھو دیا اور اپنے آرام کو مولیٰ کی خوشنودی کے لئے تج دیا۔

یقیناً ایسوں کو آج کے دِن مسرت وشادمانی کا حق ہے۔ وہ ربِ کریم کی اس توفیق پر جتنی بھی خوشی کریں کم ہے۔

ہدیۂ مبارک باد:- اللہ کے ایسے بندوں کی خدمت میں ہم ہدیۂ مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ان کے حق میں دُعا

رکھتے ہیں کہ اللہ ان کو اپنی رضا حاصل کرنے کے بار بار موقع مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ضمیر تحقیق:- مسلمانو! بدقسمتی سے آج عید کی مسرتوں میں وہ لوگ بھی شریک ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے رمضان المبارک کی توہین کی ہے جنہوں نے اسلام کو بازاروں میں رسوا کیا ہے۔
جنہوں نے شوکت اسلام کو خواہشات نفسانی کے کھوٹے سکوں کے عوض فروخت کر دیا ہے۔
جنہوں نے فانی دُنیا کی لالچ میں آخرت کے نفع کو ٹھکرا دیا۔ اور جنہوں نے وقت سے فائدہ نہ اُٹھا کر بہت بڑی نادانی اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔

ہماری دُعا:- اگر سچ پوچھئے تو ایسوں کے لئے یہ دن یوم السعید نہیں بلکہ یوم الحزن والالم ہے۔ ہم ایسے نادان بھائیوں کے حق میں دُعا کرتے ہیں کہ اللہ اُن کو ہدایت دے۔ راہ حق پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ان کی لغزشوں کو غفران و رحمت کی چادر میں چھپائے۔ آمین ثم آمین۔

انہوں سے سوال:- کیا ایسے موقع پر میں اپنے اُن بھائیوں سے دریافت کر سکتا ہوں جنہوں نے شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑایا ہے کہ اُن کو یہ جرأت کیونکر ہوئی؟ اور ایسی ہمت انہوں نے کیسی حاصل کی ہوگی؟ کیا اُن کے خیال میں یہی موت کا تصور نہ تھا۔ کیا اُن کو اللہ کے سامنے جواب دہی کا خیال نہ تھا۔
کیا اُمت کے والی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روز محشر انہیں مُنہ دکھانا نہ تھا۔

اُمت کا حال:- اللہ اللہ رحمتہ للعالمین کی اُمت کا آج کیا حال ہے؟ اس اُمت کے لوگ اس وقت سونے کی فکر کرتے ہیں جب کہ دُنیا بیدار ہو رہی ہے۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ خود ان کے گھر میں آگ لگی ہوئی ہے، اور یہ خوش ہو رہے ہیں۔ اللہ اللہ کیسی بے حسی ہے اُف کیسا جمود ہے؟ کاش ان کو آمنہ کے لال اور عبد اللہ کے جگر گوشے کی بیقراری کا علم ہوتا۔ کاش مدینہ والے کا اضطراب ان کی آنکھیں دیکھ پاتیں۔
لوگو! بتاؤ آخر ان کو کیا ہو گیا ہے؟ بتاؤ اس اُمت کا کیا حشر ہونیوالا ہے جو اپنے نبی کے دین کو خود اپنے ہاتھوں برباد کرنے پر تلی ہوئی ہو۔ جو اسلام کو اپنے ہی سامنے دفن کرنے پر آمادہ ہو۔ اللہ ان کو سمجھ دے۔ فہم دے، عقل دے، ایمان دے اور اسلام پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

اُمت کا بڑا حصہ:- ایسی صورت میں جب کہ اُمت کا ایک بڑا حصہ فسق و فجور، لہو و لعب، بدعت و شرک اور خطرناک جرائم و معاصی میں مبتلا ہے۔ حق پرستاران ملت کے لئے صبر و سکون، اور مسرت و انبساط کی کیا گنجائش باقی رہ سکتی ہے۔ بقول جگر ؎

کیا قہر ہے کہ پاس ہی دل کے لگی تھی آگ :: اندھیر ہے کہ دیدۂ تر دیکھتے رہے!

چند مثالیں:- داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں کی نیند اس لئے اُڑ گئی تھی کہ انسانیت کی تباہی وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ صدیق اکبرؓ ایک نہنا مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے پر اس لئے آمادہ ہیں کہ وہ اپنی موجودگی میں دین اسلام کا نقص نہیں دیکھ سکتے تھے۔ فرماتے تھے کہ:-

دین میں کمی بیشی کی جائے اور میں زندہ رہوں یہ ممکن نہیں۔ میں تو مرنا پسند کروں گا لیکن جیتے جی دین میں تبدیلی نہ ہونے دوں گا۔" میرے جسم کو چیل اور کوّے اپنی غذا بنالیں یہ تو منظور مگر رحمت عالم کے لائے ہوئے دین میں ترمیم نامنظور۔

فاروق اعظمؓ ایک منافق کی گردن اس لئے اڑا دیں کہ اس نے فیصلہ رسولؐ کو ماننے سے انکار کردیا تھا۔ عام صحابہ کعب بن مالکؓ سے اس لئے ترک موالات (یعنی سوشل بائیکاٹ) کردیں کہ انہوں نے غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کی تھی۔ کیا یہ سب کچھ محض دکھلاوے کے طور پر کیا گیا تھا؟ خدا کی قسم اگر یہ سب کچھ دکھلاوا اور "شو" تھا تو حقیقت دنیا میں تلاش کرنے سے بھی نہ ملے گی۔

ملت کی صحت خطرہ میں :- مسلمانو! بتاؤ، خدا کے لئے بتاؤ، تمہیں اس عید میں کیا مسرت ہوسکتی ہے جس میں تمہارے جسم کا ایک بڑا حصہ سڑ رہا ہو۔ جس کے تعفن سے ملت کی صحت خطرہ میں ہو۔ لیکن اس کے باوجود میں تم کو ہشاش بشاش دیکھ رہا ہوں۔ آج تمہارے بشروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کچھ ہو ہی نہیں رہا ہے۔

ایک ہی کشتی کے مسافر :- خوب یاد رکھو تم اور تمہارے نادان بھائی ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں۔ اگر یہ کشتی غرق ہوئی تو اس کے ساتھ تم بھی سمندر کی تہہ میں پہنچ جاؤ گے۔ اس لئے ان کا بچانا اپنا بچانا ہے ان کی زندگی اپنی زندگی ہے اور ان کی موت اپنی موت ہے۔ کیا تم نے اس کا کوئی انتظام کیا ہے؟ اگر تم نے اس طرف سے آنکھیں بند کرلی ہیں تو تم کو بھی عید کی مسرتوں میں شرکت کا کوئی حق نہیں۔ یہ عید جس طرح ان کے لئے یوم الحزن ہے اسی طرح تمہارے لئے بھی یوم الحزن ہے۔ اس موقعہ پر مجھے فانی مرحوم کا ایک شعر رہ رہ کے یاد آتا ہے :-

شعر دل ہے آلودہ دامن اور ہم ابکاریں ۔ آج اے اشک ندامت آ تجھے دریا کریں

بے کسی :- مسلمانو! بتاؤ آج عطر لگاتے وقت تم کو اپنے جسم کی بدبو بھی محسوس ہوئی تھی؟ نئے کپڑے پہنتے وقت ملت کی اس نعش کو بھی دیکھا تھا جو بے گور و کفن پڑی ہوئی ہے۔ شیر خرما کھاتے وقت اسلام کے نڈھال جسم کی طرف بھی تمہاری نظریں اٹھی تھیں۔ یقین مانو جس وقت تم ہنس رہے تھے، اسلام رو رہا تھا۔ تم جس وقت اپنے احباب سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ اسلام اپنی تنہائی پر ماتم کر رہا تھا۔ میں تو کہتا ہوں کہ تم سے عید چھن گئی، عید کی مسرتیں تم نے ضائع کردیں۔ تمہاری حقیقی عید تو اس وقت تھی جب تم میں ہر ایک دیندار تھا۔ ہر ایک ایماندار تھا۔ ہر ایک صداقت اور راستبازی کا پیکر تھا۔

باہر کا حال :- یہ تو تمہارے گھر کا اندرونی حال تھا۔ اب ذرا گھر سے باہر قدم نکال کر دنیا پر ایک نظر ڈالو، تم کو ایک طوفان نظر آئے گا جو اسلام کی کشتی کو غرق کرنے پر آمادہ ہے۔ تاریخ کا یہ سب سے خطرناک دور ہے جس پر آج اس حیثیت سے غور ہی نہیں کیا جا رہا ہے۔

صحیح نظام حیات کا فقدان :- مجھ کو تو اس وقت ہر طرف حق و باطل کی جنگ ہی نظر آرہی ہے۔ نہ تو یہ مزدور،

اور سرمایہ دار کا جھگڑا ہے۔ نہ کمیونزم اور امپیریلزم کا تصادم ہے اور نہ امریکہ اور رُوس کا ٹکراؤ ہے بلکہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ دنیا ایک صحیح نظام حیات سے ناآشنا ہے اور موجودہ دور کی تمام اُلجھنوں کا دُنیا کے پاس کوئی علاج نہیں۔ آج میری نگاہ میں تو دُنیا کا وہی حال ہے جیسے کوئی ڈوب رہا ہو اور ڈوبتے وقت پانی میں ہر طرف ہاتھ مار کر اپنی جان بچانے کی کوشش کر رہا ہو۔ اور ہر تنکے کو ایک مضبوط چٹان سمجھ کر پکڑنے کی سعی میں مصروف ہو۔

موت کے سوا اور کچھ نہیں :- دوستو! یہ امر حقیقت ہے کہ دُنیا کے تمام نظام حیات اس وقت ناکام ہو چکے ہیں اور آج ڈوبتی دُنیا کے سامنے کوئی ایسا طریقہ نہیں جس سے وہ تباہی، بربادی اور ہلاکت سے بچ سکے۔ یہ طوفان بڑی تیزی کے ساتھ اقوام عالم کو اپنا لقمہ بناتا ہوا بڑھتا جا رہا ہے۔ آج ہر بند اور ہر پشتہ اس طوفان کے مقابلہ میں ٹوٹ چکا ہے۔ اس لئے مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ انسانیت اب تباہی کے اُس غار کے بالکل قریب پہنچ چکی ہے جہاں موت کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسلام ہی صحیح نظام حیات ہے :- اس موقعہ پر اسلام ہی ایک ایسا نظام زندگی تھا جو بے قرار دُنیا کو تسلی دے سکتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے خود اسلام کے علم برداروں نے اس کو اپنے گھروں سے نکال باہر کر دیا ہے۔ اس لئے اُن کا بھی وہی حال ہے جو دُنیا کی دُوسری قوموں کا ہے۔ یہ طوفان ان کو بھی ہضم کرنے کی فکر میں ہے اور خدا معلوم وہ وقت کب سر پر آجانے والا ہے جب کہ ان نام نہاد مسلمانوں کا نام تک دُنیا میں باقی نہ رہے گا۔

انگریز کی شرارت :- آج انگریز تباہ ہو جانے کے باوجود اپنی شرارتوں سے باز نہیں آرہا ہے۔ اب اُس نے ایک نئی چال اختیار کی ہے وہ چاہتا ہے کہ ساری دُنیا میں اتحاد المسلمین کا نعرہ بلند کر کے رُوس کے لئے ایک ایسا محاذ تیار کر دے جو اس کی ختم ہونے والی زندگی کو کچھ دنوں اور باقی رکھے چنانچہ پاکستان میں مسلم حکومتوں کی کانفرنس انگریز کے اسی خواب کی تعبیریں ہیں دُوسری طرف انگریز کے اس عزم کو ناکام بنانے کے لئے روس بھی مختلف صورتیں اختیار کر رہا ہے۔ جو آپ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ میرے خیال میں اس کا آخری نتیجہ یہ ہونے والا ہے کہ اس آنے والی جنگ میں قربانی کا بکرا مسلمان ہی بنے گا اور تیسری جنگ کی سب سے بڑی قیمت اسی کو ادا کرنی ہوگی۔

کٹھ پتلی :- آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا اس کی وجہ صرف یہی نہیں کہ مسلمان نے اپنا دستور حیات ترک کر دیا ہے وہ اپنی ذمہ داریاں بھلا چکا ہے اور دُوسروں کی اُنگلیوں پر کٹھ پتلی کی طرح ناچنے کا خوگر ہو چکا ہے ظاہر ہے کہ دُوسروں کی وہ اُنگلیاں جو آج اس کو نچا رہی ہیں وہ کل اس کو تباہ بھی کر سکتی ہیں۔ ان حالات میں نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں کا مستقبل میں کیا حشر ہونے والا ہے۔

طریق عمل :- مسلمانو! اگر تم نے اسلام کے ساتھ یہ بدسلوکی نہ کی ہوتی تو قطعی طور پر یہ حالات نہ پیدا ہوتے۔ اس لئے آج اگر ان حالات کو بدلنا ہے تو اس کے لئے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ تم عالم کے سامنے اسلام کو صحیح شکل و صورت میں پیش کرو۔ تم بتاؤ کہ اسلام صرف چند عبادات کے مجموعہ کا نام نہیں بلکہ اسلام مستقل ایک نظام زندگی ہے جس کے ذریعہ سے دُنیا کی تمام بے چینیاں ختم ہو سکتی ہیں۔

موجودہ عید :- اب تم ہی بتاؤ ! ان حالات کی موجودگی میں ایک سمجھ دار کے لئے اس عید میں کیا مسرتیں ہو سکتی ہیں. مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جس طرح پچھلی عید لاتعداد مظلوموں کی آہ و بکا اور لاکھوں انسانوں کے قتل و غارت گری کے ساتھ آئی تھی موجودہ عید بھی شاید اپنے پس پشت ایک اندوہناک خونی ہنگامہ لے کر آئی ہے۔ خدا نہ کرے کہ میرے یہ خیالات عملی طور پر دنیا میں ظاہر ہوں لیکن اس کو کیا کروں کہ مجھے ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔ سچ پوچھئے تو میں نے طور پر بہت ہی کم کہا ہے ورنہ بقول مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ واقعہ یہ ہے کہ :-

؎ جو کچھ کہ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں   محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

مقصد مدعا :- مسلمانو! مجھے افسوس ہے کہ آج میں نے عید کے دن آپ کو کیوں اس قسم کی دل خراش باتیں سنائیں. لیکن خوب یاد رکھئے میں نے یہ باتیں اس لئے نہیں عرض کی ہیں کہ آپ کی بے چینیوں میں ایک جدید اضافہ ہو بلکہ میرا مقصود گذارش یہ ہے کہ آپ خطرات و مہالک کے آنے سے قبل ان سے بچاؤ کی تدبیریں سوچیں اور اس کی طرف سے جلد عملی قدم اٹھائیں تاکہ کم از کم آپ دنیا سے ناکام نہ جائیں۔ قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب خشکی اور تری میں فساد پھیل جائے تو لوگوں کے بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ :-

أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ۝ پارہ ۲۱ رکوع ۷ } تم اپنا رخ اس سیدھے دین کی طرف رکھو قبل اس کے کہ ایسا دن آجائے جس کے واسطے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا۔ اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں۔

ادارہ تبلیغ الاسلام :- کیا آپ قرآن کی دعوت پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں ؟ —— اگر آپ اس معاملہ میں اتفاق کرتے ہیں تو آئیے ہمارا ہاتھ بٹائیے۔ ادارہ تبلیغ الاسلام کے سامنے اسی قسم کی مہمات ہیں۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کی پوری زندگی کو اسلامی بنایا جائے جس کے لئے اس نے اپنے امکان بھر کوششیں کی ہیں اور آئندہ بھی اس کا یہی عزم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی اچھی طرح یاد رکھئے کہ صرف آپ کا ایک ادارہ یا اپنی چھوٹی چھوٹی انجمنیں اس عظیم الشان کام کو انجام نہیں دے سکتیں جب تک عامتہ المسلمین میں اس ضرورت کا احساس نہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے اس انفرادی جدوجہد کو اجتماعی صورت میں تبدیل کرنے کی ازحد ضرورت ہے۔

پیغام عید :- ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کرے اور تبلیغ دین کے تمام اہم اور ضروری تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے اگر آپ نے یہ پیغام کو سن لیا تو یقیناً یہ عید آپ کی سب سے مبارک عید ہوگی اور آپ کی کامیابی کا یہ سب سے پہلا دن ہوگا۔ آیئے ہم اور آپ خدا کے سامنے اس بات کا عہد کریں کہ ہم اپنی ساری زندگی اسلامی بنائیں گے اور اپنے نادان بھائیوں کو ان کی غلطی سے آگاہ کرنے کی ہر ممکن جدوجہد شروع کر دیں گے۔ اللہ ہماری مدد کرے۔ آمین۔

ختم کلام :- مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ تم اللہ سے بے نیاز ہو کر دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کر کے حقیقی مسرت کے حقدار نہیں بن سکتے۔ تم قرآن کو پس پشت ڈال کر حیات جاوید کا خواب نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ کی رحمتیں آج بھی تم کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے تیار ہیں۔

گنبد خضرا میں رحمۃ للعالمین تمہارے لئے دعائیں فرمارہے ہیں اور قرآن کی رحمتیں آج بھی عام ہیں۔
لیکن تم میں کتنے ہیں جو رحمت الٰہی کے سایہ میں آنے کے لئے تیار ہیں ؟
کتنے ہیں جو مدینہ والے کی دعاؤں کے طلب گار ہیں ؟
کتنے ہیں جو قرآن کو سینوں سے لگانے کے لئے بیتاب ہیں ؟
اُٹھو اور اُس داتا کے دروازے پر چلو جہاں سے کوئی محروم واپس نہیں آتا۔ جہاں دوست و دشمن سب پر مہربانیاں ہوتی ہیں۔

دعا :— کہو! مالک میرے ہم سب تیرے ہیں اور تیرے ہی کہلاتے ہیں۔ آج ہم دُکھ کے مارے کہاں جائیں، کس کا آسرا لگائیں کون ہے جو ہماری مصیبت کو کاٹے گا۔

ارحم الراحمین ہم پر رحم فرما، ہماری بگڑی بنادے، دُنیا کو تباہی سے بچالے۔
اے ابراہیم پر نار نمرود کو گل وگلزار بنانے والے ہم پر بھی رحم کر۔
اے نوح کی کشتی کے کھیون ہار ہمارے بیڑے کو بھی پار لگا دے۔
اے یونسؑ کی پکار سُننے والے، ہماری بھی دُعاؤں کو سُن لے۔
اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر مصیبت سے بچانے والے ہم کو بھی اس طوفان ہلاکت سے محفوظ رکھ۔
اے ہمارے مولیٰ جب تک تیری مدد شامل حال نہ ہو کوئی کام نہیں بن سکتا۔ اس لئے ہماری مدد فرما۔
تیرے آخری نبی کا دین مٹ رہا ہے اس کی حفاظت فرما۔
تیرے قرآن کا احترام ختم ہو رہا ہے اس کی حرمت کو قائم کردے۔ آمین ثم آمین۔

اِسلام اور تمدّنِ اِسلام

"دنیا کی سرگذشت" کے نام سے کچھ عرصہ ہوا، عالیجناب پنڈت جواہر لال صاحب نہرو، وزیر اعظم ہند کے تاریخی خطوط کا مجموعہ شائع ہوا ہے، ذیل کا مضمون، اس مجموعہ کے چند اقتباسات ہیں جو "فدائے حرم" کے شکریہ کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں... "اسلام اور انقلاب" کے عنوان کے تحت جو تصریحات ہیں، اس کے نشان زدہ جملہ سے ہمیں اتفاق نہیں ہے کسی دوسری اشاعت میں، اس موضوع پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔" مدیر

اسلام کی قوت

"اسلام میں وہ قوت تھی جس نے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر عربوں کو جگا دیا۔ ان میں خود اعتمادی اور عمل کا جوش بھر دیا....... واقعی یہ بات حیرت انگیز ہے کہ قوم صدیوں سے محو خواب تھی .... اور بظاہر دنیا کے واقعات سے الگ، یکایک اس طرح جاگ اٹھی اور اس نے ایسے زبردست جوش اور جدّوجہد کا ثبوت دیا کہ ساری دنیا دنگ رہ گئی اور ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ عربوں کی یہ تاریخی داستان کہ وہ ایشیا، افریقہ اور یورپ میں کس تیز رفتاری سے چھا گئے اور تہذیب وتمدن کی معراج پر پہنچ گئے۔ تاریخ کے حیران کر دینے والے کرشموں میں شمار ہوتی ہے۔"

دعوتِ اسلام

"(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتح مکہ سے پہلے مدینہ سے دنیا کے بادشاہوں کے نام فرمان بھیجے۔ قسطنطنیہ کے فرمانروا کو جب یہ پیغام ملا تو وہ شام میں ایرانیوں سے برسرِ جنگ تھا، ایسا ہی فرمان ایران کے بادشاہ کو ملا۔ سنا ہے کہ چین کے بادشاہ تائی سنگ کو بھی اسلام کی دعوت دی گئی تھی، ان بادشاہوں کو حیرت ہوئی ہوگی کہ یہ کون غیر معروف شخص ہے جو ہم پر اس طرح حکم چلا رہا ہے۔

ان پیاموں میں جو ایمان واعتقاد تھا وہی آنحضرت نے اپنے پیروؤں میں بھی پیدا کر دیا تھا۔ انہوں نے اس سے تسکین پائی اسی سے وہ ابھرے، یہاں تک کہ صحرا کے وہ فرزند جنہیں دنیا نے کبھی اہمیت نہ دی، اٹھے اور معمورۂ دنیا کا نصف حصہ فتح کر کے دم لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایمان اور خود اعتمادی بہت بڑی چیز تھی، اتنی بڑی کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

اخوت، مساوات، جمہوریت

"اسلام نے اپنے پیروؤں کو اخوت کا سبق سکھایا اور یہ حکم دیا کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور سب برابر ہیں، گویا یہ اسلام تھا جس نے عوام کے سامنے ایک طرح کی جمہوریت پیش کی، اس زمانہ کی ناکارہ عیسائیت کے مقابلہ میں اخوت کے اس پیغام میں نہ صرف عربوں کو بلکہ ان تمام ملکوں کے باشندوں کو جہاں وہ وارد ہوئے ہوں گے کتنی بڑی کشش محسوس ہوئی ہوگی۔"

خلافتِ راشدہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۶۳۲ء میں ہجرت کے صرف دس سال بعد وفات فرمائی۔ انہوں نے

اس تھوڑے سے وقفہ میں عرب کے جنگجو قبائل کو ایک امت کی صورت میں متحد کر دیا، اور جوشِ ایمانی سے سرشار کر دیا۔
ابوبکرؓ ان کے جانشین ہوئے، اس کا تصفیہ عام جلسہ میں ایک طرح کے بے ضابطہ انتخاب کے ذریعہ سے ہوا تھا، ابوبکرؓ کے بعد
عمرؓ ان کے جانشین ہوئے جو دس سال تک امیرالمومنین رہے۔
ابوبکرؓ و عمرؓ دو شخص تھے، زبردست شخصیتوں کے مالک، انہوں نے اسلام کی عظمت کا سنگ بنیاد رکھا اور عرب کی
عظمت قائم کی، خلیفہ کی حیثیت سے وہ دونوں مذہبی پیشوا بھی تھے اور سیاسی سردار (امام) بھی ان کا درجہ کتنا بلند تھا، ان کی
مملکت روز افزوں طاقت پذیر تھی، اس کے باوجود سادگی ان کا جوہر تھی، انہوں نے ہمیشہ شان و شوکت کو ٹھکرایا، اور
عیش و عشرت کو ہمیشہ دور رکھا، کیوں؟ اس لئے کہ اسلام کی جمہوریت ان کے لئے زندہ چیز تھی۔ وہ تکلفات پر روتے تھے
اور محسوس کرتے تھے کہ ان کی قوت سادگی اور جفاکشی میں ہے۔ اگر عربوں نے بھی ایران اور قسطنطنیہ کے محلات کے تعیش
کو قبول کر لیا تو وہ ناکارہ ہو کر تباہ ہو جائیں گے۔
ان کی بارہ برس کی مجموعی حکومت میں روم نے اور فارس کی ساسانی حکومت نے شکست کھائی۔ یہودیوں اور عیسائیوں
کے مقدس شہر پر ان کا قبضہ ہوا اور شام، عراق اور ایران ان کی حکومت کا جزو بن گئے۔

اسلام اور انقلاب آنحضرت (صلعم) نے دنیا کی رائج شدہ رسوم اور رواجوں کے خلاف جھنڈا بلند کیا، اس مذہب کی
سادگی، وضاحت، جمہوریت اور مساوات نے آس پاس کے ملکوں کے جمہور عوام کو بہت متاثر کیا۔
مطلق العنان شہنشاہ خودسر اور ظالم مذہبی پیشوا عرصہ سے عوام کو کچل رہے تھے، وہ اس نظام سے تنگ آ گئے تھے اور انقلاب
کے لئے بالکل تیار تھے، اسلام یہ انقلاب لے آیا۔ وہ ان کے حق میں نعمت ثابت ہوا۔ کیونکہ اسلام کے ذریعہ سے طرح طرح کا
سدھار ہوا۔ بہت سی پرانی برائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اسلام نے اگرچہ کوئی اتنا بڑا سماجی انقلاب تو نہیں کیا کہ امیر غریبوں کو بالکل
لوٹ سکیں، لیکن اس نے اس لوٹ کو بہت کچھ کم کر دیا اور یہ احساس پیدا کر دیا کہ سب ایک عظیم الشان برادری کے فرد ہیں۔

اسلام اور رواداری "اسلام کو ماننے والے عرب اپنی بیداری کے ابتدائی دور میں جوشِ ایمانی سے سرشار رہے
لیکن اس کے باوجود وہ اول درجہ کے رواداری تھے، ان کی مذہبی رواداری کی اتنی مثالیں
موجود ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ بیت المقدس میں خلیفہ عمر فاروقؓ نے اس کا خاص ثبوت دیا، اسپین میں عیسائیوں کی
بہت بڑی آبادی موجود تھی جسے پوری طرح ضمیر کی آزادی حاصل تھی، اگرچہ ہندوستان میں سندھ کے علاوہ کہیں ان کی حکومت
نہیں رہی لیکن ہندوؤں سے اکثر ان کے معاملات رہتے تھے۔ بڑے خوشگوار تعلقات رہے۔ سچی بات پوچھو تو یہ ہے کہ تاریخ کے
اس دور کی خاص چیز یہی تھی کہ عرب مسلمان جتنے روادار تھے، یورپ کے عیسائی اتنے ہی متعصب تھے۔"

عہدِ نبویؐ کی طاقت "عہدِ نبوی کے عربوں میں وہ عجیب غریب طاقت اور زندگی تھی جس کا شہنشاہوں کی فوجیں
بھی مقابلہ نہ کر سکتی تھیں، وہ اپنے زمانہ میں دنیا کے سرفراز اور سربلند تھے، اور جب یہ مسلمان
آندھی کی طرح اٹھتے اور طوفان کی طرح بڑھتے تھے تو وقت کے بڑے بڑے بادشاہوں اور فوجوں کے چھکے چھوٹ جاتے تھے
یہ عرب عام انسانوں کی بہتری اور سماجی انقلاب کا پیام لے کر آئے تھے اس لئے سب ان کا خیر مقدم کرتے تھے۔"

سائنس کے بانی مسلمان

"جدید دُنیا میں سائنس بہت بڑی چیز ہے۔ ہم اس کے بہت ہی ممنونِ احسان ہیں۔ سائنس گوشہ میں بیٹھ کر مختلف چیزوں کے ظہور میں آنے کی دعا نہیں کرتی وہ اس کی جستجو کرتی ہے کہ یہ چیزیں کیوں اور کیسے ظہور میں آتی ہیں وہ تجربوں پر تجربے کرتی ہے کبھی کامیاب ہوتی ہے، کبھی ناکام۔ اس طرح آہستہ آہستہ انسانی علم میں اضافہ کرتی ہے۔ ہماری موجودہ دنیا قدیم دُنیا سے الگ ہے اور یہ سب سائنس ہی کی ساختہ پرداختہ ہے۔ قدیم زمانہ میں نہ تو مصر میں، نہ چین میں، نہ ہندوستان میں سائنس کا رواج تھا۔ البتہ قدیم یونان میں اس کا تھوڑا سا چرچا تھا، مگر رومہ میں اس کا نشان تک نہیں ملتا۔ لیکن عربوں میں علم و تحقیق کا یہ جذبہ موجود تھا۔ اس لئے مسلمان عربوں کو موجودہ سائنس کا بانی کہا جائے تو بالکل صحیح ہوگا "دوربین" اور "قطب نما" سب سے پہلے انہوں نے ایجاد کئے۔ طب کے معاملہ میں عرب کے حکما اور جراح (سرجن) سارے یورپ میں مشہور تھے۔ موزہ بغداد کے امراء کی ایجاد ہے اور ہماری ہندوستانی زبان میں یہ لفظ عربی سے آیا ہے۔ فرانسیسی لفظ شمیس عربی لفظ قمیص کی بدلی ہوئی شکل ہے: قمیص اور موزے عرب سے قسطنطنیہ پہنچے اور وہاں سے سارے یورپ میں۔"

اسلام اور ہندوستان

"اسلام ہندوستان میں انسانی ترقی کا ایک نیا پیغام لایا، بلکہ کسی حد تک اس نے اکسیر کا کام دیا۔ اس نے جھنجوڑ جھنجوڑ کر ہندوستان کو بیدار کر دیا، لیکن اس سے جتنا فائدہ پہنچنا چاہئے تھا نہ پہنچا، ایک تو اسلام یہاں دیر سے پہنچا۔ دوسرے یہاں اسلام کو لانے والے عرب نہ تھے بلکہ ترک تھے اس کے باوجود اسلام کی وجہ سے ہندوستان میں ترقی اور تخلیقی قوت کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ اس نے نئی زندگی پیدا کرنے ہی میں حصہ نہیں لیا بلکہ اس کی تکمیل بھی کی۔"

اسلامی تمدن اسپین میں

"مسلمان عربوں نے اسپین پر سات سو برس تک حکومت کی حکومت کرنا خود ایک کارنامہ ہے لیکن اس سے زیادہ موثر اور دلچسپ کارنامہ ان کی اعلیٰ تہذیب اور تمدن ہے۔ ایک مورخ افسوس میں آکر کہتا ہے "جب سارا یورپ جہالت کی تاریکی میں تھا اس وقت مسلمان عربوں نے تہذیب و تمدن کی شمع روشن رکھی۔"

قرطبہ جو ان کی حکومت کا دارالخلافہ تھا، اس کی آبادی انیس لاکھ اور لمبائی دس میل تھی۔ شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک باغ ہی باغ، چمن ہی چمن تھے۔ شاہی کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔ قرطبہ یونیورسٹی اقصائے یورپ اور مغربی ایشیا میں یکساں مشہور تھی، ابتدائی اسکولوں کی افراط تھی، جہاں غریبوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ اسپین میں ہر شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ البتہ عیسائیوں میں پادریوں کے سوا اعلیٰ طبقہ تک جاہل تھا۔"

میزانِ عدل

(از جناب محمد اسمٰعیل اخلاصؔ صاحب بی۔اے ممبئی)

میمن برادری کے ایک مخصوص اجتماع میں ۵ اگست ۱۹۶۱ء کو، جناب اخلاصؔ صاحب نے مذکورہ بالا عنوان پر دینی نقطۂ نگاہ سے تقریر کی تھی۔ یہ مضمون، موصوف کے قلم سے اسی کا خلاصہ ہے۔ (مدیر)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اس کائنات کا تنہا خالق، اکیلا مالک اور واحد حاکم ہے اور اس کی بے شمار رحمتیں ہوں ان برگزیدہ بندوں پر جن کے ذریعہ سے انسان کو صحیح طریقِ زندگی معلوم ہوا۔ خصوصاً ان میں کے آخری یعنی سرورِ عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو پوری کائنات کے لئے ہادی و رہبر بنا کر بھیجے گئے۔

حضرات! یہ اصول مسلّم ہے کہ ایک ہی طرح کی بیماری کے لئے ایک ہی قسم کا علاج تجویز کیا جاتا ہے۔ یہ اصول جس طرح افراد کے لئے صحیح ہے اسی طرح قوموں اور ملکوں کے لئے بھی موزوں و مناسب ہے۔ آج ہم میں طرح طرح کی انفرادی اور قومی بیماریاں پائی جاتی ہیں اور سوچنے والے دماغ بہت سے علاج تجویز کرتے ہیں لیکن بیماریاں ہیں کہ کم ہونے کی بجائے بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ بات ثابت کر رہی ہے کہ علاج غلط ہے۔ تو پھر صحیح علاج کیسے معلوم ہو؟ اس کے لئے ہمیں تاریخ کے صفحات الٹ کر کسی ایسے زمانے کو تلاش کرنا ہوگا جس میں اسی قسم کی بیماریاں پائی جاتی ہوں اور ان کا صحیح علاج کیا گیا ہو ایسا زمانہ عرب کی جاہلیت کا زمانہ ہے۔ آئیے ہم اس زمانہ و اپنے زمانہ کا مقابلہ کر کے دیکھیں کہ دونوں میں کیا اور کتنی موافقت ہے۔

اُس زمانہ میں لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے اور آج اولاد کو پیدا ہونے سے پہلے مار ڈالا جاتا ہے (میرا اشارہ ضبطِ ولادت یعنی برتھ کنٹرول BIRTH CONTROL کی طرف ہے) اُس زمانہ میں عورت اور مرد ننگی حالت میں کعبۃ اللہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اس زمانہ میں دنیا کی "مہذب" قوموں نے ایسے ادارے قائم کئے ہیں جن میں عورتیں اور مرد برہنہ رہتے ہیں۔ اُس زمانہ میں شراب اس حد تک عام تھی کہ بچے کو پیدا ہوتے ہی گھٹی میں پلائی جاتی تھی، زنا کا بازار گرم تھا، چوری، ڈاکہ زنی اور کشت و خون کا شمار معائب میں نہیں بلکہ محاسن میں کیا جاتا تھا، ذرا ذرا سی بات پر گھمسان کی جنگیں چھڑ جاتی تھیں۔ یہی حالت ہمارے زمانہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ شراب بیحد رائج ہے، زنا کے باقاعدہ اڈے بنے ہوئے ہیں اور معمولی اختلاف کی بنا پر قوموں اور ملکوں ملکوں میں ایسا خون خرابہ ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت کا سماں بندھ جاتا ہے۔ ہماری ہی طرح اُس زمانہ کے لوگوں کی اخلاقی حالت نہایت گری ہوئی تھی۔ دغا بازی، جھوٹ، بے حیائی، ظلم و ستم اور عہد شکنی کا دور دورہ

شیات میں جس طرح آج سود کو بہت بڑا دخل ہے، ٹھیک اسی طرح اُس زمانہ میں بھی سود کی وبا بری طرح پھیلی تھی۔ سیاسی طور پر اُس زمانہ میں بڑی بڑی طاقتیں مثلاً روم، ایران اور حبشہ ملک گیری کی ہوس میں مبتلا تھیں اور عرب قبیلوں قبیلوں میں بٹا ہوا تھا۔ ٹھیک اسی طرح ہمارے زمانے کی بڑی بڑی طاقتیں کمزور ملکوں کو اپنے پنجۂ استبداد دبائے بیٹھی ہیں اور دُنیا بھر کے ممالک اندرونی طور پر طبقوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

عرب کی اس حالت کو بدلنے کے لئے جو نسخہ استعمال کیا گیا وہ قرآن مجید ہے۔ عربوں نے قرآن کو سمجھا اور اُن کی پلٹ ہوگئی۔ قرآن کی تعلیم کو لے کر اُٹھے اور دُور دراز کے ملکوں میں اسے پھیلا دیا۔ قرآن کی تعلیم نے لوگوں کی بیماریاں دُور کر دیا، معاشرت کو خوش حال بنا دیا، تجارت کو پاکیزہ کر دیا اور سیاست کو اخلاقی قیود میں جکڑ دیا۔ قرآن کے وہ عملی مجسّمے صحابۂ کرامؓ جہاں بھی جاتے ظلم وستم کی بجائے امن وسلامتی کا پیغام دیتے۔ ان خدا پرستوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ انسان کی تمام بیماریوں کا (خواہ وہ معاشی ہوں یا سیاسی، اخلاقی ہوں یا تمدنی) صحیح علاج اپنے اندر رکھتا ہے۔ قرآن والوں ہی نے دنیا کو امن سے معمور کر دیا تھا۔ آج دنیا امن کو ترستی ہے تو قرآن والے ہی اس کو امن وشانتی کا پیغام دے سکتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی دیکھیئے کہ قرآن والے خود ان بیماریوں میں مبتلا ہیں جن میں دُنیا کے دُوسرے لوگ آلودہ ہیں۔ اسلئے اگر وہ دُنیا کی پریشانیاں دُور کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے لازم ہے کہ پہلے قرآنی تعلیمات کی "میزانِ عدل" میں اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور پھر جو جو خامیاں اور بیماریاں نظر آئیں ان کا علاج بھی قرآن سے کیا جائے۔ اس کے لئے پہلی ضرورت یہ ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ بے سمجھے بوجھے دُنیا کی کوئی کتاب تو کیا، ایک معمولی خط بھی نہیں پڑھا جاتا۔ تو پھر آخر قرآن کے ساتھ ایسا نارو اسلوک کیوں روا رکھا جاتا ہے؟ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے دل اللہ کی یاد سے کانپ اٹھیں؟ یاد رکھو کہ اگر تم دُنیا کی اصلاح کرنا چاہتے ہو تو پہلے تمہیں اپنی اصلاح کرنی ہوگی، اور اپنی اصلاح موقوف ہے قرآن فہمی پر۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو قرآن کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عالم اسلام

دنیا کی مسلم آبادی

(از جناب مولانا محمد کامل صاحب بحر العلومی فرنگی محلی)

ابھی تک عالم اسلام کی مردم شماری کے لئے کوئی باضابطہ اور منظم جدوجہد نہیں کی گئی۔ اس سلسلہ کی معلومات، انفرادی معلومات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ صحیح ہے کہ بعض ترقی یافتہ اسلامی ممالک مثلاً، عراق، ایران، مصر اور شام وغیرہ وغیرہ میں باقاعدہ مردم شماری کا انتظام ہے، یا اُن ممالک میں مردم شماری رائج ہے جو مغربی طاقتوں کے ماتحت یا زیر انتداب ہیں لیکن جو ممالک غیر ترقی یافتہ اور پرانی لکیر کے فقیر ہیں۔ ان کی آبادی کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ لہٰذا مندرجہ ذیل نقشہ میں تخمینی تعداد درج کی گئی ہے۔

دنیا میں عیسائی اکثریت کے بعد دوسرے نمبر پر مسلم آبادی ہے جس کی تعداد تقریباً پینتیس چالیس کروڑ افراد پر مشتمل ہے اگرچہ پرستاران توحید اور جاں نثاران رسالت کرۂ زمین کے پانچوں براعظموں میں بستے ہیں لیکن ان کی بڑی اکثریت داکر (مغربی افریقہ) سے کنٹن (مشرق انتہا) تک شرقاً و غرباً، اور قازان (بالشویک روس) سے مداغاسکر تک شمالاً و جنوباً آباد ہے۔

ہم یہ نقشہ قارئین عدل کی خدمت میں اس لئے پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ بین الاقوامی حالات میں مسلمانوں کی صحیح پوزیشن سے واقف ہو سکیں اور آئندہ اس سلسلہ میں جو مضامین پیش کئے جائیں گے انہیں سمجھنے میں مدد ملے۔

ایشیا

نمبر شمار	نام ملک	طرز حکومت	آبادی میں مسلمانوں کا تناسب فیصدی	مسلم آبادی کی کل تعداد
۱	افغانستان	شخصی حکومت	۹۹.۸	۱۱۰۰۰۰۰۰
۲	ایران	" "	۸۳	۱۵۹۹۵۰۰۰
۳	بلاد العلویین	....	....	۲۷۰۰۰۰
۴	بحرین	امارت زیر سایہ برطانیہ	....	۱۰۰۰۰۰
۵	برطانوی نوآبادی	مقبوضہ برطانیہ	....	۲۷۰۰۰۰

۶	برقی اور لیبیا	مقبوضہ برطانیہ	....	۳۳۰۰۰
۷	پاکستان	برطانوی دولت مشترکہ	۸۵	۴۲۵۰۰۰۰۰
۸	تبت	مذہبی	....	۱۰۰۰۰
۹	ترکی (ایشیا اور یورپ)	جمہوریت	۹۷	۱۸۸۲۰۰۰۰
۱۰	جزائر شرق الہند، سلیبس جاوہ، سماترہ، طوکوکسی، مدورا۔ ژوع تیمور، نیوگنی، بالی لومباک اور بورنیو	ولندیزی مقبوضات	....	۵۵۰۰۰۰۰۰
۱۱	جبل الدروز	....	....	۶۰۰۰۰
۱۲	چھ عرب حلیف ریاستیں:- شارقہ، راس الخیمہ، ام القوائم عجمان، دوبی اور فلاح	دیسی ریاستیں زیر سایہ برطانیہ	....	۱۵۰۰۰۰
۱۳	چینی (چینی ترکستان (منگولیا اور تبت کے درمیان کا علاقہ بھی اس میں شامل ہے)	جمہوریت	۱۲٫۵	۵۰۰۰۰۰۰
۱۴	حضرموت (داخلی اور ساحلی)	سلطنتیں اور مشیخیتیں	۱۰۰	۶۰۰۰۰۰
۱۵	روسی علاقہ:- آذربائیجان	بالشویک جمہوریت	۹۵	۳۰۰۰۰۰۰
۱۶	〃 جارجیا	〃	۶۵	۲۲۰۰۰۰۰
۱۷	〃 ترکمانستان	〃	۹۰	۱۱۰۰۰۰۰
۱۸	〃 ازبکستان	〃	۸۹	۵۷۰۰۰۰۰
	〃 تاجکستان	〃	۹۲	۱۲۷۵۰۰۰
	〃 قازقستان	〃	۸۹	۵۵۰۰۰۰۰
	〃 کرغیزستان	〃	۹۰	۱۲۰۰۰۰۰
	روس کی وفاقی جمہوریتیں:- داغستان، قفقاز، شمالی کاکیشیا چیچنیک، وسطی والگا، تاتار، اولسک اورتاش، مغربی سائبیریا مشرقی بربات وغیرہ	بالشویک جمہوریت	....	۱۰۰۰۰۰۰۰

۲۳	سعودی عرب	شخصی حکومت	۸۸ر۹	۵۷۶۹۰۰۰
۲۴	سراوک	مقبوضہ برطانیہ	....	۱۲۰۰۰۰
۲۵	سیلون	نوآبادی	۵ر۷	۳۷۸۰۰۰
۲۶	سنگاپور۔ پینانگ اور ملکا	برطانوی مقبوضات	....	۸۰۰۰۰۰
۲۷	سیام	شخصی حکومت	....	۶۰۰۰۰۰
۲۸	شام و لبنان	جمہوریتیں	....	۳۰۰۰۰۰۰
۲۹	شرق الاردن	شخصی حکومت	....	۲۵۰۰۰۰
۳۰	عدن، پیریم اور سقوطرہ	مقبوضات برطانیہ	۹۹ر۹	۶۵۲۰۰۰
۳۱	عراق	شخصی حکومت	۹۶ر۴	۳۵۰۰۰۰۰
۳۲	حبش	"	....	۱۰۰۰۰۰۰
۳۳	فلسطین	برطانوی انتداب	....	۱۰۶۱۰۰۰
۳۴	قطر	مشیخت (جہاں قبیلہ کا شیخ حکومت کرتا ہے)	....	۳۰۰۰۰
۳۵	کویت	مشیخت	....	۸۰۰۰۰
۳۶	لحج اور نواحی محمیہ تسعہ:— الفضلی[1]۔ العوازل[2]۔ العوالق[3]۔ الواحدی[4]۔ الحواشب[5]۔ القطیبی[6]۔ العلوی[7]۔ الیافع[8]۔ الشعاری[9]	سلطنت اور مشیختیں	....	۳۰۰۰۰۰
۳۷	مسقط و عمان	سلطنت	....	۵۵۰۰۰۰
۳۸	ملایا کی ریاستیں:— جوہور، کیدو، پرلیس، کیلانتن اور ترنگانو	دیسی سلطنتیں	....	۱۱۰۰۰۰۰
۳۹	منچوریہ	صوبہ	....	۲۰۰۰۰۰۰
۴۰	منگولیا	جمہوریت	....	۳۰۰۰۰۰۰
۴۱	ہندوستان	برطانوی دولت مشترکہ	۱۳	۲۸۰۰۰۰۰۰
۴۲	ہندوستانی اور پاکستانی ریاستیں	"	۲۰	۱۳۰۰۰۰۰۰
۴۳	یمن	شخصی مذہبی حکومت	....	۳۵۰۰۰۰۰

افریقہ

۴	بنی سر مینیا	مخصوص حکومت	۵۰	۳۵۰۰۰۰۰
۴	الجزائر	مقبوضہ فرانس	۸۶ر۱	۶۲۲۹۰۰۰
۴	اینگلو ایجپشین سوڈان	انگریزوں اور مصریوں کی مشترکہ حکومت	۹۱ر۴۰	۶۸۵۳۰۰۰
۴	اریٹیریا	زیر نگرانی افواج متحدہ	۴۹ر۷	۳۶۷۰۰۰
۴	اطالوی سومالی لینڈ	"	۶۵	۵۸۵۰۰۰
۴	آئیوری کوسٹ	مقبوضہ فرانس مغربی افریقہ	۴۷	۱۸۹۰۰۰
۵	اوبانغی شاری	فرانسیسی خط استوائی افریقہ	۳۶	۳۹۶۰۰۰
۵	بلجین کانگو	مقبوضہ بلجیم	۱۸ر۷	۱۹۶۴۰۰۰
۵	برطانوی سومالی لینڈ	مقبوضہ برطانیہ	۱۰۰	۶۰۰۰۰۰
۵	بالائی وولٹا	فرانسیسی مغربی افریقہ	—	۶۰۰۰۰۰
۵	پرتگیزی گوئینا	مقبوضہ پرتگال	۱۴ر۲	۶۲۵۰۰۰
۵	تنگانیکا	مقبوضہ برطانیہ	....	۱۰۰۰۰۰۰
۵	تونس	مقبوضہ فرانس	۹۱ر۷	۲۳۹۶۰۰۰
۵	ٹوگولینڈ	زیر انتداب فرانس	....	۵۰۰۰۰۰
۵	جزائر کیپ وردے	مقبوضہ پرتگال	....	۷۵۰۰۰
۵	جابون	فرانسیسی خط استوائی افریقہ	۳۶	۱۳۹۰۰۰
۵	جزائر ریونین	مقبوضہ فرانس	....	۵۰۰۰
۵	جنوبی مغربی افریقہ	مقبوضہ برطانیہ	....	۱۰۰۰۰۰
	جنوبی افریقہ کی یونین	برطانوی دولت مشترکہ	....	۱۵۰۰۰۰
	داحومی	مقبوضہ فرانس	....	۶۰۰۰۰۰
	رالیودی اورد	مقبوضہ اسپین	۱۰۰	۳۲۰۰۰
	زنجبار اور پمبا	زیر نگرانی برطانیہ	۹۰	۲۲۵۰۰۰
	سیرالیون	برطانوی مغربی افریقہ	۴۷	۸۴۰۰۰
	سالی چلیس	مقبوضہ برطانیہ	....	۵۰۰۰
	سینیگال	فرانسیسی مغربی افریقہ	۸۰	۱۳۷۶۰۰۰

۶۹	شاد	فرانسیسی مغربی افریقہ	....	۱۱۰۰۰۰۰
۷۰	طرابلس	زیرنگرانی افواج متحدہ	۴ ر ۷۱	۷۱۴۰۰۰
۷۱	فرنچ گوئینیا	فرانسیسی مغربی افریقہ	....	۲۰۰۰۰۰۰
۷۲	فرنچ سومالی لینڈ	مقبوضہ فرانس	۸۵	۳۸۰۰۰
۷۳	فرنچ سوڈان	"	....	۲۰۰۰۰۰۰
۷۴	کمیرون	زیرتولیت فرانس	....	۱۰۰۰۰۰۰
۷۵	کینیا	مقبوضہ برطانیہ	....	۲۰۰۰۰۰۰
۷۶	گیمبیا	برطانوی مغربی افریقہ	۵۰	۱۲۱۰۰۰
۷۷	گولڈ کوسٹ	"	....	۲۰۰۰۰۰
۷۸	لائبریا	جمہوریت	....	۱۰۰۰۰۰۰
۷۹	مصر	شخصی حکومت	۸ ر ۹۰	۵۸۲۰۰۰۰
۸۰	مداغاسکر	زیرنگرانی فرانس	....	۷۹۰۰۰۰
۸۱	ماؤری ٹینیا	مقبوضہ فرانس	....	۳۰۰۰۰۰
۸۲	ماؤری توس	مقبوضہ برطانیہ	....	۱۰۰۰۰۰
۸۳	موزمبیق	پرتگیزی مقبوضہ	۳۳	۱۹۲۶۰۰۰
۸۴	مراکش	تین منطقوں میں تقسیم ہے۔ بین الاقوامی تولیت۔ فرانسیسی مقبوضہ اور اسپینی مقبوضہ	۲ ر ۷۹	۶۹۸۰۰۰۰
۸۵	نائیجر نوآبادی	فرانسیسی مغربی افریقہ	۳۴	۱۱۶۶۰۰۰
۸۶	نائیجیریا	مقبوضہ، برطانیہ	....	۱۱۰۰۰۰۰۰
۸۷	نیاسالینڈ	زیرنگرانی برطانیہ	....	۵۰۰۰۰
۸۸	وسطی کانگو	برطانوی فرانسیسی خط استوانی افریقہ	....	۳۰۰۰۰
۸۹	یوغنڈا	زیرتولیت برطانیہ	....	۱۰۰۰۰۰

سب سے پہلے ضروری کام آپ کے کرنے کا یہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کو قرآن بقدر ضرورت دینیات کی تعلیم دلادیں، جو ۵ برس سے ۷ برس کی عمر تک ہو جانا چاہیے۔

یورپ

نمبر	ملک	کیفیت		تعداد
۹۰	البانیہ	....	۸۰	۸۸۰۰۰۲
۹۱	اٹلی اور اسپین	....	....	۷۰۰۰
۹۲	برطانیہ عظمیٰ	....	....	۳۰۰۰۰
۹۳	بلجیم	....	....	۵۰۰۰
۹۴	بلغاریہ	....	۱۴	۹۸۳۰۰۰
۹۵	پولینڈ اور لیتھونیا	....	....	۱۲۰۰۰
۹۶	جزائر روڈس	....	....	۱۵۰۰۰
۹۷	جرمنی، ہالینڈ اور آسٹریا	....	....	۶۰۰۰
۹۸	رومانیہ	....	....	۲۶۰۰۰۰
۹۹	فرانس	....	....	۲۰۰۰۰۰
۱۰۰	فن لینڈ	....	....	۳۰۰۰
۱۰۱	قبرص	برطانوی مقبوضہ	۱۸	۸۳۰۰۰
۱۰۲	ہنگری	....	....	۳۰۰۰۰
۱۰۳	یونان	....	۲.۵	۱۸۰۰۰۰
۱۰۴	یوگوسلاویہ	....	....	۱۷۵۰۰۰۰

امریکہ!

نمبر	ملک	کیفیت		تعداد
۱۰۵	ٹرینی ڈاڈ	مقبوضہ برطانیہ	۵۰	۲۲۵۰۰۰
۱۰۶	جنوبی امریکہ	....	....	۴۰۰۰۰۰
۱۰۷	شمالی امریکہ	....	....	۱۰۰۰۰۰

آسٹریلیا

نمبر	ملک	کیفیت		تعداد
۱۰۸	جزائر فلپائن اور آسٹریلیا	....	....	۲۰۰۰۰۰

(نوٹ) افریقہ اور یورپ کے بعض غیر مسلم قبائلی علاقوں کے متعلق نہ تو کوئی تفصیلی معلومات حاصل ہوسکی۔ اور نہ کوئی تخمینہ ہی لگایا جاسکا اس لئے ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔

سرگذشت زائرِ حرمین

(از محترم مولانا قاری سید ودود الحق صاحب ندوی)

پیشِ نظر مضمون، اگرچہ "حجاج منزل" جدہ، کی معائنہ بُک پر، ایک معائنہ کی حیثیت سے، سپردِ قلم کیا گیا تھا۔ لیکن اس معائنہ میں، اختصار کے ساتھ، حج کی پوری سرگذشت آگئی ہے، حرمین کے مکینوں اور پڑوسیوں کی طرف سے اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ تو دل یہ ہی چاہتا ہے کہ حرفِ شکایت زبان پر نہ لایا جائے، مگر بعض حالات و شکایات کے اظہار کے بغیر، مفر بھی نہیں اور مقصد محض اصلاح ہو، تو اظہار ناگزیر ہو جاتا ہے ـــ لیکن حجاج منزل (خدا اسے جلد تکمیل کو پہنچائے) کی تعمیر انشاءاللہ حجاج کی زیادہ سے زیادہ دشواریوں کا خاتمہ کردیگی۔ اب آپ سرگذشت ملاحظہ فرمائیں۔ مدیر

وہ دیکھئے سامنے جدہ کا ساحل نظر آرہا ہے۔ جہاز جیسے جیسے ساحل کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک کی آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی جاتی ہیں۔ تمناؤں میں طوفان اور جذبات میں ہیجان پیدا ہوگیا۔ دل چاہتا ہے کہ یہیں سے کود پڑئیے، کنارۂ ساحل کا انتظار گراں گذر رہا ہے۔

ساحل سے کچھ دور جہاز رُک گیا۔ ساحل کی کشتیاں جو جہاز کو دیکھتے ہی متحرک ہو چکی تھیں۔ دیکھتے کے دیکھتے جہاز کا طواف کرنے لگیں۔ اب کا ہے کی دیر تھی کشتیوں کے ملاح اور گودیوں کے حمال جہاز کے ہر طبقہ میں نظر آنے لگے۔ سامان اُٹھا کشتیوں اور لانچوں میں لدنے لگا اور بات کی بات میں ہم سب فقیروں کے بھیس میں گودی کی پختہ عمارت میں موجود تھے سامان بمبئی کی گودی پر شدید دقتوں اور دردناک مصیبتوں سے جہاز پر لایا گیا تھا اور قلیوں کی لاپرواہی کی بدولت جو جہاز میں منتشر ہوجانے کی وجہ سے ایک ایک کرکے اور اپنے سروں پر لاد کر جمع کیا گیا تھا وہ ساحل جدہ پر پھر ہم سے جدا اب لبیک کے بجائے "سامان" "سامان" کی آوازیں کانوں کو تکلیف دینے لگیں۔ پاسپورٹ دے کر ہم سامان کی جگہ پر پہنچے سامان کا ایک بہالہ نظر آیا۔ پیٹیاں ٹوٹی ہوئیں۔ گھی کے کنستر پھٹے ہوئے۔ ناشتہ فرش پر پڑا ہوا۔ مسالوں کے رنگ سے رنگین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں سے لوٹ کا مال آیا ہوا ہے جس کو انتہائی بے دردی سے زمین پر پھینک دیا گیا ہے۔

ایک ضعیف عورت چلا چلا کر کہہ رہی ہے "بھیا میرا بکس نہیں ملتا۔ میرا کل سامان اور روپیہ اسی میں موجود ہے مجھ پر ترس نہیں کھاتا، ارے بھائیو کوئی تو میرے بکس کو تلاش کر دو" کون ہے جو اس ضعیفہ کی فریاد سنے۔ کوئی ہے جو تکلیف دہ سفر سے بیمار ہو چکا ہے اور اس کی ضرورت کی چیزیں سامان کے انبار کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ اس میں کہاں دم کہ سے سر ٹکرائے۔ جو چلنے کو محتاج وہ بڑی بڑی وزنی پیٹیوں کو ہٹا کر اپنی چیزیں کیونکر نکالے۔ بیچارہ سر پکڑے ایک

رہیں بیٹھا ہوا ہے کہ جب سب سامان اٹھ جائے تو اپنی چیزیں اٹھائے، ایک عورت بغل میں بچہ دبائے ہوئے اپنی ٹوکری
ش میں ہے جس میں بچہ کا دودھ وغیرہ ہے۔ غرض ایک قیامتِ صغریٰ کا منظر ہے۔ ہر شخص نفسی نفسی میں مبتلا ہے اور
پریشان حال ہیں۔ دوپہر سے شام ہوگئی مغرب کی نماز بھی بمشکل ملی، عورتیں پاخانے پیشاب کی تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔
ابھی کوئی معقول انتظام نہیں تو پاخانوں اور پیشاب خانوں کا کیا ذکر۔ عشاء کی نماز کے قریب ہم سب اپنے اپنے وکیلوں
دروازوں پر پہنچے۔ ہر ایک تھک کر چور ہوگیا تھا۔ کسی کو سامان اور کھانے پینے کا ہوش نہ تھا۔ اس لئے ہم جہاں تھے وہیں
ے لگا کر سو گئے۔ آج زندگی بھر میں پہلا اتفاق تھا کہ عورتوں نے دیواروں کی آڑ میں پاخانے اور پیشاب سے فراغت
کی۔ جو عورتیں کبھی گھر سے باہر نہ نکلی تھیں وہ آج ہزاروں مردوں کے سامنے رفع حاجت کرنے پر مجبور تھیں۔

صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہمارے سامان سے فلاں فلاں چیزیں غائب ہیں اور غلہ کی بوریاں ابھی کسٹم سے لائی ہیں۔
نے کی فکر سے کون خالی ہے۔ کسٹم میں پہنچے تو چار بوریوں میں صرف دو ہی ہاتھ لگیں ان کو لے کر واپس آئے تو سامان کی تلاش
ع ہوئی۔ ایک بکس اس گلی میں تو دوسرا بکس ایک وکیل کے گھر۔ جب سارے جدہ کا چکر لگا چکے تو آدھی چوتھائی چیزیں
آئیں، تکان کی زیادتی نے بقیہ چیزوں کے لئے صبر کرنے پر مجبور کردیا۔ گمشدہ سامان کی ایک فہرست وکیل کے حوالے کی
مکہ معظمہ پہنچنے کا انتظار کرنے لگے۔ سواریوں کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اور وکیلوں کی غفلتوں کی بنا پر دو روز جدہ کی
دن پر گذرے، بازاروں میں زبان نہ جاننے کی وجہ سے انتہائی دقتوں کا سامنا تھا۔ پیٹ کو روٹی بھی مشکل سے میسر آئی،
ہماری زبان سے ناآشنائی کی بنا پر یاروں نے دوہری اور چوگنی قیمتیں وصول کیں۔ ہندوستانی سکوں کی قیمتیں یوں ہی کم کردی
تھیں ہزار کے آٹھ سو رہ گئے تھے۔ قیمتوں کی ناجائز وصولیابی نے ایک دوسری فکر میں مبتلا کردیا۔ اس لئے کہ جو خرچ
گھر سے لے کر چلے تھے وہ ہمارے خیال میں پورے سفر کے لئے کافی تھا۔ ان حادثات سے ایسا معلوم ہونے لگا کہ شاید
نہ منورہ میں کسی سے قرض لینا پڑے گا۔

اللہ اللہ کرکے مکہ پہنچے، فکروں میں ڈوبے ہوئے۔ عمرہ کیا، خرچ میں تنگی پیدا کی اس لئے زندگی بھی تنگ
ئی۔ ہمیشہ اوسط درجہ کی غذائیں کھانے کے عادی تھے۔ مجبوراً دال دلیہ پر گذر اوقات شروع کی۔ ایسی صورت میں بیماری
آتے کتنی دیر لگتی ہے۔ چوتھے دن نزلہ بخار اور دردِ شکم، سوءِ ہضم کی بیماریوں نے آگھیرا۔ خرچ کے ختم ہونے کے ڈر سے
ج پہلی مرتبہ فری اسپتال (صولتیہ دارالشفاء) میں شیشی لئے ہوئے مسکینوں کی طرح قطار میں کھڑے ہوئے ہیں۔

خدا خدا کرکے بیماری سے نجات ملی، اب یہ فکر تھی کہ کب حج ختم ہو اور مدینہ منورہ کی زیارت سے فارغ ہو کر مکان
س ہوں۔ سارے حوصلے پست ہوگئے، جذبات سرد ہوگئے۔ تمنائیں گھٹ کر رہ گئیں۔ نہ طواف میں دل لگتا۔ نہ نماز میں
وع باقی ہے اذکار اور افکار کا ذکر ہی کیا۔

لیجئے آج آٹھ تاریخ ذی الحجہ کی آگئی۔ منیٰ کی تیاریاں شروع ہوگئیں اور ظہر تک ہم منیٰ پہنچ گئے۔ رات کو قیام کیا
سرے روز عرفات پہنچے۔ چار چار روپیہ کا ایک ایک ٹین پانی کا خریدا جس کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ آج حج کا خاص دن ہے
ؤں کی قبولیت کا آج کے لئے مخصوص وعدہ ہے، انوار وتجلیات سے عرفات کا ذرہ ذرہ چمک رہا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ

جھولیاں بھر لیں لیکن پانی کی فکر سے کب فرصت ۔ بہرحال جس طرح بن پڑا مولیٰ کو یاد کیا۔ روئے دھوئے، خطائیں معاف کرائیں اور مغرب کے وقت روانگی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ رات کو مزدلفہ پہنچے یہاں بھی وہی عالم تھا۔ لاکھوں موٹروں کی آوازوں نے کان بہرے کر دیئے۔ ذرا غافل ہو جائے تو موٹر سر پر چڑھ جائے۔ مشعر الحرام کے قریب ذکر الٰہی کا قرآن میں خصوصی ارشاد ہے لیکن اس "ذکر جلی" کے مقابلہ میں "ذکر خفی" کی کہاں گنجائش ۔ غرض جس طرح بن پڑا یاد الٰہی کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو منیٰ پہنچے۔ رمی جمرات کی، قربانی کی، حلق کرایا، شام کو طواف الزیارہ کے لئے مکہ پہنچے۔ رات کو منیٰ واپس آگئے۔ دو دن اور قیام کر کے بارہویں کی عصر سے پہلے مکہ آگئے۔ چلئے حج ختم ہو گیا۔ تحویل میں دیکھا تو رقم بہت کم ہو گئی ہے۔ اب مکہ میں ایک منٹ کا قیام مشکل معلوم ہو رہا ہے۔ مدینہ منورہ کی فکر ہے۔ روز معلم کی خوشامد۔ روز معطوف کے گھر کا طواف، دس پندرہ دن کے بعد مدینہ منورہ جانے کی اجازت ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پہنچے، دل ہاتھوں سے دبائے ہوئے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو صلوٰۃ وسلام کے بعد اپنی پریشانیوں کا نوحہ شروع کر دیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ دربار نبوی میں یہ سب سے بڑی گستاخی نہیں ہے لیکن جو دل میں ہے وہ منہ پر کیونکر نہ آئے۔ غرض جس طرح چاہتے تھے مدینۃ النبی کے شب و روز نہ گذرے۔ رحمۃ للعالمین کے قرب میں بے قراری اپنی ہی حرماں نصیبی نہیں تو کیا؟

مدینہ سے واپس آئے تو پھر جدہ تھا اور ہم تھے لیکن اس مرتبہ چند ہندوستانی بزرگوں نے جو عرصہ سے ہماری ان تکلیفوں کو محسوس کر رہے تھے لیکن بے دست و پا ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ان کی ایک عرصہ سے یہ کوشش تھیں کہ حکومت سعودیہ جدہ میں کوئی ایسی جگہ دے دے جہاں ہندوستانی حاجیوں کو سر چھپانے کی جگہ میسر آسکے، اور جدہ کی کلفتیں جو پورے سفر حج کو تلخ بنا دیتی ہیں ان سے حجاج کو نجات حاصل ہو سکے، ایک زمین کو حجاج منزل کے نام سے آباد کر چکے تھے۔ اخلاص سے جب کوئی کوشش کی جائے تو اللہ کی سنت ہے کہ اس کو ضائع نہیں فرماتا۔

ہم واپس آئے تو یہاں پر پاکستانی و ہندوستانی حاجیوں کی ایک بستی آباد تھی۔ ہر ایک کے رہنے کے لئے عارضی انتظام تھا۔ حاجیوں کی کثرت کی وجہ سے خیمے بھی جا بجا لگا دیئے گئے تھے، پاخانوں کا بھی اگرچہ عارضی انتظام کیا گیا تھا لیکن خلاف توقع بہت عمدہ تھا روشنی کے لئے ایک نیا انجن بجلی پیدا کرنے والا موجود تھا اور برقی قمقموں کی روشنی سے یہ زمین بقعۂ نور بن رہی تھی۔

مدینہ کے راستہ میں جدہ کے تصور سے دل کانپ رہا تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اب ہم پھر وہیں جا رہے ہیں جہاں آ قبل ہم اس درجہ پریشان ہو چکے تھے کہ ہمارا سارا حج بدمزہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اس مرتبہ معلوم نہیں ہم زندہ جہاز پر سوار ہو سکیں یا نہیں لیکن اللہ بھلا کرے ان بزرگوں کا جنہوں نے ہم کو اپنے عزیزوں کی طرح ہاتھوں ہاتھ لیا اور ہماری ہر مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھا۔ آج ہم کو جہاز کے انتظار میں بیس یوم ہو رہے ہیں۔ کل انشاء اللہ ہماری روانگی ہو گی۔ اب ہمیں ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ گویا اپنے گھر سے سفر پر روانہ ہونے والے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی حجاج منزل کی ضرورت سے کوئی انکار کر سکتا ہے۔ اس کی تعمیر حقیقتاً اپنے گھر کی تعمیر ہے اپنے حج کی تعمیر ہے۔ اپنی عبادت کی تعمیر ہے اور اس وقت اس کی تعمیر اور اہم ہو جاتی ہے جب کہ جدہ کی تمام مصیبتیں صرف اسی کی وجہ سے دور ہو جائیں جیسا کہ حجاج منزل کی اسکیم سے ظاہر ہے

شراب کی مذمتیں

(از جناب عبدالرزاق سعید صاحب)

مصر میں شائع شدہ رسالہ کبیرۃ الخمر و شاربہا مصنفہ الاستاذ العالم محمد احمد عبدالسلام نظر سے گذرا۔ فائدہ مند ہونے کے اعتبار سے نہایت عمدہ اور معانی و مطالب کے لحاظ سے نہایت بلند معیار پایا "عدل" میں بالاقساط اس مفید مقالہ کا ترجمہ پیش کرنے کو جی چاہا۔ شروع میں خطبۂ مسنونہ موجود ہے جس کے بعد اصل مضمون شروع ہوتا ہے جہاں تک ہوسکا الفاظ کا مقصد اپنے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وما توفیقی الّا باللہ۔

مترجم: عبدالرزاق سعید بی اے

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے۔ ہم اُس کی حمد کرتے ہیں اور اُس سے مدد مانگتے ہیں۔ اُس سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور معافی چاہتے ہیں۔ ہم اُس کا شکر بجالاتے ہیں اور کفرانِ نعمت نہیں کرتے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ بھٹکتا چھوڑ دے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں مل سکتا۔

میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ اُن پر اللہ کا درود و سلام ہو۔ اللہ نے اُنہیں سچائی کے ساتھ بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر دنیا میں بھیجا۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیغمبر کی فرماں برداری کی اُس نے ہدایت کی راہ پائی اور جس نے نافرمانی کی اُس نے اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچایا اور وہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ○	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور مسلم یعنی کامل فرمانبردار بن کر ہی مرو!
یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً ○ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم۔ ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً ○	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو۔ یہ تمہارے اعمال درست کردیگی اور اس سے تمہارے گناہ معاف ہوجائیں گے اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا بیشک وہ بہت بڑی کامیابی پائیگا۔

امابعد! بیشک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے مضبوط کڑی پرہیزگاری کی بات ہے اور بہترین ملت ابراہیمی ہے اور بہترین سنت سنت محمدی ہے علیہما السلام اور سب سے زیادہ شرافت کی بات اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے بہترین قصے قرآن کے قصے ہیں۔ سب سے اچھے کام عزیمت والے کام ہیں اور سب سے عمدہ ہدایت انبیاء کرام کی ہدایت ہے اور

شریف ترین موت شہیدوں کی قربانی ہے اور سب سے بڑھ کر اندھاپن ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔ نیچے ہاتھ سے اوپر والا ہاتھ بہتر ہے (یعنی دینے والا ہاتھ) اور جو تھوڑا ہو اور کافی ہو اُس سے بہتر ہے کہ زیادہ ہو اور غفلت کا موجب بن جائے۔ سب سے بری معذرت (عذرِ گناہ بدتر از گناہ) جب موت سر پر آ جائے اُس وقت کی ہے۔ اور بدترین ندامت وہ جو قیامت کے دن ہوگی اور لوگوں میں کتنے ہی ایسے ہیں جو نمازوں کو بے وقت کر دیتے ہیں اور اللہ کی یاد سرسری طور غفلت کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ ہاں سب سے بڑی خطا جھوٹ بولنے والی زبان سے صادر ہوتی ہے اور بہترین غنا دل کا ہونا ہے۔ بہترین توشہ تقویٰ ہے اور حکمت کی بلندی اللہ کا خوف ہے۔

دل میں جو بہترین بات بیٹھ جاتی ہے۔ وہ یقین ہے اور کفر سے دوری ہے۔ خیانت جہنم میں لے جانیوالی ہے۔ خزانہ بنانا (مراد بخل) دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور شراب گناہوں کو جمع کرنے والی ہے۔ عورتیں شیطان کے چکر میں آنے والی ہیں اور جوانی دیوانگی کا ایک حصہ ہے اور سب سے بری کمائی سود کی آمدنی ہے اور بدترین کھانا یتیم کا مال کھا جانا ہے اور نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے اور بدبخت ماں کے پیٹ سے بدبخت ہوتا ہے اور تم میں سے کوئی کسی جگہ کے چار ہاتھ قریب تک پہنچ جائے گا مگر فیصلہ اُس کے آخری عمل ہی پر ہوگا اور عمل کا حاصل اس کا خاتمے پر ہے اور سب سے بری روایتیں جھوٹی روایتیں ہیں اور جو چیز بھی آنے والی ہے وہ نزدیک ہی ہے اور مومن کو گالی دینا فسق ہے اور مومن کو قتل کرنا کفر ہے اور اُس کی غیبت کرنا معصیت ہے اللہ کی اور مومن کا مال ایسا ہی حرام ہے جیسے اُس کا خون بہانا اور جو اللہ پر قسم کھاتا ہے اللہ اس کو جھٹلا دیتا ہے اور جو دوسرے کو معاف کرتا ہے اللہ اس کی مغفرت فرماتا ہے اور جو دوسرے کی خطا بخش دیتا ہے۔ اللہ اُس کی خطائیں بخش دیتا ہے اور جو غصّہ کو پی جاتا ہے اللہ اس کو اجر دیتا ہے اور تکلیف پر صبر کرتا ہے اللہ اس کا معاوضہ دیتا ہے اور جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے عذاب دیتا ہے اور سمع و طاعت اختیار کرتا ہے اللہ بھی اُس کی سنتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ اُس کا دُگنا بدلا دیتا ہے۔ اور جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اس کو عذاب دیتا ہے۔ یا اللہ تو میری مغفرت کر اور میری اُمّت کو بخش دے۔ یا اللہ تو میری مغفرت اور میری اُمّت کی مغفرت کر، یا اللہ تو میری اور میری اُمّت کی مغفرت فرما۔ میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

(بیہقی نے دلائل نبوۃ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے عقبہ بن عامر سے اور سنجری نے ابوالدردا اور ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود سے اور جامع صغیر میں نقل کیا ہے اور اس کے اچھے ہونے کی طرف اشارہ کیا)

ارشادِ خداوندی :— يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ٥ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ۔

اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جوا اور بُت اور پانسے، گندے کام ہیں۔ شیطان کے، سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پا۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ ڈلے تم میں دشمنی اور بیر، شراب اور جوے کے ذریعے سے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے۔ سو تم باز آؤ گے؟

(باقی آئندہ)

کلچر کی وحدت کا مقصد

(از حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی)

آزاد ہندوستان کی تعمیر کے سلسلہ میں جو نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں ان میں ایک مسئلہ قومیت اور کلچر کی وحدت کا بھی
ہے۔ یعنی ہندوستان ایک ملک ہے۔ یہاں کے سارے باشندے ایک قوم ہیں۔ اس لئے بلا اختلاف مذہب وملت یہاں کا کلچر
بھی ایک ہونا چاہئے۔ بظاہر یہ دعویٰ کوئی غیر معقول نہیں ہے لیکن اس کی تفصیل بحث طلب ہے اور محض اجمالی دعویٰ سے
وحدت قومیت اور وحدت کلچر کے مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوسکتا، بلکہ علمی حیثیت سے اس پر بحث کی ضرورت ہے کہ ہندوستان
کے تمام باشندے خصوصاً ہندو مسلمان ایک قوم ہیں، یا دو قومیں؟ نیز ایک ملک قوم کے لئے وحدت کلچر کس حد تک ضروری ہے
کلچر کے کن اجزاء کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جن پر کسی فرقہ کی جماعتی حیثیت کا مدار ہوتا ہے، اور جن کے بغیر اس کی
انفرادیت قائم نہیں رہ سکتی، اور کس حد تک دوسری قوم کے کلچر کے اثرات قبول کئے جاسکتے ہیں۔ اس اعتبار سے ہندوستان
کے مسلمانوں کا کلچر کہاں تک عربی یا اسلامی ہے۔ اور اس میں ہندو کلچر کے کیا اثرات ہیں، پورے ہندوستان کا کلچر کسی
زمانہ میں بھی ایک رہا ہے یا مختلف، موجودہ ہندو کلچر کہاں تک خالص ہندو ہے۔ اس میں بیرونی اثرات کیا ہیں، کسی قوم و
ملک کے لئے پرانے کلچر پر قائم رہنا مفید ہے یا اس میں ترقی پسندی، اس قبیل کے اور بہت سے سوالات کی روشنی میں اس
مسئلہ کا صحیح فیصلہ ہوسکتا ہے۔ ان مسائل پر معارف میں بارہا اظہار خیال کیا جاچکا ہے۔ لیکن شذرات میں تفصیل بحث کی گنجائش
نہیں ہوتی اس لئے اس مسئلہ پر مستقل مضمون لکھنا مناسب معلوم ہوا۔

ہندو مسلمان ایک قوم ہیں یا دو قومیں:— قومیت کے حسب ذیل عناصر ہیں۔ وطن، نسل، مذہب، زبان، روایات۔ تمدن اور مقاصد کا اتحاد و اشتراک لیکن وحدت قومیت
کے لئے ان تمام عناصر کا پایا جانا ضروری نہیں ہے بلکہ ان میں سے چند چیزوں میں اشتراک بھی وحدت قومیت کے لئے کافی
ہے۔ البتہ جس قدر اشتراک زیادہ ہوگا اسی قدر قومیت کامل اور مضبوط ہوگی، اس تعریف کے اعتبار سے قومیت کی کامل
وحدت تو دنیا کے بہت کم حصوں میں پائی جاتی ہے، حتیٰ کہ یورپ کے چھوٹے چھوٹے مختلف ملکوں میں بھی قومیت کے تمام عناصر
میں وحدت نہیں ہے۔ اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں کسی باخبر شخص کو اس سے انکار نہیں ہوسکتا، لیکن مطلق اور کسی نوع کی
وحدت سے کوئی ملک و قوم بھی خالی نہیں ہے اور ان سب میں قومیت کے چند یا بیشتر اجزاء میں اشتراک موجود ہے۔ جو وحدت
قومیت کے لئے کافی ہے۔ اس لحاظ سے ہندو مسلمان ایک قوم ہیں، وطنیت اور ملکی سیاست اور بیشتر مقاصد میں دونوں کا اتحاد ہے

نسل میں بھی بڑی حد تک وحدت پائی جاتی ہے۔ اگر مشترک زبان اور تمدن کو نہ مٹایا جائے۔ تو بڑی حد تک ان دونوں میں بھی اشتراک ہے، صرف مذہب اور روایات دونوں کی مختلف ہیں۔ گویا عناصر قومیت میں سے صرف دو میں اختلاف اور باقی میں وحدت یا اشتراک ہے۔ اس لئے بیشتر عناصر قومیت کے لحاظ سے دونوں ایک قوم ہیں۔ بشرطیکہ ان کو مٹایا نہ جائے۔

جن قوموں کے تمام عناصر قومیت میں وحدت ہے ان کا کلچر بھی لازمی ایک ہوگا۔ لیکن جن میں کامل وحدت نہیں ہے تو ان کے اختلافی عناصر کا لقا اور ان کا تحفظ خواہ وہ زبان ہو یا کلچر ہو، یا مذہب، ان کا بین الاقوامی آئینی حق ہے اس لئے مسلمانوں کا کلچر جس حد تک ہندوؤں سے مختلف ہے اس کا تحفظ حکومت کا قانونی فرض ہے۔

کلچر کی تعریف:- کلچر ان افکار و تصورات اور نظام زندگی کو کہتے ہیں جس سے کسی قوم کے درجہ تہذیب کا اندازہ ہو اور اس میں مابعد الطبیعی عقائد و خیالات سے لے کر حکومت و سیاست تہذیب معاشرت اور فنون سب شامل ہیں۔ آسانی کے خیال سے ان کی چار موٹی تقسیمیں کی جا سکتی ہیں، ایک مذہبی عقائد و عبادات توحید، رسالت، حشر و نشر، روزہ، نماز، حج اور زکوۃ دوسری نیم مذہبی معاشرتی مراسم جیسے نکاح، طلاق، خلع و وغیرہ، تیسری ملی روایات اور زندگی کے مختلف شعبوں میں مذہب کے اثرات، چوتھی عام تہذیب و معاشرت، ان میں پہلی چیز یعنی عقائد و عبادات، تو وہ ہر فرقہ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بغیر مذہب ہی کا وجود نہیں ہو سکتا۔ مسلمان مسلمان کہلا سکتا ہے اور نہ ہندو ہندو، دوسری چیز یعنی نیم مذہبی معاشرتی مراسم تو گو وہ ارکان دین میں نہیں لیکن مذہبی قوانین کے مطابق ان کا انجام پانا ضروری ہے، ورنہ ان کا انعقاد ہی نہ ہوگا۔ تیسری چیز یعنی ملی روایات اور مذہب کے اثرات، گو یہ بھی دین کا رکن نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود مذہب کی اصلی روح یہی ہیں اور عقیدہ کی پختگی کا فطری نتیجہ ہیں۔ جن کو مذہب سے کسی حال میں بھی الگ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً اسلامی زندگی میں توحید، خدا پرستی اور اس پر توکل کے اثرات وغیرہ اور یہ اثرات اتنے متوارث ہیں کہ بےعمل مسلمانوں کی زندگی بھی ان سے یکسر خالی نہیں ہوتی، یا سچے او مسلمانوں کی عام معاشرت میں اسوۂ رسول اور اسوۂ صحابہ کی تقلید اور اسلامی روایات کا احترام وغیرہ۔ یہی حال دوسرے کا بھی ہے چوتھی چیز عام تہذیب معاشرت ہے، اس بارہ میں اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کے لئے کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

اسلام دین کامل اور دین وحدت ہے:- اسلام اور دوسرے مذاہب میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ دنیا کے مذاہب کو صرف خدا اور بندے کے تعلق سے بحث ہے۔ اس تعلیم عقائد عبادات اور بعض اخلاقی باتوں تک محدود ہے ان کو انسان کی دنیاوی زندگی سے بہت کم علاقہ ہے۔ اس باسرے سے دنیاوی زندگی کے قوانین ہی نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی تو بہت ناقص، لیکن اسلام دین کامل ہے۔ اس کا قانون زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور اس میں عقائد عبادات، دنیاوی معاملات، حیات بعد الموت کے ہر شعبہ کے متعلق خواہ وہ دنیاوی یا مادی ہو یا اخلاقی اور روحانی مکمل تعلیمات اور ضابطۂ حیات موجود ہے، عمل کے بغیر اسلامی زندگی کامل نہیں ہوتی۔

اسی کے ساتھ اسلام دین وحدت بھی ہے اور اس کا مقصد مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں وحدت و یکرنگی ہے۔
یعنی جس طرح سارے مسلمانوں کے عقائد و عبادات میں وحدت ضروری ہے۔ اسی طرح ان کی تہذیب و معاشرت میں بھی یکسانی
ہونی چاہئے تاکہ وہ ایک ہی اصل کی شاخ اور ایک ہی درخت کا پھل نظر آئیں۔ گو ظاہر بین اس کو تنگ دلی اور تنگ نظری پر محمول
کریں گے لیکن اگر ضبط و نظام (ڈسپلن) کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اسلام کے کمال اور اس کی جامعیت کی دلیل ہے،
اور ہر کامل مذہب کو ایسا ہی ہونا چاہئے، دنیا کا جو اجتماعی نظام جتنا منظم اور ترقی یافتہ ہوگا، اس میں تنوع کے باوجود
ایک طرح کی یکرنگی پائی جائے گی، جس کا نمونہ فوج ہوتی ہے۔

اصول کی وحدت کیساتھ فروع میں وسعت وتنوع کی اجازت :- لیکن اسی کے ساتھ اسلام چونکہ دین فطرت اور عالمگیر مذہب ہے اور وہ ساری دنیا کی رہنمائی
اور ابد تک کے لئے آیا ہے اور قانون ارتقا بھی خدا ہی کا بنایا ہوا ہے جس پر یہ روشن ہے کہ کوئی قانون خواہ کتنا ہی جامع اور مکمل کیوں نہ ہو اپنی تمام
جزئیات کے ساتھ ہر زمانہ کیلئے کارآمد نہیں ہوسکتا اور زمانہ کی رفتار اور حالات کے تغیر کے ساتھ زندگی کے تقاضے اور اس کی
ضرورتیں بدلتی رہتی ہیں، اس لئے اسلام میں وحدت و یکسانی کے تصور کے باوجود اس کے بنیادی عقائد اور ارکان کو چھوڑ کر
جو اس لئے ناقابل تغیر ہیں کہ وہ زمان و مکان اور حال و مستقبل کی قیدوں سے ماورا رہیں اور ان سے زمانہ کی ترقی کا کوئی تصادم
نہ ہوتا، باقی بہت سے دنیاوی امور کے فقہی قوانین میں زمانہ کے حالات و ضروریات کے مطابق اسلامی اساس پر ترمیم
و تبدیلی کی اجازت ہے، یہ بھی مسلم ہے کہ مختلف ملکوں کے جغرافی حالات اور ملکی و قومی خصوصیات جدا جدا ہیں جن میں
ایک ہی تہذیب و معاشرت نہیں چل سکتی اور ہر قوم میں کچھ نہ کچھ اچھے اور قابل تقلید اوصاف ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے
ہدایات شرعیہ کے علاوہ مسلمانوں کے لئے کسی خاص معاشرت کی پابندی ضروری نہیں قرار دی ہے اور دوسری قوموں کی
اچھی اور مفید باتوں کے اختیار کرنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا اس ارشاد کا کہ "الحکمۃ ضالۃ المؤمن اخذھا حیثما وجدھا" یعنی حکمت اور دانائی کی باتیں مسلمانوں کا گمشدہ مال
ہیں۔ اس کو جہاں پائیں لے لیں یہی مقصد ہے، دنیا کے کسی مذہب میں انسانیت کی صالح ترقی کے لئے اس سے بہتر
اصول نہیں مل سکتی۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سچے جانشینوں اور بڑے بڑے اصحاب نے دنیاوی غیر مذہبی
امور میں دوسری قوموں کی مفید باتوں کو اختیار کیا ہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی ارکان یعنی عقائد و عبادات اور حلال و حرام کے قوانین تو
ناقابل تغیر ہیں جن کی پابندی مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے کلچر کے اس حصہ میں نہ صرف مسلمان بلکہ دنیا
کا کوئی فرقہ بھی تبدیلی نہیں کرسکتا اور وحدت کلچر کے داعیوں نے بھی اس کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ نیم مذہبی و معاشرتی مراسم
کا مذہبی طریقہ پر انجام پانا ضروری ہے۔ اس میں بھی تغیر نہیں ہوسکتا۔ معاشرت میں بھی ایک حد تک مذہبی اثرات فطری
ہیں جو اس سے جدا نہیں ہوسکتے، یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے کہ جب عقیدہ پر خواہ وہ دنیاوی ہی ہو پورا اذعان اور پختہ
یقین ہوگا تو اس کے اثرات زندگی میں لازمی طور سے ظاہر ہوں گے، یہ اصول نہ صرف مذہب بلکہ دنیا کے ہر عقیدہ میں

فرمایا ہے : رہ گئی تہذیب معاشرت یعنی لباس وضع قطع ، رہنے سہنے ، کھانے پینے اور ملنے جلنے کے طریقے اور آداب وغیرہ
ن میں اسلام نے محرمات شرعیہ کے علاوہ اور کوئی پابندی نہیں رکھی ہے اور ہر وہ معاشرت اختیار کی جا سکتی ہے جو
ہی قانون کے رو سے حرام نہ ہو۔ مثلاً مردوں کے لئے سونے اور ریشم کا استعمال حرام ہے ، لباس ساتر ہونا چاہئے
اس کے علاوہ اور کوئی پابندی نہیں ہے ، کھانے میں حرام چیزیں نہ ہونی چاہئیں اور ہر حلال اور پاک چیز کھائی جا سکتی
۔ اسی طریقہ سے معاشرت کے ہر شعبہ میں ممنوعات شرعیہ کے علاوہ ہر چیز کو اختیار کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے
بچہ معاشرتی تنوع کا مشاہدہ آج بھی مختلف اسلامی ملکوں میں کیا جا سکتا ہے جن میں مذہبی وحدت کے علاوہ سب کی
اشرت جدا جدا ہے ،

کسی تہذیب کی اشاعت و مقبولیت اور اس کے رد و قبول کے فطری اصول :-

لیکن کوئی تہذیب و معاشرت زبردستی
نہیں منوائی جا سکتی ، بلکہ اس کی اشاعت و مقبولیت اور رد و قبول کا تعلق اس کے حسن و خوبی ، فوائد و ضرورت ملکی حالات
اور دوسری قوموں کے ساتھ اس کے میل جول سے ہے ، جس تہذیب میں ظاہری نفاست و دلآویزی اور معنوی افادیت
ہوگی وہ خود بخود پھیل جائے گی اور جن قوموں کو اس سے سابقہ ہوگا وہ خود بخود اس کو اختیار کر لیں گی ؛ اور جو تہذیب
ان اوصاف سے خالی ہوگی اس کو جبر سے بھی نہیں منوایا جا سکتا۔ بلکہ وہ اپنی قوم سے بھی رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی ۔
ہندوستان میں مسلمانوں اور ان کے بعد انگریزوں کے تمدن کی اشاعت کا ایک بڑا سبب اس کی ظاہری نفاست و دلآویزی
تھی۔ جب دو قوموں اور دو تہذیبوں کا آپس میں میل جول ہوگا تو فطری طور پر دونوں نہ صرف ایک دوسرے
کی خوبیوں بلکہ برائیوں سے بھی متاثر ہوں گی ، اس کی زندہ مثال ہندوستان کے مسلمان ہیں ، ان میں ہندوؤں کے اثر سے
شریف و رذیل کے طبقے ہو گئے جو اسلامی مساوات کے سراسر خلاف ہے ، بیوہ کی دوسری شادی معیوب قرار پا گئی ،
حالانکہ اسلام میں اس کی تاکید ہے ، اسلامی قانون میں خاص حالات میں طلاق کی اجازت ہے لیکن ہندوستانی مسلمانوں ا
خصوصاً شرفاء میں سخت معیوب سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ ہندوستان میں نکاح ایک ناقابل تنسیخ رشتہ ہے ، اور دہلی اور
پنجاب میں لڑکیوں کو ان کا شرعی ترکہ نہیں ملتا ، اس قسم کی اور بہت سی برائیاں جن کی اصلاح اب خود ہندو کر رہے ہیں ، مسلمانوں
میں ہندوؤں کے اثر سے پیدا ہو گئیں ۔

مسلمانوں میں ہندو کلچر کے اثرات :-

ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی کا کوئی شعبہ بھی ہندو کلچر کے اثر سے خالی نہیں
ہے ۔ پیدائش سے لے کر موت تک کے رسوم میں ہندو اثرات نمایاں ہیں
پیدائش کے سارے مراسم چھٹی ، چھلا ، تربل ۔ ستورے کے ٹوٹکے اور زچہ بچہ کے متعلق ساری رسمیں ہندوانہ ہیں ۔ شادی کا
مانجھا ۔ منڈھا ، بارات ، دسہرو ، تبری ، بیدھاوا ، ڈولہ ، بابل ، چوتھی ۔ چالا ۔ نیگ ، وغیرہ ساری رسمیں ہندوانہ ہیں ۔
ورنہ اسلامی نکاح کا تو سیدھا سادہ طریقہ ہے ۔ اظہار مسرت میں زیادہ سے زیادہ بچیوں کو گانے کی اجازت ہے او
ایک دعوت ولیمہ ہے ، اسی طریقہ سے موت میں تیجہ ، دسواں ، بیسواں ، چالیسواں ۔ تماہی ، چھماہی ۔ برسی امروہہ کی بیرجھ

چھوت قبض رُوح کی جگہ چراغ جلانا وغیرہ سب ہندوستانی اثرات ہیں، مسلمانوں میں خوشی کی تقریبوں کے سارے گانے ہندی ہیں۔ لڑکیوں کی نوجھتی کے وقت ہر شریف گھرانے میں حضرت امیر خسروؔ کا بابل گایا جاتا ہے۔ ان اثرات کی ہمہ گیری دیکھنا ہو تو مراثی پڑھیے جس میں اہل بیت کرام کی مخدرات عصمت مآب تک خالص ہندوستانی تہذیب معاشرت میں نظر آتی ہیں، اور حضرت قاسمؑ کی شادی اور ان کی شہادت کے سلسلہ کی ساری رسمیں ہندوانہ ہیں، ہولی اور بسنت کے تہوار تو غریبوں کے جھونپڑوں سے لے کر سلاطین کے ایوانوں اور صوفیہ و مشائخ کی خانقاہوں تک منائے جاتے تھے اور اب بھی منائے جاتے ہیں، ان دونوں تہواروں پر بہت سے قدیم شعراء کی نظمیں موجود ہیں۔ اب ہولی کا رواج تو عام طور سے ترک ہو گیا ہے، لیکن اب بھی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جن میں مذاق کا رشتہ ہوتا ہے۔ ہولی کے موسم میں ایک دوسرے پر عبیر گلال اڑاتے ہیں، مذاق کا رشتہ خود ہندوستانی اثر ہے عربوں میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ بسنت آج بھی بزرگوں کے مزارات اور خانقاہوں میں منایا جاتا ہے، اور حضرت امیر خسروؔ کے بسنتی گیت قوالی کی محفلوں کو گرم کرتے ہیں مسلمانوں کا مذہب تک ہندوانہ اثر سے محفوظ نہیں رہا۔ تصوف میں جو رُوح شریعت ہے یوگ اور ویدانت کے بہت سے طریقے رائج ہو گئے ہیں۔ بزرگان دین کے عرسوں کے بیشتر مراسم، غسل، گاگر، صندل، چراغاں، چادر، مروجہ قوالی سب کے سب ہندو اثرات ہیں بعض مبلغ صوفیائے کرام کے ذریعہ جوش تبلیغ میں عام ہندوؤں کو مانوس کرنے کے لئے ان کی بہت سی رسمیں خانقاہوں میں داخل ہو گئیں، مسلمانوں میں ہندی زبان کی اشاعت میں ان کو بڑا دخل ہے، آج بھی ہندی کے گیت قوالی کی محفلوں کو گرم کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے تقریباً سارے ٹونے ٹوٹکے اور شگون اور بدشگونی مسلمانوں میں رائج ہیں۔ ان کے جواز و عدم جواز سے بحث نہیں ہے بلکہ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا کوئی شعبہ بھی ہندوانہ اثرات سے خالی نہیں ہے۔ یہ صرف چند سرسری مثالیں لکھ دی گئیں، اس کی تفصیل کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے اور اس سے ہر شخص واقف ہے اس لئے مزید تفصیل کی ضرورت نہیں۔

یہ اثر بالکل فطری ہے:- اور یہ اثر بالکل فطری تھا، ایک ہزار سال سے ہندو مسلمانوں کا ساتھ ہے اور مسلمان اپنی حکومت کے زمانہ میں بھی انگریزوں کی طرح اجنبی حکمراں کی حیثیت سے ہندوستان میں نہیں رہے بلکہ انہوں نے اس کو اپنا وطن بنالیا، اور یہیں شادی بیاہ کر کے بالکل گھل مل گئے، اس کے علاوہ ہندوستان کے مسلمانوں کی بڑی تعداد ہندی الاصل ہے، جن کے اسلاف نے کسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا، اس لئے ان کا دین تو اسلام ہو گیا لیکن معاشرت وہی پرانی باقی رہی، چنانچہ دیہات کے ہندو مسلمانوں میں آج بھی مذہب کے علاوہ تہذیب معاشرت کا کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ان مسلمانوں کا بڑا طبقہ ایسا ہے جس میں ختنہ اور گوشت خوری کے علاوہ اسلام کی اور کوئی نشانی نہیں ہے بلکہ بعضوں میں یہ بھی نہیں ہے، تمدن زیادہ تر عورتوں کے ذریعہ پھیلتا ہے جس گھر میں جس قوم کی عورت ہوگی اس میں اسی کے تمدن کا غلبہ رہے گا، ہندوستان میں جو مسلمان گھرانے باہر سے بھی آئے ان میں سے اکثروں نے ہندوستانی عورتوں سے شادیاں کیں، ان کے ذریعہ ہندو تمدن مسلمان گھروں میں پہنچ گیا۔ خصوصاً تیموری بادشاہوں نے تو راجپوت خاندانوں میں بکثرت رشتے قائم کئے۔ چنانچہ بہت سے تیموری سلاطین ہندو عورتوں کے بطن سے تھے، یہ عورتیں اپنا تمدن بھی ساتھ لائیں، اور خود ان بادشاہوں نے

ان کی دلجوئی اور ان کو مانوس کرنے کے لئے ان کی بہت سی رسمیں اختیار کرلیں، اور ان کے پوجا پاٹ تک کا انتظام کردیا۔ اس طرح ہندو تمدن شاہی محلات میں پہنچ گیا، اور پھر "الناس علی دین ملوکہم" کے اصول پر حکومت کے امراء و اعیان اور سارے اونچے طبقہ میں پھیل گیا جس سے علماء و مشائخ کے گھرانے بھی محفوظ نہ رہ سکے، اس طرح دیہات سے لیکر شہروں تک اور عوام و جہلا سے لے کر امراء و عمائد تک ہندو تمدن عام ہوگیا۔ اکبری دور کی ہندویت تو مشہور عام ہے، اورنگ زیب جیسے بادشاہ کا زمانہ بھی ان اثرات سے خالی نہیں، بلکہ بعد میں اور زیادہ اثرات بڑھتے گئے، تاریخی بحث میں پڑنے کا یہ موقع نہیں ہے، اس حقیقت سے ہر صاحب علم واقف ہے،

ہندوؤں میں اسلامی کلچر کے اثرات :— اسی کے ساتھ ہندو بھی اسلامی اثرات سے محفوظ نہ رہے او[ر] حاکم قوم کے تمدن کو محکوم قوم خود فخریہ اختیار کرتی ہے خصو[صاً] جب اس میں ظاہری نفاست اور دلآویزی اور معنوی افادیت بھی ہو، تو اس کی مقبولیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس۔ ہندو بھی اسلامی اثر سے متاثر ہوئے اور اس سے ان کی مذہبی و معاشرتی اصلاح میں ان کو بڑا فائدہ پہنچا۔ چنانچہ ہندوستا[ن] میں توحید خالص کا تصور مسلمانوں کے ذریعہ آیا، سکھ پنتھ، آریہ سماج، برہمو سماج سب اسی کے نتائج ہیں، معاشرت میں ستی کی رسم کا انسداد، عقد بیوگان، لڑکیوں کی وراثت، طلاق، اچھوت ادھار اور دوسری اصلاحات سب اسلامی اثرات ہیں۔ ورنہ ہندو شاستر کی رو سے یہ تمام اصلاحات ہندو مذہب کے سراسر خلاف ہیں، اسی طریقہ سے معاشرت کے ہر [شعبہ] میں ہندو اسلامی اثر سے متاثر ہوئے۔

ہندو مسلمانوں کا مشترکہ تمدن :— ان دونوں تمدنوں کے اختلاط اور ایک دوسرے کی اثر پذیری سے ایک مشترک اور دلآویز تمدن پیدا ہوا، جو نہ خالص اسلامی یعنی عربی اور ایرا[نی] ہے اور نہ شدھ ہندو، بلکہ ان سب کا عطر اور دلفریب گنگا جمنی مرقع ہے۔ انگریزی عہد میں اس میں یورپین تمدن کے اثرات بھی شامل ہوگئے۔ اور اب یہی سہ آتشہ تمدن ہندو مسلمانوں کا مشترکہ تمدن ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں جاری و ساری ہے۔

ہمارے لباس میں کرتہ، پائجامہ، قمیص، شیروانی، انگرکھا، ہندوستانی کوٹ، دو پلڑی یا کشتی نما ٹوپی، سلیم شاہی، انگریزی جوتا جو شہری تعلیم یافتہ طبقہ کا عام لباس ہے۔ نہ قدیم ہندوستان کا لباس ہے اور نہ عربی و ایرانی ہے، اور کسی اسلامی ملک میں نہیں پایا جاتا، بلکہ خالص ہندوستانی ہے، اب انگریزی لباس بھی ہندوستانی ہوگیا ہے، اسی طریقہ سے روز کی عام غذا میں گوشت کے علاوہ ترکاری، دال چپاتی، چاول، اچار چٹنی چپاتی یا پوری سہالی، مٹھائیوں کی بیشتر قسمیں سب ہندوستانی ہیں، بلکہ ہندوؤں کے بعض طبقے ہمیشہ سے گوشت کھاتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی مسلمانوں کی مخصوص غذا نہیں ہے۔ البتہ مسلمانوں کے پرتکلف کھانے ایرانی ہیں، لیکن اب وہ بھی خالص ایرانی نہیں رہ گئے ہیں، اور موجو[دہ] شکل میں وہ ہندوستان کے علاوہ اور کسی اسلامی ملک میں نہیں پائے جاتے، مسلمانوں نے ان کے اجزاء اور پکانے کے طریقوں [کو] ترقی دے کر ان کو ہندوستانی بنالیا ہے اور یہ اتنے لذیذ ہیں کہ ہندو بھی ان کو مزے لے لے کر کھاتے ہیں اور جن کے منہ

ہیں پھر نہیں چھوٹتے، حتیٰ کہ وہ گوشت کی کوئی قسم بھی نہیں چھوڑتے اور اب یہ کھانے عام طور سے اعلیٰ تعلیم یافتہ، اور
ہندو گھرانوں میں رائج ہیں، حتیٰ کہ وہ صیگٹ بھی جو پلیٹ فارم پر ہندو مذہب اور ہندو تمدن کا پرچار کرتے ہیں،
چھپ کر ان کو کھاتے ہیں ع چوں بخلوت میروند آں کار دیگر می کنند

دونوں کے رہنے سہنے کے طریقے اور ملنے جلنے کے آداب بھی یکساں ہیں، مکانات، ان کے ساز و سامان اور طرز
میں بھی کوئی فرق نہیں ہے، دونوں کی ظاہری وضع قطع اب اتنی یکساں ہو گئی ہے کہ آج کے بہت سے ہندو مسلمانوں
کی لباس اور وضع قطع سے پہچاننا مشکل ہے۔ غرض دیہات سے لے کر شہر تک ہندو مسلمانوں کی عام معاشرت میں
کوئی فرق نہیں ہے، لیکن معاشرت میں اس عمومی اشتراک کے باوجود، اس کلچر میں ہندو مسلمانوں کی مذہبی خصوصیات
کی قومی و ملی روایات بھی موجود ہیں۔ جس سے دونوں کی امتیازی حیثیت بھی قائم ہے۔ اس حیثیت سے ہندو مسلم
ایک پہلو علیحدہ بھی ہے، لیکن تہذیب معاشرت کے عمومی اشتراک پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہندوستان کے مسلمانوں کا کلچر خالص اسلامی ہے؟

اس موقع پر ایک عام غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، جس کی بنا پر مسلمانوں کو ہندوستان سے اجنبیت
جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسلامی کلچر بیرونی ہے، اور مسلمانوں کی نگاہ ہمیشہ عرب اور ایران و توران پر لگی رہتی ہے
ہندوستان میں جس کلچر کو اسلامی کہا جاتا ہے وہ خالص اسلامی نہیں بلکہ عربی آمیز عجمی ہے، جس میں اب ہندو
ت بھی شامل ہو گئے ہیں، اسلامی کلچر تو نہایت سادہ ہے، اس میں یہ تکلفات کہاں، بلکہ تکلفات تو اسلامی روح کے
۔ اس کے اسلامی کہلانے کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ایرانی اور عربی تمدن کا میل بہت ابتدا میں ہو گیا تھا، لیکن
ت کے زمانہ تک بڑی حد تک عربی تمدن قائم رہا، ان کے بعد عباسی خلفاء نے مختلف اسباب و حالات کی
ی تمدن اختیار کر لیا، لیکن وہ حاکم تھے اور ان کا مذہب اسلام تھا اس لئے عجمی تمدن پر بھی گہرے اسلامی اثرات
جس طرح ہندوستان میں ایرانی عربی اور ہندو تمدن سے مل کر ایک مشترک تمدن پیدا ہوا، اسی طرح
میں ایرانی اور عربی تمدن کی آمیزش سے مشترک تمدن پیدا ہوا تھا، اور عباسی خلافت کو ساری دنیائے اسلام
مرکزیت حاصل تھی، اس لئے اس کا تمدن اسلامی کہلایا۔

دوسرا سبب یہ ہوا کہ ہندوستان میں اس تمدن کے لانے والے سلاطین مسلمان تھے۔ اس لئے ان کا تمدن بھی اسلامی
نکہ وہ نسلاً اور وطناً ایرانی۔ تورانی، مغل پٹھان اور ترک تھے اور گو ان کا مذہب اسلام تھا۔ لیکن ان کا تمدن
ملکی تھا، اسی لئے اس تمدن میں اسلامی کے مقابلہ میں عجمی اثرات زیادہ ہیں، اور یہ تمدن مسلمانوں کے لئے
نظر سے وہی حیثیت رکھتا ہے جو مشترک ہندوستانی تمدن کی ہے، اس لئے ہندوستان کا اسلامی تمدن
اسلامی نہیں بلکہ عربی آمیز عجمی ہے اور جیحون سیحون، شیریں فرہاد اور رستم و سہراب کو نہ عرب سے کوئی تعلق
اسلام سے، مسلمانوں کے لئے ان کی وہی حیثیت ہے جو گنگا جمنا، نل دمن اور بھیم و ارجن کی ہے، ہندوستان کے
ہاں ایرانی و تورانی روایات اس لئے پھیلیں کہ یہاں کے مسلمان بادشاہ ایرانی و تورانی تھے۔ جو اپنی قومی و ملکی روایات

اپنے ساتھ لائے تھے، اور یہ چیزیں تو ہندوستان میں اسلام کے وسیلہ سے نہیں آئیں، چنانچہ آج بھی عرب ممالک میں کہیں وجود نہیں ہے، مسلمانوں کا مذہبی تعلق صرف عرب سے ہے، وہ ان کا مذہبی مرکز ہے، کاش ان کا تمدن خالص اور اسلامی ہوتا تو ان کو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ رونا تو یہی ہے کہ ان کو اسلام کے ساتھ نسبت کے علاوہ بہت کم ملا۔ ہندوستان میں تو اسلام بھی اپنی اصل شکل میں نہیں آیا، ورنہ آج اس کی تاریخ کچھ اور ہوتی، اس میں تو شبہ ہے کہ جن ملکوں میں وہ اپنی شکل میں پہنچا، ان کی کایا پلٹ گئی، اور ان کا نہ صرف مذہب بلکہ پورا کلچر بدل گیا، آج وہ سارے ملک جن میں اسلام عربوں کے ذریعہ پہنچا الحمد للہ اسلامی ہیں۔

کیا ہندوستان کا کلچر کبھی ایک رہا ہے :— آخر میں یہ بحث باقی رہ جاتی ہے کہ کیا کبھی پورے ہندوستان کا کلچر ایک رہا ہے، اور کیا آج بھی ایک ہے، اس میں تو ہندوستان کا حال دنیا کے تمام دوسرے ملکوں اور دوسری قوموں سے بالکل مختلف ہے، دنیا کی ہر قوم کے مختلف فرقوں اور طبقوں میں کچھ نہ کچھ بنیادی باتیں ضرور مشترک ہوتی ہیں، لیکن ہندوؤں میں تو یہ وحدت بھی نہیں ہے اور ان کے مختلف فرقوں میں بنیادی اختلاف بلکہ تضاد ہے۔ سناتن دھرم برہمنی مذہب ہے۔ وہ مورتی پوجا کا قائل ہے اور اس کا نظام معاشرت ذات پات کی تقسیم پر قائم ہے۔ اصل بدھ مذہب بت پرستی اور طبقاتی تقسیم دونوں کے خلاف ہے، لیکن اس میں خدا کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ وہ خود انسان میں نروان کی صلاحیت مانتا ہے لیکن اب اس میں بھی بت پرستی رائج ہو گئی ہے۔ جینی مذہب میں خدا کا کوئی تصور نہیں ہے۔ آریہ بت شکن ہیں۔ سکھوں کا مذہب گو ہندو نہیں ہے لیکن ہندوستان ہی کا پیدا وار ہے اور اس کی اصل بنیاد توحید و روحانیت پر ہے۔ مگر اب اس میں بھی بیرونی اثرات شامل ہو گئے ہیں۔ برہمو سماج زیادہ تر اور کچھ اسلام اور ہندو مذہب سے ماخوذ ہے۔

ان کے مختلف طبقوں اور فرقوں کے دیوتا اور مندر الگ الگ ہیں، اچھوتوں کو مندروں میں داخلہ اور ان کی مقدس کتابوں کی تلاوت اور ان کے چھونے کی بھی اجازت نہیں ہے، برہمن ان کے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ ان میں بیاہ قانوناً ناجائز ہے، ایک گائے کی تقدیس البتہ سب فرقوں میں مشترک ہے۔ لیکن چمار مردہ گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ سب کی شادی بیاہ کی رسمیں جدا ہیں بلکہ خود شودروں کی مختلف برادریوں کی یہ رسمیں بھی جدا جدا ہیں۔ مذہب کے اختلاف کا حال ہے، تہذیب و معاشرت میں اس سے بھی زیادہ اختلافات ہیں۔ شمالی ہند کا کلچر جدا ہے، کشمیر کا آسام سے، بنگال کا پنجاب سے، مدراس کا یوپی اور بہار سے، اسی طریقہ سے ہندوستان کے مختلف صوبوں کا کلچر باہم اتنا مختلف ہے کہ ان کے باشندے ایک دوسرے کی زبان تک نہیں سمجھ سکتے بلکہ خود ایک صوبہ کے ہندوؤں کے مختلف طبقوں کا کلچر یکساں نہیں ہے، اس لئے پورے ہندوستان کا کلچر نہ کبھی ایک تھا اور نہ اب ہے۔ مسلمانوں کو ان میں سے کس کلچر کے اختیار کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اور وہ ہندوؤں کے کس فرقہ، کس طبقہ اور کس صوبہ کا کلچر ہے۔ درحقیقت اگر کوئی مشترک کلچر کہا جا سکتا ہے تو وہی ہے جو اسلامی اور ہندو کلچر سے مل کر بنا ہے اور اب اس میں تمدن کے اجزا بھی شامل ہو گئے ہیں۔ یہ کلچر پنجاب سے لے کر بہار تک رائج اور ہر صوبہ میں کم و بیش پایا جاتا ہے۔

البتہ اگر وحدت کلچر سے یہ
ہندو تمدن کا احیاء مفید ہے اور وہ اس زمانہ میں چل سکتا ہے :—
مقصد ہے کہ ہندوستان

ہ سال پرانے تمدن کو پھر سے زندہ کیا جائے تو گو وہ بھی ایک نہیں ہے تاہم اگر اس میں کسی نوع کی وحدت مان بھی
وہ اس ترقی یافتہ دور میں قطعاً نہیں چل سکتا اور نہ ہندوستان اس کا چل پر زندہ رہ سکتا ہے اور عام خیال کے
اس کا زندہ کرنا ناممکن ہے، حتی کہ اس تمدن کے نقیب بھی اس پر عمل نہیں کرسکتے، اور اس کا تصور ہی
ہے۔

کوئی پڑھا لکھا شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ تمدن ایک ارتقا پذیر چیز ہے اور ابتدائے آفرینش سے
س میں ارتقاء کا عمل برابر جاری ہے، جس سے دنیا کا کوئی تمدن بھی مستثنیٰ نہیں، پرانے تمدنوں کو لغو، اور
ب کہا جاسکتا، وہ سلسلۂ ارتقا کی ایک کڑی اور اپنے زمانہ کے لئے موزوں تھے، لیکن آج وہ بجنسہٖ نہیں چل سکتے
قوم بھی اپنے پرانے تمدن پر جمی رہے گی اور تمدنی ارتقا کا ساتھ نہ دے گی وہ یا تو ختم ہوجائے گی یا اس کا شمار
قوموں میں ہوگا اور وہ ترقی یافتہ قوموں کی ہمسری نہ کرسکے گی۔ اس سے انکار نہیں کہ ہر مذہب ملت کے کلچر میں
بنیادی ارکان ہوتے ہیں جو کبھی نہیں بدل سکتے" اور جن پر اس قوم کے وجود اور اس کی امتیازی حیثیت کا مدار
لیکن ان کے علاوہ زندگی کے اور شعبوں میں اگر صالح بیرونی اثرات نہ قبول کئے جائیں تو کوئی قوم زندہ نہیں
اس لئے ہندوؤں کا پرانا تمدن خواہ اس زمانہ کے ہندوستان کے لئے کتنا ہی موزوں رہا ہو لیکن اس زمانہ میں وہ نہیں
اور آج خود ہندو قوم زمانہ کے حالات کے مطابق ہر شعبہ میں اصلاح و تغیر کرنے پر مجبور ہے، جس کی تفصیل اوپر گذر چکی
تازہ مثال ہندو کوڈ بل ہے، اور جس قدر زمانہ ترقی کرتا جائے گا۔ ہندوؤں کا پرانا نظام بدلتا جائے گا۔

ہندوستان
ان میں شخصی زندگی سے لے کر نظام حکومت تک سب بیرونی تمدن پر قائم ہے، —
کی جاہل

دی کو چھوڑ کر تعلیم یافتہ شہری طبقہ کی تہذیب و معاشرت میں جو کلچر کا اصل نمائندہ ہوتا ہے، چند مذہبی اثرات کے
ہندو تہذیب کا کونسا اثر باقی ہے؟ اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ آج بڑے سے بڑے فرقہ پرست اور ہندو
خ اور نقیبوں کی زندگی میں بھی پرانے ہندو کلچر کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا، بڑے بڑے کانگریسی نیتا وزراء اور
ل میں رہتے، موٹروں پر نکلتے، ہوائی جہازوں میں اڑتے اور بجلی کی قوت سے بات کرتے ہیں، سب کی کوٹھیوں میں
ئے ٹب جلتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی ننگے بدن چوکے میں بیٹھ کر پترے میں نہیں کھاتا، ان کی میزوں پر انواع
کھانے ہوتے ہیں۔

غرض مخصوص مذہبی مراسم اور بعض پرانی قومی و ملکی روایات کے علاوہ ان کی تہذیب و معاشرت میں خالص پرانے
ن کا کوئی اثر باقی نہیں ہے۔ یہ تو معاشرت کا حال ہے، حکومت اور سیاست پر نگاہ ڈالی جائے تو اس کا پورا ڈھانچہ
ہے۔ اس کے آئین و قوانین اور حکومت کے سارے شعبے سب کے سب انگریزی نظام کی نقل ہیں، آزاد ہندوستان

کے دستور میں کوئی دفعہ بھی تو ہندو شاستر کی نہیں ہے ، پارلیمنٹ اور کونسلوں و اسمبلیوں کے ایوان ، سکریٹریٹ کے دفاتر۔ گورنر
اور وزیر اعظم سے لے کر پولیس کی چوکیوں اور دیہات کے چوکیداروں تک حکومت کا سارا نظام ، اس کے کل شعبے اور عہدے
سب انگریزی ہیں۔ صنعت و حرفت ، تجارت کے بڑے بڑے کارخانے ، ان کی مشینیں ، ان کا نظام ، ریل ، جہاز ، ہوائی
ٹیلی گراف ، ٹیلی فون ، ریڈیو ، وائرلیس ، سارے آلات و اسلحہ ، غرض حکومت کے سارے اجزا اور ملک کی ترقی کے سارے
وسائل ، اور جملہ سر و سامان میں کوئی چیز بھی تو براہمن بھارت کی نہیں ، سب میں ماڈرن یورپ کی نقل و تقلید ہے ۔
وہ کونسا شعبہ ہے جس میں پرانے ہندو تمدن کی تجدید ہوگی ، اور وہ کون سے اجزاء ہیں جن کے قبول کرنے کی دعوت دی جا
لیکن آ

مشترک تہذیب اور اس کے آثار ہندوستان کی عظمت کا نشان اور اس کی آبرو ہیں :-

اور
تمدن سے مراد صرف اسلامی عہد کے اثرات ہیں تو اس کا مٹانا بھی ناممکن ہے ، زندگی کا کوئی شعبہ بھی تو ان سے خالی نہ
یہ اثرات تو ہندوستانی تہذیب کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں ، ان کو مٹانا گوشت کو ناخن سے جدا کرنا۔
ہندوستان کی ساری عظمت و شان اور حسن و دلآویزی اسی گنگا جمنی سنگم سے قائم ہے۔ اس کا جو نقش بھی مٹے گا وہ
تنہا اسلامی عہد کا نشان نہیں بلکہ ہندوستانی تمدن کا ایک دلفریب رُخ مٹ جائے گا ، اگر تاج محل ، دلی اور آگرہ کے
فتح پور سیکری کی عمارتیں ..... کشمیر کا شالامار باغ اور اسلامی عہد کے دوسرے آثار مٹا دیئے جائیں تو ہندوستان کا حسن
ہو جائے گا۔ یہ عمارتیں محض اینٹ اور پتھر کا تودہ نہیں بلکہ ہندو مسلم آرٹ کا شاہکار ہیں جس میں دونوں کلچروں کی رو
ہے ، اور اس روح سے دلی کی جامع مسجد ، آگرہ کی موتی مسجد ، امرتسر کا گولڈن ٹمپل اور اسلامی عہد کے تعمیر شدہ مندر
نہیں ہیں ، یہی روح اور یہی آرٹ ہندوستانی تہذیب و معاشرت کے ہر شعبہ میں موجود ہے ۔ اس کے مٹانے کے م
کہ ہندوستانی تہذیب کا آرٹ اور حسن مٹ جائے گا۔

کشمیر کی شال ، نمدے ، چاندی اور لکڑی کا کام ، بنارس کی زردوزی ، قالین بافی ، پیتل کی نقاشی ، ٹانڈلا کی
مراد آباد کے برتن ، حیدر آباد کا حمرہ اور بیدری اور لکھنؤ کا چکن اور سادہ کاری کے کام اور اس قسم کی سیکڑوں صنعتیں جو
عہد کی یادگار ہیں ۔ اور آج بھی ان کے کاریگر مسلمان ہیں ، کیا ان کو مٹانے سے ہندوستان کا نقصان نہ ہوگا ۔ اس
لوگ اسلامی عہد کے آثار کو مٹانا چاہتے ہیں وہ ہندوستان کے دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں۔

نتیجۂ بحث :- اس بحث کا مقصد اور خلاصہ یہ ہے کہ سارے ہندوستان کا کلچر کسی زمانہ میں بھی ایک نہیں رہا
مشترک کلچر کہا جا سکتا ہے تو وہ وہی ہے جو ہندو مسلمانوں کے صدیوں کے میل جول سے پیدا
اور جس میں ان دونوں کے مساوی تمدنی اثرات ہیں ، اور اس اشتراک کے باوجود دونوں کی امتیازی حیثیتیں بھی قائم
ہندوستانی تمدن کا سارا حسن و جمال اور اس کی عظمت و شان اسی تمدن سے وابستہ ہے اور وہ ہندوستان کی رگو
خون کی طرح جاری ہے۔ اس کو مٹانے کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کی روح نکال لی جائے۔

اس زمانہ میں ہزاروں سال پرانے ہندو تمدن کو زندہ کرنے کا تخیل نہ صرف بے معنی ہے بلکہ عملاً بھی ناممکن

ستان اپنے پورے وجود میں بیرونی اثرات کی نقل و تقلید پر مجبور ہے اور ہندو تمدن کے نیتجے کے باوجود آج بھی اشخاص زندگی سے لے کر حکومت کے نظام تک کوئی چیز بھی بیرونی اثر سے خالی نہیں ہے اس لئے یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں تھا۔

یہ تصور قومی وحدت اور ملکی ترقی دونوں کے خلاف ہے اور اس سے قومی تفریق اور ملکی تخریب کے سوا کچھ حاصل نہیں اس لئے ہندو مسلمان دونوں کو اپنی مذہبی و ملی خصوصیات قائم رکھتے ہوئے مشترک تمدن کو نہ صرف قائم رکھنا بلکہ اس کو دینا چاہئے۔ اسی میں ہندوستان کی فلاح ہے۔ یہ تمدن درحقیقت" عبارتیہ مندر" ہے جس کا احترام دونوں کے لئے ری ہے۔ (معارف)

مفید اور قابل عمل مشورے

۱) اپنے بچوں کے لئے، قرآن (صحیح تلفظ کے ساتھ) اور بقدر ضرورت دینیات کا سب سے پہلے انتظام کیجئے۔ یہ تعلیم ۵ سال سے ۷ سال کی عمر تک ہوجانا چاہئے۔

۲) ترجمۂ قرآن، یعنی قرآن کو بغیر ترجمہ کی مدد کے، براہ راست، بقدر ضرورت، عربی زبان سیکھ کر سمجھنا، معمولی پڑھے لکھے لوگ، مدرسہ شبینہ (نائٹ اسکول) قائم کر کے، اس کام کو انجام دیں، ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی، بہ امکانی امداد، ہر ایسے شبینہ مدارس کو دینے سے دریغ نہیں کرے گا۔

۳) ہر پانچ سو کی آبادی میں، ایک ابتدائی (پرائمری)، مدرسہ دینیات، قائم کیا جائے اور مقامی تقاضوں کے لحاظ سے، اس کا نصاب تعلیم رکھا جائے۔ اور وقت بھی۔

۴) سرکاری یا نیم سرکاری مدارس میں تعلیم پانے والے بچوں کے لئے دینیات و قرآن کی تعلیم کا انتظام مدرسہ شبینہ کے ذریعہ یا کسی دوسرے ممکن العمل طریقہ سے۔

نوٹ: ــــ ان تمام کاموں کے سلسلہ میں، ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی، کے مشورے اور خدمات، ہر وقت آپ کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ (ناظم ادارہ)

رسولؐ کی پاک زندگی

(از جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب عمادی، استاد ایم ایم بیگ ہائی اسکول بمبئی)

(سیرت، اور تذکرۂ اولیاء کرام "عدل" کے مخصوص عنوانات ہیں جن پر برابر مضامین شائع ہوتے رہیں گے۔ جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب عمادی نے ان عنوانات پر لکھنے کی ذمہ داری لے لی ہے جس کے لئے ہم موصوف کے شکرگذار ہیں۔ (مدیر))

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ٥

جس شخص نے رسولؐ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ٥

(اے محمدؐ) کہہ دو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم کو دوست رکھے گا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ٥

(اے لوگو!) تمہارے لئے رسولؐ اچھا نمونہ ہیں (جن کی تم پیروی کرو)

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی پیروی اللہ کی پیروی ہے۔ یعنی رسول کی پیروی اور اس کے بغیر اللہ کی فرماں برداری ممکن نہیں۔ اسلام رسول کی زندگی کا نام ہے اور رسُول کی زندگی پرتو ہے خدا کے نور کا۔

قرآن پاک میں رسُول کا کیا درجہ ہے:-

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ٥

اور (اے محمدؐ) ہم نے تیرا مرتبہ بلند کیا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥

اور (اے محمدؐ) ہم نے تجھ کو دُنیا میں سراپا رحمت بنا کر بھیجا

اور ملاحظہ فرمائیے:-

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ٥

(اے محمدؐ) بیشک تو اخلاق کے بڑے درجہ پر ہے۔

قرآن پاک میں رسُولؐ کا جو درجہ ہے۔ اس کا ایک دھندلا سا خاکہ یہاں پیش کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے اس موقع پر اُس رسُول کا نقشہ انسان کی شکل میں پیش کیا جائے۔

شکل مُبارک:- قد میانہ، رنگ صاف، پیشانی چوڑی، دونوں ابروئیں ملی ہوئیں۔ ناک خوبصورت، دانت صا[ف] اور الگ الگ، گردن لمبی۔ سینہ چوڑا، آنکھیں سیاہ سرمگیں۔ پلکیں بڑی بڑی، داڑھی گھنی اور [چہرے] پر ہر وقت ایک نور سا برستا تھا۔

آپؐ کے سر کے بال لمبے نہ زیادہ بل تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے۔ ہاتھ کی ہتھیلیاں بھری ہوئی اور چوڑی تھیں

تلوے اتنے خالی تھے کہ اندر سے پانی نکل جاتا تھا۔ آپ کے پسینے میں ایک خاص قسم کی خوش بو آتی تھی۔ سر کے بال بڑے
ے پیچھے لٹکے رہتے تھے۔ سر میں اکثر تیل ڈالتے اور تیسرے دن کنگھی فرماتے اور بیچ میں سے مانگ نکالتے

اس :- آپ کا کوئی خاص لباس نہ تھا۔ عام طور پر قمیص (کرتا) تہمد اور چادر استعمال فرماتے تھے، کبھی عبا بھی زیب تن فرما لیا کرتے۔ کپڑے آپ کے ہمیشہ صاف اور ستھرے رہتے۔

پاؤں میں موزوں کی عادت نہ تھی۔ شاہ نجاشی نے تحفہ میں آپؐ کے لئے موزے بھیجے، آپ نے انہیں استعمال فرمایا۔
ر پر عمامہ باندھتے۔ یمنی دھاری دار خوب صورت چادریں آپؐ کو بہت پسند تھیں اور اکثر استعمال فرماتے۔

بچھونا چمڑے کا گدا ہوتا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے اور بان کی بنی ہوئی چارپائی، پاؤں میں چپل پہنتے
ہیں تسمے لگے ہوتے۔

شبو :- خوش بو آپؐ کو بہت پسند تھی اور شوق سے استعمال فرماتے، جس راستے سے آپؐ گزر جاتے سارا راستہ خوشبو سے مہک اٹھتا۔ آپؐ فرمایا کرتے، مردوں کو ایسی خوش بو استعمال کرنی چاہئے جس میں رنگ نہ ہو اور
ش بو خوب پھیلے اور عورتوں کو ایسی خوش بو لگانی چاہئے جس میں رنگ ہو اور خوش بو کم پھیلے" مشک اور عنبر اکثر
مال فرماتے۔ دربار نبوی میں خوش بو کی انگیٹھیاں جلائی جاتیں۔ سر میں خوش بو دار تیل ڈالتے۔ حنا کی بو آپؐ کو پسند نہ تھی

فائی اور ستھرا پن :- آپؐ کی طبیعت نہایت نفاست پسند تھی۔ صفائی سے بے انتہا خوش ہوتے۔ آپؐ کے کپڑے ہمیشہ صاف اور ستھرے رہتے۔ ہر چیز کو ٹھیک اور قاعدے سے رکھتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھ کر فرمایا:- "اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے" ایک اور
س کے میلے کچیلے کپڑے دیکھ کر فرمایا:- "اللہ نے نعمت دی ہے تو صورت سے بھی اس کا اظہار کرنا چاہئے۔"

گھروں کی صفائی کا یہ عالم تھا کہ ایک تنکا بھی پڑا ہوا آپؐ کہیں دیکھ لیتے تو بہت ناگوار گزرتا۔ گندگی کو برداشت ہی
ہ فرما سکتے تھے، کچھ لوگوں کی عادت تھی کہ دیوار پر تھوک دیا کرتے، جب آپؐ کی نظر پڑتی تو خود دست مبارک سے
ف کرتے اور چھڑی سے کھرچ کھرچ کر دھبے مٹا دیتے۔ ایک مرتبہ دیوار پر دھبے دیکھ کر غصہ سے آپؐ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

جمعہ کے دن مسجد بالکل بھر جاتی تھی۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ لوگوں کو پسینہ آیا تو ساری مسجد میں بو پھیل گئی، آپؐ
س سے تکلیف ہوئی اور فرمایا "نہا دھو کر آتے تو اچھا ہوتا" اس کے بعد سے لوگ جمعہ کے دن غسل کرنے لگے اور یہ سنت ہو گیا۔

مسجد کی صفائی کا خاص انتظام فرماتے۔ مسجد نبویؐ میں حضرت ام محجن ؓ جھاڑو دیا کرتی تھیں اور آپؐ کا حکم تھا کہ
کے دن مساجد میں خوش بو کی انگیٹھیاں سلگائی جائیں۔

گندگی ہی کے خوف سے آپؐ نے مساجد میں بچوں اور مجنونوں کے آنے کی ممانعت فرما دی تھی۔

غذا :- کھانے میں آپؐ کو گھی، پنیر اور کھجور میں ڈال کر پکائی ہوئی غذا بہت پسند تھی۔ سرکہ، شہد، حلوا، روغن زیتون اور کدو یہ چیزیں بہت ہی مرغوب تھیں، کھجور اور روٹی آپؐ کی پسندیدہ غذا تھی۔

گوشت میں مرغ، بٹیر، بکری، دنبہ، بھیڑ اور اونٹ وغیرہ کا گوشت کھاتے، مچھلی بھی آپؐ نے کھائی ہے۔

دودھ کبھی خالص استعمال فرماتے اور کبھی اس میں ذرا سا پانی ملا دیتے۔ ٹھنڈا پانی بہت پسند تھا۔ کشمش، کھجور یا انگور کبھی پانی میں بھگو دیئے جاتے اور اسی پانی کو نتھار کر آپؐ پیتے۔ تربوز کو کبھی کھجور کے ساتھ نوش فرماتے، تیلی ککڑیاں آپؐ پسند نہ تھیں۔

آپؐ کے کھانے کے لئے کوئی اہتمام یا انتظام نہیں ہوتا تھا۔ کھانا صرف تین انگلیوں سے کھاتے تمام انگلیاں سنی ہوتی تھیں۔ کسی اونچی جگہ پر رکھ کر کھانا کھانا آپؐ کو پسند نہ تھا، بہت آہستہ آہستہ چبا کر کھاتے اور جلدی ہرگز نہ فرماتے۔ دسترخوان پر ادھر اُدھر ہاتھ بڑھانا آپؐ کو سخت ناپسند تھا۔ جو کچھ سامنے ہوتا اسی کو کھاتے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک ہی برتن میں بہت سے لوگ شریک ہو جاتے، اس وقت جگہ تنگ ہوتی تو آپؐ اکڑوں بیٹھ جایا کرتے۔ لہسن اور پیاز کی بو سے آپؐ کو نفرت تھی۔

اللہ کے برگزیدہ رسولؐ کی پاک زندگی کا ایک دھندلا سا خاکہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔ یہی زندگی انسانیت کا بلند ترین نمونہ ہے، اور اسلامی زندگی کا معیار ہے۔

اب ہم اپنی نمائشی اور تکلف سے بھری ہوئی زندگی کو انسانیت کی بلند ترین زندگی سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ آیا کون سی زندگی بہتر ہے؟؟

نرخ نامہ اشتہارات

اندرونی صفحات :- پورا صفحہ 35/- روپے ۔ نصف صفحہ 18/- روپے ۔ چوتھائی صفحہ 10/- روپے ۔ ⅛ صفحہ 6/- روپے

ٹائیٹل کے صفحات :- پچاس فیصدی اضافہ کے ساتھ۔ اُجرت ہر حال میں پیشگی۔ ایک سال معاملہ کرنے پر۔ پچیس فیصدی رعایت، فحش، غیر مہذب اور رسالہ دینی پالیسی کے خلاف اشتہار نہیں لئے جائیں گے۔

بدل اشتراک

ہندوستان :- سالانہ 5/- روپے ۔ ششماہی 3/- روپے ۔ فی پرچہ ۸ ر ۔ بیرون ہند سالانہ 8/- روپے

نوٹ :- چھ ماہ سے کم کیلئے رسالہ جاری نہیں ہوگا۔ (مینجر بدل، ادارۂ تبلیغ الاسلام، ٹن ٹن پورہ امرت کٹرہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمان ادارہ تبلیغ الاسلام بمبئی

عدل

ادارۂ تحریر

اعزازی (مولانا) ودود الحق ندوی ❊ مسئول :- خلیل احمد جامعی

مضامین
اڈیٹر کے نام
❊
ارسال زر
مینجر عدل کے نام
ہونا چاہئے

بدل اشتراک
❊
سالانہ .... پانچ روپے
ششماہی... تین روپے
فی پرچہ ... آٹھ آنے
بیرون ہند: ساڑھے آٹھ روپے

جلد نمبر ۱ ❊ بابت ماہ ربیع الاول [illegible] مطابق ماہ جنوری ۱۹۵[illegible] ❊ شمارہ نمبر ۲

فہرست مضامین

خلیل احمد جامعی، اڈیٹر و پبلشر نے اجمل پرنٹنگ پریس بمبئی میں چھپواکر دفتر "عدل" ادارہ تبلیغ الاسلام، ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ
کھڑک بمبئی نمبر ۹ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

زائرین حجاز کی ناکام واپسی

ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ کے آخری ہفتہ میں جدہ کے لئے آخری جہاز بھی روانہ ہوگیا، اب اُن لوگوں کی بے چینی، اضطراب اور حسرت و یاس سے بھری ہوئی نگاہیں دیکھنے کے قابل تھیں، جو جہازراں کمپنی کے مبہم وعدوں پر بھروسہ کر کے ایک کثیر تعداد میں بمبئی پہنچ گئے تھے، اور اب ایک ایک کر کے اپنے اپنے دیس کو واپس ہو رہے تھے، حقیقت یہ ہے کہ ان کی کس مپرسی پر، ہر دیکھنے والے کو رحم آرہا تھا۔

اس حادثہ کی تفصیل یہ ہے، کہ مغل لائن نے، بہت سے عازمین حجاز (بہ ارادۂ حج) کو اس مضمون کے خطوط روانہ کئے، کہ موسم حج میں، حجاز کو جانے والے اکثر اشخاص، جو اپنی سیٹ ریزرو کرا چکے ہوتے ہیں، وقت مقررہ پر نہیں پہنچ پاتے اور ان کی سیٹیں خالی ہو جاتی ہیں، یہ سیٹیں ان اشخاص کو دے دی جائیں گی جو بحیثیت اُمیدوار، کمپنی کی اطلاع پر بمبئی پہنچ جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ کچھ اُمیدواروں کو یہ سیٹیں مل بھی جاتی ہیں، لیکن سوال یہ ہے، کہ حج کے سفر کا معاملہ ہر سال پیش آتا ہے، کرایہ کی جزوی ترمیم کے سوا، اس سفر کے تمام آئیٹم، جہازراں کمپنیوں، پورٹ حج کمیٹی اور دوسرے متعلقہ اشخاص کے سامنے ہوتے ہیں، جہاں تک سیٹوں کا تعلق ہے، جہازراں کمپنی کو، اپنے ہر جہاز کی سیٹوں کا پورا پورا علم ہوتا ہے، مسلسل تجربات کی بنا پر، بڑی حد تک اُسے اس بات کا بھی اندازہ رہتا ہے کہ تقریباً کتنی سیٹیں خالی ہو سکیں گی، اس لئے معمولی فرق کے ساتھ، اس کے لئے صرف اتنے ہی اُمیدواروں کو اطلاع دینا مناسب ہے، نہ یہ کہ اندھا دھند، اُمیدواروں کو بمبئی پہنچنے کی اطلاع دے دی جائے جس کے نتیجہ میں، وقت اور روپیہ کی بربادی کے علاوہ واپس جانے والوں کو جس روحانی کوفت کا سامنا ہوا ہے، اس کی ساری ذمہ داری، جہازراں کمپنی پر ہے۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ جہازراں کمپنیاں خصوصیت کے ساتھ مغل لائن آئندہ اس کا خیال رکھے گی، ہم پورٹ حج کمیٹی بمبئی کے ذمہ داروں سے بھی یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں پوری نگرانی رکھیں گے تاکہ عازمین حجاز پریشانیوں سے محفوظ رہیں۔

تبلیغی اجتماعات

ایک عرصہ سے یہ خیال ہو رہا ہے کہ پورے صوبہ بمبئی کے دینی کام کرنے والوں اور دینی کام سے دلچسپی رکھنے والوں کا، بمبئی میں اجتماع کیا جائے، اور اس میں ہندستان کے دینی مرکزوں کے بزرگوں کو بھی مدعو کیا جائے۔

مقصد یہ پیش نظر ہے، کہ صوبہ میں جو لوگ دینی کام کر رہے ہیں، ان کا طریقۂ کار کیا ہے، وہ کس قسم کی فضا
کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے وہاں کس طور پر کام کا آغاز کیا اور کس حد تک انہیں کامیابی ہوئی، ہندوستان کے
بزرگ اس اجتماع میں شریک ہوں گے، ان کے مشورے اور تجربات صوبہ کے کام کرنے والوں کے لئے اور
کے بیانات اور تجربات ان بزرگوں کے لئے، نئی نئی راہیں کھولیں گے اور بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی
یت وشفقت سے، دینی کام کی ایسی راہیں کھول دے جن کی اس وقت کی غیر معمولی مسموم فضا میں بروئے کار
لانے کی سخت ضرورت ہے۔

حالات اگر اجازت دیں، تو اس اجتماع کے ساتھ، آئمہ مساجد، دینی مکاتب و مدارس اور متولیان اوقاف
، اجتماعات بھی علیحدہ علیحدہ منعقد کئے جائیں، کیونکہ یہ سب دینی کام ہیں اور ان کے ذریعہ اگر وہ کام انجام پا جائے جو
مقصود ہے، تو ایسے اجتماعات کے محرک منتظم اور ہر وہ شخص جو اس سلسلہ میں کوئی حصّہ لے گا، اللہ کے
پاس کے زائد سے زائد مستحق اجر و ثواب ہونے میں کیا شک ہے۔

یہ اجتماعات، اُن رسمی کانفرنسوں اور اجلاسوں کی طرح نہ ہوں گے، جن کے کرنے اور دیکھنے کے ہم آجتک
ہی رہے ہیں، بلکہ لفظ دین کی مناسبت تعلق سے، اُن تمام امور کی بجا آوری کی کوشش کی جائے گی، جو
ضائے دین ہے اور رسم و رواج کو یکلخت نظر انداز کیا جائے گا۔

اب اس سلسلہ میں قارئین عدل اور عدل کے ذریعہ تمام دینی کام کرنے والے بزرگوں اور دوستوں سے
ستدعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مفید مشوروں سے مستفید فرمائیں تاکہ اُن مشوروں کی روشنی میں ہم دوسرا قدم اٹھائیں
بالوقت اِن سطور کی تحریر کا مقصد، صرف اطلاع اور طلب مشورہ ہے۔

ایک مبارک اقدام

بمبئی میں دو قسم کے ٹائم رائج ہیں، ایک اسٹینڈرڈ جو پورے ہندوستان میں رائج
ہے، دوسرا بمبئی ٹائم، جو صرف شہر بمبئی اور آس پاس کی مساجد میں رائج ہے
بمبئی ٹائم، اسٹینڈرڈ ٹائم سے، چالیس منٹ پیچھے رہتا ہے۔ یعنی بمبئی ٹائم کے لحاظ سے جب وقت گھڑی میں سات
بج کر بیس منٹ ہوں گے، اس وقت اسٹینڈرڈ ٹائم کے لحاظ سے آٹھ بجیں گے۔

ٹائم کے اس اختلاف کا اثر، باہر سے آنے والے مسلمان نمازیوں اور خاص طور پر، موسم حج میں، بمبئی میں مقیم
عازمین حجاز پر پڑتا تھا اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ کبھی وقت سے پہلے اور کبھی بعد کو مسجد میں پہنچتے تھے، اس طور پر، بہتوں
کی جماعت جاتی رہتی تھی۔

گذشتہ مہینہ میں، بمبئی کے کچھ درد مند مسلمانوں نے مساجد کا وقت، اسٹینڈرڈ ٹائم میں تبدیل کرنے کیلئے
ایک نمائندہ جلسہ کیا جس میں، ائمہ و متولیان مساجد اور دوسرے بااثر حضرات نے شرکت کی اور متفقہ طور پر اس

تجویز کو منظور کیا۔

سال گذشتہ ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی نے بھی اس سلسلہ میں ایک اپیل شائع کی تھی، بمبئی کے بعض اخبارات نے اس اپیل کو شائع کرنے کے ساتھ، اس تجویز کی موافقت میں نوٹس بھی لکھے تھے۔

بہرحال، خدا کرے یہ متفقہ تجویز، جلد سے جلد عملی جامہ پہن لے، وہ سب حضرات، جنہوں نے اس متبرک اجتماع میں حصہ لیا اور جو اس اجتماع کے محرک اور داعی ہیں، وہ ہم سب کی دعاؤں اور شکریہ کے مستحق ہیں۔

دینی مکاتب کی کس مپرسی

بمبئی جیسے عظیم شہر میں، جس کی آبادی اس وقت، بیالیس لاکھ ہے او جو بجائے خود، ایک چھوٹا سا صوبہ ہے، اس پھیلی ہوئی اور بڑی آبادی میں، مسلمانوں کی آبادی بھی، جو سات لاکھ سے کسی طرح کم نہیں ہے، جس میں تاجر، ساہوکار، ملازم، کاریگر اور مزدور پیشہ سب ہی قسم کے لوگ ہیں اور یہ سب کے سب وہ ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور مسلمان رہنا چاہتے ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ دین سے، اُن کے تعلق کا یہ عالم ہے کہ اتنے بڑے اور دولتمند شہر میں، ایک بھی عربی کالج نہیں، نہ دارالعلوم دیوبند کے طرز کا نہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ڈھنگ کا، البتہ بمبئی سے ڈیڑھ دو سو میل کے فاصلہ پر ضرور اس قسم کی درسگاہیں پائی جاتی ہیں، لیکن وہ بالکل مقامی ہو کر رہ گئی ہیں، پورے صوبہ کو اُن سے فائدہ نہیں پہنچ پاتا، کیونکہ وہ کسی مرکزی، یا اس سے قریب تر جگہ پر قائم نہیں ہیں۔

خیر یہ تو اعلیٰ تعلیم گاہوں کا ذکر تھا، یہاں تو دینی مکاتب، جن میں قرآن ناظرہ یا حفظ کرایا جاتا ہے اور دینیات کی ابتدائی اور ضروری باتیں، بچوں کو ان کی مادری زبان میں بتائی اور پڑھائی جاتی ہیں، رات کے شبینہ مکاتب میں، کاروباری اور بالغ طلبا کو بھی، اسی طور پر تعلیم دی جاتی ہے لیکن ان مکاتب کی کس مپرسی کا عالم یہ ہے کہ جس مقدار سے، ان پر خرچ ہوتا ہے اُس لحاظ سے، پڑھنے والوں کی تعداد، ان میں نہیں، بعض مکاتب کا تو یہ عالم ہے کہ ان میں، طلبا کی تعداد، صفر کے درجہ میں ہے۔

سوال یہ ہے، کہ ایک طرف تو مسلمان اپنے آپ کو مسلمان باقی رکھنا چاہتا ہے، دُوسری طرف وہ دُنیا کے غیر معمولی انتشار سے، خود بھی منتشر اور کسی حد تک جو اس باختہ ہے پھر وہ سکون و اطمینان کی زندگی کا بھی خواہاں ہے لیکن دین سے اس کی بے تعلقی کا یہ عالم ہے کہ جن جن طریقوں سے اس کو، اس کے اہل و عیال کو دین آسکتا ہے ایک ایک کرکے وہ اُن تمام طریقوں کو نظر انداز کرتا ہے یا اُن سے گریز کی راہ اختیار کرتا جاتا ہے۔

کیا پنپنے کی زمانہ میں یہی باتیں ہیں؟

قربانی

(از، خلیل احمد جامعی)

(مورخہ ۱۰ ذی الحجہ، بعد نماز عید، ستی خوجہ مسجد، وارڈن روڈ اور واکولہ وغیرہ، متعدد مقامات پر، یہ خطبہ دیا اور پڑھا گیا۔ قارئین 'عدل' کے سامنے اس خطبہ کو پیش کرنے کا مقصد، صرف اس قدر ہے کہ اگر یہ سطریں کسی ایسی صاحب نظر ہستی کی نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں، جو قال کے ساتھ، حال کی بھی مالک ہو، تو ہمارے مقصد میں، جو تمام مسلمانوں کا مشترکہ مقصد و مطلوب ہے جان پڑ جائے۔)

خطبۂ مسنونہ اور آیت شریفہ کی تلاوت کے بعد

آج کی عید

عید کی طرح، بقر عید بھی، ہر سال آتی ہے، اس دن کی آمد کا انتظار بھی ہوتا ہے اس دن کا تصور ہمارے لئے مسرت بخش بھی ہوتا ہے۔ بچوں کو چھوڑیئے، سمجھ داروں کا بھی یہ حال ہوتا ہے کہ پہلے سے ایک ایک دن کا شمار لگاتے رہتے ہیں، لیکن یہ کیا ..... کہ جب وہ دن آجاتا ہے تو بجائے، اس کے کہ ہم، روز مرہ ہی کی طرح سہی، خوشیاں منائیں، مسرتوں کا اظہار کریں، ہم اپنے سینوں میں، ایک طرح کی تاریکی دلوں میں ایک خاص قسم کا اضطراب اور دماغوں میں، ایک عجیب انتشار، بے کیفی اور بے چینی پاتے ہیں، سوچئے تو ..... کہ، بھلا، بات کیا ہے؟ کونسی وجہ اور کونسا سبب ہے؟ جو ہماری اس بے کیفی کا باعث ہے۔

چودہ سو برس پہلے

سنئے! آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے ..... کسی کے بقول ..... جب کہ دنیا تہذیب و تمدن اور آج کی سائنسی ترقیوں سے ناآشنا، ایٹم بم اور ریڈیم کے استعمال سے ناواقف تھی، اور ..... سچ پوچھئے تو وہ ایسے تمدن سے ناآشنا ہی رہنا چاہتی تھی، اس وقت بھی "ارض اسلامی" میں بقر عید کا دن بالکل اسی طرح آتا تھا، جس طرح کہ آج آتا ہے، لیکن لباس کی یہ رنگا رنگی اور رنگ برنگی نہ ہوتی تھی، ظاہری نمائش سے کوئی سروکار نہ ہوتا تھا، کپڑے پھٹے ہیں تو پھٹے ہی سہی، ایک کپڑا زیب بدن ہے تو ایک ہی سہی۔ لیکن اللہ کے یہ بندے ہیں کہ پروانہ وار، ایک وسیع میدان میں جمع ہو رہے ہیں۔ ان کے دل اس خیال سے خوش ہیں کہ آج وا بھی دیکھنے کو ملیں گے، جن سے سال میں شاید ہی کبھی ملاقات ہوتی اور تبادلۂ خیال کا موقع ملتا ہو۔ اس سے بھی زیادہ انہیں اس بات کی خوشی ہوتی تھی، کہ سال ختم ہو رہا ہے۔ اگلا مہینہ، نئے اسلامی سال کا آغاز ہوگا آج ان کے سامنے اگلے سال کے لئے، ایک مکمل پروگرام پیش کیا جائے گا، گذرنے والے سال کا محاسبہ د جانچ، ہوگا کہ مسلمانوں نے کیا

...ں کو کس حد تک پورا کیا، اس زندگی بخش پروگرام کو سننے کے لئے دور و قریب، سب ہی جگہ کے لوگ جمع ہوتے تھے ان کی خوشی کا سبب اور اس پروگرام کے پیچھے، ان کا جو عملی کردار پنہاں تھا، وہ تھا، ان کے سکون و اطمینان ...عث۔

عیدگاہ میں مسلمانوں کا اجتماع

یہی وجہ ہے کہ عیدگاہ میں، ان کا آنا، ہمارا سا آنا نہ تھا۔ اپنے قائد و امام اور پیشوا کی ہدایات کا سننا ہمارا سا سننا نہ تھا، وہ آتا تھا، اس عزم کے ساتھ، کہ جو کچھ سنیں گے اس پر عمل کریں گے اور سننے کے بعد واپسی اس طرح ہوتی تھی کہ عمل اسی وقت سے شروع ہو جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس کا ایمان، اس کا یقین، اس کی قوت عمل، آج کے تمام عالم اسلامی کے ایمانوں کے مجموعہ سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوتی تھی۔

ہماری زندگی کا نیا رخ

اس کے بعد ہماری زندگی کا، ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے جب کہ دنیوی جاہ و حشمت کا، کوئی گوشہ ہماری دست رس سے باہر نہ رہا تھا۔ فوجی مظاہروں کے درمیان، ہمارا دوگانۂ عید ادا ہوتا تھا، آج بھی جب ہم، اس طاقت و سطوت کا تصور کرتے ہیں تو ایک نیم خوابی کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور تھوڑی دیر کے لئے ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے ہیں لیکن ذرا سنبھلتے ہی، یہ معلوم ہوتا ہے کہ.... ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

مگر آج ہماری عید کس طرح ہوتی ہے، لگے ہاتھوں، اسے بھی سن لیجئے۔

ہماری عید

(۱) اسلام و تعلیمات اسلام سے، ہمیں دور کا بھی واسطہ نہیں۔

(۲) برائے نام، اقتدار اور شان و شوکت جہاں ہے بھی، وہ بھی تقریباً نہ ہونے کے برابر۔

(۳) رسوم اور جاہلانہ خیالات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

(۴) اخلاق کی وہ حالت کہ اس کے بعد پستی کا، کوئی درجہ ہی باقی نہیں رہتا۔

(۵) علم دین اور عملی صحبتوں سے، ہمیں کوئی واسطہ ہی نہیں۔

اور ہندوستان کا مسلمان تو اور بھی قابل رحم ہے۔ یہ حسن نیت اور حسن عمل کے نتائج و اثرات ہی سے بے خبر ہے۔ ایسی حالت میں بتائیے، کہ عید کس طرح۔ ہمارے لئے باعث مسرت ہو سکتی ہے؟ عید کے آنے سے ہم خوش ہوں تو کیوں اور کیونکر؟ اس لئے کہ ہمارے پاس جسم ضرور ہے مگر وہ جسم، جو روح سے خالی۔

سالِ نو کا پروگرام:-

برادرانِ اسلام! اپنے اسلاف کی اتباع و پیروی میں اور قربانی کے اس مقصد کے پیش نظر جسے قرآن نے انسانی نظریۂ حیات کے طور پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے سعادت مند فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے، اپنے عمل و کردار کی صورت میں، دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے جسے سامنے رکھئے تو زندگی کا پورا ضابطہ اور نظام سامنے آجاتا ہے، جس کی تعمیل و تکمیل۔ ملت حنیفی کے ہر فرد کا فرض ہے۔ اس ضابطۂ حیات کے کچھ اجزاء یک سالہ پروگرام کے طور پر "ھلال" کے صفحات میں متفرق طور پر پیش کر دیئے

گئے ہیں۔ اور جو کچھ پیش کیا گیا۔ وہ وقت کی اہم ضرورتیں ہیں، اگر ہم نے ذرا بھی غفلت کی تو پھر آنے والا وقت اس کی مکافات نہ کر پائے گا۔ خوب یاد رکھئے، دُنیا کی کوئی چیز ہو یا دین کی، قربانی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ فطرت کے اس اصول سے روگردانی کر کے آپ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

قربانی کی حیثیت

دُنیا کی ہر ترقی کرنے والی قوم نے، جان و مال کی قربانیاں دے کر ہی عزت پائی ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ خدا کے ہر پیغمبر نے اپنی قوم کو قربانی کا سبق سکھایا اور حضرت ابراھیم علیہ السّلام نے قربانی کا وہ مکمل نمونہ، دُنیا کے سامنے پیش کیا کہ تاریخ عالم، اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔

معزز دوستو! عہد نبوت و عہد صحابہ پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوتا ہے، کہ خدا کے نام کو بلند کرنے کے لئے قربانی کا وہ سودا دماغ میں سمایا ہوا تھا، کہ میدان جنگ سے واپسی، انہیں شاق گذرتی تھی، اور جام شہادت پینے کی دھن، انہیں بے خود بنائے رکھتی تھی۔ اسی لئے "وہ معزز تھے زمانہ میں مسلماں ہو کر" لیکن آج کا مسلمان اللہ کے لئے کسی قسم کی قربانی دینے کو تیار نہیں، اے وائے برحال ما۔ مگر آپکے مقابلہ میں، ایک قوم اور بھی ہے جس کا نام "یہود" ہے دیکھتے کے دیکھتے، ان کی حکومت قائم ہو گئی اور صدیوں کا خواب، حقیقت بن کر سامنے آ گیا، یہ صرف یہودی قوم کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

حضرت ابراھیمؑ کی قربانیاں

حضرت ابراھیم علیہ السلام، جس خاندان میں پیدا ہوئے تھے، اُسے "سلطنت بابل" میں رُوحانی پیشوائی کا منصب حاصل تھا، نمرود کی حکومت اگر جسموں پر تھی، تو اس خاندان کی لوگوں کے دلوں پر، حضرت ابراھیمؑ، اپنے بزرگ خاندان "آذر کی بُت تراشی و بُت پرستی کو برداشت نہ کر سکے اور اُن سے علیحدگی اختیار کی، لیکن معاملہ اسی پر ختم نہیں ہوتا تھا، آپ کی پوری قوم، اسی لعنت میں گرفتار تھی، آپنے قوم کو بھی چھوڑا، اب اُس مندر کی باری تھی جس میں سارے بُت اکٹھا تھے اور اُسی میں نمرود (شاہ بابل) کا بھی بُت تھا، آپنے مندر میں پہنچ کر بتوں کو توڑ ڈالا، اب کیا تھا، ہر طرف سے "قتل کر ڈالو" "جلا دو" کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اللہ کا خلیل، آگ کے الاؤ میں ڈال دیا گیا، لیکن آگ جس کی مطیع تھی، اسی کے حکم سے وہ ابراھیمؑ کے لئے گلزار بن گئی۔

ان تمام قربانیوں کے بعد، سب سے بڑی قربانی کا نمبر آتا ہے، ایک رات، عالم خواب میں، خدا کا حکم ہوتا ہے کہ "اے ابراھیم اپنے لاڈلے بیٹے اسمٰعیلؑ کو میری راہ میں قربان کر دو" رات کا خواب جب بیٹے کے سامنے بیان کرتے ہیں تو وہ، اپنا سر جھکا دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ "اے باپ! خدا کے حکم کی تعمیل کیجئے"۔ خدا فرمانبردار باپ، فرماں بردار بیٹے کی گردن پر ذبح کرنے کے لئے چھری رکھ دیتا ہے، لیکن وہ رحمت خدا جس نے نار نمرود کو ابراھیمؑ پر گلزار بنا دیا تھا، وہی رحمت، آج حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف متوجہ تھی، چھری کند ہو گئی، اپنا کام نہ کر سکی اور ملاء اعلیٰ سے اعلانِ عام کر دیا گیا کہ "اے ابراھیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، اب ہم نے اسمٰعیل کے بدلہ میں عظیم

ربانی کا بدلہ دے دیا اور آئندہ نسلوں کے لئے اس یادگار واقعہ کی بنیاد قائم کردی تھی، جس پر وہ عامل ہوئی تھی۔

قربانی کے نتائج

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابل کی امیرانہ زندگی چھوڑی تو اللہ تعالےٰ نے انہیں دنیا کی امامت و ریاست عطا کی (وَجَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ اِمَامًا) غیر اللہ کی پرستش گاہ میں، آپ نے جو قربانی پیش کی، اس کے صلہ میں کعبۃ اللہ کی وراثت آپ کو عنایت ہوئی۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کا جو نمونہ آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا اس کی اتباع میں ملت ابراہیمی میں کبارِ رجال (عظیم الشان لوگ) شہدائے بدر و احد و حنین اور حضرت امام حسین علیہ السلام، جیسی عظیم شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ حکومت بابل کے مادی فوائد کے ٹھکرا دینے کا معاوضہ، قدرت کی طرف سے یہ دیا گیا کہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حنیفی اور ملت ابراہیمی کے اصول و بنیادوں پر اسلامی جمہوریت کی بنیاد رکھی اور ابراہیمی توحید کا ڈنکا سارے عالم میں بجا دیا۔

برادران اسلام! آپ نے غور کیا، وہ مادی فوائد، جو آج ہمارے لئے سب کچھ ہیں، جنہیں حاصل کرنے اور انہیں اپنے قابو میں رکھنے کے لئے، ہم اپنی جان کی اور اپنی عزت و ناموس کی بھی پروا نہیں کرتے، صرف اللہ کی خاطر اور اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس آسانی سے انہیں چھوڑ دیا، لیکن اس چھوڑ دینے کا نتیجہ، ایک تاریخی حقیقت کے طور پر آپ کے سامنے ہے۔

قربانی کا قرآنی تصور

حضرت احد تعالےٰ کا ارشاد ہے:- "تمہارے جانوروں کا گوشت پوست اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا بلکہ اللہ کو صرف تمہارا تقویٰ یعنی تمہارے دلوں کی قربانیاں پہنچتی ہیں"۔

قرآن، صراحت کے ساتھ، زوردار الفاظ میں، تم سے ہر جہتی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے، کہیں وہ اس کو تقویٰ سے تعبیر کرتا ہے، کہیں عبادت سے اور کہیں ذکر سے، تعبیر کی یہ مختلف صورتیں ہیں۔ منشا صرف ایک اور ایک ہے اور وہ ہے "تعمیل حکم"۔ جب وقت حضرت ابراہیمؑ کو امامت عالم، رب عالم کی طرف سے عنایت ہو رہی تھی تو حضرت ابراہیمؑ نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے اللہ، کیا یہ امامت، میری اولاد کو بھی نصیب ہوگی تو جواب دیا گیا۔ "لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" (ظالموں کو میرے وعدہ سے کوئی حصہ نہ ملے گا) یعنی منصب امامت سے، اولاد ابراہیمؑ کو محروم نہیں کیا گیا لیکن نامردی کے لئے جو شرط لگا دی گئی ہے اس کے بھیانک نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی ہم اپنے آپ کو بدلنے کے لئے تیار ہیں۔ کیا اب بھی ہم اپنے دلوں کو خدا کی طرف متوجہ کرنے کے لئے، آمادہ ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو یقیناً ابدی و سرمدی راحتیں ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔ اُٹھئے! اور خدا کو منانے کا عزم کر ڈالئے۔

اے بار الٰہا! ہمیں توفیق عزم راسخ عطا فرما اور ہمیں ولیا بنا دے جس سے تیری رضا حاصل ہوتی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

عیدِ قرباں!

(از جناب سید محمود حسن قیصر امروہوی)

اے مسلمان! ہو مبارک عید قربانی تجھے
یہ نشاطِ روح یہ تقریب ایمانی تجھے!

نذر ہو تیری قبولِ بارگاہِ کردگار!
جادۂ حق و صداقت پر رہے تو استوار

اے کہ تو ہے منزلِ عزم و عمل سے دور تر
عید قرباں کے معانی سے نہیں تو بہرہ ور

تو سمجھتا ہے کہ چہرہ کی بشاشت عید ہے
پان کی لالی میں ہونٹوں کی طراوت عید ہے

عید کو سمجھا ہے تو ملبوس دیباؤ حریر!
عید ہے تیری نظر میں ایک جشنِ دلپذیر

مانگ چوٹی، عطر، غازہ، طرۂ و تاج و کلاہ
عید قرباں کا یہی مقصد ہے کیا اے کم نگاہ؟

کیا مذاقِ نغمہ و مے، لطفِ صحبت عید ہے؟
مہوشوں کی بزم میں حرف و حکایت عید ہے؟

التفاتِ بت بہ طرزِ محرمانہ عید ہے؟
عشوۂ و انداز و نازِ دلبرانہ عید ہے؟

تو سمجھتا ہے شکوہِ بادشاہی عید ہے
طنطنہ، نخوت، تبختر، کج کلاہی عید ہے

تند خوئی، تمکنت، عجب و تفاخر، برتری!
سچ بتا! کیا عید ہے مردِ مسلماں کی یہی

عید اک انعامِ ایزد ہے مجاہد کیلئے
بندگیٔ حق کا اک تمغہ ہے عابد کے لئے

بندۂ زر کے لئے توقیر و خلعت عید ہے
مردِ حق کو غازۂ خونِ شہادت عید ہے

مژدۂ نصرت ۔ نویدِ کامرانی عید ہے   جرأتِ حق ، عزم و ہمت کا جو حق عید ہے

آ دکھاتا ہوں تجھے اہلِ وفا کا حوصلا

ہے منیٰ میں آج جشنِ عید قربانی بپا!

آرہا ہے سر جھکائے ایک مردِ حق نیوش   رہروِ عزم و طلب غازی مجاہد سرفروش

شاد و خرم ، مطمئن ، بشاش ، خنداں سرخرو   موجزن رُخ پر نشاطِ کامرانی کا لہو

سرو قامت ، نرم سیر ، آہستہ رو ، فرخندہ گام   پاک طینت ، پاک باطن ، پاک دل ، نیکو مرام

رُخ پہ گردِ راہ منزل غازۂ روئے حیات   ماتھے پر قطرے عرق کے آبروئے کائنات

صرصرِ باطل میں وہ ایماں کا تابندہ چراغ   شرک کی محراب میں اخلاص کا روشن ایاغ

پیاس سے سوکھے ہوئے لب ذکرِ حق سے تر زباں   قوتِ کونین بازو میں ، بظاہر ناتواں

حرفِ شکرِ حق زبان پر ، ہاتھ میں تیغِ دو دم   قلزمِ اخلاص کا سینہ میں طوفاں موجزن

مرضیٔ مولا کو تاجِ مکرمت سمجھے ہوئے   حکم ذبحِ لختِ دل کو مرحمت سمجھے ہوئے

ضبط کے ماتھے پہ ہمت نے شکن آنے نہ دی   بے تامل پھیر دی بیٹے کی گردن پر چھری

رہ گئے ششدر ملک تھرا اٹھے ارض و سما   غش ہوئے لوح و قلم ، ہلنے لگا عرشِ خدا

ساحتِ تقدیس میں گونجی صدائے آفریں

جھک گئی عزمِ خلیلی پر دو عالم کی جبیں

(معارف)

اعلان

مسلمانانِ صوبہ بمبئی سے مخلصانہ استدعا کی جاتی ہے کہ وہ اپنے دینی ترجمان "عل

کو صوبہ کے ہر ضلع ، ہر تحصیل ، ہر قصبہ ، اور ہر پرگنہ میں پہنچنے اور دینی پیام سنانے کا م

نبیؐ کا طریقِ دعوت و اصلاح

(از مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی)
(مترجمہ مولوی محمد رابع صاحب ندوی)

(الفرقان کے شکریہ کے ساتھ، محبِ مخلص مولانا علی میاں صاحب کا، وہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے جو پمفلٹ کی شکل میں، عربی زبان میں، اہلِ عرب اور بالخصوص حرمین کے مکینوں میں دینی دعوت کو اپنانے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے، شائع کیا گیا تھا، اور جس کو شستہ و پاکیزہ اُردو میں عزیزم مولوی محمد رابع صاحب ندوی نے منتقل کیا ہے۔

مضمون میں مقامِ دعوت، اس کا ماحول اور کوائف کو جس اچھوتے انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ بجائے خود ایک دعوت ہے، اس اُمت کے لئے، غور و فکر کی جو دینی دعوت کی داعی اول ہونے کی دعویدار ہے، کہ عرب قبل اسلام کا جو خاکہ اس مضمون میں دیا گیا ہے وہ کہیں ہم پر بھی تو نہیں چسپاں ہو رہا ہے مضمون اگرچہ بیٹھی والوں کے لئے بہت ہی خشک ہے (اور اس لئے خشک ہے کہ مضمون کے پہلے مخاطب، اہلِ علم و فکر ہیں) لیکن تشخیص و علاج کی پوری تفصیل دین کا درد رکھنے والے، ہر درد مند کے لئے اس میں موجود ہے۔

صوبہ کے مختلف گوشوں میں، جو حضرات دین کی خدمت میں خلوص کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اُمید کہ وہ اس مضمون کو اسی نظر سے دیکھیں گے، جس کا وہ مستحق ہے۔ انشاء اللہ العزیز، کام کی نئی نئی راہیں ان کے لئے کھل جائیں گی۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دُنیا کی کیفیت ایک ایسے مکان کی سی تھی جس کی بنیادیں زلزلے نے ہلا دی تھیں۔ اس کی ہر چیز بے محل اور بے قرینہ ہو گئی تھی، اس عمارت کا ساز و سامان، جو ٹوٹنے پھوٹنے سے بچ رہا تھا اس کی شکل بگڑ گئی تھی کہیں کی چیز کہیں پڑی تھی، کہیں سامان گیا تھا اور کہیں بالکل جھاڑ و بہر گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم کو ایک نبی کی نگاہ سے دیکھا۔ آپ کو وہاں ایسا انسان نظر آیا جس کی نظر میں اپنی ہستی خود حقیر تھی، وہ درخت، پتھر اور پانی کی پرستش کرتا تھا بلکہ وہ ہر بے بس چیز کو معبود بنا چکا تھا۔ آپ نے وہاں ایسا مسخ شدہ انسان دیکھا جو روزمرہ کی اور حقیقتوں کے ادراک سے قاصر تھا۔ ایسا انسان جس کا فکری نظام مختل ہو چکا تھا اس کے جانتے غلط کام کر رہا

سکتے، اس کے لئے علم نظری بدیہی اور بدیہی نظری بن گیا تھا۔ یقینی اور قطعی چیزوں میں اس کو شک ہونے لگا تھا
مشکوک و مشتبہ چیزیں قطعیات و یقینیات بن گئی تھیں اس کا ذوق فاسد ہو گیا تھا۔ بد ذائقہ چیزیں اس کو خو
اور خوش ذائقہ بد ذائقہ معلوم ہونے لگی تھیں اس کا احساس باطل ہو چکا تھا۔ دوست اور خیر خواہ کے ساتھ اس کی
اور دشمن اور بد خواہ کے ساتھ اس کی دوستی تھی۔

آپ نے پھر معاشرے پر نظر ڈالی تو دنیا ہی کا مرقع نظر آیا، ہر چیز غلط شکل یا غلط جگہ پر نظر آئی۔
معاشرے میں بھیڑیے کو گلہ کی نگہبانی اور ظالم فریق کو فصلِ خصومات کا کام سپرد کر دیا گیا تھا۔ اس سوسائٹی میں مجرم
اور آرام تھا اور نیک سیرت زحمت و کلفت میں مبتلا تھے۔

اس معاشرے میں اخلاق کی پاکیزگی اور نیک چلنی سے بڑھ کر کوئی جرم اور حماقت اور بداخلاقی اور بد اطوا
بڑھ کر کوئی ہنر اور قابلیت کی بات نہیں سمجھی جاتی تھی۔

آپ نے اس معاشرے میں ہلاکت آفریں اطوار دیکھے جو دنیا کو ہلاکت کے غار میں دھکیل رہے تھے آپ
شراب نوشی کو بدمستی بداخلاقی کو جنون اور سود خواری کو، لوٹ کھسوٹ، مال کی محبت کو بوالہوسی اور جوع البقر کی
پایا، سنگدلی اور بے رحمی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ لڑکیاں زندہ دفن کر دی جاتی تھیں اور لڑکے بچپن میں قتل کر د
جاتے تھے بادشاہ ایسے جو اللہ کے مال کو ہاتھ کا میل اور اللہ کے بندوں کو خانہ زاد سمجھتے تھے، عالم و درویش
جو خود خدا بن بیٹھے تھے۔ لوگوں کا مال کھاتے اڑاتے اور خدا کے راستے سے خدا کے بندوں کو روکنے کے سوا
کچھ مشغلہ نہ تھا۔

جو قابلیتیں انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے میسر ہوئی تھیں وہ بڑی بے دردی سے ضائع ہو رہی
یا بے محل خرچ ہو رہی تھیں ان سے فائدہ اٹھایا نہیں گیا تھا اور نہ ان کو صحیح رُخ پر لگایا گیا تھا۔ شجاعت اور
نے ظلم زبردستی، فیاضی و دریا دلی نے اسراف اور فضول خرچی خودداری اور غیرت نے جاہلی حمیت، ذہانت
نے دھوکہ بازی اور حیلہ سازی کی شکل اختیار کر لی تھی، عقل کا کام صرف اتنا رہ گیا تھا کہ جرائم کے نئے نئے طر
ایجاد کرے اور خواہشات کی تسکین کے لئے نئے نئے راستے پیدا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد اور انسانی ذخیروں کو دیکھا وہ ایک ایسا خام مال تھا جس کو کوئی تج
کار یگر نصیب نہیں ہوا تھا جو اس سے تمدن کا صحیح ڈھانچہ تیار کرتا۔ یہ لکڑی کے تختے تھے جو پڑے پڑے گ
رہے تھے۔ کوئی ایسا نہ تھا جو ان کو جوڑ کر زندگی کا جہاز تیار کر لیتا۔

آپ نے قوموں کو دیکھا تو بھیڑوں کے چند گلے نظر آئے جن کا کوئی چرواہا نہ تھا، سیاست شتر بے مہار تھ
قوت ایک تلوار تھی جو ایک بدمست کے ہاتھ پڑ گئی تھی جس سے وہ خود اپنے کو اور دوسروں کو زخمی کر رہا تھا۔

اس خراب و ابتر زندگی کا ہر شعبہ مصلح کی پوری زندگی کا طالب تھا، اور اس قابل تھا کہ وہ اس کی سار
کا مرکز بن جائے اور اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی فرصت نہ دے، اگر کوئی عام انسان ہوتا تو اس زندگی کے ایک

پر اپنی ساری کوششیں لگا دیتا اور پوری عمر کو سوسائٹی کے صرف ایک مرض پر قربان کر دیتا۔ لیکن انسان کی
ت تو معاملہ بہت پیچیدہ اور نازک ہے۔ اس میں بہت سے چور دروازے ہیں اور عجیب عجیب روزن ہیں۔
اصل کمزوری اور مرکزی سرے کو پکڑ لینا آسان نہیں۔ جب انسان کا مزاج بگڑ جاتا ہے یا اس میں کجی پیدا
ہے تو اس کے صرف ایک عیب کو درست کرنا اور ایک ہی کمزوری کے پیچھے پڑ جانا کارآمد نہیں اور نہ کسی
عادت کو سنوارنا سودمند ہے جب تک اس کا رخ شر سے پھیر کر خیر کی سمت اور خرابی سے ہٹا کر درستی
ب نہ کر دیا جائے اور زندگی میں بگاڑ کی جو جھاڑی اُگ آئی ہے اس کو نہ اکھاڑ پھینکا جائے اور اس کی زمین
س اور خود رو پودوں سے صاف نہ کر دیا جائے تاکہ نیکی اور خیر کی محبت اور اللہ عزوجل کے خوف کا پودا اس میں
اسکے۔

انسانی معاشرے کی ہر کمزوری اور ہر عیب پوری پوری زندگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ بعض اوقات پوری پوری
کی زندگیاں اس کے مقابلے میں مصروف کار ہو جاتی ہیں اور بناؤ پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کسی ملک میں شراب کی
پڑ گئی ہے اور زندگی کا فلسفہ ہی اس نے نا و نوش سمجھ لیا ہے تو اس سے منہ لگی شراب چھڑانی آسان نہیں ہے
ئی کس بات کا نتیجہ ہے؟ ایک ایسی ذہنیت اور مزاج کا جو مزہ کا عاشق ہے چاہے وہ لذت زہریلی ہوئی ہو،
دی اور خود فراموشی کا طالب ہے چاہے ہزار گناہ سے خریدی جا سکتی ہو اس افتادِ طبیعت اور اس ذہن کو تحریر
و شراب کے طبی نقصانات کی تفصیل اور سخت سخت قوانین جرمانوں سے روکا نہیں جا سکتا۔ امریکہ کا تجربہ اس بارے
ارے سامنے ہے اس کو صرف عمیق نفسیاتی تبدیلی سے روکا جا سکتا ہے۔ اس کے سوا اگر کوئی اور طریقہ اختیار
تو جرائم دوسرے رنگ میں ظاہر ہوں گے اور اپنے لئے دوسرے راستے پیدا کر لیں گے۔

عرب کے ملک میں کام کا بہت وسیع میدان تھا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی قومی رہنما یا محب وطن
ہوتے اور ان کا طریقہ سیاسی اور ملکی رہنماؤں جیسا ہوتا تو آپ کے سامنے بہتر صورت یہ تھی کہ آپ عرب کو ایک وطن
ے کر عربی قبائل کا ایک اتحاد قائم کرتے اور عرب کی مضبوط طاقتوں سے ایک پختہ اور جنگجو بلاک بنا لیتے اور
عربی ریاست یا جمہوریہ کی بنیاد رکھتے جس کے آپ نہایت آسانی کے ساتھ صدر ہو سکتے تھے۔ ایسی صورت
ابوجہل، عتبہ وغیرہ آپ کے ساتھ پورا اشتراک عمل کرتے اور آپ کو عرب کی قیادت سونپ دیتے کیونکہ ان کو
کی صداقت امانت کا مشاہدہ تھا۔ انہوں نے آپ کو مکہ کے سب سے بڑے اختلافی مسئلہ میں حکم بنایا تھا
نے قریش کا نمائندہ بن کر آپ کے سامنے عرب کی سرداری کی پیش کش کی تھی اور کہا تھا کہ اگر آپ قیادت چاہتے
ہم کو ذرا اختلاف نہیں، آپ زندگی بھر ہمارے قائد رہیں گے پھر اگر آپ کو یہ سیاسی مقام حاصل ہو جاتا تو آپ
لئے ایرانی یا رومی سلطنت پر چڑھائی آسان تھی آپ عرب شہسواروں کے ذریعہ ایران و روم کی سلطنت پر حملہ
تھے اور عجمیوں کو مغلوب کر کے اور روم و فارس پر عرب کی فتح کا پھریرا اڑا سکتے تھے یہ کتنا دلکش خواب
عربی جذبۂ نخوت کی اس میں کیسی تسکین تھی، اور اگر آپ ان دونوں شہنشاہیوں سے بیک وقت برسرپیکار

آپ مکہ میں تیرہ سال تک مقیم رہے، مسلسل توحید، رسالت، آخرت پر یقین کی دعوت پوری صراحت سے دیتے رہے آپ نے اس کے لئے ذرا بھی ہیر پھیر کا راستہ اختیار نہیں کیا، نہ مخالفوں کی ادنیٰ رعایت کی، نہ وقتی مصلحت کے لئے اپنی دعوت میں لوچ اور لچک گوارا کی، اسی دعوت کو ہر مرض کی دوا، اور ہر بند قفل کی کنجی سمجھا، ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو اس کے بارہ میں ادنیٰ تذبذب بھی نہیں ہوا۔

قریش نے اس دعوت کے مقابلے میں گھٹنے ٹیک دیئے اور جاہلیت کے جھنڈے کے نیچے آپکے مقابل آگئے اور تمام ملک میں آپکے خلاف آگ لگا دی اور اسلام کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ اب آپ پر ایمان لانا اس شیر دل مرد کا کام تھا جو موت سے نہ ڈرتا ہو، جو اپنے عقیدہ اور یقین کے لئے آگ میں کودنے اور انگاروں پر لوٹنے کے لئے تیار ہو، جو دنیا کی تمام ترغیبات سے منہ موڑ چکا ہو اور ساری دنیا سے رشتہ توڑ چکا ہو۔ قریش کے جوان مرد آگے بڑھے یہ عجلت کا فیصلہ اور نوجوانی کا اقدام نہ تھا، وہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال رہے اور زندگی کے دروازے اپنے لئے بند کر رہے ہیں۔ کوئی دنیاوی ترغیب یا لالچ اس کی محرک نہ تھی کہ اس فیصلہ سے صرف خطرات کا دروازہ کھلتا تھا اور ہر طرح کے دنیاوی فوائد اور راحت کے دروازے بند ہوتے تھے اور صرف یقین کی ایک طاقت تھی اور آخرت کی لالچ تھی انہوں نے ایمان کی طرف بلانے والوں کو پکارتے سن پایا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ۔ یہ پکار سنتے ہی زمین ان پر تنگ ہو گئی، طبیعتیں بھینچنے لگیں، راتوں کی نیند اڑ گئی، نرم بستر کانٹوں کی طرح چبھنے لگے۔ انہوں نے دیکھا اللہ اور رسول پر ایمان لانا اور اپنے یقین کا ساتھ دینا ان کے لئے ضروری ہو گیا ہے وہ دل و دماغ کے فیصلہ اور اپنے یقین کی مخالفت کر کے خوش نہیں رہ سکتے تھے۔ حقیقت ان پر ظاہر ہو چکی تھی، وہ اس حقیقت کو ٹال نہیں سکتے تھے۔ حیوانی زندگی سے ان کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ وہ اس کی اس میں دوبارہ پھنسنا نہیں سکتے تھے۔ ایک کانٹا تھا جو ان کے دل میں چبھ رہا تھا وہ اس کانٹے کو پال نہیں سکتے تھے آخر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے اور اسلام لانے کا فیصلہ کر لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شہر کے محلہ میں تھے، چند گز کا فاصلہ، مگر قریش نے آپ کو اتنا دور کر دیا تھا اور راستہ اتنا پُر خطر بنا دیا تھا کہ آپ تک پہنچنا ایک دور دراز اور نہایت خطرناک سفر تھا، شام و یمن کو تجارتی قافلہ لے جانا اور عرب کے رہزنوں سے بچ کر نکل جانا اتنا مشکل نہ تھا جتنا مکہ کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا اور آپ سے ملنا مشکل تھا۔ لیکن وہ آپ تک پہنچے، آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور اپنی زندگی آپکے حوالے کر دی ان کو زندگی کا خطرہ تھا اور آزمائشوں اور مشکلات کا یقین تھا مگر انہوں نے قرآن کی یہ آیت سنی تھی احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین (کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔ ہم نے تو ان سے پہلے لوگوں کو خوب آزمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جو سچے ہیں اور وہ جھوٹوں کو ضرور معلوم کرے گا) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا تھا کہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی

یقول الرسول والذین امنوا معہ متیٰ نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب (کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ جنت میں یوں ہی داخل ہوجاؤگے اور تم پر وہ حالات نہیں گزریں گے جو پہلے گذر چکے، ان کو مصیبت اور نقصانات سے سابقہ پڑا اور وہ ہلا کر رکھ دیئے گئے۔ حتیٰ کہ رسول اور ان کے ساتھ کے ایمان لانے والے کہنے لگے کب مدد آئے گی۔ معلوم ہو کہ مدد بس قریب ہے) آخر وہی پیش آیا جس کی قریش سے توقع تھی، قریش نے اپنا ترکش ان بے لبسوں پر خالی کردیا اور سب تیر آزمائے مگر ان کی پختگی اور یقین بڑھتا ہی گیا (اور کہنے لگے اسی کا توہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا، اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس نے ان کے ایمان اور سپردگی میں اضافہ ہی کیا) ان آزمائشوں اور ابتلاؤں سے ان کے عقیدہ میں مزید پختگی، ان کے یقین میں استحکام، ان کے دینی احساس میں ترقی اور ان کے ایمان میں لذت وحلاوت پیدا ہوئی، ان کی طبیعتوں میں نکھار پیدا ہوا، اور وہ اس بھٹی سے کھرا سونا بن کر نکلے۔

اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن کی روحانی غذا پہنچا رہے تھے اور ایمان کے ذریعہ انکی تربیت فرما رہے تھے اور آپ ان کو طہارت بدنی خشوع قلبی خضوع جسمانی اور حاضر دماغی کے ساتھ دن میں پانچ بار رب العالمین کے حضور میں جھکاتے۔ ان میں روز بروز روحانیت کی بلندی، قلب کی صفائی، اخلاق کی ستھرائی مادی گرفت سے آزادی اور خواہشات کی اتباع سے چھٹکارا حاصل ہو رہا تھا اور مالک ارض وسما کا عشق اور شوق بڑھ رہا تھا۔ آپ ان کو تکلیف میں صبر اور درگزر اور ضبط نفس کی تلقین فرماتے تھے، لڑائی ان کے خمیر میں داخل تھی تلوار سے ان کا ازلی رشتہ تھا۔ وہ لوگ اس قوم سے تھے جس کی تاریخ لبوس و داحس وغبراء کی خونیں داستانوں سے پُر ہے یوم الفجار کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جنگی سرشت انسانوں کو تھامے ہوئے تھے اور ان کی عربی نخوت کو ایمان کی طاقت سے دباتے ہوئے تھے۔ آپ ان سے کہتے (اپنے ہاتھوں کو روکے رہو اور نماز قائم کرو) وہ آپ کے حکم سے موم ہوگئے تھے، بغیر ادنیٰ بزدلی کے انہوں نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا۔ وہ سب برداشت کررہے تھے جو دنیا کی کسی قوم نے برداشت نہیں کیا تاریخ نے ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جس میں کسی مسلمان نے اپنے نفس کی طرف سے مدافعت کی ہو اور جوابی یا انتقامی کارروائی کی ہو۔ ضبط کی یہ انتہائی مثال ہے جو ہمیں کسی جماعت کی تاریخ میں ملتی ہے۔ (الفرقان)

خریدارانِ عدل کی خدمت میں

دین کی خدمت کے یہ دو طریقے بھی ہیں۔

(۱) "عدل" کی توسیع اشاعت کی کوشش فرمائیے۔

(۲) ادارۂ تبلیغ الاسلام کے تبلیغی اسباق تبلیغی خطبات، قرآنی اسباق اور دوسرے دینی و تبلیغی رسائل کو منگوائیے۔ پڑھئے پڑھوائیے۔

مساواتِ اسلام

بارگاہ نبوی کے جو موذن تھے بلالؓ
کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں
جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر

میں غلام حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں!
یہ بھی سُن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر

ان فضائل پہ مجھے خواہشِ تزویج بھی ہے
ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر

گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
جس طرف اس حبشی زادہ کی اُٹھتی تھی نظر

عہد فاروقؓ میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات
یہ کہا حضرتِ فاروقؓ نے با دیدۂ تر!

اُٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا
اُٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر

(علامہ شبلیؔ)

توجہ فرمائیے

عدالیکی اسی اشاعت میں، ایک اپیل شائع کی جا رہی ہے۔ جس کا عنوان ہے :۔
"اشاعت دین کے لئے، دینی جذبہ رکھنے والے مسلمانوں کی خدمات کی ضرورت" اس اپیل کو ضرور پڑھئے
اور اگر آپ عدیم الفرصت ہوں، تو کم از کم اپنے مخصوص دوستوں تک اس اپیل کو ضرور پہنچا دیجئے۔ ممکن ہے وہ اس خدمت
کے لئے تیار ہو جائیں۔

اپیل

اشاعتِ دین کیلئے

دینی جذبہ رکھنے والے مسلمانوں کی خدمات کی ضرورت

اس وقت، دین کی اشاعت کے لئے، تمام ممکن وسائل کا اختیار کرنا اور ان کا عمل میں لانا، اس سے بھی
ہیں زیادہ ضروری ہے، جتنا کہ دُنیا کے کسی بڑے سے بڑے کام کا کرنا۔

دین کا کام کس طرح کیا جائے؟ یہ وقت کا سب سے اہم اور سب سے پہلا سوال ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اسی سوال
لے حل پر، ہماری باعزت زندگی کا انحصار ہے۔ دینی نقطۂ نگاہ سے اگر اس سوال کو صحیح طور پر حل کر دیا جائے تو ہماری
ندگی کے باعزت ہو جانے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔

حکماء ملت نے اس کے متعدد طریقے، اپنے اپنے وقت پر تجویز فرمائے اور بلاشبہ وہ سب ہی، اپنی اپنی جگہ
فید اور با اثر ہیں۔ ان میں سے چند آپ کے سامنے بھی پیش کئے جاتے ہیں:-

(۱) دین کی اعلیٰ تعلیم گاہوں کا قیام جن میں قرآن (بالتفسیر و تشریح) اور حدیث پر خاص توجہ ہو۔
(۲) دینیات و اخلاق کے ابتدائی مکاتب و مدارس کا قیام۔
(۳) تبلیغ دین کے لئے حاملانِ دین کا، شہر، قصبات اور دیہاتوں میں دورہ کرنا۔
(۴) ملکی زبان میں دینی مسائل اور دینی نظام پر تقریر و تحریر کے ذریعہ دینی فضا پیدا کرنا۔
(۵) دینی اخبارات و رسائل کا اجراء۔
(۶) نئی ایجادات سے، دینی رنگ میں، دین کے لئے فائدہ اُٹھانا۔
(۷) اس قدر عربی زبان کی تعلیم جس سے قرآن کے معانی سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

دین کو بلند و بالا کرنے کے لئے، یہ چند صورتیں آپ کے سامنے ہیں اور انہیں کو سامنے رکھ کر ادارۂ تبلیغ الاسلام
ہی نے بھی ایک تجویز مرتب کی ہے۔ جو آپ کے علم کے لئے ذیل میں درج کی جاتی ہے، دین کی خدمت کے لئے جو آپ
صورت مناسب سمجھیں اختیار فرمائیں، مگر یہ نہ ہو کہ آپ ہر صورت کو نظرانداز کر دیں ورنہ خداوند بزرگ و برتر
سخت بازپرس کا خطرہ ہے۔

تجویز کے درج کرنے سے پہلے اتنا اور عرض کر دینا ضروری ہے کہ جس حقیقت اور ضرورت کو پیش نظر

رکھ کر ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی نے دینی و اصلاحی کام کو شروع کیا تھا۔ اس کا سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک جاری ہے۔ لیکن جس وسیع پیمانے پر اس کام کو انجام دینے کا جذبہ خادمانِ ادارہ کے دلوں میں موجزن ہے۔ وہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ پورے صوبہ بمبئی کی ہر ہر بستی کے مسلمان ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ ہم اس یقین کے ساتھ اس اپیل کو آپ کی خدمت میں بھیج رہے ہیں کہ آپ نہ صرف اپنی بستی میں ہماری تجویز پر عمل پیرا ہوں گے بلکہ اپنے قرب و جوار میں بھی اس تجویز کو روشناس کرائیں گے۔

تجویز

(۱) ہر بستی اور آبادی میں کوئی ایک مردِ خدا، ادارہ کے دینی و تبلیغی لٹریچر کی اشاعت کی ذمہ داری لے لے۔

(۲) ہر بستی میں کم سے کم پچیس کا پیاں ہمارے پمفلٹ، تبلیغی اسباق و خطبات اور دینی رسائل کی پہنچیا ضروری ہیں۔ جن کی قیمت بہت معمولی ہوگی۔

(۳) ان کتابوں کی قیمت پچیس پرسنٹ کم کرکے لی جائے گی۔ اس کمی کو کمیشن سمجھا جائے۔ ذمہ دار کو اختیار ہے کہ خواہ وہ اس کمیشن کو خود لے لے یا اس کمیشن کے بدلہ میں مزید کتابیں منگوا لے۔

(۴) ان کتابوں کی روانگی پر جو ڈاک کا صرفہ ہوگا اُسے ادارہ برداشت کیا کرے گا۔

(۵) ذمہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی آبادی میں کم سے کم پچیس ایسے آدمی ضرور تیار کرلے، جو ان کتابوں کی ایک ایک کاپی برابر لے لیا کریں۔

(۶) کتابوں کی فروخت کے بعد، پچیس فی صدی وضع کرکے باقی رقم ادارہ کو بذریعہ منی آرڈر بھیج دی جائے نیم منی آرڈر بھی کمیشن سے نہیں ادارہ کی رقم سے ادا کی جائے۔

(۷) جس آبادی میں یہ لٹریچر بصورت مذکورہ تقسیم ہوگا۔ وہ ایک اصلاحی سنٹر ہوگا اور دینی کاموں سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو چاہیئے کہ موقع سے فائدہ اُٹھا کر زائد سے زائد، دینی فضا کو مہیا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی مرکزی ادارہ سے خواہ مخواہ تعلق قائم کریں لیکن، اپنی جگہ پر کام از بس ضروری ہے اور مفید بھی۔

(۸) ذمہ دار شخص، اس بات کی کوشش کرے، کہ آبادی کی مساجد، محفلوں، جماعت خانوں اور اداروں اور مدارس میں لٹریچر پڑھا جائے، خاص طور پر جمعہ کے دن قبل یا بعد نماز جمعہ اس لٹریچر کو سنانے کا اہتمام کیا جائے تو بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ اگر آپ کو دینی کام کی اس تجویز سے اتفاق ہے اور آپ صرف اللہ اس کام کے کرنے کو تیار ہیں تو جلد سے جلد، اپنے ہمدردوں سے مشورہ کرکے ادارہ کو مطلع فرمائیے۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیے کہ کی ہر اشاعت کی کس قدر تعداد آپ کی خدمت میں بھیجی جایا کرے۔

ملتمس، وددوالحق ندوی، خلیل احمد جامی

خط و کتابت کا پتہ ...

تبلیغ فریضۂ مذہبی ہے

(جناب مولانا محمد عمر صاحب مہتمم مدرسۂ اسلامیہ امدادیہ قصبہ سلون رائے بریلی)

آج مسلمان جس درجہ بے عملی کی زندگی بسر کر رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں ماحول کے اثرات نے اس کو
عواقب سے غافل کر دیا ہے۔ وہ اس قدر سوچنے اور سمجھنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ زندگی کا ما حصل کیا ہے اور
حیثیت سے ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ بڑی وجہ اس کی یہی ہے کہ ہمارا ایمان قیامت اور اس کے ہولناک واقعات پر
رسمی اور خاندانی طور پر ہے حقیقی معنی میں ایمان بالقیامۃ جس کا نام ہے وہ مفقود سا ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے
کے خوف سے موجودہ حالت میں نہ کوئی انقلاب پیدا ہوتا ہے نہ قلب میں کسی قسم کا خوف و انتشار پایا جاتا ہے
واقعات کے ذکر سے کچھ رقت طاری ہوتی ہے بلکہ ایسے واقعات کا سننا بھی گوارا نہیں ہوتا اسلاف میں یہی
کو تمام برائیوں سے روک دیتی تھیں اور دل و دماغ پر اس کا اتنا اثر پڑتا تھا کہ بے ہوش ہو جاتے
وہ اس سے رونے لگتے تھے۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ دو صحابیوں میں وراثت کے متعلق
گواہ کسی کے پاس موجود نہ تھے دونو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے آپ نے فرمایا
ممکن ہے کہ کوئی فریق چرب زبان اور تیز زبان ہو جس کے موافق میں فیصلہ کر دوں مگر اس کو یقین کر لینا
اس کا حق نہیں ہے تو میں نے اس کے گلے میں آگ کا طوق لٹکا دیا ہے۔ دونو حضرات یہ سن کر رونے لگے
دوسرے کو اپنا حق دینے پر تیار ہو گیا۔ غور کرو یہ گریہ و بکا اور اپنے حق سے دست برداری کس چیز نے
آخرت کے خوفناک واقعات ان کے سامنے تھے اور ان کو اس پر اس درجہ اذعان و یقین تھا، کہ
اس کا ازالہ نہیں کر سکتی تھی آج اسی چیز کے فقدان سے مذہبی اور اخلاقی حالت اپنی اس درجہ خراب ہو گئی
الامان والحفیظ بکثرت حقوق کے جھوٹے دعوے عدالت میں دائر ہیں۔ اس کو سچا ثابت کرنے کے لئے ایمان
قلابے ملائے جا رہے ہیں۔ جھوٹی شہادتیں فراہم کی جا رہی ہیں اور چند ٹکوں کے عوض میں لوگوں کا ایمان
رہا ہے۔ ایک سے زائد مسلمان اس خرید و فروخت کو استحسان کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ محض عوام ہی نہیں
خواص بھی اس دین فروشی کے لئے تیار نظر آتے ہیں پھر بھی ان کا شمار مسلمانوں میں ہے اور مردم شماری
خانۂ مسلم میں درج کئے جا رہے ہیں حالات نہایت پریشان کن ہیں ماحول ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ نہ خود کو
توفیق ملتا ہے نہ مصلحان قوم کی اس طرف توجہ ہے۔ تبلیغی مواعظ کے بجائے سیاسی تقریریں ہو رہی ہیں

ثواب عذاب قصہ پارینہ بن گیا ہے۔ نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقہ ایسے جلسوں میں آنا پسند نہیں کرتا جس میں جنت دوزخ کا تذکرہ کیا جائے۔ ان کو ملاؤں کی باتیں کہہ کر مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ رنگ زمانہ دیکھ کر ؎ زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ بساز ۔ اکثر پڑھے لکھے واعظین نے اپنا رنگ بدل دیا ہے اور بجائے قرآن حدیث اور سیرت صحابہ بیان کرنے کے یورپ اور امریکہ کے لیڈروں اور فلاسفروں کا تذکرہ کیا جاتا ہے ایسی حالت میں علمائے حق کا فرض ہے عوام سے متاثر نہ ہوں بلکہ ان کے اندر اپنا اثر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ صحیح تعلیمات پیش کرکے ان کے حالات کو بہتر بنانے کی جدوجہد کرتے رہیں اگرچہ عوام کا مذاق بہت کچھ بگڑ چکا ہے مگر غور کرو تو اس میں بہت کچھ اپنی بھی کوتاہیاں ہیں ، ایسی حالت میں جیسا کہ طبیب کا فرض ہے کہ اگر مریض اپنے مرض سے واقف نہیں ہے اور علاج فکر نہیں کرتا مریض یوماً فیوماً ترقی کر رہا ہے جس سے مریض کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اندریں حالت طبیب کو چاہیے کہ خود کو مریض تک پہنچائے اور نہایت محبت اور رفق کے ساتھ اس کو فہمائش کرے تاکہ وہ علاج کی طرف مائل ہو اور اپنے کو ہلاکت سے بچا سکے۔ اسی طرح علمائے حق کا بھی فرض ہے کہ عوام جب اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ حق و ناحق کا احساس جاتا رہا ہے اور زہر ہلاہل کو تریاق سمجھ رہے ہیں ان کے خیالات و رجحانات میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش بلیغ کریں اور رفق و ملاطفت سے ان کو راہ حق کی طرف متوجہ کرکے کج روی سے بچائیں ، اور نہایت جدوجہد کے ساتھ تبلیغی سلسلہ جاری کریں ۔ بمبئی میں مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ میرے لائق دوست جناب مولانا قاری ودود الحی صاحب نے تبلیغی ادارہ قائم کیا ہے جس میں کافی کام ہو رہا ہے۔ ایک رسالہ "عدل" بھی اس سلسلہ میں جاری کیا ہے جو اپنی طباعت اور مضامین کے اعتبار سے نہایت دلچسپ اور خوشنما ہے اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائیں اور جزائے خیر عطا کریں۔

وقت کی پکار اور ہمارا دینی فرض

(از جناب محی الدین صاحب ایوبی)

کوئی سمجھ دار انسان سچ بولنے، پورا تولنے، ایک دوسرے کے دُکھ درد میں کام آنے، ایمان داری برتنے، وعدہ
ـنے، عدل و انصاف اختیار کرنے، دوسروں پر ترس کھانے اور جہاں تک ہو سکے معافی اور درگذر سے کام لینے
ـ نہیں جانتا۔ اسی طرح کوئی آدمی بھی جھوٹ بولنے، عہد توڑنے، دوسروں کو تکلیف دینے، بے ایمانی دھوکے
ـے کام نکالنے کو اچھا نہیں کہتا، لیکن دنیا میں کتنے آدمی ہیں جو میل جول، لین دین، رہنے سہنے، کمانے اور
ـکرنے، لڑنے اور صلح کرنے میں ان جانی بوجھی اچھائیوں اور برائیوں کا خیال رکھتے ہوں۔

آج ہمارا پورا سماج بے چینی، دُکھ اور خوف سے گھرا ہوا ہے، ہمارے گھر اور کارخانے، ہمارے مدرسے
ـرکاری دفتر، بستی میں امن رکھنے والے تھانے اور جھگڑے چکانے والی عدالتیں، شہر کا انتظام کرنے والی میونسپلٹیاں
ـکے قانون بنانے والی اسمبلیاں، ہمسایہ قوموں اور ملکوں میں میل جول رکھنے اور ان کے آپس کے کاروبار کو ٹھیک
ـ چلانے کے لئے بنائی ہوئی انجمنیں سب کی سب نیکی کو کچلنے اور بدی کو اُبھارنے اور پھیلانے کا ذریعہ بنی ہوئی
ـ۔ سب سے بڑھ کر تعجب اور افسوس کی بات یہ ہے کہ جو لوگ دن رات ان اچھائیوں کی تعریف اور بُرائیوں کی مذمت
ـ میں لگے رہتے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی حد تک ان برائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ نیکی اور اخلاق کی بعض بنیادی
ـ تک ان کے روزانہ کے کاروبار میں اتنی وقعت بھی نہیں رکھتیں جتنی ایک پیسہ یا رشتہ دار کی ایک بات۔

سماج کی اس درجہ بگڑی ہوئی حالت ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ذرا سی بھی بے پروائی برتی
ـ۔ دق کے مریض پر جوں جوں وقت گذرتا جائے گا خطرہ کی گھڑیاں اتنی ہی تیزی سے قریب آتی چلی جائیں گی
ـیک منٹ اور ایک ایک سکنڈ جو گذر رہا ہے۔ ہمارے سماج ہی کو نہیں پوری دُنیا کو تباہی اور بربادی کے گہرے
ـی طرف لئے جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں ہر سمجھ دار انسان کا فرض ہے کہ وہ خرابی کی اصل جڑ معلوم کرنے کی
ـرشش کرے۔ اس میں شک نہیں کہ خرابیوں کا احساس بھی سب کو ہے اور اپنے طور پر فرض کو پہچاننے والا ہر سمجھدار
ـ خرابیوں کو دُور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے لیکن درخت اگر اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو یقیناً ہماری
ـشوں کے صحیح اور غلط ہونے کا پتہ بھی ان نتیجوں سے بآسانی چل سکتا ہے جو سماج کو ان برائیوں سے پاک کرنے
ـلسلے میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ ہمارے بوڑھے بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر، ہمارے ادھیڑ ایک دوسرے پر الزام

رکھ رکھ کر، ہمارے نوجوان ایک ایک جوشیلی اور جذباتی تحریک میں اپنی قوت اور صلاحیت کو کھپا کر تھک گئے ہیں۔
اور اخلاق کے عالم اپنے اپنے پیروؤں کو بھلائیوں کی تلقین کرتے کرتے اکتا گئے ہیں۔ قوم کا درد رکھنے والے دو
بے کاری اور جہالت کو بیماری کا اصل سبب سمجھ کر بنک اور انشورنس کمپنیاں، تجارتی ادارے اور کارخانے، دارالمطالعے
لائبریریاں، کالج اور رات کے بالغوں اور بچوں کے اسکول، شفاخانے اور خیراتی فنڈ قائم کرتے کرتے سدھار کی ا
کھو بیٹھے ہیں۔ ان حالات میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی ہمارا مرض انتہا کو پہنچ گیا ہے! اور اب یہ دنیا کی
پہل مرگھٹ کی خاموشی میں تبدیل ہوجانے والی ہے۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اب بھی موقع ہے کہ ہم مرض کی اصل جڑ کا کھوج لگائیں اور
کھودنے کی فکر کریں۔

ہمارے نزدیک انسان کا خدا سے رشتہ توڑ کر شیطان سے اپنا ناتا جوڑنا ان تمام دکھوں، خرابیوں ا
بے چینیوں کی جڑ ہے۔ اور جب تک ہم اللہ سے اپنا رشتہ جوڑنے اور شیطان سے الگ ہوجانے کا تہیہ نہ کرلیں ہ
سنبھلنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔

اس مقام پر نہایت غصہ کی حالت میں پوچھا جاتا ہے کیا ہم اللہ کو نہیں مانتے؟ کیا ہم شیطان پر لعنت نہ
بھیجتے؟ کیا تم نے ہمیں اللہ کا منکر سمجھ لیا ہے؟ یہ سوال دراصل ہماری بے سمجھی کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ اصل ب
یہ ہے کہ لفظی اعتبار سے تو شاید ہی کوئی سمجھ دار انسان خدا کو ماننے سے انکار کرے لیکن جو چیز نتیجہ پیدا کرتی
ہے وہ زبان سے خدا کو ماننا اور شیطان پر لعنت بھیجنا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ان تمام موقعو
جہاں اسے کسی ایک کام کو کرنے اور ایک کام کو نہ کرنے کا اختیار حاصل ہے اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت
کاربند ہو۔ وہ کام کرے جس کا اس نے حکم دیا ہے چاہے اس میں ظاہری طور پر کتنا ہی نقصان نظر آتا ہو اور ک
تکلیف محسوس ہوتی ہو۔ اور ہر اس کام کو چھوڑ دے جس کے کرنے سے اس نے روکا ہے چاہے اس میں کتنا ہی وقتی
نظر آتا ہو اور کتنی ہی راحت پہنچتی معلوم ہوتی ہو۔ اس طرح جب انسان اللہ کے احکام پر عمل کرنا شروع کردے گا
یقیناً اس دنیا پر جہاں وہ بستا ہے امن اور چین، عدل اور انصاف محبت اور دردمندی کا دور دورہ ہو
بھلائیاں پھلے پھولیں گی اور برائیوں کو ہمارے سماج میں ابھرنے کا کوئی راستہ نہ مل سکے گا۔

مگر یہ ہو کیسے؟ خدا کی پوری پوری بندگی اور اطاعت صرف اسی طرح ممکن ہے کہ جو شخص بھی اپنی سا
اور بھلائی اس میں دیکھتا ہے وہ اٹھ کھڑا ہو اور دوسروں کو بھی اسی راستے کی طرف آنے کی دعوت دے
دیکھتے ہیں کہ جب ہمارا ایک بھائی بیمار ہوجاتا ہے تو ہمیں کسی کروٹ چین نہیں آتا۔ ہم دوڑ دھوپ کرتے ہ
اور حکیم کو بلاتے ہیں اور اس وقت تک ہمارے پیروں سے چکر نہیں نکلتا۔ جب تک کہ لے بیماری سے ا
نہ محسوس کرنے لگیں۔

حقیقت میں اپنے رشتہ دار، اپنی برادری، اپنی قوم اور اپنے ملک کی سچی ہمدردی کا تقاضا یہی ہ

ی راستے میں اپنے لئے سلامتی دیکھیں اسی کی طرف دُوسروں کو بھی بلائیں جس راہ کو اپنے لئے کانٹوں بھرا پائیں
ں سے دُوسروں کو بھی روکیں ــــ اور ـــ اس دنیا پر لبنے والے انسانوں میں سے اُن کا جنہیں دُنیا مُسلمان
ی ہے یہی سب سے بڑا فریضہ ہے کیونکہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے ایسے گھرانوں میں پیدا کیا ہے جن میں اس کا
ایت نامہ نہایت ادب و احترام کے ساتھ تلاوت کیا جاتا ہے اور اسے انسانی زندگی کا اٹل اور آخری قانون سمجھا جاتا
ہے مسلمانوں پر اللہ کے احکام پر خود چلنا اور دُوسروں کو بھی اسی طریقہ پر چلانے کی کوشش کرنا اسی طرح فرض
ہے جس طرح ایک رشتہ دار اور جگری دوست کا اپنے بیمار عزیز کو آزمائی اور تجربہ میں لائی ہوئی دوا کے استعمال
پر مجبور کرنا!

دُوسروں کو بھی خدا کی کامل اطاعت کی طرف، جو تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی جڑ ہے، دعوت دینا فرض
ہمدردی کا تقاضا ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ کام اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ تمام انسان، جن سے ہمیں روزانہ کے
کاموں میں واسطہ پڑتا ہے اور جن کے قلم کی ذراسی حرکت اور جن کے ماتھے کا چھوٹا سا بل ہمارے تمام منصوبوں کو
الٹ پلٹ کر دیتا ہے۔ جب تک ہمارے ہم خیال نہ بن جائیں، ہماری طرح وہ بھی نیکی اور اخلاق کو اپنے اپنے
کاروبار اور معاملات کی بنیاد نہ بنالیں، ہمارے کام کاج کی گاڑی خدا کی بندگی کے راستے پر نہیں چل سکتی۔ مثال کے
طور پر ایک کاروباری آدمی چاہتا ہے کہ وقت پر گاہک کو مال پہنچا دے اور جب کھرے دام لیتا ہے تو کھرا مال بھی دے
سکے لیکن وہ ایسا کرنے سے مجبور رہ جاتا ہے۔ اس لئے کہ خود اسے وقت پر سامان مہیا نہیں ہوتا جن سے
اسے واسطہ پڑتا ہے وہ دیر کر دیتے ہیں اور وعدہ پورا کرنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ اسی طرح خود اُسے مال کھرا
نہیں ملتا اب اگر وہ اسے کھوٹا کہہ کر بیچے تو شام کو روٹیوں کے بھی لالے ہیں اس طرح وہ دوسروں کی بدولت
وعدہ خلافی اور بے ایمانی پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہی حال ہمارے تمام معاملات کا ہے انسان ایک دُوسرے سے بندھا
ہے جب تک اس کے تن میں جان ہے وہ اوروں سے الگ ہو کر زندگی ٹھیک طور پر بسر نہیں کر سکتا۔ اس لئے
ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم جس بات کو حق سمجھتے ہیں اور اس پر چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں، دُوسروں سے بھی اس کو حق
منوائیں اور انہیں اس پر چلانے کی کوشش کریں۔

یہ کوشش زور اور ظلم سے نہیں کی جا سکتی کیونکہ جبریہ اطاعت (مارے باندھے کی فرمانبرداری) نافرمانی کے
بیج کو اندر ہی اندر پھیلاتی رہتی ہے اور جب زور اور طاقت کے بل پر اطاعت کرانے والی قوت کمزور پڑتی ہے تو
بغاوت اور نافرمانی کا جذبہ لوگوں پر چھا جاتا ہے اور پھر پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ آدمی غلط طریقے پر
چلتا ہے۔ اس لئے یہ کام نہایت ٹھنڈے اور حکیمانہ طریقے سے ایک سمجھ دار اور درد مند بھائی ہی کی طرح
کیا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب غلطی، شرارت اور فتنہ و فساد کی حد تک پہنچ جائے تو قوت سے
اس کو کم سے کم حد تک دبا دینا بھی نہایت ضروری ہے لیکن لوگوں میں اوپری اور مارے باندھے کی نیکی اور
دل کی گہرائی سے سچی اور اعتبار کے لائق نیکی و ایمان داری اسی وقت پھیلائی جا سکتی ہے جب کہ یہ کام نہایت

حکمت، درد اور خلوص کے ساتھ انجام دیا جائے۔

مسلمانوں کے لئے اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اللہ کی فرمانبرداری کی طرف بلانا صرف اس لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کے بغیر ایک اچھی اور اطمینان بخش زندگی بسر نہیں کر سکتے بلکہ یہ کام اس لئے بھی ضروری ہے کہ اللہ نے ان کے اوپر اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے یہ فرض کر دیا ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اللہ کا پیغام پہنچائیں اور انہیں آخرت کی جواب دہی سے ہوشیار کریں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ

اور یہ قرآن میری طرف اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعہ تمہیں ہوشیار کروں اور جسے یہ پہنچے (وہ دوسروں کو اس کے ذریعے ہوشیار کرے۔

اس مفہوم کو لوگوں پر واضح کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور حکم کے فرمایا :۔

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ كَانَ آيَةً ۔

مجھ سے جو لے اسے دوسروں تک پہنچا دو اگرچہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو

اگر ہم اللہ، اس کے رسول صلعم اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی پر ایک نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ ہماری زندگی میں کیا کچھ خدا کے احکام کے مطابق ہے اور کیا اس کے احکام کے خلاف، جو خدا کی ہدایت کے مطابق ہو اس پر جمے رہیں اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑنے کی فکر کریں، اور اسی کی دوسروں کو دعوت دیں۔

دوسروں کو بھی اس کام کی دعوت دینا اس لئے بھی ضروری ہے کہ مسلمان نام کی جماعت بنانے سے اللہ کا مقصد ہی یہ ہے جیسا کہ کہا گیا :۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے تاکہ تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روک دو اور اللہ پر ایمان رکھو۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

اور اسی طرح ہم نے تم کو اعتدال کی راہ پر قائم رہنے والا گروہ بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ و نگراں رہو اور رسول تم پر گواہ اور نگراں :

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور (کم سے کم) تم میں ایک گروہ تو ایسا ضرور ہی رہنا چاہئے، جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا رہے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکتا رہے۔

شراب کی مذمتیں

(گذشتہ سے پیوستہ)

(مترجمہ جناب عبدالرزاق سعید صاحب)

جب تمہارے اسلاف نے یہ سُنا کہ کیا تم باز آجاؤ گے "فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ" تو کہا اے رب ہم اس سے باز آئے
اپنے اسلاف کی پیروی کیجیے۔ (وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ
ں نے کہا کہ ہم نے سُنا حالانکہ وہ نہیں سُنتے ہیں) اور اُن کے جیسے بھی نہ بنو جنہوں نے کہا "سمعنا وعصينا"
نے سُنا اور نافرمانی کی۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ
الْمُفْلِحُوْنَ ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ ترجمہ:- بے شک
داروں کا جواب یہ ہوا کرتا ہے جس وقت کہ اُن کو اللہ اور اُس کے رسُول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ
ل) اُن کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سُنا اور اطاعت کی اور جو کوئی شخص بھی اللہ اور اُس کے
ی فرمانبرداری کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور پرہیزگاری اختیار کرتا ہے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے
— جو لوگ بوڑھے ہو چکے ہیں اور مدت العمر شراب اُن کی گھٹی میں پڑی رہی ہے اور جو جوان ہیں اور
نوشی کا مرض اُنہیں گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے اور جو مرد اور عورتیں اس موذی اور خطرناک عوگ کا شکار
ہیں اُنہیں چاہئے کہ اس بلا سے چھٹکارا پانے کے لئے سچے دل سے اللہ کے سامنے توبہ کریں اور جان
کہ شراب اور ایمان ایک دل کے اندر یہ دونو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ بُری چیز اچھی چیز کو نکال کر
کر دے اس کا ہر وقت خطرہ لگا ہوا ہے۔

شراب پینے والا اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال کر پھینک دیتا ہے۔ شراب پینے والے پر لعنت
ی ہے اسی طرح شراب بنانے والے شراب نچوڑنے والے، شراب لے جانے اور پہنچانے والے اور وہ لوگ
کے پاس شراب پہنچائی گئی ہو اور شراب پلانے والے ساقی اور شراب خریدنے اور اس کی قیمت استعمال
والے اور شراب فروش اور وہ سب جو شراب کے لین دین اور سودے میں شریک ہوں اُن سب پر
ی ہے اور سب کا شمار ملعونین میں ہوا ہے۔

خمر حرام اس کا پینا حرام اس کی قیمت حرام اور شراب بہشت دُنیا میں سے پرستی کرنے والے پر حرام ہے۔ بادہ پرست گویا ایک قسم کا بُت پرست ہے۔ بادہ پرست پر جنت کے دروازے بند ہیں بلکہ شراب نوشی کا عادی دیّوث اور جس کو ماں باپ نے عاق کر دیا ہو، ان تینوں پر جنت الفردوس حرام ہے۔ شراب خوار کی کوئی نیکی بھی مقبول نہیں۔ بادہ پرستی کرنے والا گویا خدا کے ساتھ شرک و کفر کا مرتکب ہے۔ وہ اہل ہیں پریشان مخبوط الحواس اور بے عقل ہے جو حقیقت سے ناآشنا ہے کہ یہ بدترین فسق و منکر چیز ہے۔ شرابی اگر نماز پڑھے تو اُس کی نماز بھی مقبول نہیں اور اگر مر جائے تو ممکن ہے کہ کفر پر اُس کا خاتمہ ہو۔ شرابی قیامت کے دن پیاسا آئے گا اور اُسے اللہ تعالیٰ جہنم کا کھولتا ہوا گرم پانی پلائے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے "وسُقُوا ماءً حمیمًا فقطّع امعاءَهُم" (انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے اُنکی انتڑیاں کٹ جائیں گی۔)

شرابی کی حدِ شرعی یہ ہے کہ اُسے دُرّے اور جوتوں سے مارا جائے۔ شرابی سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کرلے گا اور اگر توبہ کرلے کے بعد بھی باز نہ آئے تو تیسری یا چوتھی بار شراب پینے پر اسلامی فقہ میں ایک رائے یہ بھی ملتی ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے (بعضوں نے اسّی دُرّے اور قید دینے کے حکم بھی دیئے ہیں)

بدمست شرابی کا کیا بھروسہ اُسے نہ اپنی ماں نہ بہن نہ خالہ نہ پھوپھی نہ بیٹی کسی کا لحاظ نہیں ہوسکتا۔ اُ اپنی سوسائٹی میں سے نکال کر باہر کر دیا جائے اور اپنی بیٹیاں اُس کے نکاح میں نہ دی جائیں۔ شراب پینے والے سے فرشتے دور دور رہتے ہیں۔ شرابی سے مردانگی و علوِ ہمتی جاتی رہتی ہے اور ہدایت و استقامت کے راستے سے دُور بھاگتا پھرتا ہے۔ مروّت فضیلت و شرافت کے نام سے اُسے شرم آتی ہے۔ شرابی سب سے زیادہ بے ہودہ اور فحش گو ہوتا ہے اور قیامت کے دن سب سے زیادہ نادم و پشیمان ہو کر اُٹھے گا کیونکہ وہ بدترین کبیرہ گناہوں سے آلودہ ہوگا۔ شراب کیا ہے :- گناہ، شر، منکرات اور رذیل باتوں قبیح حرکتوں معصیتوں اور فحش کا موکد ترین مجموعہ ۔۔۔ شراب امّ الکبائر و امّ الخبائث ہے۔ ہر بُرائی کی کنجی اور فسق و فجور کی کلید ہے۔ شرابی پر اللہ کا غضب ہے اور اللہ نے اُس کے لئے دوزخ کی آگ کو بھڑکا رکھا ہے۔

اِلَّا مَن تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِم حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُورًا

ترجمہ :- مگر جو توبہ کرے ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائی سے بدل دے گا مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

جنّت کی پاک شراب

قرآنی آیات :- اہلِ جنت کی شراب اور اُس کی لذتوں کے بارے میں جنت الفردوس کی شراب فی الحقیقت وہ شرابِ طہور ہے جس کی مثال دُنیا میں کہیں نہیں مل سکتی اُس کو دُنیا کی شرابوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ لعنا

شعراء نے جو زہاد کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا ہے کہ :-

زاہد نہ خود پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

یہ اور اس قبیل کے اشعار محض شاعرانہ استہزا و تفنن ہے۔ جس میں زاہدانِ ریا کار کا منہ چڑانا مقصود
ہے۔ جنت کی شرابِ طہور اللہ عزوجل کے اُن مخفی انعامات اور رُوحانی و جسمانی کرامات سے تعلق رکھتی ہے
جن کی حقیقت انسان کو اس دُنیا کی زندگی کے ختم ہونے کے بعد معلوم ہوگی۔ اب آیاتِ باری کو غور و خوض سے
ملاحظت فرمایئے کہ تدبر فی القرآن سے کیا بات معلوم ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ، مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ
فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ
مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً
حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ٥

ترجمہ :- صفت اس بہشت کی کہ جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے۔ اُس کے بیچ میں نہریں
ہیں بگڑنے والے پانی کی اور نہریں ہیں دُودھ کی کہ نہ بدلا گیا مزہ اُن کا اور نہریں ہیں شراب کی پینے والوں کو
لذت دینے والی اور نہریں ہیں شہد صاف کئے ہوئے کی اور اُن کے لئے اس میں ہر قسم کے میوے ہیں ، اور
مغفرت ہے اُن کے رب کی۔ کیا وہ اُس کے مانند ہیں جس کو ہمیشہ آگ میں رہنا ہے اور جس کو کھولتا ہوا پانی
پلایا جائے گا جو کاٹ ڈالے گا اُن کی انتڑیاں :-

وقالَ تعالیٰ :- يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ ٥ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِنْ مَعِينٍ ٥ لَا
يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُونَ ٥

ترجمہ :- پھریں گے اُن کے اُوپر ہمیشہ رہنے والے بچے آبخوروں اور آفتابوں کو لئے ہوئے اور پیالوں
میں شراب صاف بھرے ہوئے نہ اُس سے وہ سر دُکھائے جائیں گے اور نہ (پی کر) بکواس کریں گے۔
وقالَ تعالیٰ :- إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ
يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ٥

نیکوکار اُس گلاس میں سے پئیں گے جس کی ملونی ہوگی کافور کی چشمہ ہوگا ، جس میں سے اللہ کے بندے
پئیں گے اور اُس میں نہریں چیر کر لیجائیں گے (جس طرف بھی وہ چاہیں اُس طرف کو)
وقالَ تعالیٰ :- وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِنْ فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا
وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا الخ

ترجمہ :- اور اُن پر چاندی کے برتنوں میں دَور چلیں گے اور گلاسوں میں جو شیشے کے ہوں گے اور شیشے بھی
چاندی کے کہ اُن کا ماپ انداز کیا ہوا ہوگا اور اس میں پلائے جائیں گے گلاس جن میں ملونی ہوگی سونٹھ کی ، اور

اخیر میں رب نے فرمایا ہے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۔ اور ان کا رب ان کو شراب طہور پلائے گا۔ طہور کا لفظ
قابل غور و تدبر ہے جس کے معنی ہیں پاک و صاف ہر طرح طہارت و پاکیزگی لئے ہوئے۔ ان آیات سے قبل اس
شراب طہور کا بھی ذکر گزرا ہے جس میں کہا گیا" کَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا " اس میں ملونی ہوگی کافور کی جس کی خاصیت
ہے ٹھنڈک کی فرحت بخش اور راحت افزا۔

وقال تعالیٰ ۔ وَكَاْسًا دِهَاقًا ۞ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۔ اور بھرے ہوئے جام اور
اس میں (جنت میں) بیہودہ اور جھٹلانے کی لاطائل باتیں نہ سنیں گے۔

اور ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۞
اس میں شراب کشتی کریں گے اور نہ ہوگی وہاں بیہودہ باتیں نہ گناہ کی باتیں۔ یہاں بھی اس شراب کے پینے
اور اس کے نشے میں بے ہودہ لاطائل اور گناہ کی باتیں کرنے سے قرآن مجید نے انکار کیا ہے۔ یہ آیات تدبر و غور
طلب ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جنت کی شراب طہور اللہ تعالیٰ کے اخروی انعامات میں سے وہ انعام و نعمت ہے جس
دنیا کی شرابوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ شراب فردوس کی مٹھاس ٹھنڈک ذائقہ پاکیزگی لطافت و نظافت دنیا
تعلقات نشہ خوری سے بہت ہی بالا اور برگزیدہ ہے۔ اس باب میں بہت سی آیات قرآنی وارد ہیں یہاں انہی
اکتفا کیا گیا۔ (باقی آئندہ)

عدل کا مطالعہ کرنا اپنی ایمانی قوت کو تقویت پہنچانا ہے۔

ایثار کی اعلیٰ ترین نظیر

کافروں نے یہ کیا جنگ اُحد میں مشہور — کہ پیمبرؐ بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ دو دم

ہو کے مشہور مدینہ میں جو پہنچی یہ خبر — ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدۂ حسرت و غم!

ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر — کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم

وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینانِ عفاف — جن میں تھیں سیّدۂ پاک بھی با دیدۂ نم

ایک خاتون کہ انصارِ نکو نام سے تھیں — سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس اُنکے بہم

موقعِ جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا — کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم

تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی — تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ ستم

سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید — گھر کا گھر صاف ہُوا، ٹوٹ پڑا کوہِ الم

اُس عفیفہ نے یہ سب سُن کے کہا تو یہ کہا — یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ اُمم

سب نے دی اُس کو بشارت کہ سلامت ہیں حضورؐ — گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم

بڑھ کے اُس نے رُخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا — تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم

میں بھی، اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا

اے شہِ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

(علامہ شبلیؒ)

روزی کی تلاش

(از جناب مولٰنا قاری ودود الحق صاحب ندوی)

قاری صاحب کا وہ خطبۂ جمعہ جو ۴ر مارچ ۱۹۴۹ء کو سنی خوجہ مسجد واقع ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ بمبئی میں دیا

حمد وثنا اور خطبۂ مسنونہ کے بعد

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

پارہ ۲۸ سورہ جمعہ رکوع ۲

ترجمہ :- اور اللہ کا فضل تلاش کرو ، اور اللہ کو بہت یاد کرو ، تاکہ تمہارا بھلا ہو ۔

عام بے خبری

حضرات! یہ تو کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ آج کل کا مسلمان عام طور پر اپنے مذہب سے نا ہے اور بالخصوص اسلام کی صحیح روح اور اس کی حقیقت کی آگاہی سے تو فی زمانہ ہمارے پڑھے لکھے لوگ بھی ناواقف ہیں ، وہ اسلام کو نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ اور عقائد کا ایک مختصر سا مجموعہ تصور ہیں اور اس سے آگے اسلام کی کوئی حقیقت ان کے دل و دماغ میں موجود نہیں ۔

اس لئے آج اگر اُن کو کوئی ایسی اسلامی بات معلوم ہوتی ہے جو ان کے خیال سے اسلام میں نہ ہونی چا تو وہ ایک مرتبہ حیرت سے کہنے والے کا منہ دیکھنے لگتے ہیں ، تعجب سے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جا اور اسی عالم میں وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہتے ہیں " کیوں صاحب کیا اسلام نے یہ بات بھی تبلائی ہے یہ تعلیم بھی اسلام میں موجود ہے ؟

ایسے مسلمانوں کو کون بتائے کہ عین اس وقت جب کہ ان کی زبانوں سے اس قسم کے الفاظ ادا ہو رہے ہوتے ہیں ، اسلام ان کی جہالت و بے خبری پر ماتم کر رہا ہوتا ہے ۔

معاشی مسئلہ

اسی قسم کے مسائل میں سے آج ایک معاشی مسئلہ بھی ہے ، جس کے بارے میں عوام سے لے کر خواص تک اسلام کی طرف سے غلط فہمی اور سوء ظنی کا شکار ہیں اور ان کے ذہنوں میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ اسلام نے اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی ہوگی یعنی روٹی اور پیٹ کا نعرہ لگانے والے

[illegible]وں کی بھی اس نے رہنمائی کی ہوگی۔
برخلاف اس کے اگر اُن سے یہ کہہ دیا جائے کہ امریکی ماہرین اقتصادیات اور یورپ کے منکرین کی اس مسئلہ
پہ رائے ہے تو پھر ان کو اس کے قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوتا اور وہ آنکھ بند کر کے اس پر اٰمنّا
وَصَدَّقنا کہہ اُٹھتے ہیں جس کا کھلا ہوا اور واضح مطلب یہ ہے کہ ان کے خیال میں اسلام کو ان باتوں سے دُور کا
[illegible]لگاؤ نہیں حالانکہ واللہ ایسا نہیں یہ تو خود ان کی جہالت کی کرشمہ سازی ہے ، آج وہ بالکل اس شعر کے
[illegible]اق بنے ہوئے ہیں۔

> تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
> ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

[illegible]بِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرات! یہ اُس مسلمان کی بے خبری کا تذکرہ ہے جس کی مقدس کتاب قرآن حکیم کی
سب سے پہلی سورت (یعنی سورہ فاتحہ) میں اس کے نازل کرنے والے نے اپنے نام
کے بعد جو سب سے پہلی صفت اپنی بیان فرمائی ہے وہ " رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ " ہے۔ یعنی اللہ تمام عالموں
[illegible]وردگار اور پالن ہار ہے۔

جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ پرورش کے جملہ انتظامات اس نے خود اپنے ہاتھوں میں لے رکھے ہیں ،
[illegible]حقیقت کو قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے ، کہیں یوں ارشاد فرمایا گیا۔

[illegible]مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا پارہ ۱۲ رکوع ۱	اور کوئی جاندار رُوئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔

اور کہیں اس طور پر کہا گیا :۔

[illegible]رِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ [illegible]ہٗ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝ پارہ ۲۷ سورہ ذاریات رکوع ۳	میں اُن سے رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔ اللہ تو خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا نہایت قوت والا ہے۔

کہیں اپنی صفت رزاقیت کو اس مقدس جملہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ پارہ ۲۸ سورہ جمعہ رکوع ۲	اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

کہیں یہ ارشاد فرمایا گیا :۔

[illegible] قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا [illegible] ۲۵ سورہ زخرف۔ رکوع ۳	دنیوی زندگی میں اُن کی روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے۔

تلاش معاش کے راستوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ یہ ارشاد فرمایا گیا ۔

اللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ

پارہ ۲۵ سورہ جاثیہ رکوع ۲

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس کے ... سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تم شکر کرو ۔

تلاش معاش کے لئے ایک نماز کی فرضیت ساقط ہو گئی سورۂ مزمل میں نماز تہجد کی فرضیت ساقط کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے ۔

وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ — اور بعض لوگ تلاش معاش کے لئے ملک میں سفر کریں گے ۔

قرآن حکیم میں اس قسم کی بکثرت آیات موجود ہیں ، میں نے وقت کی قلت کی وجہ سے چند آیات محض تعارف کے طور پر پیش کی ہیں تاکہ اسلام میں معیشت کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکے ۔

اب آپ ہی فرمائیں کہ قرآن مجید میں جب اس مسئلہ کا بھی واضح اور آخری حل موجود ہے تو ایک مسلمان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یورپین اور امریکن اقتصادئین کے در کا بھکاری بنے ۔

غلط کوشش

مگر آہ وہ مسلمان جس کو اللہ کی سب سے پہلی صفت قرآن میں رَبُّ الْعٰلَمِیْن بتائی گئی ہو وہ پروردگار سے کٹ کر اور اس کے راستہ سے ہٹ کر کبھی تو ڈارون کے نظریات کو سامنے رکھ کر عالم کی معیشی گتھیاں سلجھانے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی مالتھس کے مجوزات و مفروضات کو اصل قرار دے کر معاش اور فراہمی رزق کے سوال کو حل کرنے کی جدوجہد کرتا ہے ، کبھی تو وہ امریکن معاشیین کے دروازہ پر دستک دیتا ہے اور کبھی روس کے پیر پکڑتا ہے ، حالانکہ یہ سب خود ہی محتاج اور عاجز ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج تک ان کے سامنے اس مسئلہ کا کوئی واضح اور عالمگیر حل نہیں اور اگر ہے تو صرف ایک جس کو وہ قبول کرنے پر تیار نہیں ۔

ایک مثال

حضرات ! اس موقعہ پر میں آپ سے ایک مثال کے تحت میں ایک سوال کرتا ہوں جس کا جواب آپ اپنے دل سے دریافت کریں ۔ ایک گھر میں دو شخص رہتے ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو گھر کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر پر اٹھائے ہوئے ہے اور اس کی تمام ضروریات کا کفیل ہے اور اس سے واقف بھی ہے ۔ وہ لکڑی ، کوئلہ ، گوشت ، مسالے ، چاول ، گیہوں ، سبزیاں گھی ، تیل ، شکر اور نمک وغیرہ سب ہی ضرورت کی چیزیں مہیا کرتا رہتا ہے اور دوسرے کا یہ حال ہے کہ وہ پکے پکائے کھانے کو ایک وقت بیٹھ کر کھا لیتا ہے ۔ البتہ اس کو چند کتابوں کے مطالعے اور سنی سنائی باتوں سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ گوشت فلاں جگہ ملتا ہے اور چاول فلاں جگہ پیدا ہوتا ہے ، شکر فلاں جگہ سے آتی ہے اور فلاں چیز اس طرح تیار ہوتی ہے ۔

اب اگر کوئی مصیبت کا مارا یا ناواقف آدمی اس سلسلہ میں کوئی بات دریافت کرنا چاہے تو ان دونوں میں سے

ـے دریافت کرے، اُس سے جو گھر کی تمام ضرورتوں کو پُورا کرتا رہتا ہے اور اُس سے واقف بھی ہے یا اُس سے
ل ساری دُنیا صرف کھانے پینے ہی پر منحصر ہے ؟

مند کا مشورہ

ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر ہر عقلمند یہی مشورہ دے گا کہ اس قسم کی باتیں اُسی سے معلوم کرو
جس کے ہاتھ میں گھر کا تمام انتظام ہے۔ فراہمیٔ سامان کا کل اختیار ہے اور وہ اس کے
تعلقات سے کما حقہٗ واقف بھی ہے۔

کا حال

آج ساری دُنیا کا یہی حال ہے کہ وہ پروردگار عالم سے (جو دُنیا کی تمام ضروریات کو پُورا کرنے والا
اس کی تمام ضرورتوں کے حقائق سے واقف اور ان کو عدم سے وجود میں لانے کی پُوری طاقت
ہے) علیحدہ رہ کر عالم کی معیشی الجھنیں اُن نادانوں، اور مجبوروں سے سلجھانے کا تقاضا کر رہے ہیں جن کی
ی اور بے بسی قابل رحم ہے اور جو خود بھی اُلجھے ہوئے ہیں۔

ناک رویہ

حضرات اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ہمارا یہ طریقہ مرض کا صحیح علاج ہے یا مرض کے
بڑھانے کی ایک خود کردہ کوشش ہے ؟ اور یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں جتنی بھی جدوجہد
اتنی ہی پریشانی بڑھتی گئی بقول شاعر ؎

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی!
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اس موقعہ پر "مریضِ عشق" کے بجائے اگر "مریضِ پیٹ" کہا جائے تو حالات کے لحاظ سے پُوری تطبیق ہو جائیگی
کیسے غضب کی بات ہے کہ
آپ پھوڑے کا علاج اُس سے کرانے گئے ہیں جو خود ناسور میں مبتلا ہے۔ بینائی اُس سے مانگنے چلے ہیں
اندھا ہے۔
سکون اُس سے طلب کر رہے ہیں جو خود بے چین ہے۔
اور آپ علاج اس سے پوچھنے نکلے ہیں جو خود اُسی مرض کا شکار ہے
اس سے بڑھ کر اور کیا حماقت ہو سکتی ہے کہ آدمی سوال اُس سے کرے جس کی جیب کٹ چکی ہے۔ اور اُس کا سہارا
لے جو خود ہی دونوں پیروں سے لنگڑا ہو۔

تلاش

اس لئے آیئے ربّ العلمین کے در پر۔
رحمۃ للعالمین کی چوکھٹ پر۔

وہیں آپ کو اس دُکھ کی بھی دوا مل سکے گی اور وہیں اس اضطراب کا سکون میسر آ سکے گا، اگر آپ ایسا کریں تو
یہ آپ کی حقیقی جستجو اور کامیاب ہونے والی صحیح "تلاش" ہوگی۔

لیکن اس کو کیا جائے کہ بدقسمتی سے آپ نے تو یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اس قسم کے مسائل کا تعلق قرآن حکیم سے قرآن مجید کے نازل کرنے والے سے اور قرآن شریف کے پیغامبر سے بالکل نہیں۔

فضل الٰہی آج کے خطبہ والی آیت میں روزی کی تلاش کا حکم دیا گیا ہے اور اس کو "اللہ کا فضل" کہا گیا ہے جو "وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ" کے جملے سے پوری طرح واضح ہے۔ بصیغہ امر تلاش معاش کا حکم دیا صاف طور پر یہ بتا رہا ہے کہ جس طرح اپنے وقت پر نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح اپنے وقت پر روزی کی تلاش بھی ایک ضروری اور لازمی فریضہ ہے، زیر نظر جملہ ایک بڑی آیت کا ٹکڑا ہے جو سورہ جمعہ سے تعلق رکھتی ہے۔ پوری آیت یہ ہے:-

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○	پس جب نماز ختم ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو اور اللہ کو خوب یاد کرو تاکہ تمہارا بھلا

اس موقع پر اختتام نماز جمعہ کے بعد جو سب سے پہلے حکم دیا گیا وہ روزی کی تلاش ہے جس سے ابھی ابھی یہ روک دیئے گئے تھے۔ اس طرح آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اسلام میں معاش اور تلاش رزق کی کیا اہمیت ہے اور ایک مسلمان پر اس کی کس قدر اہم ذمہ داری ہے۔

سید الانبیا مسلمانو! اس سلسلہ میں اپنے محبوب رسول سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی کے ان حصوں پر نظر ڈالو جو تلاش معاش میں روئے زمین کے انسانوں کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

آج کون ہے جو مکہ کے دیانت دار اور امین تاجر سے واقف نہیں؟

حلیمہ سعدیہ کی بکریاں چرانے والے کو کس نے نہیں دیکھا؟

سر مبارک پر لکڑیوں کا گٹھا رکھ کر اپنے جان نثاروں میں پہنچنے والے کو کون نہیں جانتا۔

کس کے مقدس ہاتھوں نے اپنی جوتیاں ٹانکیں؟

کس نے اپنے کپڑے اپنے ہی ہاتھوں سے دھوئے۔

وہ دیکھو غزوۂ خندق میں کدال کس کے ہاتھوں میں ہے؟

مسلمانو کیا یہ تمہارے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں؟

سوچو اور بتاؤ، آخر یہ سب کچھ کیوں کیا گیا کیا آپ کو اس کی حاجت تھی یا لاکھوں جانثاروں میں سے کوئی ایسا موجود ہی نہ تھا جو ان خدمات کو آپ کی طرف سے انجام دیتا؟

نہیں، واللہ ایسا نہیں، بلکہ یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا تھا کہ آنے والی دنیا کے سامنے ہر قسم کے مفید

ے موجود ہوں اور دامنِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وابستگان کو روزی وغیرہ کی تلاش میں کسی صحیح اور
ے اختیار کرنے میں کسی قسم کی ذلت و رسوائی محسوس نہ ہو۔ اس قسم کے تمام مبارک نمونوں میں جہاں اقتدار
ین پوشیدہ ہیں وہاں متلاشی رزق کے لئے بھی واضح رہنمائی موجود ہے۔

سے غم ہوا | مسلمانو! معاشی اہمیت کے پیش نظر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مسلمانوں کو دیکھ کر
رنجیدہ ہوتے تھے جو معاشی تنگی کا شکار ہو کر آپ کے سامنے آتے تھے۔ آپ بجائے
ے ان کے لئے وہ وسائل فراہم کر دیتے جو ان کو معاشی مشکلات سے نجات دلاسکیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک بار چند مسلمان اپنے
عہ | بدنوں پر کمبل ڈالے ہوئے ننگے پاؤں حضور کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے حضرت
ہیں کہ ان کی اس حالت کو دیکھ کر :-

ُ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ○ | حضور کا چہرہ انور اداس اور غمگین نظر آنے لگا۔

قت آپ اندر تشریف لے گئے (غالباً کسی چیز کی تلاش میں اندر تشریف لے گئے ہونگے لیکن جب
جود نہ پائی تو) تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، کہ
جمع کریں، جب صحابہ جمع ہوگئے تو آپ نے اُن غریبوں کی امداد کی طرف توجہ دلائی، ارشاد فرمانے
کافی چندہ اکٹھا ہوگیا جو اُسی وقت اُن کے حوالے کر دیا گیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ وہ چہرہ مبارک
ں کو دیکھ کر اُداس ہوگیا تھا

جْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | پس میں نے اُسی چہرہ اقدس کو سونے کی طرح چمکتے ہوئے
نَّهٗ مُذْهَبَةٌ (مسلم شریف) | دیکھا۔

پ ان کی فارغ البالی اور اطمینان سے اس درجہ خوش ہوئے کہ چہرہ اقدس کندن کی طرح روشن ہوگیا۔

یسلام | حضرات! اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ سنئے ایک بار ایک صحابی حضور کی خدمتِ اقدس میں
حاضر ہوئے اور امداد کے طالب ہوئے آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے۔
کیا ایک ٹاٹ (یعنی گونی) جس کو آدھا اوڑھ لیتا ہوں اور آدھا بچھا لیتا ہوں اور ایک پیالہ بھی جس میں
ں۔

نے فرمایا جاؤ اُس پیالے اور ٹاٹ کو لے آؤ۔
بہ حسب الحکم انہوں نے یہ دونوں چیزیں حاضر کر دیں۔ حضور نے اُن دونوں چیزوں کو لے کر صحابہؓ کو
تے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:-

هٰذَيْنِ ؟ | ان دونوں کو کون خریدے گا۔

ان میں سے ایک نے کہا :۔

أَنَا آخِذُهُمَا بِدِرْهَمٍ	میں ان کو ایک درہم میں لیتا ہوں

آپ نے فرمایا :۔

مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ ؟	ایک درہم سے زائد کون دیتا ہے ؟

غرض دو درہم پر بولی ختم ہو گئی اور آپ نے یہ دونوں درہم ان کے حوالے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جاؤ پہلے اس رقم میں سے تھوڑا اناج لے کر اپنے بچوں کو دے آؤ اور ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس آجاؤ انہوں نے ایسا ہی کیا آپ نے کلہاڑی لے لی۔

اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ :۔

شَدَّ عُودًا بِيَدِهٖ	حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے ایک لکڑی کا دستہ ٹھونک دیا۔

اور اس کو ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا :۔

اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَلَهٰذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ وَالْمَسْئَلَةُ نُكْتَةٌ فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (ترمذی شریف)	جاؤ لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاؤ اور ان کو فروخت کرو یہ تمہارے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن تم میں آؤ کہ بھیک کا داغ تمہارے چہرے پر ہو۔

مسلمانو ! اس وقت اس کا موقعہ نہیں کہ کچھ اور واقعات آپ کو اس سلسلہ کے سنائے جائیں ، مجھے تو یہ بتانا ہے کہ روزی کی تلاش کے بارے میں قرآن و احادیث میں ہمیں کیا ملتا ہے اور اسلام نے اس معاملہ میں ہماری کیا راہنمائی کی ہے چنانچہ الحمدللہ وہ ضرورت کے لحاظ سے کسی حد تک بیان کر چکا۔

اصل مقصود اس مختصر گذارش سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو انسانی فلاح کے اپنے پاس سب کچھ رکھنے کا دعویٰ کر سکتا ہے اور اسلام ہی وہ دین ہے جس نے سب سے عالم انسانیت کو خدا کے بارے میں رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کا ایک صحیح اور عالمگیر نظریہ مرحمت فرمایا اور اسلام کا آخری پیغمبر ہے جس نے معاشی وسائل پر اپنی پاک زندگی سے روشنی ڈالی اور جس نے معیشت کے حصول کے راستے متعین فرمائے۔

وقت کا سوال مسلمانو ! آج دنیا معاشی مشکلات میں مبتلا ہے۔ ہر چہار طرف پیٹ اور روٹی کی صدائیں سنائی دے رہی ہیں۔ اس موقعہ پر ضرورت تھی کہ وہ مسلمان جو رب العلمین کا ماننے والا ہے آگے بڑھتا اور کہتا :۔

اے دنیا والو ! آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ یہ مشکلات کیونکر دور ہو سکتی ہیں۔

ان معائب سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے ؟
اور اس طوفان موت میں ہم کس طرح ساحل حیات سے ہمکنار ہو سکتے ہیں ؟
لیکن افسوس تو اس کا ہے کہ وہ مسلمان خود گم کردہ راہ ہو چکا ہے اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ جو
سرمایۂ بصارت دوسروں کے حوالے کر چکا ہو وہ بھٹکی دنیا کو کیا راستہ بتائے گا ۔
مسلمانو ! کیا قیامت میں تم سے اس کا سوال نہ ہوگا اس لئے اٹھو اور دنیا پر رحمت کا بادل بن کر چھا جاؤ ۔
سکون اور اطمینان کی بارش بن کر برسو ۔
اور دل کی سوکھی کھیتی کو پھر سے شاداب بنا دو
اٹھو اور دکھی دنیا کو بتا دو کہ تیرے اس دکھ کا علاج سوا اسلام کے شفاخانے کے اور کہیں نہیں ۔
انشاء اللہ آیندہ خطبات اسی عنوان کے دیگر شعبوں پر مشتمل ہوں گے اللہ ہمیں اور تمہیں سوچنے والے
اور عمل کرنے والے جوارح مرحمت فرمائے آمین ثم آمین ۔
یغفر اللہ لنا ولکم ۔ و آخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

نرخ نامہ اشتہارات

اندرونی صفحات کے :- پورا صفحہ [illegible] - نصف صفحہ [illegible] - چوتھائی صفحہ [illegible] - ۱/۸ صفحہ [illegible]

ٹائیٹل کے صفحات :- پچاس فیصدی اضافہ کے ساتھ ۔ اجرت ہر حال میں پیشگی ۔ ایک سال کے لئے معاملہ کرنے پر پچیس فیصدی رعایت ، فحش ، غیر مہذب اور رسالہ کی دینی پالیسی کے خلاف اشتہار نہیں لئے جائیں گے ۔

بدل اشتراک

ہندوستان :- سالانہ [illegible] ۔ ششماہی [illegible] - فی پرچہ [illegible]
بیرون ہند :- سالانہ [illegible]

:- چھ ماہ سے کم کے لئے رسالہ جاری نہیں ہوگا ۔ (منیجر مدنی ادارۂ تبلیغ الاسلام ، [illegible])

شغلِ تکفیر

اک مولوی صاحب سے کہا میں نے کہ کیا آپ — کچھ حالتِ یورپ سے خبردار نہیں ہیں
آمادۂ اسلام ہیں لندن میں ہزاروں — ہر چند ابھی مائلِ اظہار نہیں ہیں
تقلید کے پھندوں سے ہوئے جاتے ہیں آزاد — وہ لوگ بھی جو داخلِ احرار نہیں ہیں
جو نام سے اسلام کے ہو جاتے تھے برہم — ان میں بھی تعصب کے وہ آثار نہیں ہیں
افسوس مگر یہ ہے کہ واعظ نہیں پیدا — یا ہیں تو بقول آپ کے دیندار نہیں ہیں
کیا آپ کے زمرہ میں کسی کو نہیں یہ درد — کیا آپ بھی اس کے لئے تیار نہیں ہیں
جھلا کے کہا یہ کہ، یہ کیا سوء ادب ہے — کہتے ہو وہ باتیں جو سزاوار نہیں ہیں

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

(علامہ شبلیؒ)

عَدل میزانِ عَدل میں!

(از جناب اسمٰعیل احمد خاں صاحب بی، اے جامعہ)

" رفیق محترم جناب اسمٰعیل احمد خاں صاحب کہنہ مشق انشاء پرداز ہیں، غیر زبانوں سے سلیس و بامحاورہ تلخیص و ترجمہ ان کا خاص حصّہ ہے۔ اس کے ساتھ وہ فلسفیانہ مزاج اور ذوق بھی رکھتے ہیں، فلسفہ میں ان کا مطالعہ کافی وسیع ہے، "عدل" کے اجراء سے پہلے میں نے موصوف سے درخواست کی تھی کہ دورِ حاضر کے فلسفیوں اور سائنسدانوں نے بین العالمی معاملات و تعلقات پر جہاں کہیں بحث کی ہو اس کے ان حصّوں کو، جن کا تعلق کسی نہ کسی نہج سے اسلام سے نکلتا ہو، اس کو اپنے انداز تحریر میں، سپردِ قلم فرمائیں، جس کا موصوف نے وعدہ کر رکھا ہے اور اُمید ہے کہ عدل کی آئندہ اشاعتوں سے، موصوف کے قلم سے اسی عنوان پر مضامین شریکِ اشاعت ہوں گے۔

زیرِ نظر مضمون، جو ایک خط کی شکل میں، ہدیۂ قارئین ہے، یہ عدل کی گذشتہ اشاعت کے مضمون "سرگذشت زائرِ حرمین" کے تاثرات کا نتیجہ ہے، جو موصوف کے دل و دماغ پر پڑے "سرگذشت" کی اشاعت کے سلسلہ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ درحقیقت ایک معائنہ ہے، جو حجاج منزل کی معائنہ بک پر تحریر کیا گیا تھا اور جسے کارکنانِ حجاج منزل نے متعدد معائنوں کے ساتھ، کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ مدیر"

محترمی و مکرمی جناب خلیل احمد صاحب دام فضلکم

آنجناب کا نو اجراء رسالہ "عدل" دیکھا، بجائے اس کے کہ میں اس کے لئے کوئی متعارف قسم کا مضمون لکھوں، ناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تقریظ و تنقید کی تقریب سے کچھ گذارشات ارکانِ ادارت و اربابِ حل و عقد کی خدمت ں پیش کروں! یہ نقادی کی مسندِ دانش فروشی پر از خود متمکن ہو جانے کی کوئی حرکت مذبوحی نہ سمجھئے! تنقید کی یک وہ صنف بھی ہے جو فرمودۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات میں "الدین نصیحۃ" کی شانِ نزول رکھتی ہے! یں اس منصبِ خیر سگالی سے ایک قدم متجاوز ہونا نہیں چاہتا! تاہم نیازمندانہ عرض رسانی کے لئے جتنی بے تکلف ڑی کی ضرورت ہے اس سے لیماندہ رہنا بھی شدتِ اخلاص کے منافی ہوگا؟ یہ تمام حلقۂ اخوان الصفائے دین کا ہم دگر حق بھی ہے اور فرض بھی!

بے لوث محبت ہو، بیباک صداقت ہو! سینوں میں اجالا کر، دل صورتِ مینا دے

جناب قاری وَدُود الحق صاحب ندوی کا مقالہ "سرگذشت زائر حرمین" ۔ میرے لئے بڑے خوشگوا استعجاب کا موجب ہوا! جلالتہ الملک سلطان ابن سعود، ملک الحجاز والنجد دُلمعا تہا" کی نیک مصنر حکومت کے ظلِ الٰہیؒ میں عین مکہ مکرمہ کے باب بحری، جدہ ذوالحجہ میں حجاج عالم کے نُزولِ ارادت کے وقت کیا یہی منظرِ محشر طاری ہوا کرتا ہے! ع

محبت میں ترے سر کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے

ہم ڈرتے ہیں کہ کاشانہ خلیلؑ کے زائرینِ عقیدت و فدویت کے قلوب کو یہ اک زلزال شدید میں ڈالتا ہے!

چو پردہ دار بشمشیر می زند ہمہ را ٭ کسے مقیم حریم حرم نخواہد ماند

اگرچہ مصرعِ ثانی والے جنازے کے کھینچنے کا بفضلِ الٰہی کوئی اندیشہ نہیں، تاہم یہ مامونیت بس فضلِ الٰہی کے طفیل ہی ہیں متعلقہ ارباب کا رکو لغیب ہے ورنہ انہوں نے ماشاء اللہ "التقی منی" کی کوئی پیش قدمی، اثر آفرینی اُٹھا نہیں رکھی ہے!

کچھ بھی کمی نہ کی تھی دلِ بد شکار نے ٭ مجھ کو بچالیا مرے پروردگار نے

صاحب مضمون حقیقی دادِ تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اعلانِ حق کا یہ فریضۂ عظیم انجام دیا! کلمۂ حق کا یہ افضل الجہاد" اس دورِ آخر الزماں میں تو خال خال ہی نظر آتا ہے! حرمین شریفین کا تقدس، فریضۂ حج کا احترام، حکومتِ سعودیہ سے حسنِ ظن وغیرہ وغیرہ یہ چیزیں ہمارے تالیفِ لب کشائی بنتی ہیں، ورنہ حالات و واردات پیام، ہماری زبان وقلم کے لئے کچھ اور ہی ہے!

متاعِ قافلۂ ما حجازیاں بردند ٭ ولے زباں نکشائی کہ یار ما عربیست!

اللہ اللہ جس پیغمبرِ عربی فداہ ابی و اُمّی کی ادائے رحمۃ للعالمینی کا یہ منظر تھا کہ اپنی نماز کی معراجِ روحانی کے لمحاتِ خاص و اوقاتِ استغراق میں بھی وہ ایک شریک جماعت مسلمہ کے شیر خوار کے گریۂ معصوم کی فریاد پر اپنی پیمبرانہ حضوریٔ رب کی فوری قطع و برید فرما دیا کرتے تھے، اُس کے مرقد پاک کے جوارِ قدس میں ایک بے یار و دیار زائرہ اپنے جگر گوشے کو گود میں لئے ہوئے حاجیوں کے کوہ پیکر انبار اسباب میں سے آذوقے اور اپنے بچے کے غریبانہ ذخیرۂ غذا و دوا کو نکلوانے کے لئے مضطربانہ فریاد وفغاں بلند کرتی ہے ماما حوا کے اس روایاتی مہبطِ مقدس میں یہ سارا شیون "دُھَین صدا بصحرا" ثابت ہوتا ہے! حجاج بیت اللہ گراں قدر ٹیکس وصول کرنے والے اعیانِ حکومتِ النبیہ" حرمین شریفین، اپنے عظیم الشان شہری محاکم و محلات سایۂ عاطفت میں پناہ گیرانِ خانۂ خدا کو ایسا تختۂ مشقِ التفات و دستگیری فرمایا کرتے ہیں ۔

من ذا من تو بجرم اندر عرفات ٭ پرسم صنما! بای ذنب قتلت؟

"باب مکہ" —— بمبئی — کی "حج کمیٹی" کے ارکانِ دولت و ریاست کی کسی ممکن توجہ فرمائی و مشکلکشائی کا ذکر تو یہاں دور از کار ہوگا! ع

بندہ سے کوچہ گرد اہی، خواجہ بلند بام اہی!

پھر خیر سے جدہ میں حکومتِ ہند کے ایک مسلمان وکیلِ مطلق بھی متعین و متمکن رہا کرتے ہیں! لیکن اُن کے حصارِ دفترِ عالی کے قلعہ نشینانِ گوشِ گراں سے خطاب کرکے کون کہے؟ کہ ؎

بجرم ہموطنیت گشند و غوغائیست ٭ تو نیز بر سرِ بام آکہ خوش تماشائیست

آیندہ حج کے موقعے پر مراسم و مناسکِ زیارت بیت اللہ کو متحرک ٹرانسمیٹرز کے ذریعے براڈ کاسٹ کرنے کا مہتم بالشان پروگرام، اگر در مدح خودگرئی و ہنگامہ خیزی و تاجرانہ اشتہار بازی و گرم بازاری کے اس لاقوامی تماشے کے بجائے، جدہ کی اس بیکس و کسمپرس مادرِ بچہ بردار کے معصوم و مظلوم شیرخوار کا دودھ ڈاکا بقیہ اس حاجیہ گرداں و نکالاں گماں کے حوالے کرنے کی توفیقِ حقیر پاتا تو بمراحل گراں تر خدمتِ جمیل ادیتا! ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است ٭ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

لیکن جب پروردگارِ عالم کے حضور میں اپنا دفترِ عمل پیش کرنے کے بجائے، لندن، واشنگٹن کے ئے نشر و اشاعت کی "وادئ ایمن" میں "مقام کلیم" حاصل کرنا سارا ماحصل و مآل حج اکبر ہو تو کسی مسلم یا مسلمہ لبۂ احزاں میں اُس کی دلداری و خدمت گذاری ایک مہذبانہ خودکشی نہیں تو کیا ہے؟ موخر الذکر کارِ حقیر فاروقِ اکوئی "اہلِ جنت" قسم کا پیرو ہی اختیار کرسکتا ہے! مگر خیر ؎

تو ملکِ جاہِ سکندری من و رسم و راہِ قلندری ٭ اگر آں خوش است تو در خوری وگر ایں بد است مرا سزا!

اللہ اکبر! اس خلفشارِ نفسی نفسی میں "لبیک، لبیک" کے والہانہ اور خود فراموشانہ کلماتِ طیبات سامانِ سامانِ بت افکار میں گم ہو جائیں! کیوں نہ ہو ؎

شب چو عقد نماز بر بندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم

جو لوگ ارواحِ حجاج اور قلوبِ خواتینِ اسلام کو اس تزلزلِ ایمانی میں ڈالتے ہیں، وہ خدائے واحد القہار سے کس چیز کی توقع کرسکتے ہیں؟

ترسم جزائے فاعل آں چوں رقم کنند ٭ یکبار بر جریدۂ رحمت قلم زنند!
از صاحبِ حرم چہ توقع کنند باز؟ ٭ آں ناکساں کہ صید بر اہلِ حرم زنند!

خلیل احمد صاحب! آپ محسوس کریں گے کہ میری یہ تلخ نوائی اور دراز نفسی رسالہ عدل کے کسی مضمون، یا صاحبِ مضمون کے اُسلوبِ بیان سے اس قدر تعرض نہیں کر رہی ہے جس قدر کہ اُن کے بیان اور موضوع کو اپنے سکتہ مبحث بنا رہی ہے! یہ تنقید کی صریح بے راہ روی ہے! میں اس کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں! صرف ایک معذرت ـــ بشرطیکہ وہ معذرت کے چہار حدود میں آتی ہو! ـــ یہ ہے کہ مولانا وَدُود الحق صاحب قبلہ کی یہ داستانِ دردِ ایسی نہیں کہ وہ سرسری گفت و شنید پر ختم ہو جائے! یہ المناک واردات بے اختیار ایک صدائے بازگشت کی محرک بنتی ہے! اور میرا یقین ہے کہ العدل کے زیرِ ذکر شمارے کے قارئین میں کثیر التعداد انسانی قلوب ایسے ہوں گے جو ایک خاموش فغانِ جگر دوز بلند کر چکے ہوں گے! میری تکرارِ بیان اسی قبیل سے ہے کہ

سماعت داستانِ درد کی بس اک فغاں ہی ہے

لیکن ایک نادر اور قیمتی نکتہ اسی سرگذشت زائرِ حرمین سے نکلتا ہے! کیا وہ مبارک مہمان سرائے جو حجاج کے نام سے معرضِ تعمیر میں آئی اسی ساری ناگفتہ بہ مصیبت و زحمت کا براہِ راست ثمر شیریں نہیں ہے؟ یہ "باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب" کا کرشمہ ربِ رحیم نظر آتا ہے! اگر جدہ کا وہ منظرِ محشر بعض اہلِ دردِ دل نہ دیکھتے تو عزم بالا اور درمانِ درد کی یہ توفیقِ عظیم نہ پا سکتے تھے! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم حوادث کی اصل نوعیت اور معنویت کے سمجھنے سے عموماً قاصر رہا کرتے ہیں! بیشتر حالات میں صحیح تعبیر یہی ہوا کرتی ہے کہ "عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم" شاید عمیق حکیمانہ تشخیص بہت سے حوادث کی یہ ہوا کرتی ہے کہ وہ "زحمت کے پردے میں اک نعمت" ہی ہوتے ہیں!

اگر ہم واقعات کا خیر مقدم اسی اسپرٹ اور بصیرت میں کرنے کا فنِ لطیف جان جائیں تو ہر نیش، نوش بن جائے اور ہر زہر، تریاق! نافہم گدھوں کے لئے جو چوب کمر شکن ثابت ہوتی ہے وہی عقل و عزم کے سمندِ ناز کے حق میں تازیانۂ طرارہ بن جاتی ہے! خنجرِ ظلم، سنیۂ انسان سے اک جوئے خون ہی نہیں نکالتا، بلکہ چشمۂ و چاہ کی اس سرزمین سے کبھی سرچشمۂ سوتے بھی اُبل پڑتے ہیں! اور سارے نواحِ خشک شور کو سرسبز و شادابِ کشت و باغِ تمدن میں تبدیل کر دیتے ہیں!

ہر کہ بخراشدت جگر بہ جفا! ہمچو کانِ کریم زر بخشش
کم مباش از درختِ میوہ دار! ہر کہ سنگت زند ثمر بخشش

خلیل صاحب! اب دوسرے مضامین و مباحث سے اعتناء کرنے کی گنجائش باقی نہ رہی! تاہم میں آپکے رتہ کے شذرات کے بارے میں کم از کم روا روی ہی میں چند کلمات عرض کرنا ناگزیر سمجھتا ہوں! جو کچھ آپنے یا آپکے دوسرے رفقائے ادارت نے فرمایا ہے سب بجا درست ہے! لیکن بس "فرمودات" ہی کی حد تک! لیکن وقت کا دورِ حیات قول و کلام کی منزل سے پرے نکل چکا ہے! دنیا کے جاں بلب مریض کو اب طیار دواؤں کی ضرورت ہے۔ نسخوں، اسمار داوزانِ ادویہ کا کوئی مصرف اُس کے پاس باقی نہیں رہا ہے! ـــ

یہ گھڑی محشر کی ہے، تو عرصۂ محشر میں ہے!
پیش کر مسلم عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!!

میں تسلیم کروں گا کہ اسلام کے علم و عمل — نظریہ و عملیہ! — کا یہ ہفت خواں کا لے دارد کا معاملہ ہے!
۔ اگر یہ نہ ہو سکا تو دوسری باتیں بھی بے سُود ہوں گی! اب دوستوں کی ناصحیت بعد از وقت ہو گئی ہے! بلاؤ بات
ا سازی اور عملی غمگساری وقت کا فوری مطالبہ ہے! میں بارِ دگر اعتراف کرتا ہوں کہ یہ سب کچھ آسان نہیں! لیکن
یہی بات کہ جو آسان اور ممکن ہے وہ بقدرِ لذت کام و دہن نہیں! سے

عاشقی صبر طلب، اور تمنا بے تاب ؛ دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

بعض لوگ اُس دینی مصیبت میں گرفتار ہیں جو اُن کی زبان سے یہ پکار بلند کراتی ہے، سے

اک آگ لگی ہوئی ہے بحر و بر میں!
آواز دے ، ہے کوئی بجھانے والا!

کیا اسلام کے نام لیوا اس عالمگیر آتش زدگی کے بین الاقوامی فائر برگیڈ کی باگ کمان اپنے ہاتھ میں لینے
ادہ ہوں گے؟ ؎

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق!

سانحۂ ارتحال

یق محترم جناب مولانا قاری سید ودود الحق صاحب کے والد بزرگوار ۵ دسمبر ۱۹۶۹ء کو اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کو
گئے، مرحوم نے تقریباً سو برس کی عمر پائی اور یہ عمر کی وہ مقدار ہے، جو اس زمانہ میں بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتی ہے
رگ بید و عماد [illegible] اور توضیح فرما واقعہ ہے کہ صالح اولاد کو باپ کی جُدائی کا خواہ وہ کسی عمر میں وفات پائے غیر معمولی
، حقیقت یہ ہے کہ والدین اللہ کی دی ہوئی ایسی نعمتیں ہیں جن کو "نعمات جنت" کہنا درست و بجا ہے۔
اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عنایت فرمائے۔ آمین (خلیق جامعی)

اسلام، مسیحیت اور کمیونزم

پاپائے رُوم کے دارالسلطنت ویٹکن سٹی سے تاریخ میں پہلی بار مسیحی مبلغین کی ایک جماعت نے اسلام اور عیسائیت
کے اتحاد کی صدا بلند کی ہے اور اعتراف کیا ہے کہ اسلام ایک زندہ طاقت ہے، عیسائیوں کو اسلامی الٰہیات
پر غور کرنا چاہئے۔ مسلمان خدا کی توحید ماننے میں انتہائی مخلص ہیں، مسلمان دُوسروں کی آرا۔ کو قبول کرنے کی زیادہ
صلاحیت رکھتے ہیں۔ عیسائیوں کو معلوم کرنا چاہئے کہ نئے حالات میں اسلام کے تقاضے کیا ہیں وغیرہ! بظاہر ویٹکن
کے کیتھولک مشینریوں کی یہ صدا عجیب غریب معلوم ہوگی کیونکہ ان سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ اسلام کی عظمت
اور اس کی زندہ طاقت کا اعتراف کریں گے اور اسلام اور عیسائیت کے اتحاد پر زور دیں گے یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں
اسلام کے مقابلہ میں ہمیشہ صف آرائی کی ہے اور اسلام کو بدنام کرنے، اس پر بہتان باندھنے، اس کے فرضی مظالم
اور اسے ہمیشہ کم زور کرنے کی سعی کی ہے اور اسلام کی راہ میں کانٹے بچھائے ہیں، یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے
کے متحدہ بیڑے کی مدد سے بیت المقدس میں ہلال وصلیب کا معرکہ گرم کیا اور چودہ صلیبی جنگیں برپا کر کے لاکھ
انسانوں کا خون بہایا! یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کی سازشوں سے اسپین کی عربی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور
کے انکویزیشن (محکمہ احتساب مذہبی) نے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کرایا اور جنہوں نے مسلم سلاطین کے فرضی
پر ہزاروں تاریخیں مدوّن کر ڈالیں، غرض اسلام کو جن لوگوں نے اپنا خطرناک حریف سمجھا اور اسے مٹانے کے
تیغ وسناں، قلم و زبان سے کام لیا وہ کلیسائے رُوم کے یہی کیتھولک مشنری تھے مگر آج ہم دیکھ رہے ہیں
سوچنے کا ڈھنگ بدل رہا ہے اور اسلام کے قریب آنے کی راہ تلاش کر رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ویٹکن سٹی سے یہ اتحاد پرور صدا کیوں بلند ہوئی؟ اس کا جواب اسی اعلان میں موجود
جس میں کہا گیا ہے کہ "کمیونزم کے خلاف خدا کی حمایت میں مسلمان اور عیسائی ایک اچھا محاذ قائم کرسکتے ہیں"
گیا ہے کہ "بہت سے بزرگ مسلمان مغربی لوگوں سے زیادہ اس بات کا احساس رکھتے ہیں کہ کمیونزم مذہب
کتنا بڑا خطرہ ہے" گویا اسلام کی طرف رجوع اور مسلمانوں کی مدح سرائی کا خلاصہ یہ نکلا کہ کمیونزم سے
لئے اسلام اور عیسائیت کو ایک متحدہ محاذ بنانا چاہئے کیونکہ "اس وقت دُنیا میں اسلامی ممالک سب سے زیادہ
رکھتے ہیں۔"

جہاں تک کمیونزم کا تعلق ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کے فلسفۂ زندگی میں جو مادیت پر مبنی ہے خدا

لیے لئے کوئی گنجائش نہیں اور اس کا یہ مادی فلسفہ روحانیت اور اخلاقی قدروں کی عین مخالف سمت میں واقع ہوا ہے
ہی کے ساتھ اس کا ایک اقتصادی فلسفہ ہے جو سرمایہ کی مساویانہ تقسیم اور ذرائع پیداوار کی شخصی ملکیت کے خاتمہ
مبنی ہے۔ اگر تفصیلاً کو نظرانداز کر دیا جائے تو ہم معاشیات کی حد تک کمیونزم کو اسلام کے قریب سمجھتے ہیں اور کوئی وجہ
ہیں دیکھتے کہ اسلام کو خواہ نخواہ اس کے ساتھ ٹکرائیں اور نظام سرمایہ داری کی بلاواسطہ یا بالواسطہ حمایت کریں۔

البتہ کمیونزم کا مادی فلسفہ جو روحانیت خدا، مذہب اور اخلاقی قدروں کے منافی ہے اسلام کے تصورات
سے کبھی میل نہیں کھا سکتا مگر ہم اس کا مقابلہ مذہب کے محاذ سے کریں گے، روحانیت کے نام سے کریں گے، اخلاق
کے ہتھیاروں سے کریں گے، عقل اور فطرت کے تقاضوں سے کام لیں گے، سیاست اور حکومت اور سرمایہ دارانہ
نظام کے محاذ سے نہیں کریں گے ہم اہل سیاست کو ہرگز موقع نہیں دیں گے کہ وہ سیاست کے لئے مذہب کا استعمال کریں
پھر کام نکلنے کے بعد مذہب کو بدنام کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ روس نے مذہب کی مخالفت اس لئے کی ہے
کہ اس کا مقابلہ مذہب کے مورچہ سے ہوا ہے اور مخالفوں نے مذہب کو سیاست کے لئے آلۂ کار بنایا ہے ہم نے
کمیونزم کے مقابلہ پر مذہب کو استعمال کر کے دیکھ لیا کہ جہاں بھی مارکسی نظریہ کو کامیابی ہوئی مذہب کو ختم کر دیا گیا، اور
دنیا نے مذہب ہی پر سلے دے کی کہ وہ سرمایہ داروں کا آلۂ کار ہے ترقی اور انقلاب کا دشمن ہے، نظام سرمایہ داری
کی پشت و پناہ ہے! آخر ہم مذہب کو سیاست کے لئے استعمال کر کے تباہی کا خطرہ کیوں مول لیں؟ اگر کمیونزم خدا کا
منکر ہے تو خدا اور مذہب کے اثبات کے لئے سیاست کی آڑ لیکر کیوں کمیونزم سے خطاب ہو؟ کمیونزم سے
جنگ کا مقصد تو یہ ہوگا کہ آپ نظام سرمایہ داری کی حمایت اور معاشی نظام کی مخالفت کر رہے ہیں حالانکہ یہی وہ
چیز ہے جو کمیونزم کو مذہب کا دشمن بنا رہی ہے اور مذہب والے "مذہب خطرہ میں ہے" کا شور بلند کر رہے ہیں!

کمیونزم بہت بُرا ہے، بہت ہی بُرا، بہت ہی خطرناک، ہم نہیں چاہتے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی حمایت
کریں لیکن مذہب ہی کی خاطر ہم یہ بھی چاہیں گے کہ کمیونزم اور کیپٹل ازم کی جنگ میں مذہب غیر جانبدار رہے اور اس
میں دخل دینے سے انکار کر دے۔ اس طرح ہم یہ تو ثابت کر دیں گے کہ مذہب، سیاست اور سرمایہ داری کا آلۂ کار
نہیں ہے اور وہ کسی معاشی انقلاب کی راہ میں روک بننا نہیں چاہتا!

ہم ویٹیکن سٹی کے کیتھولک مشنریوں سے عرض کریں گے کہ وہ اسلام کا براہ راست مطالعہ کر کے یورپی اہل قلم کی
پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا ازالہ کریں اور ایسا انتظام کریں کہ آئندہ کوئی پادری کوئی پروفیسر، کوئی مورخ، کوئی وزیر
یا ایڈیٹر اور کوئی سیاح اسلام کو ہدف مطاعن نہ بنائے، اسلام ہر خدا پرست کا ساتھ دے گا مگر مسلمان سیاست
والے مذہب کو خطرہ میں نہیں ڈالیں گے اور کمیونزم کو موقع نہیں دیں گے کہ وہ اسلام کو ایک روک سمجھ کر اسے اپنی
جارحانہ کوشش کی زد میں لے۔ (الجمعیۃ ذ نقیب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمان ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

عدل

ادارۂ تحریر

اعزازی (مولانا) ودود الحق ندوی ۔ مسئول: خلیل احمد جامی

مضامین اڈیٹر کے نام اور ارسال زر مینیجر عدل کے نام ہونا چاہئے

بدل اشتراک
سالانہ ۔۔۔۔ پانچ روپے
ششماہی ۔۔۔ تین روپے
فی پرچہ ۔۔ آٹھ آنے
بیرون ہند
ساڑھے آٹھ روپے

جلد ۱ | بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۵۰ء | شمارہ نمبر ۳

فہرست مضامین

خلیل احمد جامی، اڈیٹر و پبلشر نے اجمل پرنٹنگ پریس بمبئی میں چھپوا کر دفتر عدل، ادارہ تبلیغ الاسلام ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ کھڑک بمبئی سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

نامناسب اختلاف

عدل کی گزشتہ اشاعت میں، بمبئی کی مساجد کے اوقات کی، تبدیلی کا اعلان کیا گیا تھا اور خیال تھا، کہ ان لوگوں کی مساعی کامیاب ہوں گی، جنہوں نے اس سلسلہ میں عملی جدوجہد کی تھی، لیکن کچھ ہی دنوں بعد، ان پوسٹروں کو دیکھ کر جو بمبئی کے ہر کوچہ و بازار میں، دیواروں پر چسپاں نظر آتے ہیں، یہ اندازہ ہوا، کہ مسلمان، ذہنی طور پر اس قدر پست ہو گیا ہے، کہ ایسی معمولی باتوں پر دست و گریبان ہونے سے دریغ نہیں کرتا۔

جہاں تک، اسٹینڈرڈ اور بمبئی ٹائم کا تعلق ہے۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، کہ دونوں میں سے، بمبئی کی مساجد کے لئے کون سا ٹائم رکھا جائے اور نہ ہم اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں، کہ کس ٹائم کو وجہ ترجیح حاصل ہے اور نہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ فلاں ٹائم اس لئے نہ اختیار کیا جائے کہ اس میں فلاں فلاں خرابیاں ہیں، کیونکہ ان اوقات میں سے کسی ایک کے اختیار کے شرعی طور پر ہم مکلف ہی نہیں بنائے گئے ہیں بلکہ یہ تو ہمارے اختیار تمیزی اور حالات کے تقاضہ سے متعلق، معاملہ ہے، اور اگر اس کے لئے کوئی وجہ شرعی بھی نکل آتی ہے تو نور علیٰ نور، بس ہمیں تو اس سلسلہ میں مسلمانان بمبئی کے سامنے چند باتیں پیش کرنا ہیں، جن کے متعلق ہمیں توقع ہے کہ پوری سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر اور اسی کے ساتھ کوئی فیصلہ کیا جائے گا:۔

(۱) بمبئی ٹائم کے ترک اور اسٹینڈرڈ ٹائم کے اختیار کرنے کے متعلق جو مشاورتی جلسہ ہوا تھا، وہ نمائندہ جلسہ تھا یا نہیں اور اس میں ہر خیال اور ہر طبقہ کے ذمہ دار اشخاص شریک تھے یا نہیں؟

(۲) اسٹینڈرڈ ٹائم کی مخالفت پوسٹر وغیرہ کے ذریعہ کرنے والوں کو اس جلسہ میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی یا نہیں؟ اگر نہیں دی گئی تھی، تو ان کی مخالفت کا علم ہونے کے بعد، تبادلہ خیال اور افہام و تفہیم کے لئے انہیں کسی جگہ جمع کرنے کی کوشش کی گئی؟

(۳) بمبئی ٹائم، جو ہندوستان کے عمومی وقت سے مختلف ہے مگر بمبئی آنے والے نمازی مسلمان کو پہلی ہی بار صرف ایک، بمبئی مسجد میں جانے کے بعد، اس کا صحیح علم ہو جاتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ وقت کے اس فرق کی بنا پر پہلی ہی بار، اگر کسی پابند جماعت، مسلمان، کی جماعت جاتی رہی تو اس کی ذمہ داری کس پر ہے اور کیا کوئی مسلم اس بوجھ کو اپنے سر لینے کے لئے تیار ہے؟

محض قلبی تعلق کی بناء پر جو ایک مسلمان کو مسلمان سے ہونا چاہئے، نہیں بلکہ ایک انسان کو دوسرے انسا

اس قدر طویل شدہ سپرد قلم کیا گیا، امید کہ مسلمانان بمبئی، قدرت سے غور و فکر اور باہم دگر، محبت و عطوفت کے ساتھ، ایک متفقہ فیصلہ کریں گے، اور اس بات کی بھی کہ ایسی معمولی بلکہ بڑی بڑی باتیں بھی وجہ اختلاف نزاع نہ بننے پائیں۔

بتانِ ماؤ تو کو توڑ کر وحدت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ افغانی نہ ایرانی
اَللّٰھُمَّ نَسْئَلُکَ الْمَوَدَّۃَ وَالْعَطُوْفَۃَ فِیْ مَا بَیْنَنَا۔

کا پہلا پرچہ

ستمبر ۱۹۴۹ء میں عدل کا جو پہلا پرچہ شائع ہوا تھا، اُسے نمونہ کا پرچہ سمجھنا چاہیئے۔ ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی کی طرف سے شائع ہونے والے، پرچے کے معاونین، اور کا مشورہ یہ ہوا کہ نمونہ کا پرچہ شائع کئے بغیر 'عدل' کے خریدار بنانا، ذرا مشکل ہے، نمونہ کے پرچہ کے عدل کا دوسرا نمبر جنوری میں شائع ہوا، دو تین ماہ کی درمیانی مدت، مختلف مراحل کے طے کرنے میں گذری الٰہی امید ہے کہ 'عدل' ماہ بماہ نکلتا رہے گا۔ اسی سلسلہ میں یہ اطلاع دینا بھی ضروری ہے کہ عدل کے کی طرف سے یہ مشورہ دیا جارہا ہے کہ 'عدل' کا وہی سائز کردیا جائے، جو عام طور پر دوسرے دینی رسائل اس مشورہ پر عمل کرنا اگرچہ ہمارے لئے دشوار ضرور ہے کیونکہ عدل کے ٹائیٹل کا بلاک بن چکا ہے، تاہم ہم کی کوشش کریں گے، اگر ممکن ہوا تو آیندہ نمبر سے اس مشورہ پر عمل کیا جائے گا۔

ہائی و مدرسہ (اشرف العلوم)

بمبئی سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر، پونہ کے راستہ میں۔ لوناولا سطح سمندر سے تقریباً دو ہزار فٹ بلند ایک پُر فضا پہاڑی مقام ہے تعلیمی اداروں کے لئے جس قسم کے پُرسکون اور صحت بخش مقامات کی ضرورت ہوا کرتی ہے، لوناولا بھی ان میں سے ہے، لوناولا کی مقامی آبادی ... ذرا الگ، ایک مناسب مقام پر، ایک مدرسہ اس نام سے ایک ابتدائی مدرسہ خانہ بلکہ تربیت خانہ کی بنیاد ڈالی گئی ہے، مدرسہ میں قرآن اور ابتدائی تعلیم دینیات وغیرہ دی جاتی ہے جس میں بیرونی بچے تعلیم پاتے ہیں، تربیت خانہ میں، یتیم، غریب اور نادار بچوں کی خورد و نوش و رہائش کا انتظام ہے اور یتیم خانہ کے مصارف کی ذمہ داری تقریباً ساری کی ساری، بمبئی کے تاجر، حاجی احمد اسماعیل سیٹھ نے لے رکھی موصوف نے اپنی بمبئی کی ایک کافی بڑی بلڈنگ، مدرسہ و تربیت خانہ کے اخراجات کے لئے وقف کردی ہے عمارت، تقریباً ایک لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار کرادی ہے، حاجی صاحب کا خیال ہے کہ اسے ابتدائی تعلیم کا ایک کامیاب ادارہ بنادیا جائے، حاجی صاحب کے چند احباب بھی، اس سلسلہ میں ہر قسم کی امداد تیار ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ادارہ کو ترقی اور معاونین کو اپنے عزائم میں کامیابی عطا فرمائے آمین

حج کا ارادہ رکھنے والوں سے

۱۳۹۹ھ کے حج کے لئے، جہازوں کی روانگی کا سلسلہ عنقریب شروع ہو[illegible] ہے، عازمین حجاز کو چاہئے کہ وہ ابھی سے، اس سلسلہ میں خط و کتابت [illegible] کردیں۔ خطوط کے بھیجنے میں، اس کا ضرور خیال رکھا جائے، کہ اس کی نقل اپنے پاس ضرور رکھی جائے، اگر ممکن ہو، تو کاربن استعمال کیا جائے، تمام نقول بڑی حفاظت سے رکھی جائیں، کسی دشواری کے پیش آجانے پر [illegible] افسر، پورٹ حج کمیٹی، بمبئی کو لکھا جائے اور جب تک، قابل اطمینان طریقہ پر، تمام معاملات طے نہ ہو جائیں، اس [illegible] ہرگز بمبئی نہ آیا جائے۔

حج کے سلسلہ میں، ضروری باتیں، عدل میں برابر شائع ہوتی رہیں گی اور مناسب مشورے بھی دیئے جا[تے] رہیں گے۔

تبلیغی اجتماعات کی ضرورت

عدل کی گزشتہ اشاعت میں، بمبئی میں، متعدد تبلیغی اجتماعات کی ضرورت اظہار اور اس کے متعلق، قارئین عدل سے مشورہ طلب کیا گیا تھا۔ [illegible] شذرہ کی اشاعت کے بعد سے، اس اجتماع کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے، البتہ وقت کے متعلق ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکا ہے، نیز اس بات کا بھی کہ یہ اجتماع شہر بمبئی میں ہو یا شہر کے کسی دوسرے مرکزی مقام پر [illegible] عدل کی آئندہ اشاعت تک، ہم اس سلسلہ میں کوئی واضح اعلان کرسکیں گے

بچوں کا ورق

عدل میں، اس وقت تک جس قسم کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں ان کا معیار ایسے طلبہ [کی] قابلیت سے اونچا رہا ہے، جو تحتانی یا اس سے کچھ بلند معیار قابلیت رکھتے ہیں، ا[ب] ایسی قابلیت والوں کے لئے "بچوں کا ورق" کے عنوان کے تحت دینی مضامین کا انتظام کیا جارہا ہے۔ [ا]پنی کوشش میں کامیاب ہوگئے، تو آئندہ سے اس عنوان کے ذیل میں دینی تعلیمی "مضامین شائع ہوا کریں گے

جو صاحب قلم، بچوں کی فہم کے مطابق، طرز تحریر پر قدرت رکھتے ہوں، تو وہ کسی دینی عنوان پر [اپنی] قلمی معاونت کرکے عند اللہ ماجور ہوں۔ ادارۂ تحریر ان کا ممنون ہوگا۔

زیارت

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

(از جناب مولانا ودود الحق صاحب ندوی)

(سیرت رسول علیہ السلام کو زیادہ سے زیادہ عام کرنا "عدل" کی اشاعت کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد ہے ہمارے سامنے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کی ایک مرتب، اور بہت زائد مفید و کارآمد اسکیم ہے جس کی ابتداء قاری صاحب روضہ اقدس کی مبارک جالیوں کے قریب بیٹھ کر سال گذشتہ کر چکے ہیں۔ جس کو ہم انشاء اللہ بہت جلد عملی صورت میں حالات کی مساعدت اور سازگاری پر ہدیہ "قارئین" "عدل" کریں گے۔

اس سلسلہ میں بہتر ہوتا کہ وہ حضرات جو سیرت پاک کی نشر و اشاعت کا مبارک ذوق رکھتے ہیں ہماری ہر ممکن اعانت فرماتے قلمی معاونت کی صورت میں عدل کے صفحات ان کے لئے ہر وقت شکریہ کے ساتھ حاضر ہیں۔

زیر نظر مضمون قاری صاحب کا ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک سراپے کا ذکر ہے۔ قاری صاحب نے اس کی ترتیب میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں جتنی احادیث مشہور ہیں وہ سب جمع ہو جائیں جو زیادہ تر شمائل ترمذیؒ، مسند احمد حنبلؒ اور بخاری و مسلم کے باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہیں۔ ترتیب میں قاری صاحب نے اس کا خیال رکھا ہے کہ ایک مسلمان جب اس کو پڑھے تو اُسے ایسا محسوس ہو کہ وہ دربار اقدس میں حاضر ہو کر زیارت کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ بیچ بیچ میں محسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار نے سراپے کے لطف کو اور دوبالا کر دیا ہے۔)

بکمال ادب بیان کی آنکھیں کھولئے، سلیقہ کے ساتھ صلوٰۃ والسلام کے عطر سے اپنی روح دلبسائیے۔ پورے ہوش اور مکمل شعور کے ساتھ مدینہ چلئے۔

سامنے کوہ احد کے آثار نظر آرہے ہیں، ذرا اور ہمت کر کے آگے بڑھئے لیجئے اب آپ دیار رسول تک آپہنچے

رحمتہ للعالمین کے در دولت پر پہنچ گئے، غلامی اور نیاز مندی کے پورے آداب کے ساتھ سامنے دیکھئے، صحابہ کی جماعت میں آپ جلوہ فرما ہیں، یہاں کے آداب شاہان عالم کے درباروں سے بالکل مختلف ہیں۔ یہاں بندہ و آقا کی "فساد آدمیت" قرار دی گئی ہے۔ اس لئے پر نو وارد بیک نظر یہ نہیں معلوم کر سکتا کہ ان میں کون آقا ہے اور کون غلام، کون اونچا ہے اور کون بلند، سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، اس لئے اپنے آقا اور مولیٰ کو پہچان لیجئے اگرچہ وہ اپنے ربانی جلوؤں کے اعتبار سے بالکل ممتاز نظر آرہے ہیں لیکن اپنے جانثاروں میں ایسے رچ گئے ہیں کہ سبھوں کے چہروں پر ان ہی کا نور اقدس چمک رہا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک آئینہ خانہ ہے جس کے درمیاں شمع نور فروزاں ہے ہر آئینہ کے جگر میں شمع اتری ہوئی ہے، اس لئے ہر آئینہ خود مستقل ایک شمع بنا ہوا ہے جن کی نورانی شعاعیں شمع نور پر قربان اور تصدق ہیں۔ پہلی بار دیکھنے والا حیرت میں پڑ جاتا ہے، ہر آئینہ پر اس کو شمع کا دھوکا ہوتا ہے۔

آئیے ہم آپ کو شمع ربانی کی زیارت کرائیں تاکہ آپ بھی اپنے آئینہ ایمان کو چمکا سکیں۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم

قدِ زیبا آپ کا قدِ مبارک متوسط اور میانہ ہے، لیعنی نہ بہت پستہ قد اور نہ بہت دراز قامت گویا قد خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُھَا کی ایک محسوس تفسیر ہے۔

قد کے اوصاف رکھو یاد نہ بھولو بخدا
سجدۂ سہو نہیں ایسی عبادت میں روا
آبِ آئینہ باطن سے وضو کرکے ذرا
اِنِّیْ وَجَّھْتُ کرو نیت صادق سے ادا
اللہ کھڑے ہو پئے تعظیم دمِ طاعت ہے
یہی تکبیر میں عشاق کی "قد قامت" ہے

محسن

اللھم صل وسلم وبارک علیہ

جسم اطہر جسم اطہر نہایت معتدل اور بغایت موزوں، نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورؐ اس قدر صاف اور شفاف ہیں کہ گویا آپ کے جسم اقدس کو چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔ کپڑا اتارنے کی حالت میں جسم مبارک روشن اور چمکدار معلوم ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیبا اور حریر (یعنی ریشم) میں بھی اس قدر نرمی نہیں پائی جتنی آپ کی جلد مبارک میں تھی۔

جسم شریف گٹھا ہوا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں (جو قوت کی دلیل ہے)

واہ تصویر ہے بس حق کی قسم یہ تصویر
ہے دل و جانِ رسل فخرامم یہ تصویر
بس کہ آئینۂ قدرت میں ہے [illegible]
عالم نور ہے سرتا بقدم یہ تصویر

جسم محبوب خدا نور کا اک پتلا ہے!
سایہ حق وہ ہے شہ منزلت طٰہٰ ہے! (محسنؒ)

اللھم صل وسلم وبارک علیہ

رنگ اقدس | حضورؐ کا رنگ سفید سُرخی مائل ہے، یعنی نہ بالکل سفید چونے کی طرح نہ بالکل گندم گوں کہ سانولا پن آجائے۔

سر اقدس | سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا ہے جو آپ کی جلالتوں اور عظمتوں کا اظہار کر رہا ہے۔

سرِ اقدس ہے حباب لبِ دریائے قِدَم
دُرَّۃُ التاج ہے اس بحر کا یہ قطرہ نم!
میم احمد کا ہے دامانِ اَحَد سے مُنضَم
یوں حدوث اور قِدَم آکے ملے ہیں باہم

قطرہ بحر لیست کہ از بحر جدائیم ہمہ
بحر ہر قطرہ بخندید کہ مائیم ہمہ (محسنؒ)

اللھم صل وسلم وبارک علیہ

بال مبارک | سر کے بال نہ بہت پیچیدہ اور بل کھاتے ہوئے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ اُن میں ہلکی سی پیچیدگی اور خفیف سے بل پائے جاتے ہیں، جس زمانہ میں بال مبارک زائد ہوتے ہیں تو کان کی لو سے آگے دراز نہیں ہوتے۔

خوشنویس ازلی کا ہے وہ پرزور قلم
کہ ہر اک حرف ہے اس کا سندِ مستحکم
اہلِ ایماں کے لئے ہوئے سرِ شاہِ امم
خطِ گلزار میں ہے سر خط گلزارِ ارم

کوچہ خلد نظر آنے لگا دنیا میں!
خوب فردوسیہ لکھا ہے خطِ طغرا میں

پیشانی مقدس پیشانی مبارک چوڑی اور کشادہ ہے، جو اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکی، جس کے ایک سجدے سے امت کی قسمتیں بدل گئیں۔

ابروئے گرامی ابروئے گرامی پیوستہ، خمدار اور دونوں جدا جدا ہیں ان دونوں کے درمیان ایک رگ ہے جو غصہ کے وقت ابھر آتی ہے

دیکھو ہم پہلوئے پیشانیِ انور ابرو
ہیں اسی آئینہ، صاف کے جوہر ابرو!
آبروئے دم خنجر ہیں معنبر ابرو
موج دریائے شجاعت ہیں سراسر ابرو
مہ کامل میں مہ نو کی یہ تصویریں ہیں
یا کھنچی معرکۂ بدر میں شمشیریں ہیں
اللھم صل وسلم و بارک علیہ

چشم انور مبارک آنکھیں سیاہ اور سرگیں جن کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے، پلکیں دراز، نظریں نیچی رہتی ہیں اس لئے نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہا کرتی ہے، آنکھوں میں شرم حیا انتہایت پائی جاتی ہے اس لئے کسی کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے بلکہ اکثر گوشہ چشم سے التفات فرماتے ہیں۔

طرفہ مضمون ہے مجھے پیش نظر ہوا آگاہ
منظرِ چشم نبی پر بھی ذرا کیجئے نگاہ!
ایسی نرگس کہیں دیکھی ہر نہ بادام سیاہ
چشم بددور عجب آنکھ ہے ماشاء اللہ
لاکھ اگر اچھی سی اچھی کوئی تشبیہ کہیے
چشمگیں بارے سخن گو نظر افتہ کہیے
اللھم صل وسلم و بارک علیہ

بینی مبارک بینی مبارک (ناک) درازی مائل جس پر ایک چمکدار نور محسوس ہوتا ہے۔ ابتداً دیکھنے والا خیال کرتا ہے کہ آپ کی ناک بڑی ہے لیکن غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض حسن و چمک کی وجہ سے ہے ورنہ درحقیقت زیادہ بلند نہیں۔

ہ منور | چہرۂ اقدس ہلکا یعنی بہت پُر گوشت نہیں کہ رخسار مبارک لٹکے ہوئے معلوم ہوں۔ جو ماہ بدر کی طرح روشن ہے۔ بالکل گول نہیں بلکہ قدرے گولائی لئے ہوئے۔ گرمی کے وقت
ینہ چہرۂ اقدس پر موتی کی طرح ڈھلکنے لگتا ہے اور پسینہ میں خوشبو ہے۔
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چاندنی رات میں سُرخ زیب تن فرمائے ہوئے دیکھا، میں کبھی چاند کو اور کبھی آپ کو دیکھتا رہا لیکن آخر میں اسی نتیجہ پر پہنچا کہ سیدالانبیا ؑ،فداہ) چاند سے زیادہ خوبصورت اور حسین ہیں

رُو برو آئے جو آئینہ تو اِک سکتا ہو
شمع کے بھی دھوئیں اُڑ جائیں جو کچھ دعوا ہو
شامت آجائے جو خورشید کو یہ سودا ہو
صبح ہو جائے قمر حسن پہ گر بھولا ہو!
حشر برپا ہو جو کنعانی مُقابل آئیں!
چرخ پر شورہ یوسف کو ملک لے جائیں!
روبرو جلوۂ خورشید کے سایا کیا ہے
سامنے شمع منور کے اندھیرا کیا ہے
عاقلو غور سے یہ دیکھو کہ یہ نکتہ کیا ہے
اُمّی ہونے میں بھلا آپ کے شبہا کیا ہے
کوئی تدبیر تو پڑھنے کی بجا ہی نہ رہی
نورِ رخسار سے حرفوں میں سیاہی نہ رہی
اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ

یوں تو معشوق گل و شمع بھی کہلاتے ہیں — دیکھنا یہ ہے کہ مرتا ہے زمانہ کس پر
تیری تصویر کو یُوسف کے مقابل کر دیں — دیکھئے گرتے ہیں پھر اہلِ تماشا کس پر
اللّٰھم صلِ وسلم وبارک علیہ

مُبارک | دہن مبارک اعتدال کے ساتھ کشادہ یعنی تنگ نہیں ہے، جس کی شان میں خود باری تعالیٰ عزاسمہٗ نے فرمایا۔
ا ینطقُ عنِ الھوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحیٰ — آپ نفسانی خواہش سے باتیں نہیں کرتے ان کا ارشاد گرامی محض وحی ::

جوان پر بھبی جاتی ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ اس کو شکرستاں کہئے
کوئی کہتا ہے ملاحت کا نمکداں کہئے!
خضر بولے کہ اسے چشمہ حیواں کہئے
اور سلیماں نے کہا خاتمِ یزداں کہئے!
ہر جگہ مشتہر اس کا لقب تازہ کیا
حق تعالیٰ نے اُسے صاحبِ آوازہ کیا
غنچے نے پیش کئے گرچہ ہزاروں مضموں
گفتگو اس میں ہے" بولی میری طبع موزوں
میں شگافِ قلم صنع اُسے کیوں نہ کہوں
جس سے ظاہر ہوا سرِّ خفیِ کُن فیکوں
شعرا نے اسے جانئے کیا کیا سمجھا
اسمِ اعظم کا مگر ہم نے معمّا سمجھا

اللھم صل وسلم وبارک علیہ

دندانِ مبارک دندان مبارک باریک اور آبدار، اگلے دانتوں میں کچھ کشادگی یعنی ان میں کسی قدر ریخیں؛ گفتگو کے وقت ایک نور سا ظاہر ہوتا ہے جو دانتوں کے درمیاں سے نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

فکرِ وصف در دنداں میں کٹا سارا دن
رات بھر تارے ہی گنتے رہے بیٹھے محسنؔ!
جس کی تشبیہ نہ ہو اس کی صفت کیا ممکن
یوں تو ثابت ہے کہ سیارے ہیں روشن لیکن
غور سے دیکھئے تو شیشے کے یہ چھالے ہیں
یا لبِ ساغرِ افلاک کے تبخالے ہیں!

اللھم صل وسلم وبارک علیہ

...اقدس | ریش مبارک گھنی اور بعر پور ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پردہ ...یا تو :-
...ن فی ذٰائبہٖ ولحیتہٖ عشرون شعرۃً بیضاءَ ترجمہ (سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید تھے۔)

پردہ کعبہ ہے گیسوئے حبیب یزداں
اور محراب حرم کا ہے اُس ابرو پہ گماں
اس میں پاکیزہ مصلا ہے نگہ کا داماں
مردم چشم ہے بیٹھا ہوا اک ناظرہ خواں!
زیر رخسار مبارک وہ خط ریش لطیف !
رحل ہے جس پہ کھلا رکھا ہے قرآن شریف!

...ن مبارک | گردن مبارک اونچی رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت ہے۔
اللھم صل وسلم و بارک علیہ

...ک شانے | شانے پر گوشت اور مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی دونوں مونڈھوں کے درمیاں کا فاصلہ زیادہ چوڑا ہے اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے
اللھم صل وسلم و بارک علیہ

...شریف اور شکم مبارک | سینہ اور پیٹ ہموار، لیکن سینہ فراخ اور چوڑا ہے سینہ مبارک میں ناف تک بالوں کی پتلی تحریر ہے اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے ...ہیں۔ البتہ دونوں بازوؤں، کندھوں اور سینہ کے اوپری حصہ پر بال ہیں۔

کون لکھے صفت سینۂ صافِ سرور!
دست بر سینہ ہیں حسرت سے یہاں جن و بشر
اور کہتے ہیں فرشتے بھی یحیراں ہو کر
لوح محفوظ ہے یا عرشِ خدا پیش نظر!
صدرِ ایوانِ رسالت کا عجب سینہ ہے
صورتِ علمِ لدُنّی کا یہ آئینہ ہے
صاف دل موسے ہے نبی کا بر سیمیں شفاف!
جیسے نقطوں سے حروف کلکِ قدرت ہیں صاف

ہاں مگر سینہ پہ ہے اک خط مشکیں تا ناف
جس کو کہتا ہے سخنور کشش مرکز کاف
صدرِ پر نور کے شق ہونے کی تمثال ہے یہ!
عقل کہتی ہے وہ آئینہ ہے اور بال ہے یہ

اللھم صل وسلم وبارک علیہ

مبارک ہتھیلیاں اور مقدس کلائیاں

ہتھیلیاں پر گوشت اور فراخ یعنی کشادہ ہیں، کلائیاں لانبی دراز ہیں اور انگلیاں بھی تناسب کے ساتھ لانبی ہیں۔

دستِ رنگیں کی صفت بار خدایا کیا ہے
شاخیں نکلیں جو کہوں شاخِ گل رعنا ہے
طوطیٔ ناطقہ اس باغ میں چپ رہتا ہے
بلبلِ طبع کو غنچہ کی طرح سکتا ہے
ہاتھ باندھے ہوئے جبریل کھڑے رہتے ہیں
دستِ گلچیں کو یہاں دستۂ گل کہتے ہیں

گو کفِ دستِ منور کو میں کہتا ہوں ماہ
غور کیجئے تو یہ تشبیہ نہیں خاطر خواہ
مہرِ انور ہے ہتھیلی مہِ نو ناخنِ شاہ
دونوں جس وقت مقابل ہوئے اللہ اللہ
ہم نے یہ معجزۂ عقدِ انامل دیکھا!
اک گھڑی میں مہِ نو کو مہِ کامل دیکھا!

اللھم صل وسلم وبارک علیہ

قدمین شریفین

پائے گرامی قدرے گہرے، قدم ہموار ہیں کہ پانی ان کے صاف اور ستھرے ہونے سے ان پر ٹھہرتا نہیں فوراً ڈھل جاتا ہے، تلوے بیچ سے ذرا خالی ہیں، دریا پانی نکل جاتا ہے، چلتے ہیں تو پوری قوت کے ساتھ قدم اٹھاتے ہیں اور آگے جھک کر تشریف لے جاتے باوجود قدم مبارک زمین پر آہستہ پڑتا ہے، قدم قدرے کشادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے رفتار میں تیزی ہے کی ایڑیاں نازک اور ہلکی ہیں، پیر کی انگلیاں بھی تناسب کے ساتھ لانبی ہیں۔

شور ہے عالم بالا پہ قدرِ عنا کا
سرِ افلاک ہے فدیہ قدم والا کا
شاخ ہے نخلِ تمنا مَلاءِ اعلٰی کا!
خاکِ پا غازہ ہے حوروں کے رُخِ زیبا کا
رکھ دیا آپ نے جس فرش پہ دو بار قدم
بڑھ گیا پایہ میں وہ عرش سے بھی چار قدم
اللھم صل وسلم وبارک علیہ!

لیجئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہمت کے مطابق زیارت ہو گئی لیکن آپ یہ نہ خیال فرمائیں کہ آپ نے حضور کے تمام جمالِ مبارک کی زیارت کر لی، اس لئے کہ آپ کے پورے جمال کا نقشہ کھینچنا ناممکن ہے۔ آپ ہی بتائیے کہ نورِ مجسم کی تصویر کیونکر کھینچی جائے۔ یہ تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہمت تھی کہ انہوں نے سرکار کے جمال ایمان افروز کی اپنی طاقت و بساط بھر الفاظ کے رنگ سے تصویر بنائی لیکن اس کے باوجود ان ہی میں سے کسی نے یہ کہا:۔

مَا رَأَیْتُ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ قول حضرت علی بن ابی طالب رضؓ	میں نے حضور جیسا نہ آپ سے قبل دیکھا نہ آپ کے بعد دیکھا۔

اور کسی نے اس طرح ارشاد فرمایا:۔

مَا رَأَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ قول حضرت براء بن عازب رضؓ	میں نے آپ سے زائد خوبصورت کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ، چہرہ اقدس کے بارے میں کہتے ہیں:۔

یَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ	حضور کا چہرہ اقدس ماہ بدر کی طرح روشن اور درخشاں تھا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

رُخِ مصطفٰے ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

حضرت ابوہریرہؓ حضور کے جسمِ شریف کو چاندی سے تشبیہ دیتے ہیں۔
لہٰذا غور تو فرمائیے، یہ ان بابرکت حضرات کی نقاشی ہے جو بہت قریب سے جمالِ مصطفوی کی زیارت

شرف عرصہ تک حاصل کرتے رہے ہیں۔ آخر یہ حیرانی ان مقدس لوگوں میں کیوں ہے، کیا یہ سب کچھ ؟ نہیں کہ جمال محمدی کا نقشہ کھینچنے کے لئے جن الفاظ کی ضرورت تھی وہ سرے سے موجود ہی نہ تھے۔
سچ تو یہ ہے کہ ؎

حمدِ خالق کے لئے نطقِ پیمبر چاہیئے
نعتِ سرورؐ کے لئے ارشادِ داور چاہیئے

یہ سب اپنی طاقت و قوت اور ہمت و استطاعت ایمانی کے اعتبار سے سراپائے محمدیؐ اور نقشہ جمال مصطفوی کھینچ کر رخصت ہوگئے اللہ ان پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
اس لئے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کس قدر درست اور صحیح معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ لوگ آپ کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔
حضرات صحابہؓ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے محبوب رب العالمین کے ظاہری حسن و جمال کے کچھ نقوش ہمارے سامنے پیش کر دیئے ورنہ ہم کہاں اور حضور کے حسن و جمال کا تصور کہاں۔
آج اگرچہ ہم حریم قدس کی براہ راست زیارت سے محروم ہیں۔ لیکن ان کے اس احسان عظیم نے یہ صورت تو پیدا کر دی کہ کم از کم نقش و نگارِ حریم ناز کے حسین تصور ہی سے دلِ بیتاب کو تسلی دے لیتے ہیں۔

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

بارالٰہا! میری اس کوشش کو قبول فرمالے اور میدان حشر میں اس مقدس سراپے کو میری مغفرت کا واسطہ، آمین ثم آمین۔

خریداران "عدل" کی خدمت میں

دین کی خدمت کے یہ دو طریقے بھی ہیں

(۱) "عدل" کی توسیع اشاعت کی کوشش فرمائیے۔

(۲) ادارۂ تبلیغ الاسلام کے تبلیغی اسباق، تبلیغی خطبات، قرآنی اسباق اور دوسرے دینی

انبیاء کا طریق دعوت و اصلاح

(گذشتہ سے پیوستہ)

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی

مترجمہ: مولوی سید محمد بالحجعفی

قریش جب حد سے بڑھ گئے اور پانی سر سے اونچا ہوگیا تو اللہ نے اپنے رسُول کو اور آپ کے اصحابؓ کو
[ہج]رت کر جانے کی اجازت دے دی، یہ لوگ یثرب کو ہجرت کر گئے اور اسلام ان سے بھی پہلے یثرب پہنچ چکا تھا۔
اہل مکہ یثرب والوں سے خوب گھل مل گئے حالانکہ ان کے درمیان کی کڑی صرف یہ نیا مذہب تھا، تاریخ
[نے] دین کی طاقت و اثر کا یہ انوکھا منظر پیش کیا۔ اوس و خزرج نے جنگ بعاث سے ابھی اپنا دامن بھی نہ جھاڑا
[تھ]ا اور ان کی خون آشام تلواروں سے ابھی تک خون ٹپک رہا تھا، ایسے حالات میں اسلام نے دلوں میں الفت و محبت
[پید]ا کی۔ اس مصالحت کے لئے اگر کوئی شخص پوری دُنیا کا خزانہ خرچ کر دیتا تو بھی اس کی طاقت سے باہر تھی۔ پیغمبر
[خدا] نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ کرایا، ایسا بھائی چارہ جس کے سامنے سگے بھائیوں کا
[م]حبت گرد، اور دُنیا کی ساری دوستیاں اس سے شرمندہ تھیں، تاریخ میں ایسی محبت و خلوص کی مثال نہیں ملتی۔

یہ نوزائیدہ جماعت جو مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ پر مشتمل تھی ایک عظیم الشان اسلامی اُمت کی اساس اور
[قو]م کا سرمایہ تھی۔ اس جماعت کا ظہور ایسی کٹھن گھڑی میں ہوا جب کہ دُنیا موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھی۔
[اس] جماعت نے آکر اس کی زندگی کا پلڑا جھکا دیا۔ اور ان تمام خطرات کو دُور کر دیا، جو اس کو درپیش تھے۔ اس
[جماع]ت کا ظہور پھر اس کا استحکام انسانیت کی بقا کے لئے ضروری تھا، اسی لئے حب اللہ تعالیٰ نے انصار و
[مہاج]رین کی اخوت و محبت پر زور دیا تو فرمایا (اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا) ادھر
[حضور] (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلسل نہایت دقیق اور دُور رس تربیت فرماتے رہے اور اُدھر قرآن برابر ان کے
[ایمان کو] طاقت اور گرمی بخشتا رہا۔ رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجالس سے ان کو دینی استحکام خواہشات
[پر قابو،] رضائے الٰہی کی سچی طلب اور اس کی راہ میں مٹنے کی عادت، جنت سے عشق، علم کی حرص،
[دین کی سمجھ،] احتساب نفس کی دولت حاصل ہوئی۔ وہ لوگ تنگی و سستی میں رسُول کی اطاعت کرتے، جس حال
[میں ہوتے اللہ] کی راہ میں اُٹھ کھڑے ہوتے، یہ لوگ رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت میں دس سال کے

اندر ستائیس بار جہاد کے لئے نکلے ، اور آپ کے حکم سے سو مرتبہ سے زائد کمر بستہ ہوکر میدانِ جنگ کی طرف گئے۔ ان کے لئے دنیا سے بے تعلقی آسان بن گئی تھی ، اہل وعیال کے مصائب برداشت کرنے کے عادی بن گئے تھے قرآن کی آیات وہ بے شمار احکام لائیں جو ان کے لئے پہلے سے مانوس نہ تھے۔ نفس و مال ، اولاد و خاندان کے بارے میں احکام نازل ہوئے جن کی تعمیل کچھ ہلکی پھلکی تعمیل نہ تھی ، لیکن خدا اور رسول کی ہر بات ماننے کی عادت پڑ گئی تھی شرک وکفر کی گتھی جب سلجھ گئی تو ساری گتھیاں ہاتھ لگاتے ہی سلجھ گئیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک بار ان کے ایمان کے لئے کوشش فرمائی۔ پھر ہر ہر امر و نہی اور ہر نئے حکم کے لئے مستقل کوشش اور جد وجہد کی ضرورت نہ رہی۔ اسلام وجاہلیت کے پہلے معرکہ میں اسلام نے جاہلیت پر فتح حاصل کرلی۔ پھر تو ہر موقع کے لئے ہر مرتبہ نئے معرکہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ وہ لوگ مع اپنے قلوب کے مع اپنے ہاتھ پاؤں کے مع اپنی روحوں کے اسلام کے دامن میں آگئے۔ ان پر جب حق واضح ہوگیا تو رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کوئی کشاکش باقی نہ رہی آپ کے فیصلہ پر ان کے سینے کبھی نہ بھنچتے جس بات کا آپ فیصلہ فرما دیتے ذرا اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہتی ، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے روبرو اپنے چھپے قصوروں کا اقرار کیا۔ اور اگر کبھی گناہ میں مبتلا ہوگئے تو اپنے جسموں کو حدود اور سزاؤں کے لئے پیش کر دیا۔ شراب کی حرمت کا اعلان ہوا اور چھلکتے ہوئے جام ہتھیلیوں پر تھے ، اللہ کا حکم ان کے بھڑکتے ہوئے جگر آلودہ لبوں اور شراب کے پیالوں کے درمیان حائل ہوگیا ، پھر کیا تھا ہاتھ کو ہمت نہ تھی کہ اوپر کو اٹھ سکے اور لبوں کی تمنائیں وہیں خشک ہوگئیں شراب کے برتن توڑ دیئے گئے اور شراب مدینہ کی گلیوں اور نالیوں میں بہہ رہی تھی ۔

جب شیطان کے اثرات ان کے نفوس سے ڈھل گئے ، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جب ان کے نفوس کے اثرات ان کے نفوس سے زائل ہوگئے ، نفسانیت کا خاتمہ ہوگیا اور وہ لوگ اپنے نفسوں سے ویسا ہی برتاؤ کرنے لگے جیسا وہ دوسرے سے کرتے تھے۔ دنیا میں رہتے ہوئے مردانِ آخرت اور نقد سودے کے بازار میں آخرت قرض کو دنیا کے نقد پر ترجیح دینے والے بن گئے۔ نہ کسی مصیبت سے گھبراتے نہ کسی نعمت پر اتراتے ، فقر ان میں رکاوٹ نہ بن سکتا ، دولت سرکشی پیدا نہ کر سکتی ، تجارت غافل نہ کرتی ، کسی طاقت سے نہ دبتے ، اللہ کی زمین کا خیال بھی نہ آتا ، بگاڑ اور تخریب کا وہم بھی نہ ہو سکتا تھا ، لوگوں کے لئے وہ میزانِ عدل تھے ، وہ انصاف ـ اللہ تعالیٰ کے گواہ تھے خواہ اپنے نفس کے خلاف گواہی دینی پڑے خواہ والدین اور اعزہ کے مخالف جا اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کو ان کے قدموں میں ڈال دیا اور دنیا کو ان کے لئے مسخر کردیا ، وہ اس وقت عا اور اللہ کے دین کے داعی بن گئے۔ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اپنا جانشین بنایا ، اور ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ رسالت اور امت کی طرف سے اطمینان لے کر رفیقِ اعلیٰ کی طرف سفر کر گئے۔

مسلمانوں کی طبیعتوں کا یہ زبردست انقلاب جو رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے دستِ مبا

ادر مسلمانوں کے ذریعہ سے انسانی معاشرہ میں پیش آیا، انسانی تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ تھا۔ اس انقلاب کی ہر چیز
ں اور انوکھی تھی، اس کی سرعت اس کا عمق اس کی وسعت و ہمہ گیری، اس کی وضاحت اور فہم انسانی سے قرب
سب اس محیر العقول واقعہ کے نرالے پہلو تھے۔ یہ انقلاب دوسرے خارق عادہ واقعات کی طرح کوئی پیچیدہ مسئلہ
قابل فہم معمہ نہ تھا، علمی طریقے سے اس انقلاب کی تحقیقات کیجئے۔ تاریخ انسانی اور معاشرۂ انسانی میں اس کے
ات کا مطالعہ کیجئے۔

تمام لوگ خواہ عرب ہوں یا عجمی نہایت مسخ شدہ زندگی گذار رہے تھے۔ ہر وہ ہستی جو ان کے لئے وجود
گئی تھی۔ اور جو ان کے تصرفات کے تابع تھی، امر و نہی اور سزا و جزا کی طاقت سے محروم تھی اس کی وہ
کرنے لگے تھے۔ وہ ایک بالکل سطحی اور اتھلی مذہبیت رکھتے تھے جس کا زندگی میں کوئی اثر اور ان کے طبائع
ر قلوب پر کوئی اقتدار نہ تھا۔

اخلاق و معاشرت اس مذہبیت سے ذرا متأثر نہ تھے، اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان ایسا تھا جیسا کہ ایک صانع
پیدا کر کے کنارہ کش اور گوشہ نشین ہو گیا ہو اور اس نے اپنی مملکت ان لوگوں کے حوالے کر دی ہو جن کو
خلعت ربوبیت سے سرفراز کیا ہو اور وہ حکومت پر قابض ہوں اور سیاہ و سفید ان کے ہاتھ میں ہو۔ غذا
، ملک کا نظم و نسق ان کے اختیار میں ہو، غرض ایک منظم حکومت کے جتنے شعبے اور محکمے ہوتے ہیں وہ سب
، انتظام میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان ایک تاریخی واقفیت سے زیادہ نہ تھا: اللہ کو پروردگار سمجھنا اور اس کو زمین و
کا خالق ماننا ایسا ہی تھا جیسے تاریخ کے کسی طالب علم سے پوچھا جائے کہ یہ قدیم عمارت کس کی تعمیر ہے؟ وہ
ہے کہ فلاں بادشاہ کی! اس بادشاہ کے نام سے اس کے قلب پر خوف و ہراس کی کوئی لہر نہ دوڑے، نہ
غ پر کوئی اثر پڑے۔ ان لوگوں کا دین اللہ تعالیٰ کے خوف اور تضرع و دعا سے خالی تھا۔ اللہ کی
و بالکل بے خبر تھے اس لئے ان کے دل میں اس کی محبت کا کوئی جذبہ اور اس کی عظمت و کبریائی کا
- اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کو بہت مبہم، مجمل اور عامیانہ وسطحی سا علم تھا جس میں کوئی گہرائی اور قوت نہ تھی
لسفہ نے خدائے تعالیٰ کی ذات کے تعارف کے سلسلہ میں زیادہ تر نفی سے کام لیا۔ اس نے صفات کی
ایک طویل سلسلہ قائم کیا، جس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مثبت تعریف اور کوئی ایجابی صفت نہیں ہے، نہ
ذکر آتا ہے، نہ اس کی ربوبیت، آپ کی بے پایاں بخشش اس کی محبت و رحمت کا تذکرہ ہے۔
اول کو تو ثابت کیا تھا لیکن علم اختیار و ارادہ اور صفات کی نفی کی اور اپنی طرف سے ایسے کلیات

واصول وضع کئے جو اس ذات عالی کی تنقیص اور مخلوقات پر قیاس تھا، اور ظاہر ہے کہ اگر سیکڑوں نفی
تو ایک ایجاب کا فائدہ بھی نہیں دے سکتیں۔

ہمارے علم میں آج تک ایسا کوئی نظام ایسا کوئی تمدن اور ایسی کوئی سوسائٹی بھی وجود میں نہیں آئی
نفی پر قائم ہو، یونانی فلسفہ کے حلقۂ اثر میں دین ومذہب خشوع، تضرع حوادث میں رب العالمین
توجہ قلبی محبت والفت کی روح سے یکسر خالی تھا۔ اسی طرح اس دور کی مذہبیت روح کھو بیٹھی اور صرف
بے روح رسمیں اور ایمان کی بے جان نقلیں دنیا میں رہ گئیں۔

مسلمان امت اور عرب قوم اس بیمار غیر واضح اور بے جان معرفت سے نکل کر ایک ایسے واضح اور عمیق
تک پہنچ گئی جو قلب ونفس وجوارح پر قابو یافتہ تھا، معاشرت کو متاثر کرنے والا اور زندگی اور متعلقات ز
حاوی تھا۔ وہ لوگ اس خدائے قدوس پر ایمان لائے جس کے بہترین نام ہیں، جس کی شان سب سے او
وہ لوگ ایسے رب العالمین پر ایمان لائے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ قیامت کے دن کا تنہا
مختار، شہنشاہ پاک،

هو الله الذی لا اله الا هو عالم الغیب والشهادة هو الرحمن الرحیم (الی آخر الایات)

جو اس کارخانۂ عالم کا پیدا کرنے والا بھی ہے اور چلانے والا بھی، جس کے قبضۂ قدرت میں تمام عالم ک
ڈور ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا، اور وہ تمام صفات جن کا ذ
نے ذکر کیا ہے، جنت اس کا انعام ہے، اور دوزخ اس کی سزا، جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں کشائش
اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ آسمان وزمین کی تمام پوشیدہ اشیاء سے واقف ہے، آنکھوں
چوریوں اور دلوں کے اسرار کو خوب جانتا ہے اور جو کچھ اس کے تصرفات کے متعلق قرآن نے بتایا ہے۔

اس گہرے وسیع اور واضح ایمان سے ان لوگوں کی نفسیات عجیب طرح تبدیل ہو گئیں، جب بھی کوئی
اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا اس کی زندگی میں عظیم الشان انقلاب رونما ہوتا، ایما
پیوست ہو جاتا، یقین رگ وریشہ میں سرایت کر جاتا اور اس کے جسم میں خون وروح کی طرح دوڑ جاتا، جا
کے جراثیم کو ختم کر دیتا اور اس کی جڑوں کو اکھاڑ کے پھینک دیتا، دل ودماغ اس کے فیضان سے معمور ہو جا
وہ شخص پہلا آدمی باقی نہ رہتا، اس شخص سے صبر وشجاعت ایمان ولیقین کے ایسے حیرت انگیز واقعات رونما ہوتے
عقل دنگ رہ جاتی ہے اور فلسفہ وتاریخ اخلاق انگشت بدنداں ہیں، قوت ایمان کے سوا کسی اور چیز سے اس ک
نہیں ہو سکتی۔

یہ ایمان ایک کامیاب اخلاقی مدرسہ اور نفسیاتی تربیت تھی جو طالب علم کو اعلیٰ درجہ کی قوت اور دی، محاسبہ نفس
خود اپنے ساتھ انصاف کی قوت عطا کرتی تاریخ میں کسی دوسری طاقت کا سراغ نہیں ملتا جو نفس کی ترغیبات

لغزشوں پر اس کامیابی کے ساتھ فتح حاصل کر لیتی۔
اگر کسی وقت صفت بہیمی زور کرتی اور انسان سے غلطی ہو جاتی، اور یہ ایسا موقع ہوتا جب کوئی آنکھ دیکھنے والی اور وہ شخص قانون کی دسترس سے باہر ہوتا تو بھی ایمان نفس لوامہ بن جاتا، دل کی پھانس چین نہ لینے دیتی، ان خیالات کا سیلاب امنڈنے لگتا، اس گناہ کی یاد میں چین حرام ہو جاتا، حتیٰ کہ وہ شخص خود قانون کے اقرار جرم کرتا اور سخت سے سخت سزا کے لئے اپنے کو پیش کر دیتا اور پھر اس سزا کو برضا و رغبت جھیلتا تاکہ اللہ کی ناراضگی سے بچ سکے اور آخرت کی سزا کی جگہ دنیا کی سزا لے لے۔
ہمارے سامنے معتبر مؤرخین نے اس سلسلہ میں اسلامی تاریخ کے ایسے عجیب غریب واقعات پیش کئے ہیں، نظیر اسلام کی دینی تاریخ کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی۔ ان ہی واقعات میں سے ماعز بن مالک اسلمی کا واقعہ ہے، امام مسلم نے اپنی جامع صحیح میں نقل کیا ہے۔ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہ حاضر ہوئے، اور کہا (یا رسول اللہ مجھ سے خطا ہوئی ہے میں زنا کا مرتکب ہو گیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو پاک کر دیں) آپ نے ان کو واپس کر دیا۔ دوسرے دن وہ پھر آئے اور کہنے لگے (یا رسول اللہ میں زنا کا مرتکب ہو گیا ہوں) آپ نے دوبارہ پھر واپس کر دیا اور ان کے گھرانے سے دریافت کرایا کہ ان کی سمجھ میں کسی قسم کی کوئی خرابی تو نہیں یا عقل کے خلاف بات تو نہیں پائی جاتی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو صرف اسی قدر جانتے ہیں کہ وہ سمجھ دار صالح آدمی ہیں۔ پھر تیسری بار ماعز بن مالک آئے، آپ نے دوبارہ دریافت کرایا جواب یکساں ملا، چوتھی بار آئے تو آپ نے نصیحت دفن کروا کر سنگسار کر دینے کا حکم دیا۔
اس کے بعد غامدیہ آئیں کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ مجھ سے زنا کی غلطی سرزد ہو گئی ہے طاہر کروا دیجئے۔ آپ نے واپس کر دیا، دوسرے روز پھر آئیں اور کہنے لگیں آپ ہمیں کیوں واپس کرتے ہیں۔ شاید اسی طرح جس طرح واپس کرتے تھے، ہاں میں حاملہ بھی ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر تو نہیں جاؤ جب ولادت ہو جائے تو آنا۔ ولادت سے فارغ ہوئیں تو پھر آئیں، لڑکا کپڑے میں لپٹا ہوا تھا کہنے لگیں، یہ میرا بچہ ہے آپ نے فرمایا جاؤ دودھ پلاؤ کھانے لگے تو لانا، جب دودھ چھڑایا تو پھر آئیں اور لڑکے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، کہنے لگیں:۔ اللہ کے نبی لیجئے، میں دودھ پلانے سے بھی فارغ ہو گئی اور یہ کھانا بھی کھانے لگا۔ آپ نے لڑکا ایک مسلمان کے سپرد اور حد قائم کرنے کا حکم فرمایا۔ ان کے سینے تک گڑھا کھودا گیا اور آپ نے حکم فرمایا لوگوں نے سنگسار کر دیا۔ خالد بن ولید نے ایک پتھر مارا تو خون کی چھینٹیں ان پر آکر پڑیں تو انہوں نے مذمت کے الفاظ کہے آپ نے یہ الفاظ سن لیئے، اور فرمایا خالد اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ ایسی توبہ اگر کرتا تو بخش دیا جاتا۔ پھر آپ نے حکم دیا نماز پڑھی گئی اور ان کو دفن کر دیا گیا۔ (الفرقان)

سائنس اور حقیقت

(از۔ جناب اسرائیل احمد خاں صاحب بی۔اے جامعہ)

عہد حاضر کی طرز فکر کا اک پہلو یہ ہے کہ سائنس اب اپنا اک محاسبۂ نفس سائنس میں اٹھا رہی ہے! "برطانوی سائنس" کے صدر نشین اپنی سرکاری مسندوں سے بارہا اس سنگین حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں کہ "جو اپنی اصطلاحی علوم و فنون کی ترقیوں اور ارتقا پیمائیوں میں جامۂ اخلاق و قبائے سیرت سے عاری جا رہا ہے، ممکن ہے کہ اُس کا انجام آخر کار یہ ہو کہ تمدن کا قصرِ ثریا رس ایک دن زمیں بوس ہی ہو کر سرخیلِ ارباب سائنس و فلسفۂ سائنس سر جیمز جینز (آنجہانی) نے، جنہوں نے کہ ۱۹۳۴ء میں سائنس کا کے اجلاس منعقدہ شہر ایبرڈین کی کرسیٔ صدارت کو زینت بخشی، سائنس کے ان نفوس ناطقہ کے محولۂ بالا قسم اعلانات پر اپنے اک اہم تر انکشاف کا اضافہ کیا! اُن کی مایوسانہ اگرچہ عین حقیقت آشنایانہ، تشخیص مرض یہ:

"انسانی طبیعت بڑی ہی سست رفتاری سے تغیر و اصلاح قبول کیا کرتی ہے، در آنحالیکہ انسانی عقل و فکر گریز پیش قدمی کرتی رہتی ہے، اور اپنے طے مراحل و قطع منازل میں علوم و معارف کے انبار لگا دیتی ہے۔ اس کا تقدم و لپماندگی کے نتیجے میں دل، دماغ سے کوسوں پیچھے پڑ جاتا ہے!"

اقبالؔ نے نقشِ فرنگ میں تمدنِ مغربی کے کارناموں کے جس عظیم "سود و زیاں" کا گوشوارہ پیش کیا ہے وہ اس منقولۂ بالا علمی روداد کا گویا ایک شاعرانہ ترازو ہے! اقبالؔ روایت کے کلماتِ طیبات یہ ہیں۔

"دانش" اندوختہ، "دل" زکف انداختہ!

آہ آں نقدِ گرانمایہ کہ در باختہ!

بلند بانگ و تُنک انجام نہضتِ فرنگ، کا پورا "رزمیہ و المیہ" یہ تھا:۔

از من اے بادِ صبا گوئے بہ دانائے فرنگ!	عقل تا بال کشودہ ست، گرفتار تر است؟!
برق را ایں بہ جگر می زند، آں رام کند!	عشق از عقلِ فسوں پیشہ جگر دار تر است!!
عجبے نیست کہ اعجازِ مسیحا داری!!!	عجب ایں است کہ بیمار تو بیمار تر است؟!

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نفوس میں جذبات پرستی کے وہ داعیات علیٰ حالہٖ موجود ہیں جو ہمارے آباؤ کی بدنام خصوصیت سمجھے جاتے تھے! ہم میکانیکی قوتوں کے استعمال و استحصال میں کس شد و مد سے منہمک ہیں! اُن کا غلط و غیر اخلاقی استفادہ اپنے دامن میں ناگفتہ بہ خطرات و مہالک کی پرورش کر سکتا ہے اور ہم نے وہ

ندان کو اسلحۂ آتشیں سے بدل دیا، قبل اس کے کہ ہم اس کی جبلت کو اس کی درندگی سے غیر مسلح کرتے
سینۂ انسانیت کی یہ وہ آرائش، مشاطۂ سائنس کے ہاتھوں تھی جس پر اہلِ نظر و اربابِ درد کی طرف سے
ہ یہ شکوۂ رنگیں کیا جاسکتا تھا کہ ؎

ایک تو نینا مدھ بھرے، دوجے انجن سار!
اے لوگو! کوئی ریت ہے متوالن ہاتھ کٹار!

ہم سر جیمز اس "اصلاح کار" پر غور فرمانے کے لئے چنداں آمادہ نہ پائے گئے کہ اس خوفناک رفتارِ انکشاف
ع کے جلوسِ رواں کو اس وقت تک کے لئے "آہستہ خرام بلکہ مخرام" کا پیام سنایا جائے کہ انسان
ل پیش قدمی اس کے دوش بدوش آجائے۔ صاحبِ موصوف کے خیال میں یہ اک ایسا طریقِ علاج تھا جو
میات کے دائرۂ الشفا سے خارج ہوگا۔ یعنی ہمارا دل ہماری عقل کا رہبر و ہمسفر بنے یا نہ بنے عقل اپنی
فر" کو معطل نہیں کرسکتی۔ وہ چلتے رہنے پر اضطراراً مجبور ہے۔ دل کی حرکت غالباً شعوری اور بکاوشِ
ی ہے۔ اب اضطرار اور اختیار کی یہ ہم قدمی انسان کی مشکل دشوار ہے؟! خود "مشرقی سالک" اقبال اس
ل مثالی اور نادر "ائتلاف" ثقافتی ہی کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جب کہ وہ یہ زمزمۂ تمنا زبان پر
ا کہ؛ ؎

اے خوش آں عقل کہ پہنائے دو عالم با اوست!
نورِ فرشتہ و سوزِ دلِ آدم با اوست!!

غرض سارا پُرشوکت ایوانِ سائنس و حکمت اک "آرزوئے خوش" سے بس گونجتا ہی ہے، جس کی صدائے
اک صدا بصحرا میں تحلیل ہوکر رہ جاتی ہے؟! ؎

وہ سحر مدعا طلبی میں نہ کام آئے!
جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب میں!!

لِ آدم کی یہ فریاد دردناک کیا مشکلکشائے علم و ایجاد سنتا ہے، نیز کیا وہ کوئی حلِ مشکل پیش کرتا ہے؟!

وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے! جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب میں!!!

سر جیمز جینز کا فرمودہ یہ ہے کہ "اگر یہاں کوئی راہِ نجات ہے بھی تو وہ کم از کم سائنس کی "نفی" میں نہیں ہے، بلکہ
ئنس کے "اثبات" میں ہے؟!
یا معنی؟ کیا رات کی سیاہ مستانہ نوشا نوش کا جو خمیازہ و خمارِ صبحدم ہے اس کی رفع داد اک اور جام صبوحی
! ع نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی!؟
حضور کی امیدِ موہوم ہے کہ "مثلاً ہم انسانی سرشت و طینت کے بارے میں جن نفسیاتی قوانین پر وقوف پاچکے ہیں

اگر انہیں کو اپنے فنِ تعلیم اور اصلاحِ تولیدِ نسل کے کام میں بروئے کار لانے لگیں تو عقل و دل کے توازن باہم کافی بحالی بہم پہنچے گی!"

سر موصوف سائنس کی عقلِ کُل اور ہادیٔ سُبُل سے نہ معلوم یہ اُمید کون سے ایمان بالغیب کی بنا پر ارشاد فرماتے ہیں کہ "شاید اس طرح ہم اپنی حیاتِ تمدنی کی موجودہ سیاسی و معاشی عدمِ مساوات کی ملعون بیدردی بہت کچھ معرضِ تخفیف میں لاسکیں گے، اگر اُس کا استعمالِ کامل نہ کر سکیں گے!" — ہم حیران ہیں ع

مارا ازیں گیاہِ ضعیف ایں گماں نبود!

سر جیمز اپنی خوش عقیدگی کی آخری ترنگ میں فرماتے ہیں کہ "سائنسِ طبیعی اپنے روز افزوں و گونا گوں تکلفات و تعیشات کی زیادہ ہمہ گیر تقسیم سے شاید انسانی حرص و ہوس کی دھار کو کسی قدر کُند کر دے جس کی تیزی نے طبقاتی کشمکش کو اس قدر جانستاں بنا دیا ہے!"

"لسان الغیب غالبؔ اس "دانائے فرنگ" کے تجاہلِ عارفانہ پر متبسم ہوتے ہوئے اپنا یہ شعر یاد دہانی میں پڑھتا ہُوا مسموع ہوتا ہے :-

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے!
بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے!!

مغرب کے سائنس پرست اقطابِ علم، سائنس کو کچھ اس درجہ آخر الحیل سمجھتے ہیں، ساتھ ہی اپنی محرومی تہذیب کے سرطان و دق کو کچھ ایسے سطحی و جلدی عوارض شمار کرتے ہیں کہ محض یہی خوش فہمی اور آسان پسندی مشکلِ لاحل کا راز بن گئی ہے! ع آساں ز تغافل تو مشکل!

تاہم محرمِ مشرق و مغرب اقبالؔ کی بیباک تنقید کا خنجرِ نظر، فرنگیت کے "ناسوری پھوڑے" میں پیوست ہو جاتا ہے، اور اپنے طبی معاینے کی یہ پُرشور رپورٹ لے کر نکلتا ہے!

آبِ حیواں از دمِ خنجر طلب! | وز دہانِ اژدہا کوثر طلب!!
سنگِ اسود از درِ بتخانہ خواہ | نافۂ مشکِ از سگِ دیوانہ خواہ

علمِ حق از دانشِ حاضر مجو!
کیفِ حق از جامِ ایں کافر مجو!

(۲)

لیکن سر جیمز جینز نے اپنے زیرِ بحث خطبے کے عمومی حصّے میں مذکورۂ بالا تمدنی و سیاسی و جزئی سے بمراحل برتر مسائل و مُہمات علمیہ پر لب کشائی کی ہے۔ یہ مباحث ۲۱ درجہ مستقل و فی نفسہٖ واقعہ

دماغ ذہنی تخییل کے عمل سے نابلد ہیں وہ ممکن ہے تازہ ترین حوادثِ وارالتجربہ سائنس کے ان مظاہرات پر اپنی
خیرہ ہوتی ہوئی پائیں!!
تعلیم یافتہ اشخاص کی اکثریت مبہم طور پر اس امر سے باخبر ہوگی کہ ایوانِ سائنس کے اندر ماضی قریب میں اک مخصوص قسم
اب پرورش پاتا رہا ہے جس نظامِ عالم کو ہم اپنے عہدِ طفلی کے اَبعَادِ ثلاثہ یا اَبعَادِ اربعہ والی دُنیا کہتے تھے
، کی دردلبست میں مادّہ اور قوت (توانائی) مضبوطی سے "زمان و مکان" پر حصار بند نظر آتے تھے ، اور
ایک ایک حرکت و جنبش اک جامع و مانع، واضح و قاطع قابلِ پیش بینی نتیجہ رکھتی تھی —— اب معلوم ہوا ہے کہ وہ
تناقض و آثار تناقص سے داغدار واقع ہُوا ہے! صرف اک منتہی فاضل ریاضیات ہی اُس دفترِ شہادت و طریق
ل و اثبات) کی نوعیت کا فہم حاصل کر سکتا ہے جو اس نوزائیدہ نظریۂ کائنات کی تائید میں پیش کیا گیا ہے! سرچیز
ہیں میں سے بعض موشگافیوں اور ژرف نگاہیوں کا تعارف کراتے ہیں جب کہ قوتِ برقی کی وہ "اس موج" کا ذکر
ہیں جو اپنی طبیعیاتی پیمائش کے لئے بجائے "اَبعَادِ ثلاثہ" کے "اَبعَادِ ستّہ" ... کی متقاضی ہے!! —— یہاں
ں کی حرکت و سیر کا اک مبہوت کن تصوّر ہمارے سامنے آتا ہے!
یہاں اک جملۂ معترضہ سُنیئے! اک جید سائنس دان نے اس تقریب سے اک موقعے پر کہا کہ "خدا کا کوئی علمی تصوّر
کے لئے کتنا درائے الورا ہونا چاہیئے جب کہ ذرّہ کی تازہ ترین سائنٹفک تصویر ہی اس درجہ نادرالہیئت پائی
ہے کہ ابھی تک عملاً وہ ہماری گرفتِ فہم و تعقل میں نہیں آسکی؟!" اللہ اکبر ؎

اک ذرّے کا راز جان لے گا جس وقت! اللہ سے میں دو چار کر دوں گا تجھے!!

آمدم برسرِ مطلب!
نیوٹن کے فلسفۂ کائنات نے ہمیں سبب اور نتیجہ ، علت و معلول کے رابطۂ باہمی کی تغیر ناپذیری و ہمواری کے
کی تعلیم دی تھی! اس قصرِ علمی کا غیر متزلزل سنگِ بنیاد یہ تھا کہ فطرت اپنے ہر گوشے میں اک ناشکستنی تسلسل
یہ زنجیر واقع ہوئی ہے! وہ ، جیسا کہ اک قدیم لاطینی مثل میں بیان کیا گیا تھا "طبعی جست نہیں کیا کرتی!" —
ب جب کہ ہم "طبعیاتِ جدیدہ" کے اعماق میں پہنچ گئے ہیں، ایسا کہنا قیاس مع الفارق ہوگیا ہے! اب
قیارہ مماثل تہییج پر یکساں ردِّ فعل پیش نہیں کرتا! اب وہ بلاشبہ "جست کرتا ہے!" — اور کچھ ایسے انداز
اس کی حرکات و سکنات کو طبیعی نوامیس حرکت کی کسی دفعہ سے منضبط نہیں کیا جاسکتا؟!! دو بالکل ہم صورت
ں میں سے کسی کی نسبت نہیں کہا جاسکتا کہ کون "برقِ جہندہ" بن جائے گا اور کون نہیں! کون کس لمحہ پُراسرار جست
یہ کھیل شروع کردیگا اور کون نہیں؟!
بیسویں صدی کی معرکہ آرا تنقیح علمی یہ تھی کہ کیا ناموسِ "ہمواریت" کو اتنی وسعت دی جاسکتی ہے کہ حیات کے
غیر مادی کائنات کی طرح، اُس کے تحت آجائیں؟ لیکن آج جس ہوشربا سوال سے ایوانِ سائنس گونج

[illegible] و پیکوں! ذرّہ اور "برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم!" — تا بہ ایزد جل و علیٰ چہ رسد؟!

رہا ہے وہ یہ ہے کہ "آیا غیر ذی رُوح و لاشعور مادّے کے آثار دشیون کے پُراسرار پردوں کے پیچھے ہی صاحبِ ارادہ ہستئ مطلق" کی کارفرمائیاں تو ہمیں مُشاہدہ نہیں کرائی جا رہی ہیں "!!

یہ امر موجبِ تعجب ہونا چاہیئے کہ علم و انکشاف کے عالمِ طلسمات کے اندر اہلِ سائنس کو جب اس قسم کے غریبہ سے سابقہ پڑنے لگے تو عین اک حالتِ جبر کے تحت وہ کسی صوفیانہ تصورِ کائنات کے سامنے سربسجود ہو واقعہ یہ ہے کہ وہ اس فلسفیانہ استفسار کی مُزاحمت کے لئے تیار بھی نہیں! بر کلے اور کانٹ کا ادعائی تیقن کہ اشیائے عالم کی حقیقت و ماہیت کچھ ایسی گُریز صفت واقع ہوئی ہے کہ وہ ہمارے بشری دماغوں کی تنو نارسائی کی حدُود کے اندر آنے کے لئے آمادہ ہی نہیں! ــــــ ہمیں صرف عالمِ خارجی سے بعض تاثرات ہوتے ہیں، جنہیں ہم زمان و مکان کے پیرائے میں قلم بند کیا کرتے ہیں، اس لئے کہ زمان و مکان ہی کے جاننے سے ہمارے لوحِ دماغ کے قالبین کی وہ ساخت و بافت وجود میں آئی ہے جس کے بغیر عملِ تعقل لئے ممکن ہی نہیں! اب کوئی وجہِ مُوجبہ، نیز کوئی شہادتِ قطعیہ، اس امر کی موجود نہیں کہ زمان و مکان کی وہ تختی جس پر ہم اپنے ادراکات درج کیا کرتے ہیں، حقائقِ کُلی و آخری کی آئینہ دار ہو! بالکل ممکن ہے کہ مرأتِ ذہن پر جو کچھ منعکس ہُوا کرتا ہے وہ حقیقتِ کل کے دائرۂ عظیمہ کی صرف اک قوس ہی ہو! سر جیمز اس استنباط کی بنا پر یہ تک قیاس ہے کہ تمامی کائنات کا وجود ہی اس نقطۂ نظر سے معرضِ شک میں پڑ جاتا

گویا کہ عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے!!!

وہ "آئینِ یکسانیت" اور وہ "قانونِ ہمواریت" جسے ہم نظامِ کائنات کی روش کیساتھ ایسے جزم و حتم وابستہ کرنے کے خوگر تھے، وہ اب اُس کی کوئی ایسی خصوصیتِ خاصّہ نہیں رہا ہے! فضائے عالم کے بزرگ سیاروں سے لے کر اعماقِ کائنات کے خُرد ترین برقپاروں تک، ہر دو قلمروہائے علم میں تازہ ترین تحقیق اس قدیم اصُولِ مُحکم کو مُنہدم کر ڈالا ہے! جو ہر فرد کی داخلی دُنیا میں آئنسٹائن نے مختلف برقیوں کی وہ مزاج "بے راہ رویاں دیکھی ہیں جو بے جان مادّے کی تحرکات" کے بالکل برعکس اک صاحبِ ادراک دل کی "اداؤں" کی غمازی کرتی ہیں!

سر جیمز جینز اس فلسفیانہ استفسار کو بالکل برمحل قرار دیتے ہیں کہ :-

"کیا سچ مچ صنم خانۂ سائنس کے ارکان میں کوئی خانہ برانداز زلزلہ آ رہا ہے؟!
اور کیا مشرق و مغرب کے بظاہر مسمار شدہ معابد کی تعمیرِ جدید کی اک مقدس رسم ادا کی جانے والی ہے؟!"

ذِکرِ محبوبؒ

(وعظ)

(حضرت مولٰنا الحاج محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی المخاطب بہ صدر یار جنگ بہادر)

اطاعت خدا و رسول

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۝ (آل عمران)

محبۃ العبد للہ عبارۃ عن اعظامہ و اجلالہ وایثار طاعتہ واتباع امرہ ومجانبۃ نھیہ اللہ تعالیٰ سے بندہ کے محبت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی تعظیم کرے اور برتر مانے اور اس کی فرماں روائی سب سے مقدم رکھے، حکم پر چلے اور نہی سے باز رہے (تفسیر خازن) محبۃ العبد اللہ ایثار طاعتہ علی غیر ذالک بندہ کی محبت اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ اس کی اطاعت کو سب سے مقدم رکھے۔

حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ آپ کے عہد مبارک میں بعض اقوام نے دعویٰ کیا کہ اللہ کو محبوب جانتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تصدیق کے واسطے ایک معیار قرار دیا تاکہ قول کی تصدیق عمل سے ہو۔ جو دعویٰ دار محبت الٰہی) ہو اور سنت رسول کے خلاف کرے وہ بڑا جھوٹا ہے اور قرآن شریف اس کی تکذیب کرتا ہے۔ دوسری آیت میں جو حکم اطاعت ہے وہ علامت محبت ہے (تفسیر مدارک) محبت کا طریقہ بھی ملکائے امت سے حاصل ہوجاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی ایک میرا مرید ایک قدم بڑھا کر بیت المقدس سے بغداد آیا ہے۔ میں نے اس سے توبہ کرائی۔ شیخ صدقہ نامی ایک بزرگ حاضر مجلس مبارک تھے انہوں نے دل میں کہا کہ جو شخص بیت المقدس سے بغداد ایک قدم میں پہنچ جائے اس کو توبہ کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے ان کے خطرہ

مطلع ہو کر فرمایا کہ اے شخص ہوا میں اڑنے والے کو ضرورت ہے کہ اس فعل سے توبہ کرے اور وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اس کو محبت خدا کا طریقہ بتایا جائے ۔ فتوح الغیب کے چھتیسویں مقالہ میں ارشاد فرماتے ہیں اسی آیت کی تفسیر میں اللہ پاک نے اس آیت میں طریق محبت بیان فرمایا ہے ، اور وہ اتباع نبوی ہے قول میں اور فعل میں : اسی مقالے میں فرماتے ہیں کتاب اور سنت کو اپنا پیشوا بناؤ ان پر نگاہ رکھو اور ان کے مطابق عمل کرو قیل وقال اور ہوس کے دھوکے میں مت پڑو ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (جو تم کو رسول دے اس کو لے لو اور جس چیز سے تم کو منع کرے باز رہو) اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور اُن کی مخالفت نہ کرو کہ جو وہ لائے ہیں اس کو چھوڑ دو اور اپنا ایک اور عمل اور عبادت اختراع کرو ، اسی مقالے کے آخر میں فرماتے ہیں " سلامت کتاب اور سنت کی معیت میں ہے اور ہلاکت ان کی غیر معیت میں " کتاب اور سنت کی مدد سے انسان ولایت کے درجے ابدال وغیرہ تک ترقی پاسکتا ہے "

حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جو محبوبین الہی میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں اتباعِ سنت سے اس درجۂ عالی پر فائز ہوئے ۔ آج کا جلسہ حضرت کی گیارھویں شریف کی تقریب سے ہے ۔ اس لئے مناسب ہے کہ حالاتِ مبارکہ مختصراً کسب شرف وسعادت کے واسطے بیان کئے جائیں ۔

نسب و ولادت

حضرت حسنی وحسینی سادات کرام سے ہیں ۔ آبائی سلسلہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہے اور مادری نسب حضرت سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ کا نسب بلحاظ مختلف قرابتوں کے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے بھی ملتا ہے ۔ اس لئے آپ صدیقی ، فاروقی اور عثمانی بھی ہیں ۔ آپ کا وطن گیلان ہے جس کو جیلان ، جیل اور گیل بھی کہتے تھے ۔ والد کا نام نامی ابو صالح موسیٰ جنگی دوست ہے ۔ والدۂ ماجدہ کا اسم شریف ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ ۔ نانا ابو عبداللہ صومعی اولیاء کرام میں سے تھے اسی لئے حضرت حبیب تک گیلان میں رونق افروز رہے سبط ابو عبداللہ کے لقب سے مشہور تھے ۔ ولادت مبارک ۴۷۱ھ میں ہوئی ۔ تاریخ ولادت (عشق) ہے ۔ اٹھارہ برس کی عمر تک وطن ہی میں قیام رہا وہاں مکتب میں پڑھتے رہے بالآخر جاذبۂ ربانی ظہور پذیر ہوا اور ایسا فرمایا گیا کہ کس کام کے لئے پیدا ہوئے ہو ۔ ۴۸۸ھ میں والدہ ماجدہ سے اجازت چاہی کہ بغداد جائیں اور صلحا کی زیارت اور حصول علم سے مستفید ہوں ۔ مخدومہ نے اجازت فرمائی ۔ شوہری ترکہ میں سے اسی اشرفیاں باقی تھیں ، چالیس حضرت کو دیں چالیس دوسرے بھائی کو ۔ حضرت کے حصے کی ایک مرقع (گدڑی) میں بغل کے نیچے سی دیں ۔ چلتے وقت فرمایا میں نے اپنا خدا کو سونپا اب قیامت تک تمہاری صورت دیکھنے کو نہ ملے گی ۔ یہ عہد لیا کہ سچ بولنا اور جھوٹ نہ بولنا ۔ حضرت والدہ ماجدہ

ہو کر قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ایک مقام پر ساٹھ سوار قافلہ پر حملہ آور ہوئے۔ سب قافلے والوں کو
لوٹ لیا۔ آپ سے تعارض نہیں کیا۔ بالآخر ایک راہزن نے پوچھا تمہارے پاس کیا ہے۔ فرمایا چالیس اشرفیاں۔ پوچھا
کہاں۔ فرمایا گدڑی میں بغل کے نیچے سلی ہوئی ہیں۔ وہ سمجھا کہ مذاق ہے چلا گیا۔ ایک دوسرے ڈاکو سے بھی یہی
گفتگو ہوئی۔ پھر تیسرے سے آخر انہوں نے اپنے سردار سے یہ ماجرا بیان کیا۔ اس نے بلا کر آپ سے پوچھا حضرت
نے وہی جواب دیا، ڈاکو اس وقت ایک ٹیلہ پر مال تقسیم کر رہے تھے۔ جواب سن کر سردار نے کہا۔ گدڑی ادھیڑو، گدڑی
ادھیڑی گئی۔ پوری چالیس اشرفیاں نکلیں۔ تعجب سے پوچھا اپنا راز کیوں فاش کیا فرمایا والدہ نے عہد لیا ہے کہ
ہمیشہ سچ بولنا، میں ان کے عہد میں خیانت نہیں کر سکتا۔ یہ کلام پُر تاثیر زبان سے نکلا تھا کہ سردار کے دل
پر اثر کر گیا۔ رو دیا اور کہا "تم اپنی ماں کے عہد میں خیانت نہیں کرتے میں اپنے پروردگار کے عہد میں سالہا
سال سے خیانت کر رہا ہوں" اسی وقت توبہ کی۔ رفقاء نے یہ دیکھ کر کہا کہ "تم رہزنی میں سردار تھے" تو توبہ کے بھی
سردار ہو، یہ کہہ کر سب نے توبہ کی اور مال قافلے والوں کو واپس دے دیا۔ حضرت نے فرمایا ہے، یہ پہلا
گروہ تھا جس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت نے یہ واقعہ خود زبان مبارک سے اُس وقت بیان فرمایا تھا جب
یہ سوال کیا تھا کہ آپ کی ترقی کی بنیاد کیا ہے فرمایا "صدق"۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ اس زمانے میں
میں چھوٹا تھا اور مکتب میں پڑھتا تھا۔

تحصیلِ علم

بغداد پہنچ کر پوری محنت اور کوشش سے تحصیل علم کی۔ اول قرآن مجید کو پوری روایت و درایت
کے ساتھ حاصل کیا یعنی قراءتیں سیکھیں اور سمجھ کر پڑھا۔ پھر ممتاز محدثین سے علم حدیث کی سند اور
علوم کی بھی تکمیل کی۔ اس طرح اصول و فروع مذہب اور اخلاقیات غرض جملہ علوم کی تکمیل کی۔ اس شان اور
کے ساتھ نہ صرف بغداد بلکہ تمام ممالک کے علماء سے ممتاز اور فائق ہو گئے اور مرجع علماء بن گئے۔

راہ سلوک میں ریاضات شاقہ فرمائیں اور مجاہداتِ عظیم کئے۔ خود فرمایا ہے کہ پچیس برس تک میں
عالم تفرید میں عراق کے جنگل اور ویرانوں میں پھرتا رہا ہوں نہ مجھ کو کوئی پہچانتا تھا نہ میں کسی کو
عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ پندرہ برس تک عشا کے بعد ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر دیوار
پکڑ لیتا اور کلام مجید کی تلاوت شروع کرتا۔ صبح تک ختم کر دیتا۔ گیارہ برس بغداد کے ایک برج میں معروف
رہے اس قدر قیام کی وجہ سے اس کا نام برج عجمی ہو گیا۔ فرماتے ہیں، دورانِ سیاحت میں ایک بار
ہو گیا۔ اس میں ایک عجیب صورت مجھ پر ظاہر ہوئی۔ اس نے بآواز بلند مجھ سے کہا کہ اے عبدالقادر
رب ہوں، جو دوسروں پر حرام ہے وہ میں نے تجھ پر حلال کر دیا جو چاہو گے پاؤ گے، جو چاہو کرو
یہ پڑھتے ہی روشنی کافور ہو گئی اور تاریکی میں وہ صورت غائب

دُور جاکر کہا "اے عبدالقادر اپنے علم اور فقہ کی وجہ سے تم مجھ سے بچ گئے"۔ میرے اس فریب میں پھنس کر ستر آدمی ایسے تباہ ہوئے کہ پھر راستہ نہ ملا۔ تم کو اللہ تعالیٰ نے کیسا علم اور ہدایت عطا فرمائی ہے۔ میں نے کہا:

لِلّٰہِ الفضل والمِنّۃ، ومنہ الہدایۃ فی البدایہ والنّہایۃ۔ (یہ اللہ ہی کا فضل اور احسان ہے اور ابتداء و انتہا میں اسی کی ہدایت ملتی ہے)

تزکیہ و تصفیہ

خود حضرت کا بیان مروی ہے کہ عراق کے جنگل اور ویرانوں کی سیاحت کے دوران تجرید کا یہ عالم تھا کہ میں مخلوق سے اور مخلوق مجھ سے بیگانہ تھی۔ دنیا کی خواہشیں اور زنگا رنگ صورتوں میں مجھ پر عیاں ہوتیں۔ اللہ پاک ان کی جانب التفات کرنے سے مجھ کو محفوظ رکھتا۔ شیاطین انواع و اقسام کی صورتیں بنا کر آتے مقابلہ کرتے ڈراتے اللہ تعالیٰ مجھ کو قوت دیتا، میں فتح پاتا۔ میرا نفس متشکل ہو کر میرے سامنے آتا، کبھی روتا کبھی آرزو کا اظہار کرتا۔ کبھی لڑتا۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو فتح دیتا۔ غرض ایک ہزار فن ہیں، جب تمہاری دُنیا سے نجات ملی ہے۔ اس زمانے میں مجھ کو کوئی گونگا بتاتا کوئی احمق اور کوئی مجنون۔ اس راہ میں کوئی مرحلہ پیش نہیں آیا، جس کو میں نے طے نہ کیا ہو، نہ نفس کی خواہش مجھ پر کبھی غالب آئی نہ دنیا کی زیب و زینت کبھی مجھ کو فریفتہ کیا۔ یہی حال بچپن میں تھا، کانٹوں اور پتھروں میں پھرتا کچھ پروانہ ہوتی۔ شیطان سے ایک بار کہا کہ میں تیرے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہوں، اس نے کہا یہی بہت سخت ہے۔ اسی عالم میں ایک بار میں نے دیکھا، بہت سے لستے اور جال میرے چاروں طرف لگے ہوئے ہیں۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا ہے جواب ملا دُنیا کے جن میں تمہارے مثل آدمی پھانسے جاتے ہیں۔ ایک سال میں ان کی طرف متوجہ رہا، یہاں تک کہ وہ جال اور رستے پارہ کرکے پھینک دیئے۔ پھر دیکھا کہ بہت سی رسیاں ہر طرف لٹکی ہوئی ہیں پوچھا یہ کیا ہے جواب ملا مخلوق کے علائق اور تعلقات۔ ایک سال ان کی جانب توجہ کی، ان کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرکے دل کو ان سے چھڑایا۔ اب بھی دیکھا کہ نفس زندہ ہے اور اس کے امراض باقی ہیں۔ ایک سال ان پر توجہ کی اور اس کے امراض کی دوا کی۔ آتشِ ہوائے نفسانی کی آگ بجھ گئی۔ شیطانِ نفس مسلمان ہو گیا۔ وصار الامر کلہ للّٰہ (اور حکومت اللہ کی ہو گئی) اب تنہا رہ گیا۔ مخلوق کو پسِ پشت ڈال دیا ابھی مطلوب دُور تھا۔ توکل کے دروازہ پر پہنچا اژدہام دیکھا۔ آگے چلا گیا، شکر کے دروازہ پر پہنچا وہاں بھی اژدہام تھا۔ آگے بڑھا، مشاہدہ کا دروازہ جھانکا وہاں بھی یہی عالم تھا۔ آگے بڑھ کر فقر کے دروازہ پر پہنچا، دیکھا اژدحام سے خالی ہے۔ اس میں داخل ہوا کہ مطلوب تک پہنچوں، دیکھا کہ جو کچھ چھوڑا تھا سب کچھ وہاں موجود ہے۔ کنزِ اکبر کا دروازہ وہاں کھلا۔ غنائے سرمدی اور حریت خاصہ ہاتھ لگی۔ نفس اور صفاتِ بشری جو کچھ باقی رہے تھے وہ بھی صاف ہو گئے۔ ایک نیا وجود موجود ہو گیا (مؤلف حقیر کہتا ہے اب بامسمّی عبدالقادر ہو گئے) رضی اللہ عنہ۔

اس کا طبعی مثال سے سمجھو، ایک بار مدرسہ نظامیہ میں قضا و قدر پر گفتگو فرما رہے تھے، چھت سے ایک بڑا سانپ

رت کی گود میں گرا۔ فقہا و فقرا کی جو جماعت موجود تھی خوف سے بھاگ گئی۔ آپ نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھا۔ سانپ
ہ فرمایا: میں قضا و قدر پہ گفتگو کر رہا ہوں، تو ایک کیڑا ہے جس کو قضا و قدر کے ہاتھ جنبش دیتے ہیں، ساکن کرتے
ہ۔ فرماتے تھے جب میرے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو میں اس کو ہاتھ میں لے کر کہتا ہوں، یہ میرا مال نہیں
، یہ کہہ کر اس کو دل سے نکال دیتا ہوں۔ اس لئے میری اولاد میں سے جب کوئی مرتا ہے تو مجھ کو صدمہ نہیں ہوتا
لئے کہ اس کو میں پہلے ہی دل سے نکال چکا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب کوئی حضرت کی اولاد میں سے
ت پاتا تو وعظ ترک نہ فرماتے۔ بدستور منبر پر رونق افروز ہوتے جب تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ مجلس میں لایا جاتا
منبر سے اُتر کر نماز پڑھا دیتے۔ عراق کی شدید سردی میں لوگوں نے دیکھا کہ ہلکے لباس میں جسم مبارک سے
ینہ جاری ہے۔ پنکھا جھلا جاتا ہے۔

الغرض فراغِ علم اور ریاضت و مجاہدہ کے بعد حضرت قیام بغداد (جو اس وقت مرکزِ عالم تھا) اور ترک سیاحت
ور ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق پر ظاہر فرمایا۔ قبول عظیم اور عظمت تمام عطا فرمائی۔ ایک عظیم الشان
سہ تیار ہوا، اسی میں درس و فتویٰ کا فیض حضرت نے جاری فرمایا۔ مجالس وعظ جاری ہوئیں علماء فقہا اور صلحا کی ایک
مت کثیر وہاں جمع ہوگئی، جو کلام مبارک اور صحبت شریف سے مستفید ہوتی۔ عراق میں ذات مبارک مریدین
تربیت کا مرجع بن گئی۔ حکم اور علم میں آپ قطب وقت ہوئے۔ گردنیں آپ کے سامنے جھک گئیں۔ حق کی نصرت
اور فعل سے فرمائی۔ مفید کتابیں تصنیف فرمائیں۔ فوائد بے نظیر املا فرمائے۔ علم اصول و فروع کو براہین سے
بسوط فرمایا۔ احکام کو عقل و نقل دونوں سے واضح فرمایا یہاں تک کہ سارا آفاق صیتِ کمال سے گونج اٹھا۔
رت سے ۳۳ برس افتاد کا فیض جاری رہا۔

لیۂ مبارک

بدن نحیف، قد میانہ، رنگ گندم گوں، سینہ مبارک چوڑا، ریش اقدس عریض و طویل، ابروئے
مبارک پیوستہ، صورت مبارک شاندار باوقار، آواز بلند اور اس میں ایک گونہ سرعت دُور
نزدیک یکساں سُنی جاتی، قرب و بعد کا اثر نہ ہوتا، آپ کے کلام فیض انضمام کے رعب سے سُننے والے پر ہیبت طاری
ی۔ سوائے سکوت اور خاموشی کے کوئی چارہ نہ رہتا، کیسا ہی قسی القلب انسان ہوتا جمال مبارک دیکھ کر اس کا
نرم اور گداز ہو جاتا۔

لس وعظ

حضرت نے چالیس برس وعظ فرمایا ہے۔ (۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک) خود ارشاد فرمایا کہ
کہ ابتداً میرے وعظ میں تین چار آدمی ہوتے تھے۔ ہجوم بڑھا تو شہر میں ایک وسیع موقع پر
ہونے لگا۔ کثرت حاضرین نے یہ مقام بھی تنگ کر دیا تو شہر کے باہر عیدگاہ میں وعظ ہونے لگا، سواریاں
کثرت سے حاضرین آتے کہ مجلس کے چاروں طرف سواریوں کا حصار ہو جاتا۔ ستر ہزار تک حاضرین کا

انداز ہوا۔ چارسو عالم دوات قلم لے کر بیٹھے کر بیان شریف قلم بند کریں۔ انداز وعظ یہ تھا کہ حضرت ایک بار
پر تشریف فرما ہوتے نیچے کے زینوں پر دو۔ دو کی تعداد میں بہت سے نقیب بیٹھتے (جو کلام مبارک سامعین
پہنچاتے) اولیاء یا اصحاب حال کے سوا اور کوئی اس مقام پر نہ بیٹھ سکتا۔ منبر کے متصل ایک جماعت ہوتی جو بہ
میں شیروں کی طرح ہوتی، قاری ایک آیت کی تلاوت کرتا۔ آپ اسکے متعلق بیان فرماتے۔ ارشاد ہے کہ میں دوسرے
کی طرح نہیں ہوں میں اللہ جل وعلا کے حکم سے وعظ کہتا ہوں۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ کے فرزند ا
عبدالوہاب نے بلاد عراق کا سفر فرمایا۔ انواع واقسام کے علوم وفنون حکمت حاصل کئے واپسی پر حضرت سے
میں وعظ کہنے کی اجازت طلب کی۔ منظور فرمائی گئی۔ وعظ کہا، بہت سے علمی مطالب اور مواعظ بیان کئے کچھ
ہوا۔ اب اہل مجلس کے شور اور اصرار پر حضرت نے وعظ فرمایا۔ چند جملے زبان مبارک سے نکلے تھے کہ محفل م
برپا ہوگیا۔ ختم بیان کے بعد صاحبزادہ نے سبب دریافت کیا تو فرمایا ابھی تم نے وہاں کا سفر نہیں کیا ہے۔
کی کہاں کا انگشت مبارک سے آسمان کی جانب اشارہ فرمایا پھر فرمایا۔ اے فرزند، جب منبر پر بیٹھتا ہوں تج
دل پر ہوتی ہے جس سے بسط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس بسط کی حالت میں جو کلام منہ سے نکلتا ہے ذوق
پیدا کرتا ہے جیسا کہ تم نے دیکھا ایک دوسرے موقع پر ان سے فرمایا تھا۔ تم غیر کی مدد سے کلام کرتے ہو میں حق
مدد سے، مجلس وعظ، یہود ونصاریٰ سے کبھی خالی نہ رہتی۔ ایک بار فرمایا، اب تک پانچ سو سے زیادہ یہود،
نصاریٰ مجلس وعظ میں میرے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ اہل بدعت قطاع الطریق وغیرہ توبہ کرنے
کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی، وعظ بیان فرماتے فرماتے ارشاد ہوتا۔ مضی المقال وجئنا بالحال (قال ختم
ہم نے حال کی جانب رجوع کیا) یہ ارشاد ہوتا کہ لوگوں میں اضطراب عظیم پیدا ہو جاتا اور وجد وحال کا ہنگامہ برپا
ہوتا، کوئی کپڑے پھاڑتا اور جنگل کو نکل جاتا کوئی بے ہوش ہو کر جان دے دیتا۔ بسا اوقات مجلس مبارک سے جنا
نکلتے۔ یہ اثر غلبہ شوق اور حضرت کے تصرف ہیبت اور تجلیات عظمت وجلال کا تھا۔ ان مجالس میں حضرت از
شفقت فرماتے "اے غلام" جب میں یہاں بیٹھوں، حاضری میں سستی مت کر، ولایت یہاں ہے درجات یا
ہیں۔ اے توبہ کے طالب بسم اللہ آ۔ اے عفو کے طالب بسم اللہ آ۔ اخلاص کے طالب بسم اللہ آ۔ ہفتہ میں ایک
یہ نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار آ، یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار آ، یہ بھی نہیں ساری عمر میں ایک بار آجا اور
ہزاروں چیزیں، اے عالم ایک ہزار مہینے کا راستہ طے کر کے آ، اس لئے کہ مجھ سے ایک بات سن لے، یہاں اگر
عمل چھوڑ زہد وتقویٰ پر اور احوال پر ندامت رکھ پھر تجھ کو تیری قسمت کا حصہ میرے یہاں سے ملے گا"

حیف ہم پر کہ حضرت کے صحیح احوال اور پرفیض اقوال سال بھر میں ایکبار بھی نہ سنیں۔ وعظ میں ایک ا
میری تلوار مشہور ہے، میری کمان چڑھی ہوئی ہے۔ میرا تیر بہدف ہے، میرا نیزہ بے خطا ہے، میرے گھوڑے
زین بندھا ہوا ہے، میں آتش سوزان الہی ہوں، میں احوال کا سلب کرنے والا ہوں، میں دریائے بیکراں ہوں

وقت کا رہنما ہوں، میں اپنے سے غیر سے بات کرنے والا ہوں۔ مجھے دن رات میں ستر بار کہا جاتا ہے (دانا ...
...) میں نے تجھ کو پسند کیا اور تاکہ تو میری آنکھوں کے سامنے تربیت پائے) مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر اس
قسم جو میرا تم پر ہے، کھاؤ اور پیو اور کلام کرو، تم توقف سے محفوظ ہو۔ خدائے عزوجل کی قسم میں نے کچھ
لیا اور نہیں کہا، جب تک اس پر مامور نہیں ہوا (اخیر کا فقرہ مرض موت میں ارشاد ہوا تھا۔)
آخر عمر میں لباس بہت نفیس استعمال فرماتے، ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ میت کا کفن ہے، میت کو کفن اچھا
...ا ہے۔ پھر یہ کفن ایک ہزار موت کے بعد ہے۔

...رق وکرامات

خوارق وکرامات عظیم الشان کا ظہور بکثرت آپ سے ہوا۔ حضرت کی نسبت فاروقی تھی اور حضرت
عمرؓ کی موسوی اسی مناسبت سے کرامات و تصرفات عظیم کا ظہور ذات اقدس سے ہوا،
...بیان فرماتے ہیں، کہ طفولیت سے رحلت تک برابر کرامتوں کا ظہور ذات گرامی سے ہوتا رہا اور یہ ایسا نوے
...زمانہ ہے ہر قسم کی کرامتیں ظاہر ہوئیں، ظاہر خلق میں تصرف، باطن میں تصرف جن وانس پر حکم کا اجراء
... باتوں پر اطلاع، بھیدوں کا اظہار، دل کی باتوں پر گفتگو وغیرہ۔

...ت عظیمہ اخلاق شریفہ

باوجود جلالت قدر اور مرتبہ کے علو اور علم کی وسعت اور شان کی رفعت کے ہمیشہ
ضعیفوں کے ساتھ نشست فرماتے، فقراء کے ساتھ تواضع فرماتے، بڑی عمر
...کی توقیر فرماتے، چھوٹوں پر شفقت، سلام میں ابتداء فرماتے، مہمانوں اور طلباء کی ہم نشینی پر صبر فرماتے اور
...لغزشوں سے درگذر اور برائیوں سے چشم پوشی، کوئی قسم کھاتا قبول فرمالیتے، خواہ کتنا ہی جھوٹ بولتا، اپنے علم وکشف
...موقع پر اظہار نہ فرماتے، مہمانوں اور ہم نشینوں کے ساتھ اس قدر انبساط اور خوش خلقی کا برتاؤ فرماتے، کہ کوئی
... آپ کے ہمعصر مشائخ میں سے کوئی بھی حسن خلق، وسعت صدر، کرم نفس، دل کی شفقت، پابندی اوقات
...کی حفاظت میں ہمسر آپ کا نہ تھا، فاسقوں، فاجروں، مغروروں، اور مالدار آدمیوں کے لئے کبھی قیام نہ
...ے، امیروں اور وزیروں کے دروازہ پر کبھی تشریف نہ لے جاتے، چہرہ مبارک ہمیشہ تر وتازہ اور تابناک رہتا
...خندہ پیشانی رہتے۔ برتاؤ میں نرمی تھی اور حیا شدید اخلاق وسیع کریم خصلت پاکیزہ، نہایت مہربان، نہایت
...، نہایت باعطوفت۔ ہم نشین کا اعزاز فرماتے، مغموم آپ سے مل کر خوش ہوجاتا، بیان اور کلام نہایت واضح
...آنسو آنکھوں سے جلد رواں ہوجاتے، خشیت الہی بہت تھی، اور ہیبت کثیر، فحش سے تہمت دور رکھتے۔ احکام
...توہین ہوتی تو شدید غضبناک ہوتے اپنے معاملے میں کبھی غصہ نہ فرماتے نہ نگاہ بدلتے، سائل کو رد نہ فرماتے
...کپڑے مانگتا، خلاصہ آداب شریعت کی پابندی آپ کا ظاہر تھا اور اوصاف حقیقت باطن۔
...ت فرماتے تھے، مستحق اور غیر مستحق سب سے سلوک کرو تاکہ حق تعالیٰ تم کو استحقاق لے استحقاق عطا فرمائے

فرماتے تھے، منصور حلاج کے وقت میں کوئی نہ تھا جو لغزش سے بچالیتا، میں ہوتا تو دستگیری کرتا اور نوبت اس حد تک نہ پہنچتی۔ حضرت کی تصانیف غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب سے چند حالیہ ضروری مطالب کا انتخاب لکھا جاتا ہے۔ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔

حسن معاشرت اپنے بھائیوں کے ساتھ معاشرت اچھی رکھنی چاہئے، ان کے سامنے کشادہ پیشانی سے رہے، ترش نہ ہو اگر خلاف شرع گناہ اور حد سے متجاوز نہ ہو تو ان کی مرضی کے خلاف کوئی فعل نہ کرے ان سے جھگڑا نہ کرے، ضد نہ کرے، ہمیشہ اپنے بھائیوں کا مددگار رہے بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو۔ ان کی پر جو خلاف مزاج ہو تحمل کرے اور اذیت پر صبر۔ ان پر حسد نہ کرے۔ برائی فریب اور کھوٹ کا برتاؤ ان سے نہ کرے غائبانہ غیبت کرے نہ رو در رو برا کہے۔ اس کی غیبت میں اس کے حقوق کی حفاظت رکھے، جہاں تک ممکن ہو اس کا عیب چھپائے۔ اگر بیمار ہو تو مزاج پرسی کرے اگر حالت مرض میں کسی مجبوری سے نہ جا سکے تو صحت کے بعد جائے، اور مبارک باد دے، اگر وہ اس کی بیمار پرسی کو آئے تو برا نہ مانے، دل میں اس کی جانب سے معذرت کرے۔ اگر وہ اس کے بعد بیمار ہو جائے تو بدلا نہ لے بلکہ مزاج پرسی کرے۔ جو قطع تعلق کرے اس سے ملے جو محروم کرے اس کو بخشے، جو زیادتی کرے اس کو معاف کرے۔ اگر کوئی برائی سے پیش آئے تو اس کی طرف سے مناسب عذر دل میں کرے، بدخیالی پر اپنے نفس کو ملامت کرے۔ اپنا مال دوستوں کا مال سمجھے لیکن دوسروں کے مال پر بلا اجازت دست اندازی نہ کرے۔ اپنے تمام حرکات اور سکنات پر پرہیزگاری کا خیال رکھے۔ اگر کوئی بھائی اس کے ساتھ خوشی سے سلوک کرے تو جلد خوشی خوشی اس کے خوش کرنے کو قبول کر لے اور سلوک کا احسان مانے۔ کوئی شے کسی سے عاریتاً نہ لے۔ کسی کو خود عاریتاً دے تو واپسی کا تقاضا تا بہ امکان نہ کرے جب لینے والے نے کوئی چیز اپنی ضرورت سے طلب کی ہے تو مردانگی کے خلاف ہے کہ تقاضا کر کے واپس لے لے۔ اپنی ضرورت جہاں ممکن ہو بھائیوں سے چھپائے، تاکہ اس کی وجہ سے ان کے دل پریشان نہ ہوں اور دقت میں نہ پڑیں۔ اگر رنج یا غم لاحق ہو تو دوستوں پر ظاہر نہ کرے تاکہ وہ مشوش نہ ہوں اور ان کا فرح و سرور درہم برہم نہ ہو۔ اگر دوستوں میں سے کسی کو صدمہ پہنچ جائے اور وہ اس کو ضبط کر کے اپنے آپ کو مطمئن و مسرور ظاہر کرے تو چاہئے کہ یہ بھی فرحت و سرور کا اظہار کرے اور اس کو ناگوار حالت نہ دکھائے اور اپنا حال اس سے مختلف بنائے۔ زندگی خوبی سے بسر کرنی لازم ہے۔ جب دل پر وحشت ہو تو حسن قلب پر گفتگو کر کے اپنے دل کو اس جانب متوجہ کر دے تاکہ وحشت دور ہو جائے۔ ہر شخص کے ساتھ برتاؤ ایسا ہو کہ اس کو اپنی مرضی کا تابع بنانے کی کوشش نہ کرے بلکہ اس کی خوشی کا لحاظ رکھے جہاں تک خلاف شرع نہ ہو۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ [illegible]

ور بڑوں کی تعظیم، برابر والوں سے سلوک، ایثار اور احسان۔

متصوف

متصوف وہ ہے جو بہ تکلف صوفی بنے تاکہ صوفی ہو جائے اور ان کے مرتبہ تک پہنچنے کی کوشش کرے پس جب وہ تکلف کرے اور صوفیوں کا کرتہ (قمیص) پہنے تو وہ کہلائے گا۔ جب وہ زہد میں پورا اور کامل ہو جائے تمام چیزیں اس کے نزدیک ناپسندیدہ بلکہ فنا اور تعلقات بریدہ، تب اُس کو زاہد کہیں گے۔ اب اس کا یہ عالم ہوگا کہ جو چیز اس کے سامنے آئے گی ے وہ بے تعلق ہوگا۔ نہ پسند نہ ناپسند، حکم الٰہی کی پیروی کرے گا اور اس کے فرمان کا انتظار بتی صوفی ہے۔ صوفی مشتق ہے مصافاۃ سے یعنی ایسا بندہ جس کو اللہ عزوجل نے صاف فرما دیا ہو) اس کو کہیں گے جو آفات نفس سے صاف اور خالی ہو۔ ستودہ راستہ پر چلنے والا ہو اور حق سے . خلائق میں کسی سے اس کا دل لگا ہوا نہ ہو، صوفی کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ صوفی وہ جو حق کے ق ہو۔ خلق کے ساتھ نیک اور اچھے اخلاق رکھتا ہو۔ صوفی اور متصوف میں یہ فرق ہے کہ متصوف مبتدی) ، جب ریاضتیں متصوف کا نفس گلا دیں، ہوا و ہوس دُور ہو جائے اور اُمیدیں فنا ہو جائیں اس طرح صاف ہو جائے گا تو صوفی کا لقب حاصل کرلے گا۔ اب وہ حکم ربانی کا محمل مشیئت کی گیند، عالم قدس کا تہ۔ علوم و حکمت کا سرچشمہ اور امن و کامیابی کا گھر ہے۔ اولیاء اور ابدال کی پناہ ملجا و ماویٰ۔ جو مرید متصوف پنے نفس سے شیطان سے اور مخلوق سے تدبیر کے ساتھ لڑتا ہے۔ نیز دنیا و آخرت سے، شش جہات ا ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ تمام اشیاء سے منہ موڑ لیتا ہے۔ نہ کسی چیز کی خاطر کام کرتا ہے ت کرتا ہے نہ قبول، اپنے باطن کو اس کی جانب میل کرنے اور معروف ہونے سے پاک کر لیتا ہے۔ اسی طرح ا مخالفت کرتا ہے دنیا کو چھوڑ دیتا ہے، ہمسروں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ مخلوق سے دُور ہو جاتا ہے۔ یہ بہ حکم ربانی آخرت کی طلب کے واسطے کرتا ہے۔ اس کے بعد بہ حکم ربانی نفس اور خواہشوں کے ساتھ مزید ے قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اب آخرت کو بھی چھوڑ دیتا ہے بلکہ اپنے مولیٰ کے شوق میں جنت اور اُس کی بی۔ اب وہ کون و مکان سے نکل جاتا ہے آلودگیوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے خالص بے دردگار عالم کا ہو جاتا ے آگے اور بلند مراتب بیان فرماتے ہیں جو فہم عام سے بالاتر ہیں۔

...وف اور نہی عن المنکر

اس کے واسطے پانچ شرطیں ہیں۔ اوّل جس چیز کا حکم دے یا جس چیز سے منع کرے اس کا عالم ہو۔ دوم خالصاً لوجہ اللہ امر یا نہی ہو اس سے مقصود از امر الٰہی کی بلندی ہو خود نمائی اور حمیت نفسانی کے لئے نہ ہو۔ بُرائی کے زائل کرنے میں اس کی ب ہی کامیاب متصور ہوگی کہ وہ صادق اور مخلص ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم جما دے گا) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ (اللہ ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور ان کے ساتھ جو نیک کردا
جب وہ شرک سے بچ کر اور ریا ترک کرنے کے وقت مخلوق کی نگاہ سے قطع نظر کرکے اس کام کو بحسن
خوبی اخلاص کے ساتھ کرے گا تو اس کی فتح ہوگی۔ اگر اس کی حالت اس کے خلاف ہوگی تو خود تو ناکامیا
اور خوار و ذلیل و حقیر ہوگا اور برائی بجائے خود رہے گی، بلکہ بڑھے گی اور زیادہ شدید ہو جائے گی۔ گنہگا
کے پیچھے اور زیادہ دوڑیں گے۔ شیاطین جن وانس اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر طاعت کے ترک اور محرمات کا
پر اور زیادہ متفق ہوں گے۔ سوم امر و نہی نرمی اور محبت کے ساتھ ہو، درشت کلامی اور سخت د
کے ساتھ نہ ہو، بلکہ اپنے بھائی کی بھلائی و خیر خواہی کے لئے لطف و خلوص کے ساتھ ہو۔ ان کو بتا
کہ شیطان مردود سے وہ کس طرح موافقت کر رہا ہے حالانکہ وہ اس کے دین و عقل پر حاوی ہو کر اس
پروردگار کی نافرمانی کو اور حکم الٰہی کی مخالفت کو خوش نما صورت میں اس کے سامنے جلوہ گر کر رہا ہے۔ شیطا
مقصود اس سے اس کو ہلاک کر دینا جہنم میں ڈال دینا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا
مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (وہ اپنے یاروں کو اس لئے بلاتا ہے کہ جہنمی ہو جائیں) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے نبیؐ سے فبما
مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ (تم اللہ کی رحمت سے ان کے واسطے نر
اگر تم سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو وہ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ
فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی (اس سے نرم بات کہنا تاکہ وہ نصیحت ما
اور ڈر جائے) حضرت کے ایک صحابی کی روایت کے بموجب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو درست
کہ امر بالمعروف کرے اور نہی عن المنکر جب تک اس میں تین صفتیں نہ ہوں جس بات کے کرنے کا ح
ہو، جس بات سے منع کرتا ہو اس کی نسبت حکم الٰہی جانتا ہو۔ حکم دینے اور منع کرنے میں لطف کا برتا
چہارم۔ ناصح کو چاہئے کہ صابر، حلیم، بردبار، متواضع، نفسانی خواہشوں سے یکسو، دل کا مضبوط او
کا نرم ہو، گویا طبیب ہو کہ مریض کا علاج کرتا ہے، حکیم ہو کہ خلل دماغ کا معالج ہے، پیشوا اور رہنما ہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو صبر کر
ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے) یعنی جب انہوں نے اللہ کے دین کی نصرت و اعزاز اور اس کی معیت پر قائم
میں اپنی قوم کی ایذائیں اٹھائیں تو ہم نے ان کو پیشوا اور رہنما بنا دیا جو دین کے اطبا اور اہل ایمان کے سردار تھے
اللہ تعالیٰ لقمان کے قصے میں فرماتا ہے۔ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ
مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے روک اور جو مصیبت تجھ پر پڑے اس پر صبر کر، یہ اولوالعزمی کے کامو
پنجم جس بات کا حکم دے اس پر خود بھی عامل ہو، اور جس بات سے منع کرے اس سے خود بھی پاک صا
اس میں لتھڑا ہوا نہ ہو۔ ورنہ شکست کھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں مذموم ہوگا اور ملامت کردہ۔ ال

ہے۔ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو اور حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا اس پر بھی نہیں سمجھتے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت انس بن مالک نے روایت کی ہے کہ آپ نے معراج کی شب میں ایسے آدمی دیکھے جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جاتے تھے، پوچھا اے جبرئیل، یہ کون لوگ ہیں، جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا۔ تمہاری اُمت کے واعظ ہیں جو لوگوں کو حکم دیں گے اور اپنی جانوں کو بھلا دیں گے۔ حالانکہ کتاب پڑھتے ہوں گے۔ ایک شاعر کا شعر ہے ؎

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ ... عَارٌ عَلَيْكَ إِذَا فَعَلْتَ عَظِيمُ

(جس بات کا تو خوگر ہے اس سے مخلوق کو منع مت کر اوروں کو منع کرے اور خود کرے تو بڑے شرم کی بات ہے)

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں۔ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ تورات میں لکھا ہے کہ آدم کے بیٹے لوگوں کو تو یاد دلاتا ہے۔ مگر خود مجھ کو بھول جاتا ہے اوروں کو میری جانب بلاتا ہے۔ مگر خود مجھ سے بھاگتا ہے تیرا ڈرانا بیکار ہے۔ اس ارشاد میں وہ لوگ مراد ہیں کہ دوسروں کو اچھی باتیں کرنے کا حکم دیں بُری باتوں سے روکیں لیکن اپنے نفس کو چھوڑ رکھیں اور اللہ تعالیٰ اس کا سب سے زیادہ عالم ہے۔

شرع کی نگہداشت ہر مومن پر واجب ہے کہ ان آداب پر ہر حال میں عمل کرے اور اُن کو چھوڑے نہیں۔ امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے تادبوا ثم تعلموا (پہلے ادب حاصل کرو پھر پڑھو) ابوعبداللہ بلخی کا قول ہے أَدَبُ الْعِلْمِ أَكْثَرُ مِنَ الْعِلْمِ (علم کا ادب علم سے زیادہ ہے) عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ جب میں سُنتا ہوں کہ کسی شخص کو اگلوں اور پچھلوں کا سارا علم حاصل ہے تو مجھ کو اس سے نہ ملنے کا افسوس نہیں ہوتا لیکن جب یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص کو ادب نفس حاصل ہے تو اس کے ملنے کی تمنا ہوتی ہے اور نہ ملنے کا افسوس" جو شخص ادب کا لحاظ اور اہتمام رکھتا ہے اس کی مثال ایسے شہر کی سی ہے جس کی پانچ شہر پناہیں ہوں۔ پہلی سونے کی دُوسری چاندی کی، تیسری لوہے کی، چوتھی پختہ اینٹ کی، پانچویں کچی اینٹ کی۔ جب تک شہر کے نگہبان کچی اینٹ کی شہر پناہ کی حفاظت رکھیں گے، دشمن پختہ اینٹ کی شہر پناہ کا قصد نہیں کرے گا لیکن اگر اس طرف سے اہتمام اٹھالیا تو پھر دُوسری شہر پناہ دشمن کی شکار ہوگی۔ پھر تیسری یہاں تک کہ سب شہر پناہیں تباہ ہوجائیں گی۔ اسی طرح ایمان پانچ شہر پناہوں کے اندر ہے، پہلی یقین، دوسری اخلاص تیسری اداۓ فرائض، چوتھی سنتوں کی بجا آوری، پانچویں آداب (مستحبات) کی نگہداشت۔ جب تک بندہ مستحبات کے اہتمام اور حفاظت میں ہے۔ شیطان کو سنتوں کی طمع نہیں، جب مستحبات ترک ہوتے ہیں تو شیطان تاکے گا، پھر فرائض کو، پھر اخلاص کو، پھر یقین کو، پس انسان کو لازم ہے کہ سارے امور میں آداب کا لحاظ رکھے، وضو میں، نماز میں، بیع میں، شری میں وغیر ذالک۔

حسد کی بُرائی

فتوح الغیب (مقالہ ۳۷) میں ارشاد ہے " اے شخص! میں یہ کیوں دیکھتا ہوں کہ تو اپنے پڑوسی سے حسد کرتا ہے، اُس کے کھانے میں، پینے میں، لباس میں، نکاح میں، مکان میں، دولت میں، اور اُس کے مولا کی دی ہوئی دُوسری نعمتوں میں جو اس کی قسمت میں اس کے مولا کی جانب سے آئی ہیں، کیا تو یہ نہیں سمجھتا کہ اس سے تیرا ایمان ضعیف ہوتا ہے۔ اور اُس کی وجہ سے تو اپنے مولا کی نظر سے گرتا ہے اور تیرا حسد ربِ کریم کو تجھ سے ناراض کردے گا، کیا تو نے یہ حدیث نہیں سُنی۔ المحسود عدوٌ و نعمتی (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حاسد میری دی ہوئی نعمت کا دشمن ہے) اور کیا تو نے یہ قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں سُنا۔ انَّ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النارُ الحطب (حسد نیکیوں کو یوں کھاجاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو) پھر تو اے مسکین کس چیز پر اس سے حسد کرتا ہے اس کی قسمت پر یا اپنی قسمت پر اگر تجھ کو اس کی قسمت پر حسد ہے جو منجانب اللہ ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوٰۃ الدنیا۔ (دنیاوی زندگی میں اُن کی روزی ہم نے بانٹی ہے) تو اس پر تو ظلم کرتا ہے۔ ایک شخص اپنے مولیٰ تعالیٰ کی بخشی ہوئی اور قسمت میں لکھی ہوئی نعمتوں کو برت رہا ہے۔ ان حصے کی نعمتوں میں اللہ تعالیٰ نے نہ کسی اور کو شریک کیا ہے نہ حصہ دیا ہے، ایسی حالت میں اگر تو حسد کرے تو تجھ سے زیادہ ظالم، بخیل، رعونت پسند اور ناقص العقل کون ہوگا۔ اگر تجھ کو اپنی قسمت کی وجہ سے حسد ہے تو یہ تو جہل کی انتہا ہے۔ تیری قسمت نہ دُوسرے کو مل سکتی ہے نہ تجھ سے ٹل کر دُوسرے کی طرف جاسکتی ہے۔ حاشا اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور نہ بندوں کے حق میں ظالم ہوں) اللہ تعالیٰ تجھ پر ظلم نہیں کرے گا۔ جو تیرے حصے اور مقدر کو لے کر دوسروں کو دے یہ تیرا جہل ہے اور اپنے بھائی پر ظلم۔ آگے یہ بیان مفصل فرمایا ہے کہ تجھ کو کیا معلوم ہے کہ جس بھائی کے مال پر تجھ کو دنیا میں حسد ہے وہ کل قیامت کے دن حساب وکتاب کی مصیبت میں پھنسا ہوا ہو اور تو بے مائگی کی وجہ سے حساب کتاب سے فارغ عرش کے سایہ میں بیٹھا ہو۔

سالک کا رُوحانیوں کے زمرے میں داخل ہونا کب صحیح ہوتا ہے؟

(مقالہ چالیسواں) اے سالک اس بات کی طمع مت کر، کہ روحانیوں کے سلسلہ میں اس وقت تک داخل ہوجائے گا جب تک کہ تو اپنے آپ کا بالکلیہ دشمن نہ ہوجائے، اعضا اور جوارح سے قطع تعلق نہ کرلے نیز اپنے وجود سے، حرکات سے سکنات سے، سمع سے، بصر سے، کلام سے، گرفت سے، سعی سے، عمل سے، عقل سے اور ہر اس چیز سے جو وجود رُوح سے پہلے تیرا تھا اور جو نفخ رُوح کے بعد سے تیری ہوئی۔ اس لئے کہ یہ سب کے سب تیرے لئے تیرے رب سے حجاب ہیں اور جب کہ تو بھیدوں کا بھید اور غیب کا غیب ہوکر سارے چیزوں سے اپنے باطن میں قطعاً جدا ہوجائے

سب کو دشمن اور حجاب و ظلمت خیال کرے ، جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تھا۔ فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (پروردگار عالم کے سوا وہ سب میرے دشمن ہیں) ۔ اور یہ انہوں نے اصنام کی نسبت کہا تھا تو اب چاہیئے کہ تو اپنی ساری ہستی اور اعضاء کو اور ساری مخلوق کو بت قرار دے اور ان میں سے کسی کی فرماں برداری مت کر اور نہ پیروی کر۔ اب تو اسرار علوم لدنّی اور ان کے عجائبات پر امین کیا جائے گا ، اور مومنوں کو جنت میں جو قدرت تکوین اور خرق عادات کی بخشی جائے گی۔ اسی قسم کی تجھ کو یہاں عطا ہوجائے گی۔ تیری یہ حالت ایسی ہوگی کہ گویا تو آخرت میں مرنے کے بعد پیدا کیا گیا اور تیری ساری ہستی قدرت بن جائے گی تو اللہ کی قوت سے سُنے گا تو اللہ کی قوت سے دیکھے گا۔ تو اللہ کی قوت سے بولے گا ، تو اللہ کی قوت سے پکڑے گا ، اللہ کی قوت سے چلے گا۔ اللہ کی قوت سے سمجھے گا۔ اللہ کی قوت سے اطمینان پائے گا۔ اللہ کی قوت سے چین پائے گا۔ ماسوا اللہ سے اندھا ہوجائے گا۔ بہرا ہوجائے گا اور غیر اللہ کا وجود تجھ کو نظر نہ آئے گا باوجود ان سب حالات کے تجھ کو حدود شرع کی حفاظت رکھنی پڑے گی۔ اور امر و نواہی کا پابند رہنا ہوگا۔ اگر تو اپنے اندر حدود شرعی کی بجاآوری میں کچھ بھی کوتاہی پائے تو تو سمجھ لے کہ تو فاترالعقل ہے۔ شیاطین نے تجھ کو اپنا کھلونا بنالیا ہے۔ لہٰذا تجھ کو حکم شرع کی جانب لوٹنا چاہیئے اور اس سے چمٹ جانا اور اپنی ہوا و ہوس کو چھوڑ دینا ، جس حقیقت کی تصدیق شریعت سے نہ ہو وہ زندقہ (الحاد) ہے۔

تصوف اور اُس کی بنیاد

(مقالہ ۷۵) میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ ان باتوں پر مضبوطی سے قائم رہ۔ اللہ کا خوف اور اُس کی اطاعت ، ظاہر شرع کی پابندی ، سینے کی پاکیزگی ، نفس کی فیاضی ، کشادہ روئی ، مال کی سخاوت ، ایذا دہی سے پرہیز ، اذیت اور افلاس کی برداشت ، مشائخ کے ادب کی نگہداشت ، بھائیوں کے ساتھ اچھی معاشرت ، چھوٹے اور بڑوں کی خیر خواہی ، جھگڑے سے پرہیز ، لطف ، اور مدارا ، ایثار کی پابندی ، جوڑ جوڑ کر رکھنے سے بیگانگی ، جو لوگ صوفیا کے طبقے سے نہ ہوں ، ان کی صحبت سے پرہیز ، دین اور دُنیا کی ضرورتوں میں آدمیوں کی مدد۔

فقر یہ ہے کہ اپنے جیسے انسانوں کا محتاج نہ رہے۔ غنا یہ ہے کہ اپنے جیسے انسانوں سے مستغنی ہوجائے۔ تصوف قیل و قال سے حاصل نہیں ہوتا۔ بھوک اور نفس کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کے ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اولیاء کرام کو جہاں نصیحت فرمائی ہے وہاں فرماتے ہیں :—

اے ولی ، جان لے کہ تجھ سے تیری حرکات و سکنات کا حساب ہوگا جو بات فی الوقت بہتر ہے۔ اس میں مصروف ، اعضاء کے فضول تصرفات سے بچ۔ اللہ اور اُس کے رسُول اور اس کے دوستوں کی اطاعت واجب ہے۔ اللہ کا جو حق تجھ پر ہے وہ ادا کر ، تیرا جو حق اللہ پر ہے اُس کو مت مانگ اور ہر حال میں چھوڑ دے۔ مسلمانوں کی نسبت اپنا

ت بخیر، ان کی بھلائی میں کوشش کر، تیری رات اس حالت میں نہ گزرے کہ تیرے دل
سے شر ہو یا حسد ہو یا بغض، جو تجھ پر ظلم کرے، اس کے حق میں دعائے خیر کر اور اللہ عزوجل

(قب رہ) مقالہ (۷۶)

حضرت نے اکیانوے برس کی عمر میں ۵۶۱ھ میں رحلت فرمائی، تاریخ وصال کمال عشق ہے۔
مبارک کے سنین کی تعداد لفظ کمال سے واضح ہوتی ہے۔ حضرت کے بارہ فرزند تھے، اور ایک دختر نیک
پانچ سو برس کی خرابیاں دور فرما کر حضرت کا ظہور چھٹی صدی ہجری کے آغاز میں ہوا۔ حضرت نے تجدید دین
ہی سے محی الدین لقب شریف ہے۔ علوم ظاہر، اور باطن میں جلالت مرتبہ جس پایہ پر تھی اس کو اللہ ہی
جانتے ہیں۔ اسی لئے ذوالفریقین، ذوالسراجین ذواللسانین وغیرہ آپ کے القاب مبارک ہیں جو ظاہری و باطنی
کمال کی خبر دیتے ہیں۔

اقوال مبارک سے کسی کو سرتابی کی مجال نہیں ہوسکتی۔ میں نے حضرت کے اقوال فیض اشتمال علماء اور
مشائخ دونوں کے متعلق نقل کئے ہیں تاکہ ان دونوں گروہوں کے فرائض اور اوصاف عامۃ المسلمین کو معلوم ہو جائیں
اور اس معیار پر مدعیان علم تصوف کے دعوؤں کو جانچیں، جو اصحاب حضرت کے مقرر فرمودہ معیار کے مطابق
ان کے آگے سر تسلیم جھکا دیں جو معیار پر ٹھیک نہ اتریں، ان کو نہ عالم مانیں نہ عارف اور متاع دین کو ان کے
سے بچائیں۔ مولانا روم نے آج سے صدہا برس پہلے لکھا تھا اور ہوشیار کیا تھا ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست!
پس بہر دستے نباید داد دست!

وما علینا الا البلاغ۔

میرے بیان بالا کا ماخذ حضرت کی کتابیں غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب ہیں اور شیخ دہلوی کی کتاب
اخبار الاخیار اور بہجۃ الاسرار مولفہ شیخ نور الدین لخمی اور خلاصۃ المفاخر، امام شافعی کا فارسی ترجمہ ہیں۔ حتی ا
ترجمہ لفظی کیا ہے تاکہ میں تصرف سے محفوظ رہوں۔ حضرت کی نسبت کا فاروقی ہونا، مولوی سید نور الحسن
پھلواری مرحوم کے رسالہ سے ماخوذ ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نفع اس عاجز کو اور تمام مسلمانوں کو بخشے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نعت سرورِ کائنات

ازؔ زائر حرم : حضرت حمید صدیقی لکھنوی

(ہم زائر حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی کے ممنون ہیں، کہ موصوف نے، ہماری درخواست پر، عدل کے لئے ذیل کی نعت عنایت فرمائی، اُمید کہ موصوف "عدل" کو اپنے "نعتیہ کلام" سے برابر نوازتے رہیں گے ـــ موصوف ہندستان کے مشہور مداحِ رسولؐ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے آپ کو کتنا دلی لگاؤ ہے وہ آپکے اشعار کے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہوتا ہے ـــ "گلبانگِ حرم" کے نام سے آپ کا نعتیہ کلام دیدہ زیب کتابت و طباعت کے ساتھ کئی بار شائع ہو کر، ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکا ہے، ہندستان کے مشہور ادبا و شعرا نے، آپ کی نعتیہ شاعری کی دل کھول کر داد دی ہے۔ "گلبانگ حرم" بمبئی میں تاج آفس اور دُوسرے کتاب خانوں سے مل سکتا ہے)

حمید اللہ وہ کیا تھا زمانہ ــــ مدینے کو جب ہو رہے تھے روانہ
طبیعت میں اک جوش تھا بے نہایت ــــ قدم اُٹھ رہے تھے مرے والہانہ
مرے سازِ دِل میں بھی گونجا ہوا تھا ــــ لبوں پر حُدی خواں کے تھا جو ترانہ
کبھی رُوح پَرور ہوا کے وہ جھونکے ــــ کبھی ابرِ رحمت بنا شامیانہ
درختوں کے سائے میں بستر لگائے ــــ دِل آویز وہ زندگی بَدویانہ!
نہ بجلی کی دہشت، نہ صیّاد کا ڈر! ــــ کھجوروں کے جھرمٹ میں تھا آشیانہ
اگر دو قدم بڑھ گیا کوئی محمل ــــ مرے واسطے بن گیا تازیانہ
اِدھر سے فزوں ذوقِ نظارہ پیہم! ــــ اُدھر سے وہ حُسن ادا خسروانہ
بڑے لطف سے منزلوں کا گذرنا ــــ کسی کا وہ لُطف و کرم غائبانہ
دکھا دے الٰہی مجھے پھر دکھا دے ــــ زمانہ وہی رحمتوں کا زمانہ
دِلوں کی تمنا، اُمیدوں کا مرکز ــــ شہنشاہِ کونینؐ کا آستانہ
حرم میں نمازیں پڑھوں پے بہ پے میں ــــ اَدب سے دُعائیں کروں مخلصانہ
حضورِ دلی سے کروں التجائیں ــــ نظر کو جھکائے ہُوئے عاجزانہ
تخیل میں ہر وقت ہو ذاتِ اقدس ــــ نِگاہوں میں انداز ہوں عارفانہ
کہوں [illegible] شعر میں حال دل کا ــــ زباں پر رہے نغمۂ عاشقانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوالی

(خطبہ جمعہ)

(جو قاری سید ودود الحق صاحب نے ۲۵ مارچ ۱۹۷۹ء کو سنی خوجہ مسجد میں دیا۔)

حمد و ثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۖ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝ پارہ ۲۳ سورہ زمر رکوع ۲

ترجمہ :- اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں آپ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔ یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو عقلمند ہیں۔ بھلا جس شخص پر عذاب کا حکم ٹھیک ہو چکا تو کیا آپ ایسے شخص کو جو دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں۔

◆ ◆ ◆

خطرناک طوفان

حضرات غالباً آپ سب لوگ اس حقیقت سے واقف اور آگاہ ہیں کہ گیارھویں مہینہ سے مسلسل کئی ماہ تک بمبئی میں قوالیوں اور عرسوں کا طوفان تقریباً ہر سال امنڈ آتا ہے جو بدقسمتی سے امسال اپنے پورے شباب پر پہنچ گیا اور کوئی گلی اور کوچہ اس مصیبت اور اس بیماری سے محفوظ نہ رہ سکا یہی نہیں بلکہ بعض مقامات تو وہ بھی ہیں جہاں کئی کئی بار یہ طوفانی مجلسیں برپا کی جا چکی ہیں اور اب تک وہاں کے لوگ ان کی گمراہی کی غذا سے شکم سیر نہیں ہوتے آئے دن نت نئی باتیں سوچی جاتی ہیں۔ ہر مسلم محلہ میں مسلمانوں کی ایک مستقل جماعت ہے جو ہر وقت ایک موضوع پر سوچ بچار اور غور و خوض کرتی رہتی ہے اور شیطان ان کو نئی نئی راہیں اور باتیں سمجھاتا رہتا ہے۔ اور یہ آنکھ بند کر کے اس کے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔ ان کے عمل اور کردار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس موقعہ پر اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔

ت کا تقاضہ

اس موقعہ پر وقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس طرح برائیوں کی پرورش کے لئے سینکڑوں ٹولیاں وجود میں آگئی ہیں اسی طرح ان کا قلع قمع کرنے اور ان کے مٹانے کے لئے بھی ہزاروں جماعتیں وجود میں آجاتیں تاکہ اس بڑھتی ہوئی آگ کو جلد قابو میں لایا جا سکتا۔ اور اسلامی اعمال حسنہ اور مسلمانوں کی قیمتی پونجی کو ستر ہونے سے بچا لیا جاتا۔

لیکن ہزاروں جماعتوں کا وجود تو درکنار، اتنے بڑے شہر بمبئی میں ایک جماعت بھی اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے ن میں نہیں آئی اور کسی ذمہ دار آدمی کی زبان سے یہ تک نہ نکلا کہ مسلمانوں کی یہ حرکتیں کسی طرح مناسب نہیں۔ یہ قوم مسلم یر نہیں بلکہ اس کی تخریب ہے اور اسلام کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے۔

انوں کی جماعتیں

میں مسلمانوں کی اُن جماعتوں، کمیٹیوں اور انجمنوں سے دریافت کرنا چاہتا ہوں جواب سے کچھ پہلے فتنہ و فساد کے زمانہ میں امبولنس گاڑیاں طبی امدادی کمیٹیاں اور مارنے مرجانے والی ٹولیاں ر شہر کے چپہ چپہ پر پھیل جاتی تھیں۔ اور اس وقت وہ ہر غلط اور صحیح اقدام میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے شش کرنے لگتی تھیں۔

یہ کوششیں کس لئے ہوتی تھیں۔ یہ ظلم و ستم کس لئے ڈھائے جاتے تھے۔ یہ دوڑ دھوپ کس لئے ہوتی تھی؟ کیا اس نہیں؟ کہ وہ مسلمان کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتیں، وہ مسلمانوں کا گھر جلتا ہوا نہیں دیکھ سکتیں۔ وہ مسلمانوں کو لٹتا ہوا نہیں یکھ سکتیں۔ اور ان کے فنا ہونے والے جسم کو مٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتیں۔

جانی موت

لیکن ایسے وقت میں جب کہ مرض جسموں سے تجاوز کر کے روحوں کو چمٹ گیا ہو اور ابدان سے نکل کر ارواح کو کھائے جاتا ہو وہ جماعتیں کہاں سو جاتی ہیں؟ اور وہ کمیٹیاں کہاں چلی جاتی ہیں؟ کیوں وہ زن میں نہیں آتیں اور عقل کے مارے اپنے بھائیوں کو جہنم میں کودنے سے کیوں نہیں روکتیں؟

کیا اُن کے اس سکوت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ مسلمانوں کی خدمت اس لئے نہیں کرتیں کہ کوئی درد ان کو ے موقعوں پر بے چین کر دیا کرتا ہے اور کوئی اسلامی تقاضا ان کو میدان عمل میں کود پڑنے پر مجبور کرتا ہے۔ بلکہ یہ سب بھی ذاتی غرض اور شخصی منافع کی اُمید پر کیا جاتا ہے۔ جانتا ہوں کہ بدگمانی گناہ ہے لیکن وہ بتائیں کہ اس کے سوا میں سوچوں؟

اخبارات

یہی حال عموماً ان قومی اخبارات کا بھی ہے جو گلے پھاڑ پھاڑ کر قوم کی تباہی کا مرثیہ پڑھتے ہیں۔ اور جو ملت کی تباہی کے افسانے لکھ لکھ کر قلموں کی روشنیاں خشک کرتے رہتے ہیں مگر قوم کی اخلاقی دینی رسوائی پر ایک سطر بھی لکھنا اپنے لئے باعث ننگ و عار خیال کرتے ہیں کیا یہ سب کچھ اس لئے نہیں ہوتا، کہ یسا تو حرف ہوتا ہے اور ان کے کاروبار کو نقصان پہنچ جانے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے؟

قومی لیڈر

اسی طرح قوم کے لیڈروں اور قائدوں کا حال ہے جو ملت کی ہوا خواہی میں اسٹیجوں پر زم
اور آسمان کے قلابے ایک کر دیتے ہیں اور اپنے کو جماعت کا خیر خواہ ثابت کرنے کے ل
منہ بھر بھر کر قسمیں کھاتے رہتے ہیں۔ جو الکشنوں کے موقعہ پر اپنے کو سب سے زیادہ ملک و قوم کا خیر خواہ ثاب
کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا کرتے ہیں۔ لیکن جب قوم کا اخلاقی سرمایہ لٹ رہا ہوتا ہے اور اس کی دنیا
دنیا مٹ رہی ہوتی ہے۔ توان کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہیں بہتا۔

اسلامی دعوت

ان حالات کی موجودگی میں قوم کا جو بھی حشر نہ ہو تھوڑا ہے، میں نے چونکہ اس قسم کے موقعوں
پر مسلمانوں کو وقت کے تقاضہ کے مطابق دینی مشورہ دیئے ہیں۔ اور ان کو وقت سے
پہلے متنبہ اور آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے اس موقعہ پر بھی میری زبان خاموش نہیں رہی اور میں نے
چلا چلا کر، واسطے دلا دلا کر مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں لگائی ہوئی آگ کے بجھانے کی طرف توجہ دلائی اور یہ سب کچھ
کسی لالچ کے ماتحت نہیں کیا گیا بلکہ وقتی تقاضے کے پیش نظر دینی غیرت نے ایسا قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

دل کی آگ

مسلمانو! مجھے معلوم ہے کہ تمہیں اس وقت تکلیف ہوتی ہے جب کوئی تمہاری اصلاح کے لئے کچھ کہتا
مجھے معلوم ہے کہ تم کو اس وقت دکھ ہوتا ہے جب کوئی برائیوں سے تمہارا ہاتھ روکنے کی کوشش
کرتا ہے لیکن اس کے باوجود میری زبان کیوں نہیں رکتی، میرا منہ کیوں بند نہیں ہوتا؟ خدا کے لئے تم ہی بتاؤ۔

وہ ذات جس کی نعت عرش پر مقدس پر فرشتے بیان کرتے ہوں۔

وہ ذات جس سے بڑھ کر خدا کی قسم نہ آج تک کوئی پیدا ہوا اور نہ آئندہ پیدا ہوگا۔

وہ ذات جس کی آواز پر اگر کسی جلیل القدر صحابیؓ کی آواز بلند ہو جاتی تو اس کی ساری نیکیاں برباد ہو جاتیں۔

وہ ذات جس کی ادنیٰ توہین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں پہنچا دیا کرتی ہے۔

وہ ذات جس کے نام پر ہماری نمازیں شروع ہوتی ہیں اور جس کے نام پر ہماری نمازیں ختم ہوتی ہیں۔

وہ ذات جس کے نام پر ہم مرتے اور جیتے ہیں۔

وہ ذات جس کی عزت سے بڑھ کر کسی کی عزت نہیں اور جس کی شرافت سے بڑھ کر کسی کی شرافت نہیں

اس کا نام ہاں ہاں اسی کا مقدس نام اس کے پیاروں کا نام، طبلے کی تھاپ پر لیا جائے۔

ہارمونیم کے سروں میں گم کیا جائے۔ تالیوں کے شور میں چھپایا جائے۔

شراب پیئے ہوئے منہ سے ادا ہو۔

مجھے حیرت ہے کہ آسمان کیوں قائم ہے اور زمین کیوں نہیں پھٹ جاتی۔

مجھے بتاؤ — کیا تم قرآن کے کسی مقدس ورق کو گندگی میں دیکھنا پسند کرو گے؟

کیا تم حدیث کے کسی متبرک صفحہ کو شراب میں پڑا ہوا دیکھ سکو گے؟ — اگر نہیں تو — محمدؐ کے شر

کو طبلوں پر میں کیسے پسند کروں ۔ احمدؐ کے اسم پاک کو ہارمونیم اور ستار کے سُروں میں گم ہوتے ہوئے کیسے برداشت کروں ۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیوں کر خاموش رہوں اور اپنے مُنہ کو کیسے سی لوں

تم مجھے مارو گے میں تیار ہوں

تم مجھے گالیاں دو گے میں اپنی سعادت سمجھوں گا ۔

تم میرا بائیکاٹ کرو گے میں برداشت کروں گا ۔ لیکن اللہ اور اس کے مقدس رسولؐ کے نام کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتا ۔ اسلام کی تذلیل پر کبھی خاموش نہیں رہ سکتا ۔

اللہ کی آواز الحمدللہ میری پکار خالی نہ گئی ، ایسے قحط کے زمانہ میں بھی کچھ ایسے قلوب تھے جن کی زمین بنجر ہونے سے بچ گئی تھی ، انہوں نے رحمت کے بادلوں سے اپنے دلوں کی زمین کو سینچا اور وہ اللہ کی دعوت پر لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے وہ قول کی وادی سے گزر کر عمل کی شاہراہ پر پہنچ گئے انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کی ، اس طرح شہر کی کئی وبائی مجلسیں وعظ و ہدایت کی محفلوں میں تبدیل ہو گئیں الحمدللہ علیٰ ذالک ۔

اس لئے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ان کو اللہ کی وہ بشارت اور خوشخبری نہ سنائی جائے جو قرآن مجید میں ان بندوں کے لئے نازل کی گئی جو شیطان کی بندگی چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ۔ اور دُنیا کی کوئی طاقت ان کا راستہ نہیں روک پاتی ۔

انابت الی اللہ انابت الی اللہ یعنی سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا یہ ابراھیم خلیل اللہ کی محبوب سُنت ہے خلیل اللہ جنہوں نے اپنے بیٹے کے گلے پر اللہ کی مرضی حاصل کرنے کے لئے چھری رکھ دی جنہوں نے نار نمرود میں کود کر محبت الٰہی کی دُنیا کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا ، جنہوں نے گھر بار ، مال و وطن اہل و عیال چھوڑ کر رہ نوردانِ عشق الٰہی کی منزلیں آسان کر دیں ۔

آج جب کہ دین مٹ رہا ہے ، ملت کی روح نزع کے عالم میں ہے ، کفر و شرک کی خوفناک آندھیاں چراغ مصطفوی کو گل کر دینے کا فیصلہ کر چکی ہیں ۔ بے دینی کے طوفان اُمنڈ اُمنڈ کر چلے آ رہے ہیں اور اسلام کے حسین چہرے کو گرد آلود کرنے کی فکر میں ہیں

ضرورت ہے کہ ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کے شیدائی اٹھیں اور دُوسروں کو مار کر نہیں — جلا کر نہیں — لوٹ کر نہیں — خود کو مار کر — اپنے کو جلا کر — اور خود کو لٹا کر گلستانِ خلیلی کو تباہ ہونے سے بچا لیں ۔

طوفان در طوفان مسلمانو ! میری اس گذارش کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ طوفان میں ایک نیا طوفان برپا کیا جائے

اور آگ میں ایک نئی آگ لگائی جائے بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ آپ میں وہ سفید لوگ جن کا دل اس تباہی کو [illegible]
کر رہا ہے ، جن کا دماغ شیطان کی خوفناک آوازوں سے پھٹا جا رہا ہے وہ اٹھیں اور اپنے بہکے ہوئے بھائیوں
کو محبت سے پریم سے صحیح راستہ پر لانے کی کوشش کریں ۔
اگر اللہ کی مرضی شامل حال ہے تو اللہ ان کی خود مدد کرے گا ۔

رضوان رب

آج جو آیت خطبہ کا عنوان بن رہی ہے اللہ تبارک تعالیٰ اس آیت میں اپنے اُن بندوں
جنہوں نے رب سے کٹ کر رحمٰن سے رشتہ جوڑ لیا ہے ۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ
اپنے رضوان اور خوشنودی کی بشارت اور خوش خبری دیتا ہے ۔
اللہ اللہ کس قدر بلند نصیبے ہیں اُن بندوں کے جن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس
اللہ تبارک و تعالیٰ کی بشارت سنائی جائے ۔ اور یوں کہا جائے :۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُن لوگوں کو بشارت دے دیجئے جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس کی اچھی اچھی باتوں [illegible] یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور [illegible] لوگ عقلمند ہیں ۔

حضرات اس بشارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی طرف آنے کے لئے تیار [illegible]
حقیقتاً نہ تو وہ ہدایت یافتہ ہیں اور نہ عقلمند ہیں ، اُن سے زیادہ گمراہ اور بے وقوف اور کوئی ہو ہی [illegible]
لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ وہ دوزخ میں نہ جائیں اور قہر الٰہی کا نشانہ نہ بنیں اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو
قہر الٰہی سے نجات دلا سکے ، اسی لئے آگے ارشاد فرمایا ۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ○

بھلا جس شخص پر عذاب کا حکم ٹھیک ہو چکا ہے تو کیا آپ ایسے [illegible] کو جو دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں ؟

دو ہی راستے

اس واضح گفتگو کے بعد اب مسلمانوں کے سامنے دو ہی راہیں ہیں :۔
ایک راہ اُن لوگوں کی جو اللہ کے لئے سب کچھ قربان کر چکے اور وہ قرآن کی نگاہ میں [illegible]
ہیں ۔ اولو الالباب ہیں ۔ صاحب عقل و خرد ہیں ، اور ہدایت یافتہ ہیں ۔
اور ایک راہ اُن لوگوں کی ہے جو سب کچھ دنیا ہی کو خیال کر بیٹھے ہیں ۔ اور خدا کے واسطے کچھ [illegible]
چھوڑنے کے لئے تیار نہیں وہ اسلام کی نظر میں بے وقوف ، جاہل اور بھٹکے ہوئے ہیں ۔
اب مسلمانوں کو یہ سوچنا ہے کہ ان کو ان دونوں میں سے کس کا ساتھ دینا ہے ؟ اُن کا جو خود گم کر[illegible]
راہ ہیں اور عقل سے بھی کورے ، یا اُن کا ساتھ دینا ہے جو فرش پہ بیٹھ کر عرش پاک کو دیکھتے ہیں ۔

عقل مند ہیں خود بھی راستہ سے آگاہ ہیں اور دوسروں کو بھی نشان منزل بتا سکتے ہیں۔

کن کو چھوڑ دو | مسلمانو! اگر تم مجھ سے دریافت کرتے ہو کہ ہم کس کے ساتھ ہو جائیں اور کس کا ساتھ چھوڑ دیں تو سنو!

ان کو چھوڑ دو جو اللہ کے دشمن ہیں۔
ان کو چھوڑ دو جو رسولؐ کے مخالف ہیں
ان کو چھوڑ دو جو قرآن کے باغی ہیں
ان کو چھوڑ دو جو پاگل ہیں اور اپنی خواہشات کے پجاری ہیں۔
ان کو چھوڑ دو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دین کو بدنام کر رہے ہیں۔
ان کو چھوڑ دو جو ہدایت کی آنکھوں کو پھوڑ چکے اور جن کے دلوں پر مہریں لگ چکیں ہیں۔
ان کو چھوڑ دو جو گم کردہ راہ ہیں، جو منزل سے دور جا پڑے ہیں۔
آؤ ان کا ساتھ دو۔

کن کا ساتھ دو | جنہوں نے اللہ کا ساتھ دیا
رسولؐ کا ساتھ دیا
قرآن کا ساتھ دیا
جنہوں نے اللہ کیلئے دنیا کو لات ماری آخرت کی فکر کی۔
آؤ آؤ اگر اپنا فائدہ چاہتے ہو تو
محمد ابن عبداللہ (روحی فداہ) کا ساتھ دو۔
کون محمدؐ؟ (صلی اللہ علیہ وسلم)
جن کا اللہ نے ساتھ دیا
جن کا فرشتوں نے ساتھ دیا۔
جن کا ساری کائنات نے ساتھ دیا (صلی اللہ علیہ وسلم)
آؤ آؤ
صدیقؓ کا ساتھ دو — عمرؓ ابن الخطاب کا ساتھ دو — عثمانؓ غنی کا ساتھ دو — علی مرتضیٰؓ
حسینؓ شہید کربلا کا ساتھ دو۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
آؤ آؤ اجمیر کے خواجہؒ کا ساتھ دو — بغداد کے غوث الاعظمؒ کا ساتھ دو — بصرہ کے حسنؒ کا

سالقہ دور ــــ سرہند کے الحمدؒ کا سالقہ دور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس میں اللہ کا کچھ نقصان نہیں ، بلکہ تمہارا نقصان ہے اور تمہارا خسارا ہے ۔ کیا تم یہ
اس گذارش پر غور کرو گے ؟ اللہ تمہاری اور ہماری حالتوں کو سدھار دے اور اپنی مرضی پر چلائے ۔ آمین یارب العالمین

یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ

وآخر دعوینا ان الحمد للہ رب العالمین

کیا اس موقعہ پر بھی مسلمانان بمبئی اس خطبہ سے سبق حاصل کریں گے ؟

بقیہ شراب کی مذمتیں (از صفحہ ۱۲۴)

کے دور ہی کے لوازمات سے ہیں ۔ اور ایک یہ بھی بات ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "شراب خوار
بت پرست کے جیسا ہے (شارب الخمر کعابد وثن) شراب اور جوئے کو رجس یعنی گندگی کہا گیا ہے اسی
اسی طرح جس طرح اوثان کو (بت پرستی کے اڈوں اور آستانوں کو) رجس کہا گیا ہے بقول اللہ تعالیٰ (فاجتنبوا الرجس
من الاوثان) اور دونوں کو عمل شیطان بتایا گیا ہے اور ہر شیطانی کام شر سے بھرا ہوا ہوتا ہے جو خیر کے منافی ہے
پھر ضروری ہوا کہ شر سے اجتناب و پرہیز کیا جائے اور پھر یہ کہ خصوصاً اس برائی سے بچنے کو فلاح و
کامیابی کہا گیا ہے ۔ اور جب اجتناب میں فلاح ٹھیری تو اس کے برعکس ارتکاب میں کتنی برائی اور خسران
جو کسی وبال سے ہرگز کم نہیں پھر یہ کہ خمر و میسر والوں کو اللہ کے ذکر سے بُعد و دوری نصیب ہوتی ہے اور یہ لوگ
نماز کے اوقات کی ہرگز رعایت نہیں کرسکتے ۔ وھو الخسران المبین ○

ماہنامہ عدل کہاں کہاں ملتا ہے؟

(۱) ایم این مرچنٹ ، محمد علی بلڈنگ ، بھنڈی بازار بمبئی نمبر ۳
(۲) توکل اسٹور ، پائیدھونی روڈ ، بمبئی نمبر ۳
(۳) مکتبہ تعمیر ادب ، متصل اسٹار آف انڈیا ریسٹورنٹ ، دونا کا بمبئی نمبر ۳
(۴) [illegible]

شراب کی مذمتیں

(گزشتہ سے پیوستہ)

مترجمہ رفیق محترم جناب عبدالرزاق سعید بن عمر صاحب

احادیث نبویہؐ سے استشہاد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر جنت کی نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے بنے ہوئے ہیں اور اس کے بہاؤ کی روش موتی اور یاقوت کی بنی ہوئی ہے۔ اس کی مٹی مشک سے بڑھ کر خوشبو دار اور پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

انہی معنوں میں ایک اور صحیح الاسناد روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے بھی ہے کہ جنت کی نہریں مشک کے پہاڑوں سے بہتی رہتی ہیں۔

حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو، یہ کہتے ہوئے سنا کہ جنت میں ایک سمندر (بحر) پانی کا ایک سمندر دودھ کا اور ایک سمندر شہد اور ایک شراب طہور کا ہے جن سے کئی نہریں متصل ہیں۔

شراب طہور اور جنت میں شراب پانی دودھ اور شہد کے دریاؤں اور نہروں کا ذکر کئی احادیث و روایات میں موجود ہے، بعض میں یہ بیان مفصل اور بعض میں مجمل مذکور ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جنت الفردوس کی ایسی ایسی عجیب و غریب نعمتیں جن کا ادراک بھی ہم دنیوی زندگی میں نہیں کر سکتے، یہ سب دنیا کے بادہ پرست و شراب خوار پر حرام ہیں، دنیا میں شراب پینے والا عاقبت کی ان بے انتہا و بے قیاس نعمتوں سے محروم رہے گا۔ قیامت میں اُٹھنے کے بعد اپنی ابدی زندگی میں ان گوناگوں نعمتوں سے یکسر محرومی ہوگی، جو بھی شراب خوار ہو، دائم الخمر ہو یا کبھی کبھار پینے والا ہو اُسے چاہئے کہ آج ہی سے سچے دل سے توبہ کرلے اور اس بُری عادت کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ صرف ایمان کی پختگی بلند حوصلگی اور مضبوط عزم و ارادے کی ضرورت ہے گو کہ ؎

سخت دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

مگر حکیمانہ نصیحت رہی ہے کہ :-

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

تفسیر آیۃ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ الخ

قال اللہ تعالیٰ :- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۞

اس آیت شریفہ میں اللہ عزوجل نے تمام ایمان داروں سے خطاب کیا ہے کہ خمر یعنی ہر وہ پینے کی چیز جو نشہ آور ہو خامر العقل، عقل پر پردہ ڈالنے والی ہو خواہ وہ انگور سے کشید کی ہوئی ہو خواہ جو یا گیہوں وغیرہ اناج کی قسم کی کسی چیز سے بنائی ہوئی شراب ہو یا شہد کھجور تاڑ وغیرہ سے کھینچی ہوئی شراب یا تاڑی ہو، خواہ بھنگ افیون چرس گانجا ہو یا وہ معجونیں جن کو منزول و شکولات بولتے ہیں یا ان کے علاوہ جو بھی چیز نشہ آور یا خمار آور کم یا زیادہ ثابت ہو جائے اُس کا شمار مسکرات ہی میں ہوگا اور چونکہ ہر مسکر چیز خمر ہے لہذا یہ ساری چیزیں خمریات کے قسم سے ہوئیں اور تمام خمریات مطلقاً حرام ہیں اسی طرح میسر جوئے کو کہتے ہیں قمار اسی کا نام ہے اور قمار عرب میں نرد، چوسر و شطرنج پر کھیلا جاتا تھا۔ الانصاب ان پتھروں کو کہا گیا ہے جن کی چوکھٹوں پر بتوں کو نصب کیا جاتا تھا اور وہ پتھر بھی جن سے خود بت تراشی کی جاتی ہو۔ یا تماثیل و آستان بنائے جاتے ہوں اور اُن کی پرستش کی جاتی ہو اور وہ بلند و مشرف قبریں بھی جن کو خدا کی طرح پکارا جاتا ہو اور اُس پر جانور ذبح کیے جاتے اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ہوں اور الازلام وہ پانسے ہیں جن پر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے نیک و بد فال جانچی ہو۔ اور اُن پر یہ کرو یہ نہ کرو لکھا ہوا ہوتا تھا اور جب کوئی آدمی زمانۂ جاہلیت میں سفر کا ارادہ کرتا یا شادی کرنے کا عزم کرتا یا کوئی اور مہم درپیش ہوتی اور ان پانسوں سے فال نکالی جاتی تھی اور ان شگونوں کے مطابق امور انجام دیئے جاتے تھے تو ان ازلام میں سارے بدشگونیوں کے اور بدفالیوں کے طریقے چاہے قدیم ہوں چاہے جدید ہوں سبھی شامل ہیں۔

قرآن مجید کی بلاغت معنوی مدنظر رہے کہ خمر کو مقدم رکھا ہے، برائیوں کی فہرست میں پہلا نمبر شراب نوشی کو دیا گیا ہے کیونکہ وہ ہے ہی ام الخبائث، اس کے بعد جوئے بت پرستی کے تھان اور قسمتوں کے خود ساختہ پانسے گنوائے ہیں اور ان سب کی برائی ایک ہی لفظ سے واضح کردی ہے اور وہ ہے رِجْسٌ۔ رِجس گندگی کو کہتے ہیں اور حرام، فعل قبیح اور کفر ادا مراد ہوتا ہے اور یہاں شراب کو رجس میں پہلی جگہ دی گئی ہے اسی لئے کہ اس کا پینے والا پریشان حال مخبوط الحواس بلکہ مدہوش و بدمست ہو جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

تفسیر کشاف سے نقل کیا گیا ہے کہ خمر و میسر کے حرام ہونے پر جو اس قدر تاکید وارد ہے اس کی وجہ بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بہت سی برائیاں اسی نشہ آور [illegible] اور جوا، دو باتی ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمان ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

عدل

بدل اشتراک
سالانہ .... پانچ روپے
ششماہی .... تین روپے
فی پرچہ .... آٹھ آنے
بیرون ہند
ساڑھے آٹھ روپے

مضامین
اڈیٹر کے نام
ارسال زر
مینجر عدل کے نام
ہونا چاہئے

ادارۂ تحریر :-

(اعزازی) (مولانا) ودود الحق ندوی ٭ مسئول: خلیل احمد حامی

جلد ۱ | بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۵۰ء | شمارہ نمبر ۴

فہرست مضامین

خلیل احمد حامی ، اڈیٹر و پبلشر نے اجمل پرنٹنگ پریس ، بمبئی میں چھپوا کر ، دفتر عدل ادارۂ تبلیغ الاسلام ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ کھڑک بمبئی سے شائع کیا ۔

بھی ہے مگر دفتر کے لئے یہ مشکل ہے کہ اس کے پاس ان حضرات کے پتے ابھی تک نہیں پہنچے اور ان کا اندراج ابھی تک حسب قاعدہ رجسٹر خریداران میں ہوا، کیونکہ جن ہمدردوں نے خریدار بنائے ہیں، وہ ابھی تک دفتر پہنچ کر نئے خریداروں کا نام و پتہ درج نہ کرا سکے اور اس کی وجہ، ان کی کاروباری مشغولیت ہے، جس کے باعث وہ دفتر تک پہنچنے یا دفتر کو بذریعہ ڈاک، نام اور پتہ کی اطلاع دینے سے قاصر ہیں۔ اس نوٹ کے شائع ہونے کے بعد اُمید ہے کہ ہمارے ہمدرد، کسی نہ کسی طریقہ سے دفتر کو اطلاع دے ہی دیں گے اور دفتر سے فوراً ان نئے خریداروں کے نام پرچے بھیج دیئے جائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

جشن جمہوریہ

۲۶ر جنوری سنہ ۵۰ء کو، ہندوستان نے وہی حیثیت اختیار کرلی، جو دوسرے آزاد و خود مختار ملکوں اور حکومتوں کی ہے، حکومت کی طرف سے، اس یادگار دن کو منانے کا پہلے سے اعلان کردیا گیا، مرکزی اور صوبائی حکومتوں نے اس دن، خصوصی پروگرام رکھے، عوام اور عوامی جماعتوں نے بھی، اس دن کے لئے بڑے انتظام و اہتمام کئے۔

ہمارے شہر بمبئی میں بھی، اس جشن کو بڑی ہماہمی کے ساتھ منایا گیا۔ جس میں بلاتخصیص مذہب وملت، ہر شخص اور ہر جماعت نے حصہ لیا اور لینا بھی چاہئے تھا، اس لئے کہ آزادی بھی ہر شخص اور ہر جماعت کو ملی ہے اور شخصی و جماعتی آزادی کا وہی مفہوم ہے، جو دوسرے آزاد ممالک میں سمجھا جاتا ہے لیکن بمبئی میں یہ بات خاص طور پر محسوس کی گئی کہ اُن مقامات کو چھوڑ کر جہاں سرکاری طور پر جشن کا اہتمام کیا گیا تھا، مسلمان محلوں اور انجمنوں نے، جس قدر اس جشن سے دلچسپی لی اور اہتمام کیا وہ دوسری آبادیوں میں نظر نہیں آیا۔ اس سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ ہندوستان کا بسنے والا مسلمان، دو سال پہلے کی غلط فہمیوں کو اپنے دماغ سے نکال چکا ہے، دوسری ملتوں کی طرح وہ بھی اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اور ہندوستان کو اپنا ملک اور حکومت میں اپنا حق، اس لئے آزادی جیسی نعمت کے میسر آنے پر مسرت کا اظہار ایک فطری تقاضا ہے، مگر جس ڈھنگ اور انداز سے مسلمانوں نے اس جشن کے موقع پر مسرت کا اظہار کیا وہ البتہ قابل غور ہے، مسلمان انفرادی و اجتماعی، کسی بھی حیثیت سے، زندگی میں پیش آنے والے ہر معاملہ میں، ایک الٰہی ضابطہ رکھتا ہے، جو رسولؐ کے قول و فعل اور عمل کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے، بحیثیت مسلمان کے ہمارا یہ ضروری فرض ہے کہ شادی و غم ہر موقع پر اس ضابطہ کو پیش نظر رکھیں، اگر ہم اپنے آپ کو مسلمان باقی رکھنا اور مسلمان کہلوانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم امن و سکون کی زندگی بسر کرنا اور ساری کائنات کو امن و سکون سے معمور کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے، اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

فتح بدر و فتح مکہ، عہد نبوت کے اور فتح فارس و روم، عہد صحابہؓ کے اہم ترین اور پُرمسرت واقعات کی تفصیلات آج بھی مسلمانوں کے پاس محفوظ اور ان کے پیش نظر ہیں۔ کیا ان میں سے کسی ایک

موقع پر بھی، کوئی بتا سکتا ہے، کہ کوئی ایسی بات کی گئی ہو، جس کو اسلامی ضابطۂ اخلاق و معاشرہ منع کرتا ہو؟

فسادات کی گونج

ہندوستان و پاکستان کے حالیہ فسادات، کی خبریں ہر شخص کو معلوم ہیں ان کی تفصیلات اور اس بحث میں، پڑے بغیر، کہ ابتدا کہاں سے ہوئی، زیادتی کس نے کی، کس نے اپنی زیادتی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے، دوسرے کی زبردستی بڑھا چڑھا کر، بیان کرنے کی پالیسی اختیار کی. کہنا یہ ہے اور افسوس اس بات کا ہے، کہ انسانی خون اب کتنا ارزاں ہو گیا ہے اور اخلاقی قدریں اب کس قدر ذلیل و پامال کر دی گئی ہیں۔ اور نہیں معلوم دنیا اس مصیبت سے کب نجات پائے گی؟

لیکن اُن تمام مشکلات اور ہولناکیوں کی موجودگی کے باوجود، جن کا سامنا آج کل دنیا کو کرنا پڑ رہا ہے، ایک بات، کم سے کم مسلمان کے لئے، ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے، جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، وہ یہ کہ مسلمان، جب تک کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اس پر ایسے لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جو اس سے کمزور ہیں اور اس کے زیر سایہ آباد ہیں۔

اسلام نے تو حالت جنگ میں بھی، مخالف کے، بوڑھوں، بچوں، عورتوں، کھیتوں اور ... کے قتل و غارت کو قطعی ممنوع قرار دیا ہے تو حالت امن میں بلا تخصیص، ہر غیر مسلم کی حفاظت ضروری ہو جاتی ہے۔

مسلمان ... اپنے تمام افعال و اعمال کا، خدا کے سامنے جواب دہ ہے، اس لئے ... [illegible] کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

تبلیغی سلسلہ

[illegible]

ہ اسباق شروع کر دیئے گئے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ یہ اسباق تعلیمی انداز میں ہوتے ہیں، اسی لئے جدید طرزِ تعلیم کے ماتحت جس
نوان پر سبق ہوتا ہے وہ عنوان، اس کے مناسب آیت، اس کا ترجمہ اور مطلب و خاکہ صفحہ ۲۱ پر ملاحظہ
ہو) ایک بڑے کاغذ پر جلی حروف میں لکھ کر بلیک بورڈ پر چسپاں کر دیا جاتا ہے، یہ بورڈ شرکاء
رس کے سامنے ہوتا ہے، اسی بورڈ کی مدد سے وہ آیت کو دہراتے اور معنی و مطلب کو سمجھتے ہیں
س کے بعد سبق کی تشریح و تفصیل ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

اس طریقۂ کار کو، دین کی اشاعت کا ایک وسیلہ سمجھ کر اختیار کیا گیا ہے، اسی کے ساتھ یہ بات
ہی پیش نظر ہے کہ کم فرصت، کاروباری لوگوں کے لئے، کم سے کم وقت میں، دین کے حاصل کرنے کا
ہ ایک آسان ذریعہ ہے۔

اِن اسباق کی اشاعت میں، خصوصیت کے ساتھ یہ امر پیش نظر ہے کہ وہ لوگ جو دین کی خدمت
کرنا چاہتے ہیں، لیکن یا تو اپنی کم علمی یا عدیم الفرصتی کے باعث، وہ تبلیغ کے فرض کو ادا کرنے سے قاصر رہتے
ہیں، یہ اسباق، ایسے لوگوں کی اس دشواری کا حل ہیں، معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی، ان اسباق کی
مدد سے فریضۂ تبلیغ انجام دے سکتا ہے۔

جو حضرات، ادارہ کے نہج پر اپنے یہاں تبلیغی کام کرنا چاہیں اور انہیں کوئی دِقت محسوس ہو تو خط
ت کے ذریعہ وہ اپنی مشکلات کو رفع کر سکتے ہیں۔

بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے، کہ اگر آپ تبلیغ دین کی ضرورت کا احساس رکھتے ہیں اور عملاً
کچھ کرنا بھی چاہتے ہیں، تو خدا کا نام لے کر عمل شروع کر دیجئے، راہیں، آپ پر خود بخود کھلتی
راہیں وقت آپ کسی خاص طریقۂ کار کے محتاج بھی نہ رہیں گے۔

رفیق محترم مولانا قاری ودود الحق صاحب ندوی دے رہے ہیں۔

ادارۂ تبلیغ الاسلام نے، تبلیغی و قرآنی اسباق کے علاوہ، ابتدائی دینی تعلیم کو جاری
کرنے کے لئے، جو خاکہ تیار کیا تھا، اس نے اب عملی جامہ پہن لیا ہے۔ چند ہمدردوں
، اللہ پر بھروسہ کر کے، مدرسہ اصلاح کے نام سے، ایک مدرسہ قائم کر دیا ہے
تعلیم پاتے ہیں۔

باری لوگوں کے لئے، بعد عصر (روزانہ) اور ہفتہ میں دو بار بعد نماز
یا ہے، اوّل الذکر مکتب میں تیس طلبا ہیں اور قرآن کے ساتھ ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے

رات کے مدرسہ میں قرآنی عربی اور درسِ قرآن ہوتا ہے، پڑھنے والوں کی تعداد بیس ہے۔
"کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے" لیکن ہم اس صورتِ حال سے مطمئن نہیں ہیں کہ مسلمان اپنے بچوں کی دینی تعلیم سے غفلت برتیں، آزاد ہندوستان میں، مسلمانوں کے مستقبل کی حفاظت کی ضمانت چند مخصوص وسائل کے ساتھ، صرف دینی تعلیم ہے اور دین کو بچوں کے دل و دماغ میں راسخ کر دینا ہے۔ ماضی کی غفلتوں کا خمیازہ، ہمیں آج یہ بھگتنا پڑ رہا ہے، کہ عالم کے نقشہ میں، ملتِ اسلامی کی کوئی نمایاں حیثیت نظر نہیں آتی لیکن حال کی غفلت سے، ہو سکتا ہے کہ ہمارا نام ہی صفحۂ دنیا سے مٹ جائے غفلت کا شکار، آئندہ، نہ بن سکنے کا ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے بچوں کی دینی تربیت، ان میں دینی احساسات کا بیدار کرنا، ان کے دماغوں میں، دینی باتوں کو اس طور پر داخل کرنا، کہ پھر ان کے بھولنے اور فراموش کرنے کا بہت کم امکان رہ جائے۔

ادارۂ تبلیغ الاسلام، یہ چاہتا ہے کہ نہ صرف مدرسہ اصلاح بلکہ تمام دینی مکاتب و مدارس کو طلبا اور وسائل کار کی قلت و کمیابی کا شکوہ ہی نہ رہے، اور جو مقصد پیشِ نظر ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے تمام خادمانِ دین کے قدم آگے ہی بڑھتے رہیں۔

گجراتی اسباق ادارۂ تبلیغ الاسلام، بمبئی، کے تبلیغی اسباق کا سلسلہ، ایک عرصہ سے جاری ہے جس کا اکتیسواں سبق، عدل کی اسی اشاعت میں شائع ہو رہا ہے، یہ اسباق اردو کے ساتھ ساتھ، بعض ہمدردوں کے اصرار پر، گجراتی زبان میں بھی، جو صوبہ بمبئی کی عام زبان ہے، شائع کئے گئے، گجراتی اسباق، صرف پندرھویں سبق تک شائع ہو سکے، لیکن جب یہ محسوس ہوا، کہ جو لوگ اردو پڑھ لیتے ہیں یا پڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ اردو ہی کے اسباق خریدتے ہیں اور گجراتی اسباق کی نکاسی خاطر خواہ نہیں ہوتی ہے، تو گجراتی کا سلسلہ روک دیا گیا، اب شائع شدہ اسباق کی کافی تعداد دفتر میں موجود ہے، اس لئے ان حضرات سے، جن کے یہاں گجراتی ہی لکھی اور سمجھی جاتی ہے اور وہ تبلیغی ذوق بھی رکھتے ہیں، درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ان اسباق کی مناسب تعداد اپنے یہاں منگوانے کی کوشش کریں، تاکہ ان اسباق کی آمدنی سے ادارہ دوسری مفید چیزیں شائع کر سکے، ان اسباق کی خصوصیت اور ان کی افادیت اکتیسویں سبق کے تعارف میں ملاحظہ فرمائیے۔

عدل کے نئے خریدار:- ادارہ تبلیغ الاسلام کے بہت سے ہمدردوں نے عدل کی توسیعِ اشاعت کے خیال سے، دفتر سے، رسیدیں حاصل کیں اور معلوم ہوا ہے کہ ان مخلصین نے، عدل کے خریدار بھی بناتے ہیں اور جو حضرات خریدار بنے ہیں، انہیں عدل کا انتظار

بقیہ فہرست

تبلیغی مطبوعات

ادارۂ تبلیغ الاسلام، ۱۰۲/۲، ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ، کھڑک بمبئی ۹

تبلیغی سبق

- کلمہ طیبہ ۲ر
- ظلم عظیم ۳ر
- عبادت ۲ر
- روشن حقیقت ۲ر
- فرماں برداری ۲ر
- اطاعت کاملہ ۲ر
- ذمہ داری ۲ر
- نماز ۲ر
- خاصیت نماز ۲ر
- استعانت ۳ر

- نماز جمعہ ۲ر
- مسافر کی نماز ۲ر
- ذکر ۲ر
- رب کی یاد ۳ر
- دعا ۳ر
- درود شریف ۲ر
- توبہ ۳ر
- جائزہ ۳ر
- تاثیر گناہ ۳ر
- زنا ۳ر

- بندشیں ۴ر
- خوفناک انجام ۳ر
- لہو ولعب ۲ر
- فضول خرچی ۲ر
- آفتیں ۳ر
- بری صحبت ۳ر
- اچھی بات ۳ر
- بدزبانی ۳ر
- ہنسی مذاق ۱ .... ۴ر
- ″ ″ ۲ .... ۳ر
- جھوٹ ۴ر

تبلیغی خطبات:- معراج کی رات ۳ر۔ ہماری عید ۳ر۔ رہبر عالم ۲ر بارش کا قرآنی فلسفہ ۲ر شب برات ۳ر پیغام عید ۲ر پیغام حرم ار اندھی ہوس ۲ر۔ حادثہ کربلا ۳ر خطرناک مجلسیں ۲ر عید قربان ۲ر قربانی ار

تعلیمی کتابیں:- قرآنی عربی کے بیس اسباق ۴ر ٭ تجوید کی ابتدائی کتاب ۵ر

دینی کتابیں:- روزہ ۲ر تبلیغ کے اصول و آداب ۲ر دین حق ۱۲ر۔ آسان حج ۸ر

نوٹ:- تاجران کتب اور مفت تقسیم کرنے والے حضرات کو پچیس فیصدی کمیشن دیا جائے گا۔

لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ

(از جناب سید جمال احمد امین آبادی)

تیرگی شب کی مٹی جاتی ہے
سیلِ انوار بڑھے آتے ہیں

تیز تر ہو گئی ہے نبضِ حیات
غنچۂ شوق کھلے جاتے ہیں

مطلعِ شوق سے انوارِ سحر
ضو فشاں ہو رہے ہیں تا بہ نگاہ

بر لبِ حق سے پھر نکلتا ہے
نغمۂ "لا اِلٰہ الا اللّٰہ"

سسکیاں لے رہی ہے روحِ فرنگ
چہرے الحاد کے مرجھائے ہوئے

مرغِ طائر ہیں لرزہ بر اندام
خود فریبی کے چوٹ کھائے ہوئے

فکرِ کار ل کے سرخ انگارے
خاک کر دیں گے خرمنِ ہستی

رشتۂ لا اِلٰہ میں منسلک کر
ہم بسا دیں گے اک نئی بستی

حکمت الکتاب کیا ہو دوست
رشتۂ لا اِلٰہ کی تفسیر کیا

اُٹھ جاگ مُسلمان

(از جناب کوثر تسنیمی)

آزاد ہوا ہے ملک مگر
ہر گھر میں دکھ بیماری ہے

ہر گام پہ آہ و نالے ہیں
غمگین گھٹا سی طاری ہے

کیا چین و ہند و پاکستان
باطل یہ دنیا ساری ہے

کیا مندر مسجد کیا گرجا
انساں سے ہر گہ عاری ہے

ہر سمت ہیں نعرے روٹی کے
افلاس کا پلّہ بھاری ہے

ظلمت میں اضافہ ظلمت
آزادی کی بل ہاری ہے

یہ مکر و فریب کے جالے ہیں
آزادی کی گل کاری ہے

اک راہ صداقت سے ہٹ کر
خود زخم لگایا کاری ہے

ہر چند عمل پہ قائم ہے
تو نوری ہے نہ ناری ہے

کچھ روز کے تم دو نوں مہماں ہیں
یہ دنیا فانی ہے

تجربہ کا جنگل موجود ہے
کردار کی

اٹھ جاگ مسلماں اب

عمارہ وحق الہا تصویر یا

نعمت مسلمانیہ

اسلام اور انقلاب

(از رفیق محترم جناب محمد اسمٰعیل اخلاص صاحب بی اے)

(قارئین عدل۔ اس مضمون کو پڑھنے سے پہلے "اسلام اور تمدنِ اسلام" کے ذیلی عنوان "اسلام اور انقلاب" اور خاص طور پر، اس عنوان کی خط کشیدہ عبارت کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ پیش نظر مضمون، دراصل اسی ذیلی عنوان کی نشان زدہ عبارت کا غیر متعصبانہ جواب ہے — ایک بڑے آدمی کی زبان وقلم سے جب کوئی بات نکل جاتی ہے اور گو وہ حقیقت سے دور ہی کیوں نہ ہو لیکن دنیا اسی کو صحیح سمجھنے لگتی ہے اور ایسی صورت میں تو اس کے صحیح سمجھنے کے امکانات اور بھی بڑھ جاتے ہیں، جب کہ وہ لوگ جن کا اس بات سے تعلق ہے، اپنے اعمال و کردار کے لحاظ سے اس بات کی تصدیق کرتے نظر آئیں ——— ایسے لوگ جب اس قسم کی انحطاطی کیفیت کا شکار ہو جاتے ہیں، تو پھر بڑے اور چھوٹے کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہوتی بلکہ ہر شخص اعتراض کی جرأت کرنے لگتا ہے، اور آئین اخلاق میں، اس کو ایسا کرنے کا حق بھی حاصل ہے ——— پیش نظر مضمون کی خط کشیدہ عبارتوں سے ایک بات خاص طور پر آپ کو کھٹکے گی وہ یہ کہ مسلمان کی مسجد کے اندر اور مسجد کے باہر کی زندگی میں کوئی تطابق نہیں رہا ہے، یہ وہی بات ہے، جسے مدیر عدل نے مسجد کے خطبوں اور مسجد کے باہر کے جلسوں میں بار بار کہا ہے۔ بالتخصیص خواص و عوام (الا ماشاء اللہ) ہر شخص اس مرض میں مبتلا ہے۔ اس مرض کے ازالہ کی نہ تو ہم کوئی تدبیر کر رہے ہیں اور نہ ہمیں، اس کی کوئی فکر، ایسی صورت میں بس اُن مخلصین کی دعائے "سحر گاہی" ہی، جنہیں بارگاہِ رب العزت میں درجۂ مقبولیت حاصل ہے رہیں، اس مرض کے ازالہ اور اس کی تدابیر کی طرف متوجہ کر سکتی ہے — میں جناب اخلاص صاحب کا بہ دل ممنون ہوں، کہ انہوں نے میری درخواست کو شرف پذیرائی بخشا اور مطلوبہ مضمون عنایت فرمایا)

[...]انیت کی انتہائی بد قسمتی یہ ہے کہ اس نے اسلام کو صحیح طور پر سمجھنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اس کی ایک [...] اور ہٹ دھرمی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے اسلام [...] کی ہے ان کے سامنے اسلام اپنی صحیح روشنی اور صحیح سپرٹ کے ساتھ پیش نہیں کیا گیا۔
[...]لام کو عرصہ دراز سے اسی نگاہ سے دیکھا ہے کہ وہ محض ایک قوم کا مذہب ہے، جو عر[...]

عروج پر لانے کے لئے وجود میں آیا تھا۔ اور تاریخ کے اس باب سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام کو بحیثیت اسلام کے جو عروج حاصل ہوا وہ عربوں ہی کے ہاتھوں ہوا۔ اسی بنا پر اسلام کے عروج کو عربوں کا عروج تصور کر لیا گیا۔ اسلام کے پچھلے پیروؤں نے اصل اسلام کی بجائے قومیت و وطنیت کے چکر میں پھنس کر دُنیا کے اس تصور کو اور بھی مضبوط کر دیا۔

مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات پر غور و فکر کرنا چھوڑ دیا اور رفتہ رفتہ اسلام کی صحیح تعلیم سے وہ ویسے ہی ناآشنا ہو گئے جیسے غیر مسلم ہیں۔ اس کا زبردست اثر ان کے عمل پر پڑا، ظاہر ہے کہ کسی مذہب کو کتابوں سے زیادہ اس کے پیروؤں کے طرزِ عمل سے جانچا جاتا ہے۔ اسلام کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرنے والوں نے مسلمانوں کا عمل دیکھا اور اسلام کو اسی پر قیاس کر لیا۔

مسلمان حکمران اللہ کی خاطر لڑنے کی بجائے اپنی ملک گیری کی ہوس بجھانے کے لئے لڑنے لگے۔ دُنیا نے لڑنے والوں کی طرف دیکھا اور وہ مسلمان نظر آئے اس لئے اس نے سمجھ لیا کہ اسلام ملک گیری کا حامی ہے۔

مسلمانوں نے اسلام کو مسجد میں بند کر کے رکھ دیا اور مسجد کے باہر تجارت، کاروبار، تعلیم، سیاست اور تہذیب و تمدن جیسے زندگی کے اجتماعی شعبوں میں اسلام سے ہٹ کر آزادانہ طرزِ عمل اختیار کر لیا۔ اس چیز نے دُنیا کے بڑے بڑے محققین کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ اسلام خدا کے ساتھ محض ایک ذاتی (Personal) تعلق کا نام ہے۔

مسلمانوں نے ایک طرف زکوٰۃ اور میراث جیسے دولت کو چکر میں رکھنے والے احکام سے انحراف کیا اور دُوسری طرف سُود جیسی دولت کو سمیٹنے والی منحوس چیز کو اپنا لیا اور سرمایہ داری کے پُجاری بن گئے۔ اس حقیقت کو دیکھ کر دُنیا کے ماہرینِ علوم و فنون کو یہ دھوکا ہوا کہ اسلام بھی سرمایہ داری کا پاسبان ہے۔

سرمایہ داری کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ مزدوروں کو کچلا جائے، انہیں کسی طرح آرام و آسائش نہ پہنچنے پائے اور یہ کہ ان کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے سرمایہ دار گلچھرے اڑائیں اور ان کے خون کو اپنے چہروں کی سُرخی بنائیں۔ ان سرمایہ داروں کی جماعت میں جہاں دُنیا کے دُوسرے مذاہب کے پیرو تھے وہاں مسلمان بھی شامل تھے، اس لئے دوسرے مذاہب والوں نے اسلام کو اپنے اپنے مذہب پر قیاس کرتے ہوئے بطور خود یہ فیصلہ کر لیا کہ اسلام بھی معاشی لوٹ کھسوٹ کو پوری طرح روکنے میں ناکام رہا ہے۔

دنیا کے غیر مسلم خواص اور عوام کی اس غلط فہمی کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں نے اپنے عمل سے اسلام کی غلط نمائندگی کی۔ وہ زبان سے تو دعویٰ اسلام کا کرتے رہے لیکن عملاً ہمیشہ جاہلیت رسوم اور غیر مسلم حکام کے طریقِ زندگی کو اختیار کرتے رہے۔ اس وجہ سے پوری دُنیا کے مسلمانوں

زندگی میں اسلام جیسی کوئی چیز باقی نہ رہی ، زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ دُنیا یہ بھُول گئی کہ اسلام نے جو انقلاب برپا کیا تھا اس کی نوعیت کیا تھی ؟

اسلام نے اس انقلاب کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی (۱) خدا کی یکتائی (۲) آخرت کی جواب دہی اور (۳) وحدت انسانی ۔

دُوسرے مذاہب کی طرح اسلامی نقطۂ نظر سے خدا کوئی غیر موثر (PASSIVE) ہستی نہیں ہے جسے اپنے بندوں کی زندگی سے پوجا پاٹ اور پرستش کے علاوہ کوئی اور لگاؤ نہ ہو ۔ یہاں خدا انسانی خواہشوں کو پورا کرنے والا کوئی "آلہ" نہیں ہے بلکہ یہاں تو خدا "اِلٰہ" ہے جو اپنے بندوں سے ان کی پُوری زندگی کو ایک اصولی ضابطہ میں کس دینے کا مطالبہ کرتا ہے ۔ یہاں مسجد کے اندر عبادت کرنے کا مقصد ہی یہ ہے ، کہ مسجد کے باہر خدا کی اطاعت کے لئے انسان کو تیار کیا جائے ۔ یہاں خُدا بادشاہ بھی ہے ، جس کے سوا قانون سازی کا حق کسی اور کو نہیں ہے ، سیاست داں بھی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور علیم و خبیر نہیں ہے رب اور پالنہار بھی ہے جسے اپنے بندوں کے ساتھ بے حد محبت ہے ۔ ایسے آقا ، مالک ، خالق اور حاکم نے اپنے بندوں کو اس زندگی کے جامے میں کچھ مہلت دی ہے ، جس میں انہیں ایک ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کی کامیابی کے لئے جدوجہد کرنا ہے ۔ دُوسرے الفاظ میں اس نے اس زندگی کی شکل میں اپنے بندوں کو ایک کھیت دیا ہے ، جس میں ہر شخص جیسا کچھ بوئے گا ، آخرت میں ویسی ہی فصل کاٹے گا ۔ یعنی آخرت میں یہاں کے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پُورا پُورا بدلہ آخرت میں دیا جائے گا ۔

آخرت کی جواب دہی کے اس تصور کو اسلامی انقلاب میں بہت بڑا دخل ہے ۔ اس تصور نے طبقاتی جنگ کو ناممکن بنا دیا ہے ۔ طبقات اسی وقت لڑتے ہیں جب ایک طبقہ دُوسرے سے غیر منصفانہ برتاؤ کرے مگر آخرت کی جواب دہی کے تصور کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے ظلم و ستم سے باز رہے گا ، وہ کا حق نہ چھینے گا اور ہر ایک کا حق ادا کرنے کی پُوری پُوری کوشش کرے گا ۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم حکومت کے عہدہ داروں کو خصوصیت کے ساتھ آخرت کی جواب دہی کی طرف توجہ دلاتے تھے ۔ ارشاد دیا ہے کہ "ہم جس کو تحصیلدار بنائیں اور وہ کوئی چیز سوئی کے برابر بھی چھپا رکھے تو یہ خیانت ہے ۔ شخص قیامت میں اس خیانت کی چیز کے ساتھ حاضر کیا جائے گا " چنانچہ آخرت کی جواب دہی کا تصور میں بٹھا کر اسلام نے ایک ایسی چھپی ہوئی مگر ہر وقت نگران سی آئی ڈی کو لوگوں کے ذہن ، عمل اور کر دیا جو دُوسرے امتیازات کی بنا پر انہیں آپس میں ظلم اور بے انصافی کرنے سے بچائے رکھے

آپ جانتے ہی ہیں کہ کسی انسان کو یہ معلوم ہوجائے کہ حکومت کی پولیس اس پر نگراں ہے تو وہ ہرگز قا
شکنی کا ارادہ بھی نہ کرے گا۔ پھر جس کو یہ یقین ہو کہ علیم وخبیر خدا کی پولیس اس کی نگرانی کر رہی ہے۔ اس
لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ خیانت، ظلم، حق تلفی یا کوئی اور غلط کام کرے گا ؟ اور جب ہر شخص یا سماج کا ایک
اچھا خاصہ گروہ انصاف پسند اور سچائی کا پابند ہوجائے تو طبقاتی جنگ کا امکان ہی کہاں باقی رہتا ہے ؟

اسلام کے اولین دور میں جو انقلاب رونما ہوا تھا اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن
تفصیلات کی گنجائش نہیں ہے اس لئے ہم یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کریں گے۔ حریفانہ جذبہ نے آج
تجارتی اور صنعتی دنیا کو تہ و بالا کرکے رکھ دیا ہے۔ آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ وحدتِ الٰہ اور آخرت کی جز
کے تصور نے کس طرح اس قسم کی مسابقت کو ختم کر دیا تھا۔

اسلام کا ابتدائی دور ہے ؛ ایک رومی جاسوس مکہ معظمہ میں آتا ہے اور ایک دکان پر جاکر ایک چیز
قیمت دریافت کرتا ہے۔ دکان دار اسے قیمت بتلاتا ہے ، جسے سن کر وہ سامنے والی دکان پر جاتا ہے
اسی چیز کی قیمت دریافت کرتا ہے۔ وہاں بھی اسے وہی قیمت بتلائی جاتی ہے۔ وہ قیمت دے کر چیز
خریدنا چاہتا ہے لیکن اس کے تعجب کی انتہا نہ رہی جب اس دکان دار نے کہا کہ میں تمہارے ہاتھ یہ چیز
نہ بیچوں گا۔ تم سامنے والی دکان سے خرید لو۔ رومی نے اس حرکت کا سبب دریافت کیا اور اسے
جواب ملا اس نے اس کے دل کی آنکھیں کھول دیں۔ اس تاجر نے کہا کہ میرا بیوپار اللہ کے فضل سے
اتنا ہوچکا ہے کہ میرا آج کا خرچ بخوبی نکل آئے گا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اس بھائی نے اب تک
بوہنی بھی نہیں کی ہے۔ یہ ہے وہ سپرٹ جس کے ذریعہ اسلام نے حریفانہ تجارت کو ختم کردیا اور باہمی
تعاون کو فروغ دیا۔

اب دوسری مثال لیجئے ، اسلام نے بیت المال کے ذریعہ تقسیم دولت کی جو بنا ڈالی تھی اس کا طریقہ یہ
کہ ہر شخص کے لئے روٹی ، مکان اور کپڑے کا معقول انتظام بیت المال کے ذمہ تھا یہاں تک کہ نئے پیدا
ہونے والے بچے کا وظیفہ بھی فوراً مقرر کر دیا جاتا۔ دولت کی تقسیم کے اس طریقہ کا نتیجہ تھوڑے
عرصہ میں یہ ہوا کہ ملک کے تمام لوگ خوشحال تھے۔ اور کوئی زکوٰۃ لینے کے قابل نہ رہا۔ یہ تھا اسلام
معاشی انقلاب۔

اسلام نے ایک طرف تمام انسانوں کو خدا کا بندہ قرار دیا اور خدا کی اطاعت اور فرماں برداری
علاوہ کسی اور چیز یعنی دولت ، طاقت ، وغیرہ کو آپس کے امتیاز کی وجہ ماننے سے انکار کرد
دوسری طرف۔ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ (یعنی ہم نے تم سب کو ایک ہی ذات سے پیدا کیا۔

م ، نسل ، رنگ اور وطن کے امتیازات اور تفاخر کو ختم کر دیا ۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے
قع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا ، اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے ۔ آپؐ نے فرمایا " لوگو ! تمہارا رب
ں ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ، تم میں سے ہر ایک آدم سے ہے اور آدم خاک سے تھے ۔ اللہ
ے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو خدا ترسی میں بڑھا ہوا ہو ۔ یاد رکھو ، عرب کو غیر عرب پر
ر گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے ، سوائے اس کے کہ وہ خدا ترسی میں بڑھ جائے "
ں طرح وحدتِ انسانی کی تعلیم دے کر اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ " کے بمصداق صرف پرہیزگاری
خدا ترسی کو وجہِ امتیاز ٹھیرا کر انسان اور انسان کے درمیان محض پیدائش کی بنا پر ہونے والے تفرقات
ر اونچ نیچ کو اسلام نے بالکل ختم کر دیا ۔ معاشرتی امتیازات کا استیصال محض اسلام کا خاصہ ہے ، کوئی
ر دین اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ۔

اسلامی انقلاب کی تاریخ کے صفحات پر اس زندہ شہادت کے ہوتے ہوئے موجودہ مسلمانوں کے
زِ عمل سے اسلام کے متعلق کوئی نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا ۔ نیز پورے اسلام کو لینے کی بجائے اسلام کے
ب ایک حکم کو الگ الگ دیکھنے سے بھی کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا ۔ ہاتھ صرف اسی وقت ہاتھ ہے جب کہ
ہ بدن کا ایک حصہ ہے ۔ بدن سے اس کو کاٹ پھینکئے تو پھر وہ بدن کے کچھ کام نہ آئے گا ۔ بالکل اسی
رح اسلام کو بھی بحیثیت ایک اکائی کے مجموعی طور پر پرکھنا چاہئے اور وہ بھی خاص طور پر ان تین بنیادوں
ے ماتحت جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے ۔

دُنیا نے ایک بار جو اسلامی انقلاب دیکھا ہے وہ انہی تین بنیادوں پر برپا کیا گیا تھا اور ایسا ہی
قلاب آج بھی انہی تین بنیادوں پر برپا کیا جا سکتا ہے ۔ خود ان میں سے ایک یعنی وحدتِ انسان کی
ہمیت تو آج کی دُنیا بھی قبول کر چکی ہے اور عالمگیر نظامِ حکومت کا مطالبہ اسی شعور کا نتیجہ ہے ۔ لیکن اس
عاشی ، سیاسی اور دیگر طبقاتی کشمکش کا خاتمہ نہیں ہو سکتا ۔ طبقوں کی جنگ صرف وحدتِ الٰہ اور آخرت
کا جواب دہی کے تصور کو بیدار کرنے ہی سے ختم ہو سکتی ہے ۔

نمونہ عدل :- جن حضرات کی خدمت میں بھیجا گیا ہے ، خواہ انہوں نے طلب کیا ہو یا نہ طلب
کیا ہو ۔ اگر وہ کسی وجہ سے عدل کے خریدار نہیں بن سکتے تو از راہ ہمدردی و
اخوتِ دینی ، دفتر کو اپنے ارادہ سے مطلع فرماویں ، تاکہ دینی ادارہ ، مزید زیر بار ہونے
سے بچ جائے ۔ (منیجر)

ظُلم کیسے مٹے، اِنصاف کیسے آئے؟

(ملخص جناب محی الدین صاحب ایوبی)

ایک شخص خوشحال ہو اور دس بدحال ہوں تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان خوشحال ہے۔ اسی طرح ایک فلاح اور دس کی بربادی کو بھی آپ انسانی فلاح نہیں کہہ سکتے ۔۔۔ یہ بات اگر صحیح ہے تو غور کیجئے کیا انسان صحیح معنوں میں خوش حال اور فلاح یافتہ ہے؟ اگر نہیں (اور یقیناً نہیں) تو پھر سوچیے کہ انسانی فلاح و خوشحالی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

ہمارے نزدیک اس کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں ہے کہ انسانی زندگی کے لئے قانون وہ بنائے جس کی نظر میں تمام انسان یکساں ہوں۔ سب کے حقوق انصاف کے ساتھ وہ مقرر کرے، جو نہ تو خود اپنی ذاتی غرض رکھتا ہو اور نہ کسی خاندان یا طبقہ اور کسی قوم یا ملک کی غرض سے وابستہ ہو۔ سب کے سب حکم مانیں جو حکم دینے میں نہ اپنی جہالت کی وجہ سے غلطی کرے نہ اپنی خواہش کی بنا پر حکمرانی کے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھائے، نہ ایک کا دشمن اور دوسرے کا دوست ہو، نہ ایک کا طرفدار اور دوسرے کا مخالف، نہ ایک کی طرف مائل اور دوسرے سے منحرف ہو......

صرف اسی صورت میں عدل قائم ہو سکتا ہے اسی طرح تمام انسانوں، تمام قوموں، تمام طبقوں اور تمام گروہوں کو ان کے جائز حقوق پہنچ سکتے ہیں اور یہی ایک صورت ہے جس سے ظلم مٹ سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا بے لاگ، ایسا غیر جانبدار، ایسا بے غرض اور اس قدر انسانی کمزوریوں سے بالاتر ہو سکتا ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!! یہ شان صرف خدا کی ہے۔ کوئی دوسرا اس شان کا نہیں ہے، انسان خواہ کتنا ہی بڑے دل گردے کا ہو، بہرحال وہ اپنی کچھ ذاتی اغراض رکھتا ہے۔ کچھ دلچسپی رکھتا ہے کسی سے اس کا تعلق زیادہ ہے اور کسی سے کم۔ کسی سے اسے محبت ہے اور کسی سے نفرت۔ ۔۔۔ ان کمزوریوں سے کوئی انسان پاک نہیں ہو سکتا ۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں، جہاں خدا کی ہدایت ۔۔۔ بے نیاز ہو کر انسانوں پر انسانوں کا حکم چلایا جا رہا ہے نہ عدل و انصاف ہے نہ سکھ اور چین، بلکہ ظلم اور بے انصافی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رزقِ حلال کی برکتیں

(خطبہ جمعہ)

جو یکم اپریل ۱۹۴۹ء کو سُنی خوجہ مسجد میں قاری ودود الحق صاحب نے دیا۔

خطبہ مسنونہ اور حمد و ثنا کے بعد اَمّا بَعد فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطانِ الرَّجیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۝ . پارہ ۲ سورہ بقر رکوع ۲۱

ترجمہ :- اے ایمان والو جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں اُن میں سے کھاؤ، اور حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرو۔ اگر تم خاص اسی کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔

عنوان کی تبدیلی

حضرات! آپ کو یاد ہوگا کہ اب سے تین جمعہ قبل میں نے " روزی " کے عنوان پر ایک خطبہ دیا تھا اور اُس خطبہ کے آخر میں وعدہ کیا تھا کہ آیندہ خطبات کا سلسلہ اسی عنوان پر جاری رہے گا لیکن درمیانی زمانے میں مجالس قوالی نے شہر میں طوفانی صورت اختیار کرلی، اس لئے مجبوراً خطبات کا عنوان بدلنا پڑا۔

اگر سچ پوچھئے تو خطبات جمعہ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ حالات زمانہ کے تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے مسلمانوں کی اسلامی رہنمائی کی جائے۔ اور پیدا شدہ نقصان رساں احوال کی اصلاح قرآن و احادیث کی روشنی میں کی جائے، اور مسلمانوں کو اچھے اور بُرے کی تمیز پیدا کرا کر صحیح راستہ کی طرف متوجہ کیا جائے چنانچہ الحمدللہ اس سلسلہ میں اپنی استطاعت اور قوت کے اعتبار سے نادان مسلمانوں کو راہ حق کی طرف لانے کی

کوشش کی گئی جس کے نتائج بھی اللہ کا شکر ہے حسب دلخواہ نکلے ۔

سابقہ عنوان اب پھر ضرورت کا تقاضا ہے کہ سابق عنوان کی طرف توجہ کی جائے ۔ اس لئے آج خطبہ میں اسی عنوان کے پیش نظر چند ضروری باتیں عرض کی جارہی ہیں ۔

حضرات پچھلے خطبہ میں یہ عرض کیا گیا تھا کہ اسلام میں روزی کا اور تلاش معاش کی کیا اہمیت ہے۔ اس سلسلہ میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے کیا حقائق پیش کرتا ہے۔

کون سی روزی جس خطبہ میں روزی کی تلاش اور کسب معاش کو "اِبْتِغَاءَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہ" بتلایا ہے ۔ اور آج جو آیت خطبہ کا عنوان بن رہی ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو کس قسم کی روزی تلاش کرنا چاہئے اور کونسی سے رزق سے پیٹ بھرنا چاہئے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ	اے ایمان والو ہم نے تم کو پاک چیزیں مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ ۔

رسولوں سے اللہ کا مطالبہ اس آیت میں ایمان والوں کو مخاطب کیا گیا ہے قرآن حکیم میں ایک آیت ہے جس میں تمام انبیاء و رسل سے یہی مطالبہ کیا گیا ہے کہ

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۔ پارہ ۱۸ سورۂ مومنون رکوع ۳	اے پیغمبرو تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو ۔ میں تمہارے تمام کاموں کو خوب جانتا ہوں ۔

دوستو! ان دونوں آیتوں سے آپ پر یہ بات منکشف ہوگئی ہوگی کہ اسلام اپنے ماننے والوں سے کس قسم کی چیزیں کھانے کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کے نزدیک حلال روزی کی کیا اہمیت ہے ؟ اس بارے میں وہ کسی کے ساتھ کوئی رعایت کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ خواہ کوئی معمولی امتی ہو یا جلیل اور عظیم الشان پیغمبر ہو وہ ہر ایک کو اکل حلال کا حکم دیتا ہے ۔

اکل حلال اکل حلال کی اہمیت آپ پر اس وقت اور واضح ہوسکے گی جب کہ آپ ان ہی دونوں آیتوں کے آخری ٹکڑوں پر غور کریں گے ، پہلی آیت کے آخر میں تمام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا اگر تم خاص اسی اللہ کی غلامی اور بندگی کرنا چاہتے ہو تو حرام روزی سے بچو حلال روزی کھاؤ اور دوسری آیت میں انبیاء و رسل کی مقدس جماعت کو مخاطب کیا گیا جس میں صالحاً (اور نیک کام کرو) ارشاد فرما کر گویا صاف ظاہر کردیا گیا کہ عمل صالح کے لئے اکل حلال شرط ہے ۔ اور اکل حلال کو عبادت اور عمل صالح پر مقدم فرما کر اس کی اہمیت اور بھی واضح کردی گئی ۔ دوسرا واضح مطلب یہ بھی ہوا کہ اگر اکل حلال ترک کردیا جائے تو عبادت اور عمل صالح کا مدار

ر کے ارشادات اس سلسلہ میں حضورؐ کے ارشادات بھی اس باب میں بکثرت ہیں مثلاً آپ نے فرمایا :-

الحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ	ہر مسلمان پر حلال طلب کرنا فرض ہے

ور ایک روایت ترمذی شریف میں ہے جس میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا :-

م نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ	جو گوشت حرام سے بڑھے تو اس کے لئے دوزخ زیادہ بہتر ہے

فرمایا :-

طْعَمَتَکَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُکَ طبرانی بروایت ابن عباسؓ	اپنی غذا پاک اور حلال کر تیری دعا مقبول ہوگی

اور فرمایا

اَکَلَ الحَلَالَ اَرْبَعِیْنَ یَوْماً نَوَّرَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ وَاَجْرٰی یَنَابِیْعَ الحِکْمَۃِ عَلٰی لِسَانِہٖ بروایت ابو موسیٰ احیاء العلوم جلد دوم	جو شخص چالیس روز حلال روزی کھائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو روشن کر دیتا ہے اور اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری فرما دیتا ہے ۔

حضرات ، ان احادیث سے بھی یہی مطلب نکلتا ہے کہ عبادت اور اللہ کی تابعداری کے لئے روزی ایک لازمی جز ہے ۔

روزی کی ضرورت اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اسلام نے حلال روزی پر اس قدر زور کیوں دیا ہے جس کا صاف جواب یہی ہو سکتا ہے ، کہ روزی ہی سے اخلاق فاضلہ اور اعمال حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور اسی سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی بندہ حلال کے بجائے حرام کھائے گا تو اس کے اندر اس کے برعکس اوصاف پیدا ہونگے ، حلال کھائے گا تو اچھے اعمال کا صدور ہوگا اور اگر حرام کھاتے گا تو بُرے اعمال پیدا ہوں گے

دلیل حضرات یہ بات اس قدر واضح اور غیر مبہم ہے جس پر کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہیں ۔ عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے :-

اِنَاءٌ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ	ہر برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس کے اندر ہے ۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج آپ کو بعض چیزیں کھانے سے غصہ آتا ہے ۔
بعض سے خوشی ہوتی ہے ۔
بعض سے آپ کی طبیعت میں نرمی پیدا ہوتی ہے ۔
بعض سے طبیعت میں تیزی پیدا ہوتی ہے ۔

اسی لئے وہ قومیں جو حرام چیزیں کھاتی رہتی ہیں ان کے اعمال و اشغال آپ کو کچھ نظر آئیں گے
اور وہ قومیں جو حلال و طیب کھاتی رہتی ہیں ان کے اوصاف کچھ نظر آئیں گے۔
حرام خور قومیں عام طور پر بے حیا و ظالم۔ بد خلق، بد دیانت۔ مطلب پرست ہوا کرتی ہیں۔
اور حلال خور قومیں، باحیا، رحم دل، صاحب اخلاق، ایمان دار، ایثار پیشہ ہوا کرتی ہیں۔
اگر آپ کو عملی طور پر اندازہ لگانا ہو تو اس اعتبار سے اقوام مغرب اور اقوام مشرق کا مقابلہ

اسلامی معاشیات کا ایک اہم جزء اس طرح اسلامی معاشیات میں یہ بات صاف طور پر واضح ہو
ہے کہ اسلام کسی صورت میں ایسی روزی کی اجازت نہیں دیتا
انسانی اخلاق کو برباد کردے جو اشرف المخلوقات کو رذول المخلوقات، اعلیٰ کو ادنیٰ اور شریف کو
بنا ڈالے۔

حرام خوری کا نتیجہ اب اگر اسلام کے اس اصول کو انسان دیانتداری کے ساتھ قبول کرلے۔ تو دنیا
کس قدر خوش اور مطمئن ہو سکتی ہے۔ اور صرف اسی ایک اصول کے اختیار کرنے
غذائی مسئلہ کی کس قدر الجھنیں دور ہو سکتی ہیں۔
یہ حرام خوری ہی کا تو نتیجہ ہے کہ :-
امریکہ دولت کے انبار اپنے یہاں جمع کئے ہوئے ہے اور دنیا بھوکوں مر رہی ہے۔

شرائط ایجنسی

(۱) بمبئی میں کم سے کم پانچ اور بمبئی سے باہر دس پرچوں سے کم منگانے والے کو ایجنسی نہیں دی جائیگی
(۲) کمیشن پچیس فیصدی
(۳) رقم پیشگی لی جائے گی۔
(۴) غیر فروخت شدہ پرچے واپس نہیں لئے جائیں گے۔
(۵) روانگی کے اخراجات بذمہ دفتر ہوں گے۔
(۶) کم سے کم پچیس پرچے منگانے والے ایجنٹ کو سول ایجنسی دی جائے گی۔

(مینیجر عدل)

یہ حرام خوری ہی کا تو نتیجہ ہے کہ :۔
دنیا کے آسودہ حال ملک عیاشیوں میں مبتلا ہیں۔ اور غریب ممالک موت وحیات کی کشمکش میں پھنسے ہوئے ہیں۔
آج اگر کروڑوں روپیہ خنزیر کے گوشت پر صرف نہ ہو۔
آج اگر اربوں روپیہ شرابوں پر خرچ نہ کیا جائے۔
آج اگر لاکھوں روپیہ تمباکو خوری پر نہ برباد کیا جائے ــــ تو کیا اس سے کروڑوں انسانوں کا پیٹ نہیں بھر سکتا ــ اور لاکھوں غریبوں کا بھلا نہیں ہو سکتا۔

اخلاقی بنیادیں

مسلمانو آج معاشی پریشانیوں میں اضافہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس قسم کی تحریکات اخلاقی بنیادوں پر نہیں چلائی جاتیں اس لئے دُنیا کی پریشانیوں میں کمی نہیں ہوتی اور اس کی بے قراری ختم نہیں ہوتی۔ ضرورت ہے، کہ وہ لوگ جو پیٹ پیٹ کی آوازوں سے ساری دُنیا میں ایک کہرام برپا کئے ہوئے ہیں اور سرمایہ دار کو لُوٹنے اور تباہ کرنے کی اسکیمیں بنانے میں رات و دن ایک کئے ہوئے ہیں وہ پیٹ کا نعرہ لگانے سے پہلے اور سرمایہ دار کو لُوٹنے سے قبل اس مزدور کو جسے روٹی کی ضرورت ہے اور اس سرمایہ دار کو جو سرمایہ پر سانپ بنا ہوا بیٹھا ہے اخلاق انسانی کا خوگر بنائیں ورنہ ڈر ہے کہ کہیں وہ سرمایہ جسے یہ اپنے قابو میں کرنا چاہتے ہیں ان کی حیرانیوں اور پریشانیوں کے اضافہ کا سبب نہ بن جائے۔ اگر آج اسلامی اصولوں کے ماتحت دُنیا کی اخلاقی حالت سُدھار دی جائے تو پھر ان ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی۔ اور اس کی آسان شکل یہی ہے کہ اکل حلال کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے اور حرام خوری کے جس قدر راستے ہیں ان کو یکلخت بند کر دیا جائے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر انسان میں انسانی اخلاق اُبھریں گے، رحم وکرم کے اوصاف پیدا ہونگے اس وقت امیر اور غریب ایک سطح پر آجائیں گے۔ امارت اور غربت میں جوڑ لگ جائے گا اور اس عالم کی ساری پریشانیاں آن کی آن میں ختم ہو جائیں گی۔ لیکن آج کون ہے جو اس کی طرف توجہ کرنے پر تیار ہے۔

اسلامی اخلاق

دوستو اسی آسمان نے ایک عہد وہ بھی دیکھا ہے، جب کہ ایک اسلامی جہاد میں تین مجاہد زخمی ہو کر دم توڑ رہے ہیں اور زبانوں پر العطش یعنی پانی پانی کے الفاظ جاری ہیں اس موقعہ پر ایک خاتون پانی کی آواز سُن کر پانی کا برتن ہاتھ میں لئے ایک مجاہد کے پاس پہنچتی ہے ابھی اس کے قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ دُوسرے مجاہد کی آواز اس مجاہد کے کان میں آتی ہے یہ زخمی مجاہد بہن سے کہتا ہے میں اب پانی نہیں پیوں گا پہلے میرے اُس بھائی کو پانی پلا دے شاید

وہ مجھ سے زائد پیاسا ہو ، جب یہ دُوسرے مجاہد کے پاس پہنچتی ہیں تو تیسرے مجاہد کی آواز ان۔
میں آتی ہے یہ بھی پانی پینے سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری بہن پہلے اس کی خبر لے
مجھ سے زائد پیاسا ہو جب یہ تیسرے کے پاس پہنچتی ہیں تو وہ ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور جب پہلے
کے پاس آتی ہیں تو وہ کوچ کر چکے ہوتے ہیں اور جب پہلے کے پاس آتی ہیں تو وہ بھی داعی اجل
کہہ چکے ہوتے ہیں اور اللہ کے یہ تینوں مخلص بندے بغیر پانی پئے ہُوئے دُنیا سے رُخصت ہو
لیکن ایک وہ بھی عہد اس دُنیا میں آیا —— جب کہ بنگال بھوک سے مر رہا تھا ، اور غلہ کے انب
کئے جا رہے تھے —— چین روٹی کے لئے ترس رہا تھا —— اور دُنیا کو لوٹنے والے خوفناک ڈ
توس اور مکھن — انڈے اور مرغی کھا رہے تھے ۔

عرب فاقہ کی آگ میں جل رہا تھا۔

اور یورپ کے درندے حرام خوری میں مبتلا تھے ۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو دُنیا میں معاشی تحریکات اُسی وقت کامیاب ہو سکتی ہیں جب وہ اخلا
زہیر :— عالمگیر اصولوں پر چلائی جائیں ۔ اس مسئلہ کا اصلی حل یہ نہیں کہ سرمایہ داروں سے سر

لیا جائے ۔ اور خود اُس زہر کو کھا لیا جائے جس سے وہ مر رہا ہے ، بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ سرمایہ دا
کو اخلاقی حیثیت سے اس قدر بلند کیا جائے کہ وہ دُنیا کی بھوک پیاس کو اپنی بھوک پیاس خیال کرے ور
جو بیماری آج ان میں پیدا ہوگئی ہے وہی چھوت کل تم کو لگ جائے گی ۔

اس لئے ضرورت ہے کہ تم اخلاق محمدی کا نمونہ بنو ۔

اور دُنیا کے سامنے اس مشکل کا صحیح حل پیش کرو ۔

دُنیا کو تم بتاؤ کہ محمدؐ عربی نے غزوہ تبوک میں اپنے شکم مُبارک پر تین پتھر باندھے ہیں، ا
جب ان کو ایک صحابی نے دعوت دی تو پیغمبر اسلام نے تنہا خوری پسند نہ فرمائی اور اس وقت تک د
کھانے پر نہ بیٹھے جب تک تمام مجاہد شکم سیر نہ ہو لئے ۔

تم بتاؤ کہ امیر المومنین فاروق اعظم قحط کے زمانے میں کس طرح زندگی گذارتے گذارتے خستہ حال ہو
تھے ۔ حبب تک دُنیا کے سامنے اس قسم کی عملی مثالیں نہ رکھی جائیں گی بے وقوف دُنیا راہ راست پر نہ آئ
مگر تم کو اس کی فرصت کہاں — تم خود حرام خوری میں مبتلا ہو — تم خود اسلام کا بائیکاٹ کر ر
ہو ۔ تم خود ہزاروں روپیہ لغو مجلسوں اور بے ہودہ کاموں میں صرف کر دیتے ہو ۔ تم خود محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت پر تلے ہوئے ہو ۔

جب تم خود ہی جل رہے ہو تو
دوسروں کی جلن کیسے مٹاؤ گے

جب تم خود ہی حرام کھا رہے ہو تو دُوسروں
کو حلال روزی کی کیونکر دعوت دو گے ۔

ایک مرتبہ ہمت کرکے اُٹھو دُنیا کے سامنے
عمل صالح کی ایک روشن مثال پیش کرو ۔

اخلاق کا ایک آئینہ بن جاؤ ۔

تاکہ دُنیا کی بے قراری ختم ہو اور میدان قیامت
میں داور محشر کے سامنے تم شرمندہ نہ ہو ۔ اللہ
ہمیں عمل کی توفیق مرحمت فرمائے آمین ثم آمین
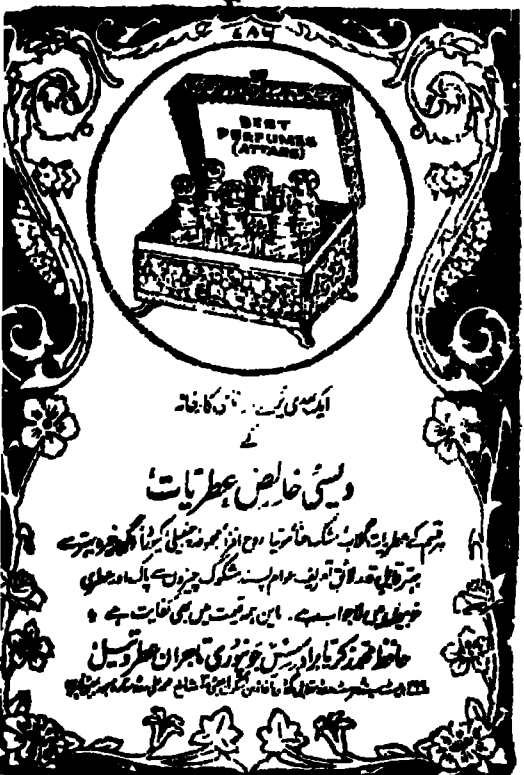
یغفر اللہ لنا ولکم الخ

وَ آخر دعوینا ان الحمد للہ رب العالمین

(از حضرت ماہر القادری)

چلو!

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتے ہوئے چلو
ایقاں کے چراغ جلاتے ہوئے چلو!

جن کو مٹا سکے نہ کوئی دہر انقلاب
کچھ ایسے نقش بھی تو بناتے ہوئے چلو

جاگے ہوؤں کو گرمیٔ گفتار بخش دو
سوتے مسافروں کو جگاتے ہوئے چلو!

انکار نے دلوں کو بہت سرد کر دیا
سوزِ یقیں سے آگ لگاتے ہوئے چلو

ضامن ہے عافیت کی سلامت روی کی چال
کہتا ہے کون حشر اُٹھاتے ہوئے چلو

دِل میں خدا کا خوف نہیں ہے تو کچھ نہیں
یہ بات ہر کسی کو بتاتے ہوئے چلو

شایانِ التفات فقط پھول ہی نہیں
کانٹوں کی تشنگی بھی بجھاتے ہوئے چلو

اب وقت ہے کہ شعر و ادب کی زبان سے
مفہوم لا الٰہ بتاتے ہوئے چلو

آج بھی!

فتنے اسی طرح سے ہیں بیدار آج بھی!
میں دیکھتا ہوں حشر کے آثار آج بھی

اقرار پر ہے سایۂ انکار آج بھی
تسبیح میں ہے رشتۂ زنّار آج بھی

سرمایہ خود پسند ہے، افلاس خود فروش
باقی نہیں ہے عظمتِ کردار آج بھی

دِل میں اسی طرح سے ہیں تالے پڑے ہوئے
کھلتے نہیں ہیں ذہن پہ اسرار آج بھی!

انساں ہی کے سعیٔ مسلسل کے باوجود
انسان ہے بندِ غم میں گرفتار آج بھی!

اہلِ ہوس کی سازشیں، بر روئے کار ہیں
رسوا ہیں اہلِ دل سرِ بازار آج بھی

کچھ پاسِ احتیاط ہے، کچھ خوفِ دار و گیر
ہیں بند بند سے لبِ اظہار آج بھی

صحن زمیں ہے تنگ غریبوں کے واسطے
ملتا نہیں ہے سایۂ دیوار آج بھی!

اللہ! یہ تمدّن و تہذیب کا فروغ
انسانیت ہے خستہ و بیمار آج بھی!

آنکھوں میں شرم ہے نہ دلوں میں خدا کا خوف
سڑکوں پہ ہے نمائشِ رخسار آج بھی!

زردار کے حضور جبینیں جھکی ہوئیں!
دُنیا ہے ظالموں کی طرفدار آج بھی

مٹ جائیگا جہاں سے وہ ہو فرد یا کہ قوم
اسلام سے ہے جو کوئی بیزار آج بھی

انبیاء کا طریق دعوت و اصلاح

(گذشتہ سے پیوستہ)

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی

(مترجمہ: مولوی سید محمد رابع صاحب حسنی)

یہ ایمان انسان کی امانت اس کی پاکیزگی اور شرافت کا محافظ تھا خلوت و جلوت میں جہاں کوئی آنکھ دیکھتی نہ تھی اور ایسی جگہ جہاں آدمی کا پورا اقتدار اور دباؤ ہوتا اور کسی سے خوف کھانے کی ضرورت نہ ہوتی یہ ایمان نفس کی ترغیبات اور خواہشات پر پورا قابو رکھتا، اسلام کی تاریخ فتوحات میں غنیمت کے مال میں دیانت و ادائیگی، امانت اور اخلاص کے ایسے واقعات موجود ہیں کہ انسانی تاریخ میں اس کی نظیریں نہیں مل سکتیں، یہ صرف ایمان راسخ اور اللہ کے دھیان اور ہر موقع و محل پر اس کے علم کے استحضار کے نتائج تھے؟

تاریخ طبری بیان کرتی ہے کہ مسلمان جب مدائن پہنچے اور مال غنیمت جمع کرنے لگے تو ایک شخص اپنے حصہ کا مال غنیمت لایا اور خازن کے سپرد کر دیا لوگوں نے کہا اس قدر قیمتی مال غنیمت ایسا قیمتی سامان تو دیکھنے میں نہیں آیا ہمارے پاس جو مال ہے اس کو اس سے کچھ نسبت نہیں، ان لوگوں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تم نے اس سے کچھ لیا بھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اگر اللہ کا معاملہ نہ ہوتا تو میں تا بھی نہیں، ان لوگوں نے اندازہ کر لیا کہ یہ معمولی شخص نہیں، انہوں نے پوچھا تم ہو کون؟ اس نے خدا کی قسم تم کو میں یہ نہیں بتا سکتا اس لئے کہ تم تعریف کروگے اور کسی اور کو بھی نہیں بتا سکتا کیونکہ وہ بھی کچھ کہے گا۔ میں تو اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس کے ثواب پر راضی ہوں۔ جب یہ چلا تو ان لوگوں نے ایک آدمی پیچھے کر دیا کہ معلوم کرے کون ہے تو معلوم ہوا کہ عامر بن عبد قیس ہیں۔

توحید کے عقیدے نے ان کا سر اونچا اور گردن فراز کر دی تھی کیا مجال تھی کہ غیر اللہ کے سامنے، یا بادشاہ کے آگے یا زبردست عالم درویش یا شیخ یا دنیوی سردار کے سامنے خم ہو اس ایمان نے ان کے

دل و نظر کو خدائے تعالیٰ کی بڑائی اور اس کی عظمت سے معمور کر دیا تھا، مخلوقات کا حسن و جمال دُنیا کی دل فریبیاں، شان و شوکت کے مظاہر ان کی نظر میں ہیچ تھے۔ وہ جب ملوک و سلاطین اور ان کے جاہ و حشم، کرّ و فر اور ان کے درباروں کی سجاوٹ اور زیب و زینت پر نظر ڈالتے اور یہ دیکھتے کہ یہ سلاطین اسی میں خوش ہیں تو ان کو ایسا معلوم ہوتا کہ چند بے جان مجسمے یا مٹی کی مورتیں ہیں۔ جن کو انسانی لباس سے آراستہ کر دیا گیا ہے۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں جب ہم نجاشی کے پاس پہنچے وہ مجلس میں بیٹھا تھا، دائیں جانب عمرو بن العاص بائیں عمارہ تھے۔ مذہبی پیشوا دو رویہ بیٹھے تھے عمرو اور عمارہ نے بادشاہ سے کہا کہ یہ لوگ سجدہ نہیں کرتے ہم لوگ پہنچے فوراً پادریوں نے کہا کہ بادشاہ کا سجدہ کرو۔ حضرت جعفر نے برجستہ جواب دیا کہ ہم صرف خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔

حضرت سعد نے رستم کے پاس جو کہ ایرانی افواج کا سپہ سالار تھا ربعی بن عامر کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا ربعی بن عامر پہنچے تو دربار فرش و فروش سے آراستہ تھا رستم یاقوت اور بیش بہا موتی زیب بدن کئے لباس بیش قیمت، تاج سر پر رکھے سونے کے تخت پر بیٹھا تھا ربعی بن عامر پھٹے پرانے لباس میں مختصر سی ڈھال چھوٹا سا گھوڑا، یہ ان کی حیثیت تھی وہ گھوڑے پر سوار فرش کو روندتے ہوئے بڑھتے چلے گئے اور پھر گھوڑے سے اُترے قیمتی گاؤ تکیہ سے گھوڑا باندھ دیا اور خود رستم کے پاس جانے لگے آلات حرب ساتھ تھے، سر پر خود جسم پر زرہ بھی موجود تھی لوگ بولے جنگی لباس تو اتار دو کہنے لگے میں خود سے نہیں آیا مجھے بلایا گیا ہے اگر تم کو منظور نہیں تو ابھی واپس ہوا جاتا ہوں۔ رستم نے کہا کہ آنے دو وہ اسی فرش پر نیزے سے سہارا لیتے ہوئے بڑھے نیزے کی نوک نے فرش کو جابجا سے کاٹ دیا لوگ بولے تمہارا کیسے آنا ہوا بولے ہم کو اللہ نے اس لئے بھیجا ہے کہ جس کے بارے میں اس کی مرضی ہو اس کو بندوں کی بندگی سے نجات دلا کر اللہ کی بندگی میں داخل کر دیں اور دُنیا کی تنگیوں سے نکال کر آخرت کی وسعتوں میں پہنچا دیں اور مذاہب کی زیادتیوں سے چھٹکارا دلا کر اسلام کے عدل کے سایہ میں لے آئیں۔

آخرت کے عقیدے نے مسلمانوں کے قلوب میں ایسی دلیری بھر دی تھی، جو بالکل خارق عادت تھی ان میں جنت کا عجیب و غریب شوق، زندگی کی تحقیر پیدا کر دی تھی، جنت کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے اس طرح کھنچ جاتا تھا جیسے وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں وہ اس طرح جنت کی جانب بڑھتے تھے جیسے نامہ بر کبوتر اپنی اڑان میں کسی چیز کی پروا نہیں کرتا اور اپنی منزل پر پہنچ کر دم لیتا ہے معرکہ احد میں جب کہ بہت سے مسلمان میدان چھوڑ چکے تھے حضرت انس بن نضر بڑھے انہا

سعد بن معاذ کو سامنے دیکھا تو کہنے لگے کہ اے سعد بن معاذ خدا کی قسم جنت کی خوشبو پہاڑ احد کے اسی طرف سے آرہی ہے انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم نے اسی سے زیادہ زخم ان کے جسم پر پائے کچھ تلوار کے تھے کچھ نیزے کے اور کچھ تیروں کے زخم تھے۔ ہم نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ مشرکین نے جسم کا مثلہ کیا تھا جس کی وجہ سے سوائے ان کی بہن کے جنہوں نے ان کو پوروں سے شناخت کیا اور کوئی نہ پہچان سکا۔

بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا بڑھو اس جنت کی طرف جس کی وسعت زمین و آسمان ہے تو عمیر بن حمام انصاری نے کہا یا رسول اللہ اس کی وسعت زمین و آسمان ؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں کیا تم کو شک ہے کہنے لگے نہیں یا رسول اللہ میری یہ تمنا تھی کہ میں اس کو پالیتا آپ نے فرمایا ہاں ہاں پالو گے وہ چند دانے کھجور نکال کر کھانے لگے پھر بولے اگر ان کھجوروں کے کھا لینے کا انتظار کروں گا تو بہت سا وقت لگے گا پھر تمام کھجور الگ پھینکے اور میدان میں کود پڑے اور شہادت پائی۔

ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری راوی ہیں کہ میرے باپ دشمن کے مقابل تھے اور فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں یہ سن کر ایک شخص اٹھا اس کا لباس نہایت بوسیدہ تھا اس نے کہا ابوموسیٰ تم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے انہوں نے جواب دیا ہاں، وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور اس نے کہا میرا سلام قبول ہو اور تلوار کا پرتلا توڑ کر ڈال دیا اور تلوار لے کر دشمن کے مقابلہ میں آگیا اور شہادت پائی ۔

عمرو بن جموح کے چار بیٹے تھے اور ان کے خود کے پیر میں لنگ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں تشریف لے جاتے تو وہ بیٹے آپ کے ہمراہ جاتے جب آپ غزوہ احد کے لئے تشریف لیجانے لگے تو عمرو بھی ساتھ ہونے لگے ان کے بیٹوں نے سمجھایا کہ آپ کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے آپ اگر تشریف نہ لے جائیں تو زیادہ اچھا ہے اور ہم تو آپ کی طرف سے کافی ہیں ہی، اللہ نے جہاد آپ پر سے ساقط کر دیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے یا رسول اللہ یہ میرے بیٹے مجھ کو آپ کے ہمراہ نکلنے سے روکتے ہیں اور بخدا میری یہ تمنا ہے کہ میں اپنے اس لنگ سے جنت میں چلوں پھروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو جہاد سے معاف فرما دیا ہے اور ان کے بیٹوں سے فرمایا کہ جانے کیوں نہیں دیتے شاید اللہ شہادت نصیب فرمادے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کے لئے نکلے اور شہادت پائی۔

شداد بن ہاد کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ایمان لایا اور آپ کی اتباع کرنے لگا

اور کہا کہ میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ آپ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ اس کا خیال رکھنا خیبر
پیش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا اس میں اعرابی کا بھی حصہ لگا کر صحابہ کے
فرمایا۔ یہ اعرابی سب کے جانور چرایا کرتا تھا جب لوٹ کر آیا تو لوگوں نے اس کا حصہ اس کے حوالہ کر دیا
کہا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمہارا حصہ لگایا تھا اس نے
لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تمہا
را ہے میں نے لگایا تھا وہ بولا میں نے آپ کی اتباع اس لئے نہیں کی تھی میں نے اتباع اس لئے کی تھی
کہ تیر لگے اور اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تاکہ میں جنت میں جا سکوں آپ نے فرمایا اگر خدا
تیرا معاملہ سچا ہے تو خدا بھی تیری یہ آرزو پوری کر دے گا۔ جب جنگ ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ
کا گزر ہوا اور اس اعرابی کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس کو مقتول پایا۔ آپ نے پوچھا کیا یہ وہی۔
لوگوں نے جواب دیا ہاں آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ اس کا معاملہ سچا تھا۔ اللہ نے بھی اس کو

یہ تمام لوگ اعمال و اخلاق میں طرز و طریق میں اخذ و ترک میں سیاست و اجتماع میں ا
سے پہلے پراگندہ تھے کسی طاقت کے سامنے سر تسلیم نہ خم کرتے اور نہ کسی ضابطۂ حیات کا اعتراف
اور نہ کسی نظام زندگی سے منسلک تھے وہ خواہشات کے تابع تھے بغیر سمجھے بوجھے عمل کرتے گمراہ ہو
بھٹکتے پھرتے۔ اب وہ ایمان اور بندگی کے دائرہ میں اس طرح داخل ہو گئے تھے کہ ان کے لئے اس
باہر آنا مشکل ہو گیا تھا انہوں نے اللہ کی شہنشاہیت اقتدار اور اس کے اجازت و منع کو تسلیم کیا تھا
اور اپنے کو رعایا بندہ اور مطیع مطلق مان لیا تھا اور اس کو اپنی قیادت حوالہ کر دی تھی۔ قانون الٰہی کو ب
و چرا تسلیم کر لیا تھا۔ خواہشات اور خود سری سے دستبردار ہو گئے تھے وہ ایسے غلام بن گئے تھے جو نہ اپ
مال کا مالک ہے نہ اپنی جان کا جو مالک کی مرضی اور اجازت کے بغیر ادنیٰ سے ادنیٰ تصرف بھی نہیں کر
سکتا۔ ان لوگوں کی صلح و جنگ، دشمنی و دوستی، خوشی، ناراضگی، عطا و محرومی اور صلہ و قطع رحمی سب اللہ
کے حکم کے تابع بن چکی تھی جو کچھ بھی کرتے اس کے حکم کے موافق کرتے چونکہ جس زبان میں اللہ کی کتاب
نزول ہوا تھا اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرماتے وہ اس زبان پر عبور رکھتے تھے وہ
جاہلیت سے خوب واقف تھے اس میں پلے اور بڑھے تھے اس وجہ سے اسلام کا مطلب خوب سمجھتے تھے
ان کو یہ خوب معلوم تھا کہ اسلام نام ہے ایک زندگی سے دوسری زندگی کی طرف ایک سلطنت سے دو
سلطنت کی طرف اور ایک حکومت سے دوسری حکومت کی طرف منتقل ہونے کا۔ ایک طرف بندوں کی
یا صرف تاراج ہے دوسری طرف خدا کی حکومت ہے کل تک خدا سے جنگ تھی اور اس کے قانون سے
کشمکش اب مکمل اطاعت و سپردگی اور دائمی صلح و آشتی ہے کل تک صرف خودی تھی اب صرف خدا

ں، جب اسلام کو اختیار کر لیا تو اب خود رائی اور خود سری کا کوئی کام نہیں اب حکم خداوندی سے
ں اور قانون الٰہی سے بغاوت کی کوئی گنجائش نہیں، خدا کے حکم کے بعد اختیار باقی نہیں ہے۔ رسول
مخالفت اور اس سے حجت و بحث کا کوئی موقع نہیں، نہ غیر اللہ کے سامنے مقدمہ جا سکتا ہے اور نہ
رائے کے مطابق فیصلہ ہو سکتا ہے نہ دین کے مقابلہ میں رسم و رواج کی پابندی ہو سکتی ہے، نہ
ں پرستی باقی رہ سکتی ہے جب وہ اسلام لائے تو انہوں نے جاہلی زندگی کو اس کے تمام خصوصیات
ت اور رسوم کے ساتھ ترک کر دیا۔ اور اسلام کو اس کے پورے خصوصیات متعلقات اور لوازم کے
ہ اختیار کیا اس سے ان کی زندگی میں بلا تاخیر مکمل انقلاب رونما ہو گیا۔

فضالہ بن عمیر بن ملوح نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا ارادہ کیا آپ خانہ کعبہ
واف کر رہے تھے جب فضالہ آپ کے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون فضالہ؟
انہوں نے جواب دیا ہاں فضالہ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ تم کیا سوچ کر آئے تھے؟ کہنے لگے
یا کچھ نہیں! اللہ کو یاد کر رہا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے پھر فرمایا اللہ سے توبہ کرو پھر اپنا دست
رک ان کے سینے پر رکھا اور ان کا قلب پُرسکون ہو گیا، فضالہ کہا کرتے تھے کہ آپ کا ہاتھ جیسے ہی
ینے سے اٹھا آپ مجھ کو ایسے محبوب لگنے لگے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے زیادہ کوئی محبوب چیز
یدا ہی نہیں کی فضالہ کہتے ہیں میں گھر لوٹا تو راستہ میں وہ عورت ملی جس سے دل لگی کیا کرتا تھا اس نے
آؤ باتیں کریں میں نے کہا کہ اللہ کی اطاعت اور اسلام کے بعد اب اس کا کوئی امکان نہیں۔

انبیاء علیہم السلام نے انسان کو اللہ کی ذات و صفات اور اس کے افعال کا صحیح اور یقینی علم عطا
تھا اس عالم کی ابتدا و انتہا اور موت کے بعد انسان کا جس سے سابقہ پڑنے والا ہے اس سب کا علم انبیا
۔ ذریعہ انسانوں تک بے منت و بے مشقت پہنچا تھا انبیاء علیہم السلام نے ایسے علوم میں ان کی رہنمائی
جن کے اصول و مبادی بھی ان کو حاصل نہ تھے۔ جن پر یہ انسان اپنی تحقیق کی عمارت قائم کر سکتا۔ انبیاء
لیہم السلام نے انسانوں کے وقت اور قوت کو بچا لیا اور مابعد الطبیعات و مسائل الٰہیات کی اس ناحاصل
ش و تحقیق سے بچا لیا جس میں نہ ان کے حواس کام دے سکتے تھے نہ نظر رستہ پا سکتی تھی نہ ان کے
س اس کے بنیادی معلومات ہی موجود تھے۔

لیکن لوگوں نے اس نعمت کا شکر ادا نہ کیا ایک بے ضرورت ہم اپنے سر لی ان حقائق کی جو انبیا
علیہم السلام کے ذریعہ ان کو بے محنت حاصل ہو گئے تھے از سر نو تحقیق شروع کی اور ان نامعلوم خطوط
میں سفر کی ابتداء کی جہاں ان کے ساتھ نہ کوئی رہبر تھا اور نہ کوئی ان راہوں سے باخبر، وہ اس معاملہ

میں اس سیاح سے بھی زیادہ گمراہ پریشان غیر ضروری کام کرنے والے تھے جو انسان کے اس آخری علم سے بھی قانع نہ ہوسکا جو جغرافیہ میں موجود تھا اور کتب جات کی شکل میں نسلوں اور صدیوں کی محنت کا نتیجہ تھا اور اس نے کوشش کی کہ پہاڑوں کی بلندی سمندروں کی گہرائی پھر سے ناپے اور صحراؤں کا طول اور حدود کو باوجود تھوڑی سی عمر رکھنے کے باوجود کم طاقتی بے لبضاعتی کے از سر نو جانچے اس آدمی کی محنت کا انجام اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ تھک کر رہ جائے، اس کا عزم جواب دے جائے اور وہ شخص صرف چند یادداشتوں اور ناکام اشاروں کا سرمایہ جمع کرسکے۔ اسی طرح جن لوگوں نے الہیات کے میدان میں بغیر بصیرت اور بغیر روشنی کے قدم رکھا ان کو اس علم میں سوائے متضاد آراء ادھورے معلومات، اتفاقی خیالات اور عجلت کے نظریات کے کچھ ہاتھ نہ لگا خود راہ کھو بیٹھے اور دوسروں کی بھی منزل کھوٹی کی۔

خریداران عدل کی خدمت میں!

عدل، مہینہ کے پہلے ہفتہ میں، ہر خریدار کے نام بڑی احتیاط کے ساتھ پوسٹ کیا جاتا ہے، پھر بھی اگر کسی صاحب کو نہ ملے، تو انہیں پندرہ تاریخ تک دفتر کو اطلاع دے دینا چاہئے تاکہ پرچہ دوبارہ انکی خدمت میں بھیجدیا جائے اس کے ساتھ انہیں اپنے ڈاکخانہ کے پوسٹ ماسٹر کو بھی شکایتی کارڈ ضرور بھیجنا چاہئے۔ (مینجر عدل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبق نمبر ۳۱ — اپنی کاپیوں پر لکھ کر دوسرے مسلمانوں کو سنائیے

غیبت

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝

معنی

ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہو کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

مطلب

مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی یعنی غیبت کرنا ایسا گندہ کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، کیا کوئی مسلمان اس کو پسند کرسکتا ہے؟

حوالہ	۲۶
سورہ	الحجرات
رکوع	۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارہ تبلیغ الاسلام بمبئی کا اکتیسواں تبلیغی سبق

سبق ۳۱

غیبت

(از جناب مولانا قاری ودود الحق صاحب ندوی)

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پیش گفت حضرات آج آپ کے محبوب ادارہ کا اکتیسواں تبلیغی سبق شروع ہو رہا ہے۔ اس سے قبل تیس سبق آپ کو دیئے جا چکے ہیں، جس میں آخری پانچ اسباق زبان کی برائیوں اور آفتوں سے متعلق ہیں۔ ہر چند کہ زبان کی برائیاں بے شمار ہیں لیکن میرے پیش نظر زبان کی وہ بڑی بڑی آفتیں ہیں جن سے واقف ہونا کم از کم ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض اہم باتیں اس سے قبل کے اسباق میں عرض کی جا چکی ہیں اور آج بھی اسی سے متعلق ایک برائی عرض کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، امید کہ آپ میری معروضات کو بگوش ہوش سماعت فرمائیں گے۔

غیبت آج کے سبق کا عنوان "غیبت" ہے قبل اس کے کہ میں اس کی تفصیلات آپ کی خدمت میں پیش کروں پہلے آپ غیبت کی تعریف سمجھ لیجئے:۔

پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہنا اصطلاح لغت میں غیبت کہلاتا ہے۔ امام راغب اصفہانی اپنی مشہور تصنیف مفردات غریب القرآن میں غیبت کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔

اَلْغِیْبَۃُ اَنْ یَّذْکُرَ الْاِنْسَانُ غَیْرَہٗ بِمَا فِیْہِ مِنْ عَیْبٍ مِنْ غَیْرِ اَنْ اُحْوِجَ اِلٰی ذِکْرِہٖ ۔	غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی کوئی برائی (جو اس میں پائی جاتی ہو) بلا ضرورت اور بغیر احتیاج کسی کے سامنے بیان کی جائے

یعنی کسی شخص کی پیٹھ پیچھے کسی ایسی برائی کا ذکر کرنا جو اس میں موجود ہو اور اس کے ذکر کی شرعاً ... ضرورت نہ ہو غیبت کہلاتا ہے۔

حضور کا ارشاد

آیئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے غیبت کی حقیقت سنئے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ، قَالَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ، قَالَ اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ، وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔ رواہ مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگ جانتے ہو غیبت کسے کہتے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے آپؐ نے فرمایا اپنے بھائی کی ایسی بات کا ذکر کرنا جو اس کو بری معلوم ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر اس کی کوئی ایسی بات کہی جائے جو اس میں موجود ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا جو کچھ تم اس کے بارے میں کہتے ہو اگر وہ اس میں پائی جاتی ہے تو تم نے یقیناً اس کی غیبت کی اور اگر ایسی بات اس کے بارے میں کہتے ہو جو اس میں موجود نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔

بہتان یا غیبت

اس حدیث سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ غیبت کس کو کہتے ہیں، لیکن آج کل بدقسمتی سے مسلمان بہتان کو غیبت اور غیبت کو اظہار حقیقت خیال کرنے لگا ہے چنانچہ جب کبھی اس کو غیبت سے منع کرو تو وہ فوراً کہہ اٹھتا ہے کہ "میاں یہ غیبت نہیں، یہ بات تو اس شخص میں موجود ہے میں کوئی جھوٹ بات نہیں کہتا جو سچی سچی بات ہے وہ کہہ رہا ہوں اگر کہو تو اس کے منہ پر یہی بات کہہ دوں"

بقول شاعر آج مسلمان کا یہ حال ہے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ایک واقعہ

ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا کہ "یا رسول اللہ وہ "ایسی ایسی" ہیں یعنی ٹھنگنی اور ناٹی ہیں" حضور نے اس پر فوراً ارشاد فرمایا:-

لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ

اے عائشہ تم نے یقیناً ایسی بات کہہ ڈالی کہ اگر اس کو دریا کے پانی میں ملایا جائے تو مل جائے۔

یعنی یہ بات اس قدر گندی ہے کہ اگر اس کو دریا کے پانی میں ملایا جائے تو دریا کا پانی اس کی بدبو اور اس کی بدمزگی سے خراب ہو جائے۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو ایک انسان کا اصل حال بیان کیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :-

مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَکَیْتُ اِنْسَانًا وَّاَنَّ لِیْ کَذَا وَکَذَا ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی	مجھ کو یہ بات بالکل پسند نہیں کہ میں کسی کی نقل کروں اور میرے لئے اتنا اتنا ہو۔

یعنی میں ایسی بات پر کسی طرح بھی رضامند نہ ہوں گا، خواہ مجھ کو اس کے عوض میں بڑی سے بڑی چیز کیوں نہ مل جائے۔

قابل توجہ

مسلمانو! غور تو کرو اس حدیث میں حضرت عائشہؓ نے خلاف واقعہ کوئی بات نہیں کہی ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو برداشت نہیں فرماتے، اللہ اکبر جب یہ مختصر جملہ بھی داخل غیبت ہوا اور اس کی بُرائی حضور کے نزدیک اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں ملا دیں تو سارا سمندر گندہ اور خراب ہو کر رہ جائے تو پھر اس سے بڑے بڑے کلمات اور اقوال کا کیا حال ہوگا جو ہماری زبانوں سے اپنے ایک بھائی کے حق میں جب تب نکلا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا

حضرت حسنؓ کی صراحت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، دوسرے کا بُرا ذکر تین طرح سے ہوتا ہے۔ غیبتؔ، بہتانؔ اور اِفکؔ اور ہر ایک کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔

۱۔ غیبت، اس کو کہتے ہیں جو بُرائی دوسرے میں موجود ہو اس کو بیان کیا جائے اور
۲۔ بہتان، یہ ہے کہ جو بات اس میں نہ ہو وہ بیان کی جائے اور
۳۔ اِفک، یہ ہے کہ کسی کے متعلق جیسا سنیں ویسا کہہ دیں۔

غیبت کرنے والا

حضرات! یہاں تک تو میں نے جو کچھ عرض کیا وہ سب لفظ غیبت کی تحقیق و توضیح کے طور پر تھا اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ غیبت کرنے والا اللہ کی نظر میں کیا حقیقت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ میں آپ سبق والی آیت پر نظر ڈالئے، جس میں اس مکروہ فعل سے روکنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا گیا ہے :-

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ط	کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔

مُردہ بھائی کا گوشت

لیجئے آیت کے اس ٹکڑے میں غیبت کرنے والے کی حیثیت بھی سامنے آگئی یعنی غیبت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے ، ظاہر ہے کہ جو شخص ذراسی بھی انسانیت رکھتا ہوگا وہ اس مکروہ اور ناپسندیدہ کام کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوسکتا ، چنانچہ اسی حقیقت کو فَکَرِھْتُمُوْہُ کے فقرے میں ظاہر کیا گیا ہے ، یعنی تم میں سے کوئی بھی اس کو پسند نہیں کرسکتا کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے ۔

صاف مطلب

اس کا سیدھا سادا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح تم کو اپنے مُردہ بھائی کے گوشت کھانے کے تصور سے گھن اور نفرت پیدا ہوتی ہے اسی طرح کسی کی غیبت اور پیٹھ پیچھے بُرائی کرنے کے خیال سے نفرت اور بیزاری پیدا ہونی چاہیئے " بُرائی تو بجائے خود رہی اس کا تصور بھی پاس قریب نہ آنے پائے ۔

مشاہدہ

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس عہد میں ایسے بھی واقعات گذرے ہیں کہ لوگوں نے غیبت کی اس حقیقت کو اپنی نظروں سے دیکھا ہے چنانچہ اُن میں سے دو واقعے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔

گوشت کا لوتھڑا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کسی کی غیبت مت کریں میں نے ایک عورت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کہہ دیا تھا کہ اُس کے دامن بہت لمبے ہیں اس پر حضور نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا " تھوک تھوک " میں نے جو تھوکا تو مُنہ سے ایک لوتھڑا نکلا ۔ (احیاء العلوم للغزالی)

جما ہوا خون

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ جب تک میں روزہ افطار کرنے کی اجازت نہ دوں اس وقت تک کوئی روزہ نہ کھولے

حضور کے اس ارشاد پر لوگوں نے روزہ رکھا ، جب شام ہوئی تو حضور کی خدمت میں ایک ایک شخص آنا شروع ہوا اور عرض کرتا گیا کہ میں نے روزہ رکھا ہے مجھ کو افطار کی اجازت مرحمت فرمائیے آپ اجازت دیتے گئے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دو عورتوں نے بھی روزہ رکھا ہے ان کو بھی اجازت افطار مرحمت فرمائیے ، اس پر آپ نے اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا ۔ اُس نے دوبارہ عرض کیا آپ نے پھر مُنہ پھیر لیا اُس نے تیسری مرتبہ عرض کیا آپ نے فرمایا کہ انھوں نے روزہ نہیں رکھا ، جو شخص دن بھر لوگوں کا گوشت کھائے ، اس کا روزہ کیسے ہوگا تو جا کر اُن سے کہہ دے کہ اگر

تمہارا روزہ ہے تو قے (اُلٹی) کرو۔
چنانچہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم اُن عورتوں کو سُنایا، انہوں نے آپ کے ارشاد کے مطابق قے کی تو ہر ایک کے مُنہ سے جما ہوا خون نکلا، یہ دیکھ کر اُس شخص نے حضور کی خدمت بابرکت میں عرض واقعہ کیا، آپؐ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ خون کے لوتھڑے اُن کے پیٹوں میں رہ جاتے تو اُن کو دوزخ کھا جاتی۔ (احیاء العلوم للغزالی)

(باقی پھر)

شراب کی مذمّتیں

(گذشتہ سے پیوستہ)

مترجمہ:- رفیق محترم جناب عبدالرزاق سعید بن عمر صاحب

(احادیث نبویہ سے استشہاد)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس اُمّت میں
یک گروہ ایسا ہوگا جو کھانے پینے اور لہو ولعب میں راتیں گزارے گا اور صبح کے وقت اُن کی صورتیں بندر
ر سُوروں جیسی ہوجائیں گی اور وہ دھنسا دیئے جائیں گے اور برباد ہوجائیں گے یہاں تک کہ صبح کو جب
گ بیدار ہونگے تو آپس میں کہیں گے کہ رات کو فلاں قبیلہ کے لوگ زمین میں دھنسا دیئے گئے، اور
لاں گھرانہ زمین میں دھنس گیا اور اُن پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے جس طرح حضرت لوط علیہ السلام
ا قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی تھی اور اُن پر ہوا کے سخت جھکڑ چلیں گے جس طرح قوم عاد اور اُن کے
بیلوں اور گھروں پر چلے تھے اور اس عذاب کا سبب اُن کی شراب نوشی، حریر پوشی (ریشم پہننا) گانے
الیوں کا گانا سُننا، سود خواری اور قطع رحمی ہوگا"

اسی قسم اور ایسے ہی مضمون کی ایک روایت، امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی وارد ہے،
رجسے یہاں پر بخوف طوالت حذف کردیا ہے) اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ
میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی حضور اکرم) نے مجھے وصیت کی ہے کہ تو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا
رچہ تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا تو جلا دیا جائے اور فرض نمازوں کو جان بوجھ کر کبھی ترک نہ کرنا،
س نے جان بُوجھ کر بلاعذر نماز ترک کردی میں اُس سے بری الذمہ ہوگیا اور شراب نہ پینا کہ یہ ہر برائی
ی کنجی ہے"

شراب نوشی کے بارے میں چند موثر حکایات

سالم بن عبداللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور چند اصحاب رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بیٹھے ہوئے تذکرہ کر رہے تھے تو راوی حدیث کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ کے پاس بھیجا کہ میں اُن سے شراب کے بارے میں دریافت کروں، اُن سے مجھے معلوم ہوا کہ سب سے بڑا گناہ شراب نوشی ہے تو میں نے لوٹ کر ان بزرگ صحابہ کو بتایا مگر انہوں نے توثیق مزید کے لئے ایک جماعت کو حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بھیج دیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے قصہ بیان فرمایا کہ "بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اس نے ایک آدمی کو گرفتہ کیا اور کہا کہ یا تو تو شراب پی لے یا زنا کر، یا سوٗر کا گوشت کھا جا، ورنہ لوگوں سے تجھے قتل کروا دیا جائے" تو اُس نے شراب کو (سب سے آسان جان کر) گوارا کر لیا، جب وہ شراب پی کر بدمست ہو گیا تو پھر اس نے وہ تمام افعالِ کبیرہ انجام دیئے جو اُسے بتائے گئے تھے۔"

اسی طرح امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ایک شخص عبادت گذار تھا اور لوگوں سے علیحدہ رہتا تھا ایک بار کسی گواہی دینے کے لئے کسی عورت نے اُسے بلایا، جب وہ گیا تو اُس نے اُس پر دروازے بند کر دیئے، اُس نے دیکھا کہ اُس کے آگے ایک حسین عورت بیٹھی ہے اور ایک غلام موجود ہے اور شراب کی صراحی بھری ہوئی رکھی ہے۔

اُس عورت نے کہا کہ ہم نے تجھے گواہی دینے کے لئے نہیں بلایا بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ اس غلام کو قتل کر دے یا زنا کر لے یا شراب پی لے اور اگر تو نے انکار کیا تو تیری فضیحتی ہو گی جب وہ مجبور ہو گیا تو اُس نے شراب پینا گوارا کیا یہاں تک کہ اُس نے کہا کہ

جام کا دَور چلے دَور چلے ساقیا اور چلے اور چلے

آخر جب پی کر بدمست ہو گیا تو اُس نے غلام کو بھی قتل کر دیا اور زنا کا مرتکب بھی ہو گیا۔

ہاروت ماروت کے قصے میں بھی ایسا ہی مذکور ہے، شراب پینا ہی اُن کے لئے بھی وبال کا موجب ہوا اور اُن سے وہ سارے افعالِ بد سرزد ہوئے جو بغیر شراب پیئے وہ ہرگز نہیں کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب شراب کی حرمت کا اعلان ہوا تو صحابہ کرامؓ آپس میں کہتے تھے کہ شراب اسی طرح حرام کی گئی ہے جس طرح شرک کرنا حرام قرار دیا گیا تھا، ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں کا پسینہ شراب خور کو پلایا جائے گا جنبی اور شرابی کے نزدیک فرشتے نہیں آتے اور شرابی کی کوئی عبادت مقبول نہیں ہوتی۔

شرابی کے لئے اسلامی سزا اور دوسری مسکرات کا حکم:۔ شراب، تاڑی، نبیذ، بھنگ چرس

گانجا، افیون وغیرہ جتنی بھی نشہ آور چیزیں ہیں سب مسکرات میں داخل ہیں خواہ کم مقدار میں ہو مطلقاً حرام ہیں مسکرات کے استعمال کرنے والوں کے لئے وہی سب وعیدیں اور سزائیں ہیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ سیاستِ اسلامیہ دُنیا میں اُن کے لئے حسب ذیل سزائیں تجویز کرتی ہے :۔

شرابی کے لئے اسلامی سزائیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کو اس جرم میں لایا گیا کہ اس نے شراب پی لی ہے تو آپ نے پٹے کے کوڑے سے چالیس کوڑے لگوائے اور راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی یوں ہی کیا۔ اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کم از کم اسی کوڑے ہیں۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب شرابی شراب پی لے تو اُسے کوڑے مارو جب دوبارہ پیئے تو پھر اُسے کوڑے مارو تیسری بار بھی پی لے تو پھر اُسے کوڑے مارو اور جب چوتھی بار پیئے تو اُس کی گردن مار دو۔ ' رواہ احمد و ابن ماجہ وغیرہ اور امام شافعی و ترمذی رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ آخر روایت منسوخ ہے اور اس پر اہل علم کا اجماع منقول ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شراب کی حد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹوں جوتوں سے بھی پٹوایا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگوائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شراب کی حُرمت نازل ہوئی اور اُس میں پانچ چیزیں ہیں، جو یہ ہیں، انگور کی شراب، کھجور کی شراب، شہد کی شراب، گیہوں کی، اور جَو کی شراب اور ہر چیز خمر ہے جو خامر العقل ثابت ہو یعنی عقل پر پردے ڈالنے والی۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور حضرت جابر رضی اللہ سے مروی ہے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لاتی ہے اُس کا کم مقدار میں پینا بھی حرام ہے۔"

شراب کے علاج کی حُرمت کا بیان ، اور یہ کہ اُس میں شفا بھی نہیں ہے

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمان نبوی مروی ہے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو تم پر حرام قرار دیا ہے اُس میں شفا نہیں رکھی ہے، یہ صحیح ترین روایت ہے۔ طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ " کیا خمر سے دوا بنا سکتے ہیں ؟ تو حضور نے جواب دیا کہ یہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے " اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دوا بھی اُتاری ہے اور بیماری بھی اور ہر بیماری کا

علاج نازل فرمایا ہے تو دوا سے علاج کرو مگر حرام چیز سے علاج نہ کرو اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث چیزوں کو دوا بنانے سے منع فرمایا ہے۔
یہ روایتیں مسند احمد و مسلم و ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں، شراب کی حرمت اور اس کی اخروی او دنیوی سزاؤں اور برائیوں کے بارے میں بہت کچھ اوپر گذر چکا ہے اور اس بارے میں قرآن مجید کی متعد آیات و احادیث نبوی اور اقوال علماء سے استشہاد کیا گیا ہے، اسی طرح دوسری مسکرات کے بارے میں بھی علمائے اسلام و محققین ملت کے فتاویٰ اور اقوال موجود ہیں خصوصاً بھنگ، گانجا، چرس اور کے بارے میں کہ ان مسکرات کے استعمال کرنے والے کو بعض علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے مقبرے میں دفن بھی نہ کیا جائے اور کہا ہے کہ ہر وہ چیز جو آدمی کو بہکا دے وہ بہ اجماع امت حرام ہے۔ خو اس میں کیف و سرور پیدا ہوتا ہو خواہ نہ ہوتا ہو، شراب سے خصومت پیدا ہوتی ہے جھگڑا فساد گالی گلوچ کا ظہور ہوتا ہے اور افیون، چرس، گانجا، بھنگ وغیرہ سے طبیعت میں اور عقل میں فتور، بہکی بہکی باتیں اور اپنے آپ کو ذلیل و کمتر سمجھنے کا احساس پیدا ہوتا ہے جو احساس کمتر بدترین مثال ہے۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حشیش کھانے والوں کے بارے میں لکھا ہے:۔
" یہ حشیش (بھنگ) شلغہ چلم حرام ہے، اس سے خواہ نشہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہو خواہ نہ ہو، بہ اتفاق مسلمین حرام ہے، جو اس کو حلال سمجھے تو اسے توبہ کروائی جائے، توبہ کر لے تو اچھا ہے (وہ تعزیرات اسلامی میں) واجب القتل ٹھہرے گا، اور مرتد گنا جائے گا جس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے اور نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور ہر وہ چیز جو عقل کو غائب کر دیتی ہے، حرام ہے اگرچہ اس میں کوئی نشہ یا طرب نہ پیدا ہوتا ہو اور اجماع امت اسی پر۔ شراب سے تو جھگڑا گالی گلوچ دنگا فساد کی نوبت آتی ہے اور بھنگ چرس گانجا سے عقل میں فتور ذلت و پستی اور احساس کمتری پیدا ہوتی ہے، اس کی حد بھی ۴۰ سے ۸۰ چابک تک علامہ قسطلانی نے نقل کیا ہے کہ گانجے کی چلم درجہ ثانیہ میں گرم ہے اور درجۂ اولیٰ میں نہایت خش ہے اور یہ سر کا درد پیدا کرتی ہے، آنکھوں میں اندھیرا لاتی ہے، پیٹ میں گانٹھیں پیدا کرتی ہے منی کو خشک کر دیتی ہے، تو اس کی مضرتوں کو دیکھتے ہوئے عقلمند آدمی کو چاہئے کہ ایسی اشیا کلی طور پر پرہیز کرے۔
علامہ ابن حجر نے کہا ہے گانجہ افیون، شیکران، عنبر، زعفران اور جوزۃ الطیب وغیرہ

جو بظاہر ناپاک نہ بھی ہوں پھر بھی نشہ آور ہونے کے بعد حرام ہوجاتے ہیں اور ان کی حرمت کی اصلیت حدیث ہے جو مسند احمد ابن حنبلؒ اور سنن ابی داؤد میں ان الفاظ میں منقول ہے۔

نہی رسول اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر ـــــ " کہ حضور نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔ اور ابن حجر الہیثمی نے نقل کیا ہے یہ اشیاء ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام ہیں اور ان میں سُکر (نشہ) کا پایا جانا اطبا میں سے تمام علمائے نباتات نے تسلیم کیا ہے۔

بھنگ چرس، افیون وغیرہ سے دل، دماغ اور بدن میں فتور پیدا ہوتا ہے، حد درجہ خاموشی کی عادت پڑ جاتی ہے آدمی بہت زیادہ سونے لگتا ہے اور حمیت و غیرت جاتی رہتی ہے اور افیون سونے کا کام یہ کرتی ہے کہ اس کے کھانے والے کی تمام خلقت و جبلت مسخ ہوجاتی ہے اور یہ حال ہیوں کا ظاہر و باہر ہے۔

ابن حجر آگے چل کے لکھتے ہیں کہ "عجیب در عجیب بات یہ ہے کہ ان چیزوں کے استعمال کرنے والوں کے احوال جو روزمرہ مشاہدہ میں آیا کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ جسم مسخ ہوجاتا ہے عقل ماند پڑ جاتی ہے، طبیعت میں خست و ذلت پیدا ہوجاتی ہے۔ ہیئت خراب ہوجاتی ہے اور اوصاف بد پیدا ہوجاتے ہیں، طرح طرح کی بیماریاں آن گھیرتی ہیں اور راہ صواب کی طرف ایک قدم بھی یہ لوگ نہیں اٹھا سکتے"۔

آخیر میں مولف رسالہ عربی اپنا نوٹ لکھتے ہیں کہ شیخ ابن حجر نے جتنی چیزوں کی تحریم کا فتویٰ دیا ہے ان سب باتوں سے موافقت کرتا ہوں مگر عنبر اور زعفران کس طرح نشہ آور ہیں اور کیونکر حرام کیے جا سکتے ہیں، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی واللہ اعلم

(الحمد للہ کہ اس چوتھی اور آخری قسط میں یہ مسلسل مضمون، جو درحقیقت فاضل مصری الشیخ محمد احمد سلام کے رسالہ "کبیرۃ الخمر و وعید شاربیھا" کا آزاد ترجمہ ہے، ختم ہوتا ہے، خدا چاہے تو عربی رسالہ کی طرح ہماری ہندوستانی یا اردو زبان میں حرمت شراب پر یہ مضمون ایک چھوٹے سے رسالے کی صورت میں مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ شائع ہوگا۔ میں مشکور ہوں کہ ماہنامہ "عدل" نے اس ترجمہ کو بالاقساط شائع کر کے ہدیۂ قارئین کیا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ...... مترجم)

شوقِ زیارتِ طیبّہ

(از زائر حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی)

(قارئین ہدیٰ! یہ معلوم کرکے مسرت ہوگی کہ گلستانِ الہدیٰ پر زائرِ حرم حضرت حمید صدیقی مدظلہ، نے اپنے نعتیہ کلام سے برابر، ہدیٰ کو نوازتے رہنے کا وعدہ فرمالیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ زبانِ شعر سے اگر کوئی بات ادا ہوتی ہے تو زیادہ موثر ہوتی ہے اور اگر آدابِ زبان، آدابِ شاعری اور اسی کے ساتھ آدابِ دین کا بھی لحاظ رکھا جائے تو پھر نہ صرف عوام بلکہ خواص بقدرِ علم و ذوق محظوظ اور متاثر ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے، حمید صاحب کو ان تینوں اوصاف کا حامل بنایا ہے اور خدا کرے کہ ان کی شاعرانہ قوت ہمیشہ اسی صنفِ شعر پر صرف ہوتی رہے)

بھولی ہے اور نہ بھولے گی تا زندگی مجھے
جو کوچۂ حبیبؐ میں راحت ملی مجھے

بے چین پھر نسیمِ سحر کر گئی مجھے!
یاد آ گئی مدینہ کی اک اک گلی مجھے

میں بیکسی کو دیکھتا تھا بے کسی مجھے
موجِ ہوائے شوق اڑا لے گئی مجھے

میں جوشِ اضطراب میں بڑھتا چلا گیا
منزل ہر ایک پاس سے تکتی رہی مجھے

بیساختہ زباں سے میں لبیک کہہ اٹھا
کس نے ابھی یہ دور سے آواز دی مجھے

دل مضطرب ہے کوچۂ طیبہ کے واسطے
لے جائے خود ہی شوق کہاں لے چلی مجھے

جب محو تھا میں گنبدِ خضرا کی دید میں
اس وقت چشمِ شوق مری دیکھتی مجھے

آدابِ جلوہ گاہ میں اللہ رے محویت
سجدے سے سر اٹھانے کی مہلت نہ تھی مجھے

سائے میں اپنے دامنِ رحمت لئے تھا آپ
کیا عرضِ شوق کرکے ندامت ہوئی مجھے

جس وقت یاد گنبدِ خضرا کی آ گئی
تاریکیوں میں آئی نظر چاندنی مجھے

اے ہمنوا فضائے مدینہ کا ذکر چھیڑ
محسوس ہو رہی ہے تڑپ میں کمی مجھے

میں بھی غبارِ قافلہ بن کر چلوں گا ساتھ
لے لو مسافرانِ دیارِ نبیؐ مجھے

اے ساکنانِ کوچۂ طیبہ مرا سلام
وقتِ سلام بھول نہ جانا کبھی مجھے

اب تیرے ہاتھ ذوقِ طلب میری لاج ہے
مل جائے راہِ منزلِ مقصود کی مجھے

طیبہ کا ذوق و شوق سلامت رہے حمید
مضمونِ نو بنو کی ہے پھر کیا کمی مجھے!

خطبۂ عید الفطر

(از جناب مولٰنا سید افتخار احمد صاحب خطیب جامع مسجد باندرہ بمبئی)

(اس خطبہ میں اُن مسلمانوں سے خطاب ہے، جو مساجد میں آجاتے ہیں)

خطبۂ مسنونہ ، تعوذ ، بسملہ اور تلاوتِ آیت قرآنی کے بعد !!

آج صبح نمازِ فجر کے لئے نماز سے پانچ منٹ قبل جب مسجد میں داخل ہوا تو عجیب منظر اس عظیم الشان مسجد میں جہاں ایک دن پہلے ان آنکھوں نے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کو ذکر و ت میں مصروف دیکھا تھا ایک دن بعد وہی مسجد دیران و سنسان مرثیہ خوانی کرتی نظر آتی تھی۔ میں ینے لگا ایک ماہ کی عبادت کی کثرت اور توبہ و استغفار کے اثرات اس قدر جلد غائب، آپ کا وگڑگڑانا ، گالوں پر طمانچے مارنا، جب یاد آتا ہے ، سوچتا ہوں ، کیا یہ سب مذاق تھا ؛ ہاں مذاق ما۔ سچ فرمایا ہے رسول برحق صلعم نے :۔

نغفرُ مِنَ الذَّنب وَھُوَ مُقیمٌ عَلَیہِ ُستھزیٔ بِرَبِّہٖ ۔	جو شخص گناہ سے توبہ کرتا رہتا ہے مگر اس کو چھوڑتا نہیں وہ شخص ایسا ہے کہ گویا معاذ اللہ اپنے رب کے ساتھ ہنسی کرتا ہے

اگر گناہ کے خوفناک انجام کی خبر ہوتی تو یہ توبہ حقیقی توبہ ہوتی اور یہ سلسلہ اور چکر کہ گناہ اور کے بعد توبہ ، پھر گناہ اور پھر توبہ ۔ پھر گناہ اور پھر توبہ جاری نہ رہتا کہیں ہم اُس حد تک تو نہیں گئے جس کے متعلق رسول اکرم صلعم نے فرمایا :۔

لمومِنِ اِذَا اَذنب کانت نقطَةٌ سوداء بہٖ فان تَابَ و نَزَعَ و استغفر صقل قلبہٗ زادہٗ فذالک الرَّانُ الذی ذکرہُ اللہُ فی کتابہٖ کلّا زَانَ علیٰ قُلُوبِھِم مَا کَانُوا یَکسِبُونَ ۔	یعنی مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک نقطہ سیاہ اُس کے دل پر لگ جاتا ہے پس اگر اُس نے جلدی توبہ کرلی اور اس گناہ کو چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگی تو اس کے دل کی وہ سیاہی دُور ہو جاتی ہے ۔ اور اگر توبہ نہ کی تو وہ سیاہی قائم رہتی ہے ۔ پھر اگر اور گناہ ہوا تو اور ایک نقطہ سیاہی کا

آئیگا۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے تمام دل سیاہ ہو کر بے جان اور نکما ہو جاتا ہے اور ایسا ہو جاتا ہے جیسے زنگ کھایا ہوا لوہا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں فرمایا ہے کہ قیامت اور حساب کتاب کا یقین اُنہیں لوگوں کو نہیں آتا ہے جن کے دلوں پر گناہوں کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ دوستو! — حقیقت یہ ہے کہ ہم نے کبھی گناہ کو گناہ سمجھا ہی نہیں اور اگر سمجھا بھی تو بڑے سے بڑے گناہ کو بہت ہی ہلکا اور معمولی سا گناہ، یہی وجہ ہے کہ آج گناہ کبیرہ کے ارتکاب میں بھی کوئی شرم اور خوف نہیں، حالانکہ ہمارے رحیم وشفیق ہادی نے چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا:—

ایاکُم ومُحقَّرات الذنوب فانّما مَثَلُ مُحقَّرات الذنوب مَثَلُ قومٍ نزلوا بطنَ وادٍ فجاء هذا بعودٍ وجاء هذا بعودٍ وجاء هذا بعودٍ فأنضجوا خبزاتهم وانّ محقرات الذنوب لموبقات۔

خبردار چھوٹے چھوٹے گناہوں کو بھی ہلکا مت سمجھنا کیونکہ چھوٹے گناہوں کی ایسی مثال ہے جیسے ایک قوم کسی جنگل میں اتری پس ایک لکڑی کوئی لایا، ایک لکڑی کوئی لایا، ایک لکڑی کوئی لایا پھر اُس کی آگ اتنی ہوگئی کہ سب نے اپنی روٹی پکالی تحقیق چھوٹے گناہ ہلاک کرنیوالے ہیں۔

یعنی جس طرح ایک ایک لکڑی جمع کرکے بڑی آگ کا سامان کیا جاتا ہے، اسی طرح چھوٹے گناہ ہوتے ہوتے بڑا بار ہوجائے گا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بڑے گناہ تو رہے ایک طرف چھوٹے چھوٹے گناہوں سے ڈرنا اور بچنا چاہیئے، یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان کسی معمولی سے گناہ کے بھی مرتکب ہوجاتے تھے تو بڑے سے بڑا کفارہ ادا کرکے مطمئن نہ ہوتے تھے اور ہمیشہ توبہ واستغفار میں لگے رہتے تھے جب عبداللہ ابن مسعودؓ کے الفاظ ہیں:—

انّ المؤمن یریٰ ذنوبهٗ کانّه قاعدٌ تحت الجبل یخاف ان یقع علیه وانّ الفاجر یریٰ ذنوبهٗ کذُبابٍ مرّ علیٰ انفهٖ، فقال به هٰکذا

یعنی

اشارًا بیدهٖ فوق انفهٖ۔

ایمان والے سے جب گناہ ہوجاتا ہے تو وہ یوں ہے کہ گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈر رہا ہے پہاڑ اب گرنیوالا ہے۔ اور فاسق وفاجر یعنی گناہ کار جب گناہ کرتا ہے تو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک مکھی اس کی ناک پر آبیٹھی۔ اُس نے ذرا ہاتھ کو ہلایا اور اس کو اڑا دیا

یعنی گناہ کرتے وقت تھوڑی دیر کے لئے اس کو خیال ہوتا ہے کہ میں ایک گناہ کر رہا ہوں اس کے تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ اس گناہ کو ایسے بھول جاتا ہے جیسے اُس نے کچھ کیا ہی نہ تھا

میرا یہ اُمید کرنا تھا کہ رمضان کا پورا مہینہ ہم سب کے تزکیہ نفس کا باعث ہوگا اور ہم ایک ماہ [illegible]

...ساجد سے ، مسجد والے سے کبھی کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ ایک ماہ کے روزے نماز یہ سب ایک مصیبت
...جس سے نجات حاصل ہوئی۔ اب میں سمجھا کہ تم کل اس قدر اس قدر کیوں مسرور تھے ، میں سمجھتا تھا ، کہ تم
...وزوں کے پورا ہونے اور خدا کی عبادت پابندی کے ساتھ کرتے رہنے پر مسرور و شکر گذار ہو مگر
...ہارے بعد کے عمل نے مجھے یہ سمجھنے پر مجبور کردیا کہ تم ایک مہینے تک خدا سے مذاق کرتے رہے۔ اگر یہ
...ت نہیں اور واقعی تم خدا ہی کی عبادت کرتے تھے تو جس خدا کی عبادت رمضان میں کرتے تھے جس کے
...م پر صبح سے شام تک بھوکے رہتے تھے وہ خدا آج بھی موجود ہے۔ اس کے عبادت خانے کے در
...ج بھی کھلے ہوئے ہیں۔ موذن کی صدائے حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ وحَیَّ عَلَی الفَلَاح پہلے کی طرح آج بھی
...نچوں وقت مساجد سے گونجتی ہے۔ آج بھی موذن پہلے کی طرح ہر صبح کو آپ کو بتاتا ہے اور پکار کر
...ہتا ہے اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ نماز نیند سے بہتر ہے۔ خدارا مجھے بتاؤ کہ تم سیدھی راہ پر آکر
...وں ٹیڑھے راستے پر جا پڑتے ہو۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جو خطاوار نہ ہو ، قصوروار نہ ہو لیکن
...ا قصور پر مغرور ہونا اور جمے رہنا یہ اپنی ہلاکت کا سامان کرنا ہے تم کیوں اپنی دشمنی پر کمر باندھے ہوئے
...ہو ، میں تمہارے لئے سامان نجات کی فکر کرتا ہوں ، تم سامانِ ہلاکت جمع کرتے ہو۔ آؤ وہ زنگ آلود دل
...ن کو رمضان کے مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور تمہارے حسن عمل کی بدولت
...ف کیا اور نکھارا ہے اس کو پھر سے سیاہ نہ ہونے دو اور خدا کے حضور میں تائب ہو کر پھر سے
...ا کی عبادت اور محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت اختیار کرو۔

حضور صلعم فرماتے ہیں " کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ " سب آدمی خطاوار
...یں اور خطاواروں میں اچھے وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

اطلاع

پرچہ نہ پہنچنے پر ، ہر انگریزی مہینہ کی پندرہ ۱۵ تک دفتر کو اطلاع دیجئے ، اسی کے ساتھ ، اپنے حلقہ کے پوسٹ ماسٹر کو شکایتی کارڈ لکھئے ، کیونکہ عملاً بڑی احتیاط کے ساتھ ہر شخص کو پوسٹ کیا جاتا ہے۔

بچوں کا صفحہ

دو اور دو؟ چار روٹی

(ابھرتے پودوں کیلئے)

کہتے ہیں کسی بھوکے سے ایک آدمی نے پوچھا "میاں! دو اور دو ؟"
بھوکے نے فوراً جواب دیا "چار روٹی!"
"ہیں تم تو ہنسنے لگے —— میاں اچھے اچھے پڑھے لکھوں کا یہی حال ہے۔ آد
سر میں جو سما جاتا ہے، بس ہر وقت، اور ہر جگہ اُسے وہی نظر آتا ہے۔
"ہاں، ہاں، ٹھیک ہے بھائی جان! کہتے نہیں ہیں "ساون کے اندھے کو ہرا ہی
نظر آتا ہے"
"خیر یہ کہاوت تو مشہور ہی ہے مگر —— آج تو چچا میاں اخبار میں پڑھ رہے تھے
"ابھی کچھ دن ہوتے سیاروں کے چکر اور ان کے دوسرے حالات چھان بین
والے عالموں کو مریخ سیارے سے کسی دھماکے کی آواز سنائی دی ہے۔ اس پر
کے ایک مشہور سائنس داں مسٹر اسپینسر جونز نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ مر
بھونچال یا جوالامکھی پہاڑ کے پھٹنے کا تو کوئی خیال ہی نہیں کیا جا سکتا تو ضرور یہ د
ایٹم بم کا ہے ....
"واہ، واہ! کیا بات فرمائی ہے جناب نے بھی!"
"ارے بھئی، آگے تو سنو! اور بھی مزا آئے گا۔
"ہاں ہاں! سناؤ!"
"ہاں تو — انہوں نے لکھا ہے کہ ضرور یہ دھماکا ایٹم بم کا ہے اور اگر سچ مچ

۱؎ سیارہ:۔ آسمان پر جو تارے ہمیں نظر آتے ہیں ان میں کچھ ایسے ہیں جو سورج کا چکر کاٹتے رہتے ہیں انہیں "سیارے" یعنی "چلتے رہنے والے تارے" کہتے ہیں۔

۲؎ برطانیہ:۔ انگریزوں کے ملک کو کہتے ہیں۔

…وں نے ایٹم بم بنالیا ہے تو ضرور وہ ایک نہ ایک دِن زمین والوں پر ایٹم کے ہتھیاروں سے لیس ہوکر حملہ کر بیٹھیں گے !

" بھئی ! واللہ، کیا بات کہی ہے ! اب تو رُوس، امریکہ کے جھگڑے ہی ختم ہوجائیں گے

" ہاں، لو ! لئے پھرو اپنے ایٹم اور ہائیڈروجن[۱] بم کو !!

" بھیا کی بات دل کو لگتی ہے ــــ ہائیڈروجن بم بھی زمین ہی کو تباہ کرے گا اور مریخ والے بھی دھاوا بولیں گے آسمان سے !

" خوب ! خوب !! پھر تو جنتا لال، پیلے، سفید، سب سامراجوں[۲] سے چھٹکارا پالیگی

" ہاں، ایسے، جیسے آدمی مر کے پالیتا ہے !

" کہیں یار اسی کا نام تو قیامت نہیں ؟

" خیر ! یہ تو ملاؤں کی باتیں ہیں .....!

" مگر میاں ! یہ بھی کسی نے سوچا کہ یہی سائنس دان تو کہتے رہے ہیں کہ مریخ میں اتنی آکسیجن[۳] ہی نہیں ہے کہ وہاں کوئی جاندار سانس لے سکے ۔

" تو پھر ایٹم بم کیا فرشتوں نے بنالیا ہے !

" میاں وہی بات ! ایٹم بم کا ہوّا سر پر سوار ہے ۔ خواب میں بھی تو ان کے …ں کو ایٹم بم ہی نظر آتا ہے !

" خیر چھوڑو اس مذاق کو ! ــــ یہ بتاؤ کہ کیا اس دھماکے کی کوئی اور وجہ نہیں ہوسکتی؟

" کیوں نہیں ــــ اور جونز صاحب آگے چل کر یہی تو لکھتے ہیں کہ ' زیادہ صحیح خیال ہے کہ کوئی دوسرا چھوٹا موٹا سیارہ مریخ سے ٹکرا گیا ہے "

" واہ ! کھودا پہاڑ ۔ نکلا چوہا !

(بھائی جان) .

---

[۱] ہیڈروجن :- ایک گیس کو کہتے ہیں، یہ گیس انسان کو بہت سے فائدے پہنچاتی ہے اور دُنیا کی کونسی چیز ہے جو اللہ نے انسان کے فائدے کیلئے نہ بنائی ہو ۔ لیکن آج، انسان، شیطان کے پیچھے چل کر اپنے فائدے کی چیزوں کو بھی، ایک دوسرے کو برباد کرنے کے لئے کام میں لا رہے ہیں ۔

[۲] سامراج :- ایک آدمی، قوم یا پارٹی کی ایسی حکومت جو اپنے کاموں میں خود کو کسی کے سامنے جواب دہ نہ سمجھے ۔

[۳] آکسیجن :- یہ بھی ایک گیس ہے جو ہوا میں ملی ہوئی ہے اور اسی کو ہر جاندار سانس کے ذریعے اپنے پھیپھڑوں تک لیجاتا ہے ...

ایک انوکھی اِطلاع!

(جناب مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی)

دُنیا میں انسانوں کا ایک گروہ گذرا ہے جو کہتا رہا ہے کہ :-

"ایک دن ایسا آئے گا جب دُنیا کا موجودہ نظام ختم ہوجائے گا، نہ یہ زمین رہے گی نہ یہ آسمان رہے گا، نہ یہ چمکنے والے تارے رہیں گے نہ یہ ٹھنڈی کرنیں برسانے والا چاند رہے گا اور نہ یہ گرمی اور روشنی اُگلنے والا سُورج رہے گا — غرض سب کچھ فنا ہوجائے گا اور پھر ؛ پھر ایک نیا عالم نمودار ہوگا جس کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہی ہوگا ؛ جس کا آئین و قانون بالکل جُدا گانہ ہوگا جس کا پُورا نظام بدلا ہوا ہوگا۔ اور اُس دن سارے انسان جو مر کر مٹی میں مل چکے ہوں گے دوبارا پیدا کئے جائیں گے "

وہ دِن کیوں آئے گا، اور اُس میں ہوگا کیا؟ وہ کہتا ہے :-

"وہ دن اس لئے آئے گا تاکہ اِس دُنیا کی زندگی میں انسانوں نے جو کچھ کیا ہے اُس کی جانچ ہو اور اللہ تعالیٰ سارے جہان کا مالک اور بادشاہ، ان کے عمل کا حساب کتاب لے۔ جو لوگ اُس کا نام لینے والے اور اُس کی مرضی کے مطابق کام کرنے والے ثابت ہوں اُنہیں شاباش کہے اور اپنی ایسی ایسی نعمتوں سے نوازے جس کا اس دُنیا میں کسی نے لُطف تو کیا اُٹھایا ہوگا، کسی بڑے سے بڑے نواب اور بادشاہ نے ان کا تصوّر تک کبھی نہ کیا ہوگا، رہے وہ لوگ جو اس حساب کتاب میں اپنے حقیقی معبُود کے ناشکرے اور نافرمان ثابت ہوں تو اُنہیں اپنی نوازشوں کا نااہل قرار دے کر ایسی سخت سزا دے گا جس کا نام ہی جسم کو تھرا دینے والا اور دل کو ہلا دینے والا ہے"

یہ اطلاع جو گروہ دیتا رہا ہے، ہے تو بظاہر بڑی انوکھی، مگر آؤ یہ تو دیکھیں یہ ہے کون گروہ، اور کس طرح کے لوگ اس میں شامل ہیں؟ پھر یہ بھی سوچیں کہ یہ گروہ اس دن کے آ[illegible] جو مقصد بیان کرتا ہے وہ کہاں تک دِل کو لگتا ہے؟

اس گروہ میں جو لوگ ہیں وہ سب کے سب اپنے وقت کے سب سے بڑے آدمی

ـــ سب سے بڑے آدمی ، کا مطلب وہ نہ سمجھنا جو آج کل عام طور سے سمجھا جاتا ہے۔ آجکل
سب سے بڑا آدمی وہ ہوتا ہے جو وضع قطع تو شریفانہ رکھتا ہو مگر اندر سے انتہائی مکار،
لے درجے کا فریبی، پوری ڈھٹائی سے جھوٹ بولنے والا اور بے ایمانی پر ایمان رکھنے والا ہو۔
کے برخلاف "سب سے بڑے آدمی" سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ سچا، سب سے
یادہ امانت دار، سب سے زیادہ قابلِ اعتبار اور سب سے زیادہ ایمان دار ہو، جس کو جھوٹا اور بے ایمان
نے کی جرأت اُس کے کٹر سے کٹر دشمن کو بھی نہ ہو سکے - چنانچہ انہیں میں سے ایک بڑے آدمی
، جو ان بڑوں میں سب سے بڑا تھا ؛ واقعہ ہے کہ اس کے سب سے بڑے کٹر دشمن (ابوجہل)
، ایک روز اس کے سامنے صاف صاف کہا " اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا
ر جو باتیں تم پیش کرتے ہو وہ میری سمجھ میں نہیں آتیں " ـــ اسی طرح اس کے ایک دوسرے
ے دشمن (ابوسفیان) سے جب شہنشاہِ روم نے اس کی بابت یہ دریافت کیا کہ " تم لوگوں سے
نے اب تک جو معاہدے کئے ہیں اُنہیں پورا کیا یا نہیں " تو انتہائی جوشِ مخالفت کے باوجود
سے یہ اقرار کرتے ہی بن پڑا کہ " ابھی تک تو اُس نے کبھی کسی عہد کو توڑا نہیں "۔

اس گروہ میں سے ایک کا نام تو تم سُن چکے چند نام اور سُن لو ؛ ـــ آدمؑ ، نوحؑ ، ابراہیمؑ ، اسحاقؑ
عیلؑ ، موسیٰؑ ، داؤدؑ ، سلیمانؑ ، یحییٰؑ ، عیسیٰؑ (اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نثار کرے) ویسے تو اس گروہ
، افراد کی تعداد ہزاروں سے اوپر پہنچتی ہے مگر ہم نے یہ چند نام لے دیئے ہیں ، اس لئے کہ
ن سے ساری دنیا واقف ہے ، اور تاریخِ عالم میں نیکی اور امن کے جتنے نقوش نظر آتے ہیں وہ سب
ہیں پاک ہستیوں کا طفیل ہیں ۔

اب اپنے دل سے پوچھو کہ ایسے لوگوں کی یہ اطلاع مانی جائے یا نہیں ۔ کیا تمہارا
ل یہ باور کرتا ہے کہ ان سب لوگوں نے جن کی پوری زندگی دیانت اور سچائی کا مکمل نمونہ تھی ، اس
ب مسئلے میں متفقہ طور پر غلط بیانی اور دروغ گوئی کی ٹھان لی تھی ؟ پھر یہ بات بھی جو ان لوگوں
، کہی ، کچھ یوں نہیں کہی کہ یہ ہمارے غور و فکر کا نتیجہ ہے ، بلکہ ان لفظوں میں کہ خدا نے ہمیں اس کی
بر دی ہے ۔ ذرا اب تو سوچو کہ معاملہ کتنا اہم اور نازک ہوگیا ۔ اب ان کی اس بات کے نہ ماننے کے
نی یہ ہیں کہ ہمارے خیال میں وہ لوگ خدا کے نام پر بے تکان سفید جھوٹ بول سکتے ہیں جنہوں نے
کسی انسان کے بارے میں بھول کر بھی غلط گوئی سے کام نہ لیا ہو ـــ اگر تمہاری عقل اس امر کو
تی ہے تو شاید اُس کے لئے اس دنیا میں بمشکل ہی کوئی بات ناممکن ہو سکتی ہے ۔ پھر تھوڑی دیر
یہ امکان بھی کسی درجے میں تسلیم کر لیا جا سکتا تھا اگر ہم یہ دیکھتے کہ اس بات کے پیش کرنے سے

انہیں کوئی دُنیوی فائدہ ہوگیا، کچھ عزت مل گئی، کچھ شہرت حاصل ہوگئی، کچھ راحت ہاتھ آگئی؟ اس کے برعکس ہم پاتے ہیں کہ اس طرح کی باتوں کا مُنہ سے نکلنا تھا کہ عموماً ہر طرف سے ایک طوفان اُٹھ گیا، ان کا مذاق اُڑایا جانے لگا وہ سرپھری اور پاگل قرار دیئے جانے لگے، انہیں برادری کا اور سماج کا دُشمن ٹھہرا دیا گیا اور ایک ایک کرکے سارے انسانی حقوق سے محروم کردیا گیا، یہاں تک کہ لوگ ان کے خون کے پیاسے ہوگئے اور آخرکار انہیں یا تو موت کی نیند سُلا دیا گیا یا دیس نکالا مل گیا۔

غور کرو اور دیکھو کہ ان حالات کے پیشِ نظر ان کے اس دعوے اور اس اطلاع کو جھٹلانے کی کتنی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

اچھا تھوڑی دیر کے لئے ان لوگوں کی نیکی اور سچائی کو بھی ایک طرف رکھ دو اور خود اس دعوے یا اطلاع کی معقولیت اور واقعیت پر نظر ڈالو اور تول کر دیکھو کہ اس میں کتنا وزن ہے؟ اس روز قیامت آنے کی ضرورت کیا ہے؟ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ یہ دُنیا یوں ہی باقی رہتی، اور ہم لوگ پیدا ہوتے کھاتے پیتے مرکر ہمیشہ کے لئے ختم ہوتے رہتے؟ اس سوال کا جواب بڑی آسانی سے مل جائے گا اگر تم ایک ایسے آدمی کا تصور کرلو جو بڑے نظم اور اہتمام سے ایک نہایت موزوں اور عمدہ محل تعمیر کرتا ہے جس میں کہیں بدسلیقگی اور نقص کا وجود نظر نہ آتا ہو، اور پھر اسے یوں ہی چھوڑ دیتا ہو، پوچھنے پر بھی وہ اس کا کوئی مصرف نہ بتاتا ہو، اور اگر بتاتا بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ ایک دن اس میں ڈائنا میٹ لگا کر اُڑا دوں گا۔ بتاؤ تو سہی ایسے آدمی کے بارے میں تم کیا رائے قائم کروگے؟ کیا اسے کوئی عقل مند انسان کہو گے؟ کیا اس کے دماغ میں حکمت اور تدبّر کا وجود تسلیم کروگے؟ بہت اونچی نہیں، نہ سہی، ایک معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان اسے مانوگے؟ ظاہر ہے کہ تم اس کے لئے ہرگز نہیں تیار ہوسکتے، اور چاہے اس کے ساتھ کتنی ہی رعایت کرو، مگر حکمت و دانائی کا سرٹیفکیٹ اسے کسی حال میں بھی نہیں دے سکتے۔ دیانت اور انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ جو بات ایک معمولی مخلوق کے لئے بھی شرم کا باعث ہو وہ خالقِ کائنات کی طرف بے تکلّف نسبت کردی جائے؟ کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ خدا کو اتنا بھی دانا نہ تسلیم کرو، جتنا اپنے کو سمجھتے ہو؟ اگر ایسا نہیں ہے تو کیسے کہہ سکتے ہو کہ اُس نے دُنیا کا یہ کارخانہ پیدا تو کیا ہے اور انسان کو بہترین صلاحیتوں سے آراستہ کرکے اس کو دُنیا برتنے کے لئے چھوڑا تو ضرور ہے مگر آگے نہ اس کا کوئی انجام ہے نہ مقصد و مدعا۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُونَ[1]

(الحسنات)

---

[1] جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے

جامعہ نور دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمان ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

عدل

مضامین اڈیٹر کے نام

ارسال زر مینیجر عدل کے نام ہونا چاہئے

بدل اشتراک
سالانہ ...... پانچ روپے
ششماہی ... تین روپے
فی پرچہ ۸ ر
بیرون ہند ساڑھے آٹھ روپے

ادارۂ تحریر
اعزازی : مولانا ودود الحق ندوی ایڈیٹر مسئول : خلیل احمد جامی

جلد ۱ | بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ مطابق اپریل ۱۹۵۰ء | شمارہ نمبر ۵

فہرست مضامین

پرچہ نہ پہنچنے پر ۱۵ تاریخ تک آپ دفتر کو اطلاع دیجئے تاکہ دوبارہ پرچہ آپ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ ساتھ ہی آپ اپنے پوسٹ ماسٹر کو بھی لکھئے کیونکہ عدل بڑی احتیاط کے ساتھ تمام خریداروں کے نام پوسٹ کیا جاتا ہے۔

خلیل احمد جامی ایڈیٹر و پبلشر نے اجمل پرنٹنگ پریس بمبئی میں چھپوا کر دفتر "عدل" ادارہ تبلیغ الاسلام ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ کھڑک بمبئی سے شائع کیا

شذرات

ادارۂ تعلیمات اسلام لکھنو

چھ سات برس کی بات ہے، کہ لکھنؤ کے سب سے پررونق بازار امین آباد کے ایک گوشے میں، ایک مختصر سے کمرہ میں، دینی تعلیم کا ایک مرکز، ادارۂ تعلیمات اسلام کے نام سے قائم کیا گیا، اور چند ہی روز میں، خلوص نیت اور للّٰہیت کا یہ اثر تھا، کہ یوپی سکریٹریٹ کے اعلیٰ عہدہ دار، عمائدین شہر، کامیاب تاجر، تعلیم یافتہ طبقہ اور شہر کے مزدور اور پھیری کرنے والے غرضکہ ہر طبقے اور مرتبے کے لوگ، ادارہ کے حلقہ درس میں نہ صرف یہ کہ نظر آنے لگے بلکہ درس اور اس کی افادیت سے متاثر بھی تھے۔

ایک عرصہ سے یہ بات دیکھنے اور سننے میں آرہی ہے کہ عام طور پر مسلمانوں میں، دین کا احترام باقی نہیں رہا، بسا اوقات، بہتوں کو دین کا استہزاء تک کرتے دیکھا گیا ہے لیکن اسی کے ساتھ، یہ بات بھی، کسی حد تک، درست ہے، کہ تحریک خلافت کے زمانہ سے، مسلمانوں کے ہر طبقے کے صحیح العقائد افراد کی توجہ (گو ان کی تعداد بہت محدود ہی) دین کی طرف ہوگئی تھی اور اُسی وقت سے مدارس عربیہ کے متداول طریقہ سے الگ، کم سے کم وقت اور نئے انداز میں تعلیم دین کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ادارۂ تعلیمات اسلام لکھنؤ بھی، اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو چند حساس مسلمانوں کی کوششوں کی رہین منت ہے — علوم دینیہ میں قرآن، حدیث، مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ ادارۂ تعلیمات اسلام نے، اوّل روز سے، کم سے کم وقت میں ان دونوں کی تعلیم پر اپنی توجہ کو مرکوز رکھا۔

محترم جناب مولانا عبدالسلام صاحب ندوی، ناظم ادارہ نے عام عربی ریڈروں سے بالکل الگ، ایک بہت ہی نرالے انداز میں، عربی کے دس اسباق مرتب فرمائے، جن کو بہت تھوڑی سی محنت اور توجہ سے پڑھ لینا اور ترجمۂ قرآن کی صلاحیت کا پیدا ہو جانا۔ ایک سے زائد بار، اس کا تجربہ کر لیا گیا ہے۔ ان اسباق کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کے متعدد اڈیشن، ہزاروں کی تعداد میں نکل چکے ہیں۔

ادارۂ تعلیمات اسلام نے، ان اسباق کے ساتھ، قرآن کی پہلی دُوسری اور تیسری کتابیں بھی شائع کی ہیں اور چند سپلمنٹری ریڈریں بھی، جو سب کی سب مفید اور کارآمد ہیں۔ ادارہ سے استفادہ کرنے والے (خواہ ادارہ میں آکر یا بذریعہ خط و کتابت پڑھنے والے) سینکڑوں کی تعداد میں پہنچ چکے ہیں۔

ادارہ نے عربی کے اس سلسلہ کے علاوہ، اُردو میں، دینی رجحان پیدا کرنے کے لئے، بزرگان دین، اور اولیاء کرام کی تاریخ کا ایک بہت مفید سلسلہ بھی شائع کرنا شروع کر دیا ہے، اس سلسلہ کے بہت سے رسائل طبع ہو کر، ملک میں پھیل چکے ہیں اور جنہیں ہر جگہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

اپنے طریقۂ تعلیم اور وسائل تعلیم کو، زیادہ سے زیادہ عام اور مقبول بنانے کے لئے ادارہ نے (تقریباً) دو برس سے "تعمیر" کے نام سے ایک پندرہ روزہ اخبار بھی نکالنا شروع کر دیا ہے۔

بہت ہی اختصار کے ساتھ، ادارۂ تعلیمات اسلام لکھنؤ کا تعارف کرایا گیا ہے۔ لیکن اس اختصار سے بھی، ادارہ کے کام، اس کی افادیت اور اس کی ضرورت کا اندازہ قارئین عدل نے لگا لیا ہوگا۔ اسی کے ساتھ، اس بات کا بھی، کہ اس ادارہ کا باقی رہنا کسی قدر ضروری ہے۔

کچھ دنوں سے، حالات کی غیر معمولی تبدیلی کے باعث، یہ ادارہ، اپنے آپ کو باقی رکھنے کے لئے غیر معمولی کشمکش میں مبتلا ہے۔ دینی ادارے، جب اس قسم کے ابتلا کا شکار رہتے ہیں تو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ اس گئی گذری حالت میں بھی اگر مسلمان، اپنی تمام دلچسپیوں اور مصارف کو باقی رکھتے ہوئے، دینی اداروں پر تھوڑی سی توجہ کر لیا کریں۔ تو پھر ان اداروں کو، اپنے فرائض کی انجام دہی کے سوا اور کسی بات کی فکر نہ ہو۔

ادارۂ تعلیمات اسلام لکھنؤ کی امداد کی کئی صورتیں ہیں:-

(۱) ادارہ کی مطبوعات خریدی جائیں۔

(۲) ادارہ کے ترجمان "تعمیر" کے خریدار بنائے جائیں۔

(۳) ادارہ کو مسلمان حسب حیثیت اور حسب مقدرت عطایا دیں۔

ادارہ کا پتہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

ادارۂ تعلیمات اسلام نمبر 39، امین آباد پارک لکھنؤ (یوپی)

ند ہو اور تم اُس کا تقرب حاصل کر سکو۔ اب دیکھو، تمام سوالات جو بظاہر بڑے پیچیدہ معلوم ہو رہے تھے کیوں طرح
ں ہو گئے۔ اب انسان کا اشرف المخلوقات ہونا اور اس کا سوچنا سمجھنا سب ایک بامعنی بات ہو گئے۔ ورنہ پہلے
نقل ان کا کوئی مطلب ہی نہیں تھا —— معلوم ہوا کہ انسان کا طرۂ امتیاز جانوروں سے، یا یوں کہو کہ انسانیت کا
جوہر اور اس کا کمال یہی ہے کہ جسمانی ضرورتوں کے علاوہ اس کی ایک ضرورت یہ بھی ہے کہ اپنے اور ساری کائنات
کے خالق کا تقرب حاصل کرے، اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے عقل کا ہونا ناگزیر ہے "۔
ماموں بڑی دیر سے کھانے کے لئے بُلا رہے تھے، آکر کہنے لگے تم لوگوں کی بحث کبھی ختم بھی ہوگی؟ کھانا
ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ ہم لوگ بھی اُٹھ کر کھانا کھانے چلے گئے۔ فضلو معلوم ہوتا تھا کچھ سوچ رہا ہے۔

دُوسرے دن شام کو سلیم اسکول سے آیا تو کہنے لگا آج ششماہی امتحان کے نمبر بتائے گئے ہیں۔ فضلو نے
پوچھا تمہارے کتنے نمبر آئے۔ اُس نے بتایا ۷۰۔ پوچھا سب سے زیادہ کس کے ہیں۔ بتایا سب کے نمبر برابر
ہیں۔ فضلو بڑا متعجب ہوا۔ پوچھا ایسا کیوں؟ کریم نے بتایا کہ مولوی صاحب کہہ رہے تھے یہ ششماہی امتحان ہے
اس میں سب کو برابر ہی دیتے ہیں تاکہ دل بڑھے۔
"عجب اندھیر ہے" فضلو نے کہا۔ میں نے کہا "ٹھیک تو ہے۔ کیا ہوا کیا؟ کسی کو کم البتہ نہیں دینا چاہیئے۔ اگر
اس مقصد سے کسی کو زیادہ نمبر دے دیئے کہ اس کا دل بڑھے تو کیا حرج ہے "؟
"جی ہاں، اور اچھے لڑکوں پر یہ ظلم نہیں ہے؟ ان کا جو دل بیٹھ جائے گا؟" —— "تو ان پر کیا ظلم ہوا، ان کو
اپنے پورے پورے نمبر مل ہی گئے "؟
"یاد ہے؟ ہم لوگ درجہ ۴ میں پڑھتے تھے۔ ایک بار امتحان میں بڑے آسان پرچے آئے تو تم کس قدر بگڑ رہے
تھے کہ ان کو تو سب نے حل کر لیا۔ دو ایک سوال ایسے بھی ہونے چاہئیں کہ جن سے ذہین اور کند ذہن لڑکوں کا
پتہ چلے "۔
"ہاں یاد تو ہے" —— "ایسا کیوں تھا؟ اسی لئے کہ تم نے یہ دیکھا کہ منوہر اور رحیم وغیرہ جو بغیر پانچ دفعہ
بتائے کوئی بات نہیں سمجھتے تھے وہ بھی تمہارے برابر ہوئے جا رہے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر لائق و نالائق سب کا نتیجہ
یکساں ہو تو پھر یہ لائق پر سب سے بڑا ظلم ہے "۔ —— "بڑے اچھے ہو تم میرے بھائی" میں نے اس کے کندھے
پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن پھر ان لوگوں کو تم کیا کہو گے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے، وہ کیوں اپنے
بندوں کو سزا دینے لگا، ایسا تو خود غرض اور خوشامد پسند دُنیاوی بادشاہ کرتے ہیں۔ وہ تو بڑا بے نیاز ہے،
اس کی رحمت سب کو گھیرے گی۔
میرے بھائی! اللہ اگر ایسا کرے اور اپنے نیک و بد دونوں بندوں کو یکساں رکھے تو کیا یہ نیک بندوں پر ظلم نہیں ہوگا!

سرزمین قرآن

(از جناب مولانا محمد کامل صاحب بحرالعلومی فرنگی محل)

یوں تو ہر سال ہندوستان سے ہزاروں کی تعداد میں حجاج جاتے رہتے ہیں لیکن حجاز کے متعلق انہیں کسی قسم کی معلومات نہیں ہوتی۔ حالانکہ مذہبی حیثیت سے حجاز مرکز اسلام ہے اور تاریخی لحاظ سے انتہائی اہم۔ یہی وہ مقدس سرزمین ہے جس کو توراۃ میں "فاران" کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور یہیں سے نور ہدایت کے ظہور کی بشارت دی گئی۔ یہی وہ متبرک قطعہ ہے جس کو قرآن شریف نے "وادی غیر ذی زرع" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس مقدس سرزمین کی لمبائی شمالاً وجنوباً گیارہ سو بیس میل اور چوڑائی شرقاً وغرباً، ایک سو چھیاسی میل ہے۔ حجاز کا مجموعی رقبہ چھیانوے ہزار پانچسو باسٹھ مربع میل ہے۔ ملک میں تھوڑا علاقہ ریگستانی اور بقیہ سنگستانی ہے۔ شمال سے جنوب تک "جبال السراۃ" کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ اس کوہستانی علاقہ میں بعض مقامات پر چشمے جاری ہیں جن کے کنارے دیہات آباد ہیں اور کسی قدر کھیتی اور باغبانی بھی پرانے اصولوں پر ہوتی ہے۔

حجاز کی مشرقی سرحد نجد سے ملتی ہے اور مغربی سمت بحر احمر موجزن ہے۔ شمال میں صحرائے شام اور جنوب میں عسیر کے پہاڑ واقع ہیں۔ اس سرزمین میں دریا کوئی نہیں ہے لیکن بارش کے زمانہ میں "سیل" بہنے لگتے ہیں۔ کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی نہریں پھوٹ بھی نکلی ہیں جیسے مکہ معظمہ میں نہر زبیدہ اور مدینہ منورہ میں نہر زرقاء۔ چونکہ یہاں بارش زیادہ نہیں ہوتی اس لئے بڑے علاقہ کی آب و ہوا گرم و خشک ہے۔ جو مقامات سطح سمندر سے اونچے ہیں، جیسے طائف اور ہدی الشام وغیرہ وہاں کی آب و ہوا سرد و خشک ہے اور ساحلی مقامات، جدہ، ینبع اور رابغ وغیرہ کی آب و ہوا مرطوب ہے۔ مدینہ منورہ میں سردی کے موسم میں خاصی سردی پڑتی ہے۔ حتیٰ کہ کبھی کبھی پانی بھی جم جاتا ہے۔ قریش کی راتیں قریب قریب ہر موسم میں ٹھنڈی رہتی ہیں۔ ریت چونکہ جلد گرم ہوجاتی ہے اور جلد ہی ٹھنڈی بھی ہوجاتی ہے۔ اس لئے حجاز کے اس علاقہ میں جو جبال السراۃ اور بحر احمر کے درمیان واقع ہے اور "تہامہ" کہلاتا ہے، اگرچہ دن بھر سخت گرمی رہتی ہے لیکن غروب آفتاب کے بعد راتیں خوشگوار اور معتدل ہوجاتی ہیں۔ مکہ معظمہ تہامہ ہی

میں آباد ہے لیکن گنجان آبادی کی وجہ سے وہاں راتیں بھی گرم رہتی ہیں اس لئے وہاں کے لوگ رات
کے لئے شہر کے قریب ہی ایک کھلے مقام "شہدلہ" میں چلے جاتے ہیں اور صبح پھر شہر واپس آجا
حجاز کی ساحلی آبادیاں جدّہ ، رابغ ، ینبع ، الوجہ ، الحوارء العقبہ اور اللیث ہیں جن میں
بندرگاہ جدّہ ہے جہاں تجارتی سامان بھی اُترتا ہے اور مسافران حجاز بھی۔ اس کے بعد دوسرے
کے بندرگاہ ینبع اور العقبہ ہیں ۔ داخلی مشہور شہر مکہ معظمہ ، طائف ، مدینہ منورہ اور معان
مرکز اسلام ہونے کے علاوہ ایک بڑا تجارتی مرکز بھی ہے ۔ جدّہ کے قرب کی وجہ سے جو سامان
ہے وہ سیدھا مکہ معظمہ کے بازاروں میں چلا جاتا ہے ۔ ترکی عہد حکومت میں حجاز ریلوے کی
منورہ بھی ایک بڑا تجارتی مرکز بن گیا تھا اور شام سے براہ راست وہاں مال آتا تھا مگر اس کے بع
ختم ہوگئی ۔ طائف اپنے محل وقوع کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ جب مکہ معظمہ میں
شدت ہوتی ہے تو وہاں کے ذی حیثیت لوگ اور سرکاری دفاتر طائف چلے جاتے ہیں ۔

حجاز اُن ممالک میں ہے جہاں مردم شماری کا باقاعدہ انتظام نہیں ہے ، تاہم وہاں کی
تخمینہ بیس پچیس لاکھ کے قریب کیا جاتا ہے ۔ کل آبادی مسلمان ہے اور مکہ معظمہ اور مدینہ منو
کرنے کے بعد قومیت کے اعتبار سے عرب ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ چونکہ دینی مرکز ہیں
ان میں تمام اسلامی ملکوں کے مہاجر ترک ، بخاری جاوی ، ہندوستانی ، تکرونی وغیرہ بھی کافی
آباد ہیں ۔ ان میں سے اکثر مہاجرین زبان ، لباس اور رسم و رواج کے اعتبار سے عرب ہو گئے
حجاز کی شہری معاشرت پر ترکی اور ہندوستانی معاشرتوں کا اچھا خاصہ اثر ہے۔ لیکن بدوی
عرب کی قدیم روایات کی پابند ہے۔ شہروں میں بسنے والے عموماً آرام طلب اور سلیقہ مند
اچھی خوراک اور عمدہ پوشاک ان کے تمدن کے خاص اجزا ہیں ۔ ان کی دلچسپی کے مرکز قہوہ خانے
وہ فرصت کے اوقات میں بیٹھ کر دنیا کے ہر موضوع پر گفتگو کر ڈالتے ہیں ۔ اس قسم کے قہوہ خا
شہروں میں بکثرت پائے جاتے ہیں جو اپنے خریداروں کے لئے سادی چاء ، قہوہ اور ٹھنڈا پانی مہیّا
ذمہ دار ہیں ۔ یوں تو قہوہ خانوں میں دن بھر چہل پہل رہتی ہے لیکن عصر کے بعد وہاں جمگھٹا لگتا ہے
اَزْرَقْ اَسْوَدْ " یَا وَلَدْ جِیْب شُکَرْ " اور " حَاسِبْ یَا اَخُوی " کی چیخ پکار میں کان
نہیں سنائی دیتی ۔

ہر شہر میں ایشیائی طرز کے بازار ہیں جہاں کی رونق اپنی آپ نظیر ہے ۔ کسی بازار میں چلے جا
پہلے آپ جس آواز کی طرف توجہ کریں گے وہ گنیوں کی سنہری جھنکار ہوگی جنہیں صراف بے گ خالی
بیٹھے بجایا کرتے ہیں سونے والوں کی صدائیں بھی کم جاذب توجہ نہیں ہوتیں [illegible]

کھجور کا مورچھل لئے عربی لہجہ میں صدا لگاتا نظر آئے گا "خُبْزٌ حَارٌّ"۔ دوسری طرف سے تربوز والے کی
صدائی دے گی "یَا اَللّٰه یَا جَابِر۔ حَبْحَبْ اَحْمَر۔ حِلْوٌ زَیِّ السُّکَّر" تیسری طرف سے پھول والا
گا "شَمَّامَه بِھَلَلْ۔ وَرْدَه بِھَلَلْ" اتنے میں کوئی شاہ صاحب آپ کے پاس آ کھڑے ہونگے
پھیلا کر قرأت کے ساتھ صدا لگائیں گے "اللہ اللہ، اللہ اللہ رَبَّنَا۔ رَبِّ سَامِحْنَا وَفَرِّجْ
۔ یَا مُحِبِّیْنَ النَّبِیِّ صَلُّوا عَلَیْه" ممکن ہے کہ شاہ صاحب کی صدا سن کر کوئی بھیک مانگنے والا لڑکا بھی
، اور ہاتھ پھیلا کر آپ کو دعائیں دینا شروع کر دے "یَا حَاجّ، اللّٰه یُوصِلَكْ اِلٰی بِلَادِكْ
مًا غَانِمًا" اخبار بیچنے والا چھوکرا بھی تیزی سے بھاگتا اور صدا لگاتا نظر آئے گا "جَرِیْدَة
ش۔ جَرِیْدَة عَلٰی کَرْشْ" کسی طرف کوئی متوسط درجہ کے عرب صاحب، گدھے کے کولوں
ر، دونوں پیر ایک طرف لٹکائے، ہاتھ میں کھجور کی سنٹی لئے "طَرِّیْقْ۔ طَرِّیْقْ" پکارتے ہٹٹ
دکھائی دیں گے۔

اگر کوئی کسی حجازی کے یہاں پہنچ جائے تو میزبان اُسے ایک صاف ستھرے کمرے میں لیجا کر بٹھائیگا
ے وسط میں قالین بچھا ہوگا اور چاروں طرف دیوار سے لگے ہوئے یا تو گدے بچھے ہوں گے اور ان پر
ے سہارے تکئے لگے ہونگے، یا دیواروں کی لمبائی کے مطابق لمبے، چوڑے اور اونچے گدے دار تخت
سے جڑے ہوں گے اور دیوار کے سہارے تکیے لگے ہوں گے۔ رسمی مزاج پرسی اور "اَهْلًا وَسَهْلًا
نبًا" کے بعد، اگر ناشتہ یا کھانے کا وقت ہوگا تو میزبان حسب حیثیت کھانا یا ناشتہ اپنے مہمان کی
ت میں پیش کرے گا اور "لُقْمَه لُقْمَتَیْن لِلْبَرَکَة" کہہ کر مہمان سے کچھ نہ کچھ کھانے کے متعلق
صرار کرے گا۔ اور اگر کھانے، ناشتہ کا وقت نہ ہوگا تو قہوہ اور چاء سے مہمان کی تواضع کی جائیگی
شرفاء مکہ کے دور میں حجاز کی تعلیمی حالت ناگفتہ بہ تھی، اگرچہ جلالتہ الملک سلطان ابن سعود کے
تعلیم نے کافی ترقی کی ہے پھر بھی اُسے قابل اطمینان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم
میں ہوتی ہے اور ثانوی تعلیم سرکاری مدارس میں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے صرف تین مدارس ہیں۔ مدرسہ
ح جس کی ایک شاخ مکہ معظمہ میں ہے اور ایک شاخ جدہ میں، مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اور مدرسہ
شرعیہ مدینہ منورہ۔ ان کے علاوہ کچھ موسمی مدارس اور یتیم خانے ہیں جو موسم حج میں حاجیوں سے چندہ
رقمیں وصول کرنے کے لئے کھل جاتے ہیں اور موسم حج گذرنے کے بعد بند ہوجاتے ہیں۔ بڑے
صرف دو ہیں جہاں اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہے ایک مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ جسے مکہ یونیورسٹی کہنا
ہوگا۔ اور دوسرا مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ جو کسی بڑے کالج سے کم نہیں ہے۔ چند دستان

کی خوش قسمتی ہے کہ یہ دونوں بڑے تعلیمی ادارے ہندوستانیوں ہی نے قائم کئے ہیں اور ہندوستان ہی کی امداد سے چل رہے ہیں۔ مدرسہ صولتیہ مکۂ معظمہ اپنے ناظم اعلیٰ مولانا محمد سلیم صاحب کیرانوی کے زیر سایہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے اور اُمید پائی جاتی ہے کہ مستقبل قریب میں یہ دُنیائے اسلام کا سب سے بڑا تعلیمی ادارہ بن جائے گا۔ اسی طرح مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ مولانا سید محمود صاحب فانذری کی نگرانی میں مراحل ترقی طے کر رہا ہے۔ صرف یہی دو مدارس ہیں جن کے بدولت حجاز میں اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات نظر آتے ہیں، حکومت عربیہ سعودیہ کے دفتروں میں اکثریت اُن حضرات کی ہے جنہوں نے مدرسہ صولتیہ میں تعلیم کی تکمیل کی ہے۔ بعض طلبہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ ازہر مصر کا سفر کرتے ہیں۔ حجاز میں اچھے کتب خانے بھی ہیں، اور اچھے پریس بھی جن میں سے تین مکۂ معظمہ میں، دو مدینہ منورہ میں اور ایک جدہ میں ہے۔ تین ہفتہ وار اخبارات "اُمّ القریٰ" "صَوتُ الحجاز" اور البلاد السعودیہ۔ اور ایک ماہوار رسالہ "الحج" مکۂ معظمہ سے۔ ایک ہفتہ وار اخبار "المدینۃ المنورہ" مدینہ منورہ سے شائع ہوتا ہے۔ اُم القریٰ سرکاری اخبار اور الحج سرکاری رسالہ ہے۔ بقیہ تینوں اخبارات پبلک کے ہیں۔ شریف حسین کے زمانہ میں بھی ایک سرکاری اخبار "القِبلۃ" عربی کے ماہر ادب شیخ محب الدین الخطیب کی ادارت میں شائع ہوتا تھا لیکن شریف مکہ کے ہاتھ سے زمام حکومت نکل جانے کے بعد "القبلہ" بند ہوگیا اور شیخ محب الدین الخطیب نے مصر جا کر "المطبعۃ السلفیہ" کے نام سے ایک پریس اور اسی کے ساتھ ایک ادبی بکڈپو قائم کرلیا ہے۔ اس وقت پریس اور بکڈپو دونوں ترقی پر ہیں۔ حجاز میں ایک ریڈیو اسٹیشن بھی قائم ہوگیا ہے جو روزانہ پانچ گھنٹے براڈ کاسٹ کیا کرے گا۔ اس کے نشریات میں موسیقی بالکل نہ ہوگی بلکہ تلاوت کلام پاک، تقریریں، مختلف زبانوں میں خبریں اور خبروں پر تبصرے نشر کئے جائیں گے۔

حجاز کے وسائل سفر میں اونٹ گھوڑے اور گدھے تو پہلے ہی سے پائے جاتے تھے لیکن گذشتہ چند سال سے موٹر اور ہوائی جہاز بھی اس میں شامل ہوگئے ہیں۔ حجاز ریلوے جو ترکوں کے عہد حکومت میں شام سے مدینہ منورہ تک تعمیر کی گئی اس وقت بالکل شکستہ حالت میں پڑی ہوئی ہے اگرچہ ہر سال اس کی مرمت اور اجرا کی اسکیم بنتی ہے لیکن کسی عملی اقدام کی نوبت نہیں آتی۔ ہوسکتا ہے کہ کسی وقت یہ ریلوے کار آمد بنائی جائے۔ جدہ سے مکۂ معظمہ تک پختہ سڑک تیار ہوچکی ہے اور جدہ سے مدینہ منورہ تک عنقریب تیار ہوجائے گی۔ ملک میں ڈاک، تار اور ٹیلیفون کا معقول انتظام ہے۔ جدہ اور مکۂ معظمہ کے درمیان ٹرنک کال بھی ہوسکتی ہے۔

حجاز میں اونٹ، دنبہ، بکری، گھوڑے اور گدھے بکثرت پائے جاتے ہیں اور بعض جنگلوں میں ہرن اور خرگوش بھی نظر آجاتے ہیں۔ درندوں میں زیادہ تر لومڑی اور بھیڑیئے پائے جاتے ہیں۔ پرندوں میں کبوتر، تیتر، بٹیر، فاختہ، ابابیل اور چکور قابل ذکر ہیں۔ ساحلی مقامات پر مچھلیوں کی اتنی مختلف قسمیں پائی جاتی

ے کسی دُوسرے ساحل پر نہیں ملتیں۔ جدّہ کے مچھلی بازار میں طرح طرح کی مچھلیاں نظر آتی ہیں۔ دریائی
ہیں مگرمچھ اور کیکڑے بھی پائے جاتے ہیں۔

جاز کی زرعی حالت ابھی تک اطمینان بخش نہیں ہے۔ حالانکہ اگر سعودی گورنمنٹ چاہے تو بہت کچھ ہو سکتا
ہیں جو، جوار، گیہوں اور باجرہ کی معمولی سی کاشت ہوتی ہے اور وہ بھی فرسودہ طریقوں سے۔
زراعت کے استعمال سے ابھی تک کوئی واقف نہیں ہے۔ صدیوں سے بیکار پڑے پڑے حجاز کی
ں قدر طاقتور ہوگئی ہے کہ اگر جدید طریقوں سے "وادی غیر ذی زرع" کو "وادی ذی زرع" بنانے
ں کی جائے تو نہ صرف یہ کہ ملک خود کفیل ہو سکتا ہے بلکہ فالتو پیداوار دوسرے ممالک کو برآمد بھی
ے۔ میووں میں کھجور سب سے زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ خاص کر مدینہ منورہ میں کھجوروں کی مختلف
پائی جاتی ہیں اور وہاں سے بہتر کھجوریں دُنیا بھر میں کہیں پیدا نہیں ہوتیں۔ کھجور کا مصرف وہاں فقط
ے کہ یا تو لوگ غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں یا حجاج بطور تبرک اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔ اگر
ں بڑے پیمانہ پر کاشت کرکے اس کا گُڑ تیار کیا جائے تو حجاز کو دُوسرے ممالک سے شکر درآمد کرنے
ت باقی نہ رہے گی بلکہ فالتو گُڑ دُوسرے ممالک کو بھی سپلائی کیا جا سکتا ہے۔ اس موضوع پر ہندوستان
تجارت پیشہ طبقہ کو غور کرنا چاہیئے۔ انگور، بر شومی، انجیر، کیلہ، سیب، بہی، شہتوت، تربوز، خربوزہ
ر انار بھی کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ طائف کا جیسا شیریں اور رسیلا انار دُنیا بھر میں کہیں پیدا نہیں
شتہ چند سال سے سعودی باغات کے ہندوستانی مالی کی بدولت آم بھی پیدا ہونے لگا ہے۔
علاوہ ہندوستانی مالیوں کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اب ہر قسم کی ترکاریاں وہاں پیدا ہونے

جاز کی خشک پہاڑیاں ہر قسم کے معدنیات سونا، چاندی، مختلف جواہرات، کوئلہ اور پیٹرولیم سے مالامال
معظمہ کے قریب جبل نور اور جبل ثور میں سونے اور چاندی کی کانوں کے امکانات ہیں۔ جدّہ کے
ملہ کی کان کی علامتیں پائی جاتی ہیں اور ساحلی مقامات پر پیٹرول کے چشمے موجود ہیں۔ مدینہ منورہ کے
یا جواہرات کی کانوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ سمندر کے اندر عقیق البحر موجود ہے۔ حجازی معدنیات
ں نے توجہ نہیں کی تھی، صرف انگریزوں نے دُوسری جنگ عظیم سے پہلے ایک سونے کی کان برآمد،
ں کا نام "مہد الذہب" رکھا تھا مگر لڑائی چھڑنے کے بعد وہ اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اب ان
لک میں امریکہ والے حجاز کے گرد منڈلا رہے ہیں اور رفتہ رفتہ حجاز کے معاملات میں دخیل
ہیں۔ یہاں تک کہ عام حجازیوں کی زبان سے سُننے میں آتا ہے "امریکانی رجل طیّب" زیادہ

کا آدمی اچھا ہوتا ہے)

آئیے اب ذرا حجاز کے بدوی قبائل کا بھی سرسری سا جائزہ لے لیا جائے ۔ حجاز میں عام طور
قبائل کی شاخیں آباد ہیں ۔ تاہم چند قبیلے ایسے بھی نکلیں گے جو قحطانی قبائل سے مخلوط ہوگئے ہیں جیسے
وغیرہ کچھ قبیلے ایسے بھی ہیں جو خالص عرب نہیں ہیں جیسے ہیشہ ۔

اہل عرب حسینی سادات کو "سید" اور حسنی سادات کو "شریف" کے لقب سے یاد کرتے ہیں ۔
حجاز میں کئی سو برس تک زمام حکومت حسنی سادات یعنی "اشراف" کے ہاتھوں میں رہی ہے اس لئے
کو دینی نقطہ نظر کے علاوہ سیاسی اعتبار سے بھی اہمیت حاصل ہے ۔ کچھ اشراف خاص مکہ معظمہ میں
ہیں لیکن ان کی اکثریت مکہ معظمہ کے قرب وجوار کی وادیوں مثلاً وادی فاطمہ ، بری الشام ، الحب
وادی النعمان اور الشرائع وغیرہ میں پائی جاتی ہے ۔ اور کچھ اشراف طائف اور اللیث میں بھی آباد
کل تعداد تیس پینتیس ہزار کے لگ بھگ ہے ۔ ان کی دو بڑی شاخیں ہیں :-

اشراف ۱ اولاد شریف حسن بن علی قتادہ بن ادریس ۔ اس قبیلہ کا نام ذوی حسن ہے ۔ یہ
کا سب سے بڑا قبیلہ ہے ، اس کے افراد کی تعداد تقریباً سولہ ہزار ہے اور بقیہ سولہ
میں تمام دیگر قبائل اشراف شامل ہیں ۔

۲ اشراف ۲ اولاد شریف ابو نمی (فرمانروائے حجاز ، المتوفی ۹۹۲ھ)

شریف ابو نمی

شریف حسن بن شریف ابو نمی ۔ شریف برکات بن شریف ابو نمی ۔ شریف احمد بن شریف ا

قبائل از اولاد شریف حسن بن شریف ابو نمی

العبادلہ ۔ ذوی زید ۔ الثنابرہ ۔ ذوی سرور ۔ الحرث ۔ المناعمہ ۔ ذوی جزان ۔ ذوی

قبائل از اولاد شریف برکات ابن شریف ابو نمی

ذوی حسین ۔ ذوی ابراہیم ۔ ذوی عمرو ۔ ذوی عبدالکریم ۔ علوان

قبیلہ از اولاد شریف احمد بن شریف ابو نمی

مکہ معظمہ کے شمال میں حجاز کا سب سے پرانا اور معزز ترین قبیلہ "قریش" آباد ہے۔ یہ لوگ ابھی تک
ایات دیانت ، امانت اور حسن اخلاق کے حامل ہیں اور اب بھی اعلیٰ ترین قبائل عرب میں شمار کئے
ہیں۔ ان کی خاص خاص بستیاں منیٰ، مزدلفہ، المغمس، اور عرفات میں ہیں۔ تھوڑے سے لوگ خاص
ظمہ میں بھی آباد ہیں۔

مکہ معظمہ کے چاروں طرف عموماً اور جنوبی سمت میں خصوصاً "ہذیل" کی شاخیں آباد ہیں۔ ان کی ایک
شمالی سمت بھی وادی فاطمہ تک آباد ہے اور کچھ لوگ مکہ معظمہ میں بھی آبسے ہیں۔ ان کی کل تعداد کا
انوے ہزار کے قریب ہے۔ ان کا تعلق عدنانی قبائل سے ہے :-

ہذیل بن مدرکہ بن الیاس
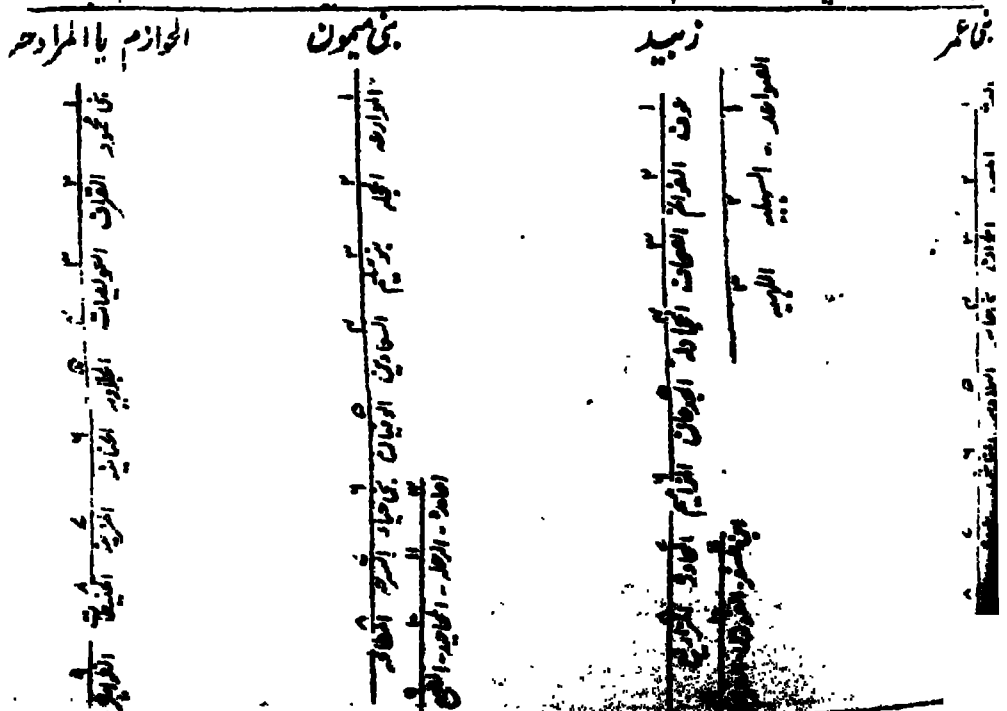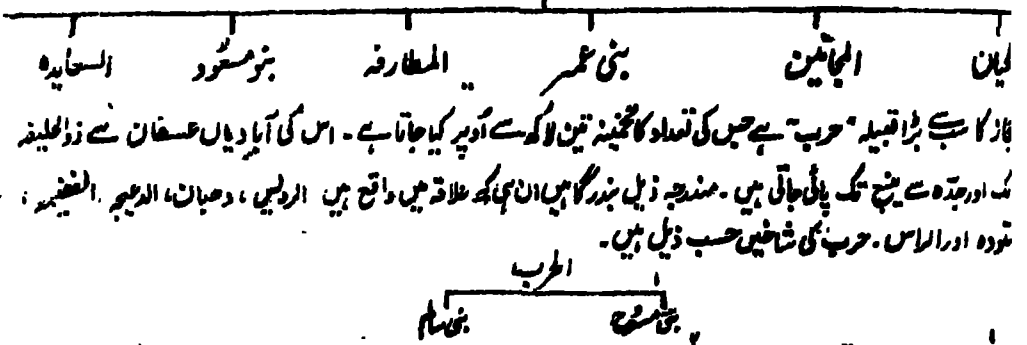
لحیان	المجاتین	بنی عمر	المطارفہ	بنو مسعود	السعایدہ

حجاز کا سب سے بڑا قبیلہ "حرب" ہے جس کی تعداد کا تخمینہ تین لاکھ سے اوپر کیا جاتا ہے۔ اس کی آبادیاں عسفان سے ذوالحلیفہ
تک اور جدہ سے ینبع تک پائی جاتی ہیں۔ مندرجہ ذیل بندرگاہیں انہی کے علاقہ میں واقع ہیں الرایس ، دھبان ، الدعیجہ ، القضیمہ ،
مستورہ اور الراس۔ حرب کی شاخیں حسب ذیل ہیں۔

الحرب

بنی مسروح	بنی سالم

بنی عمر	زبید	بنی میمون	الحوازم یا المرادحہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

حضرموت اور نجد میں بھاگ گئے اور یہ قبیلہ کمزور ہو کر رہ گیا۔ اس وقت اس کی کل تعداد آٹھ دس ہزار کے قریب ہوگی۔ اس کی شاخیں حسب ذیل ہیں :۔

العبس

۳	۲	۱
ذوی براک	ذوی الرشید	جہیمیزان

الوجہ کے جنوب سے عقبہ تک "البلی" قبیلہ آباد ہے، اس کی تعداد تیس بتیس ہزار کے قریب ہوگی۔ سرحد قبیلہ جہینہ کی سرحد سے ملی ہوئی ہے۔

شام اور مدینہ منورہ کے درمیان عقبہ اور معان سے العلاء تک "الحویطات" کی آبادی ہے۔ اس کی تعداد بہتر تہتر ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کی شاخیں اور بطون حسب ذیل ہیں۔

الحویطات

۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	
البحر	التزامین	الساجہ	البدول	الدیور	بنی عطیہ	العمران	الربقات	[illegible]زی

حجاز کا ایک بڑا قبیلہ "عنزہ" بھی جس کی تعداد تین لاکھ کے قریب ہے جس میں سے ایک لاکھ حجاز میں آباد ہے اور بقیہ صحرائے شام میں دومتہ الجندل تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ حجاز میں مدینہ منورہ کی شمالی سمت میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی شاخیں اور بطون حسب ذیل ہیں :۔

عنزہ

۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
الخلاس	الرولہ	الخلف	البشیر	ماجد	السلقی	اولاد علی	طلاح	المشارقہ	المشطا	الحماده	الجلا	[illegible]

بنی تمیم یا "الشرارات" نام کا قبیلہ حجاز کے شمال مشرق میں آباد ہے۔ اس کی تعداد پینتالیس ہزار کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔

خاص مدینہ منورہ میں اور اس کے آس پاس "النخاولہ" کی آبادی ہے۔ مدینہ منورہ میں ان کا مخصوص محلہ النخاولہ کہلاتا ہے۔ یہ لوگ شیعی المذہب ہیں اور ان کی تعداد تیرہ چودہ ہزار کے قریب ہے۔ یہ لوگ محنتی جفاکش زراعت کے کاموں میں ماہر ہوتے ہیں۔ عام طور سے ان کا پیشہ کھیتی اور باغبانی ہے۔

مدینہ منورہ کے مشرق میں شمالاً نجد تک اور جنوباً الصفینہ تک "بنی عبداللہ" یا مطیر آباد ہیں اور مدینہ کے جنوب مشرق میں بنو سلیم بستے ہیں۔ ان کی تعداد علی الترتیب بیالیس ہزار اور بائیس ہزار ہے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مشرقی راستہ میں العتیبہ کی ۲ آبادیاں ہیں۔ اس کا شمار حجاز کے طاقتور

قبائل میں ہوتا ہے اور اس کی کل تعداد تین لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ العتیبہ کی شاخیں حسب ذیل ہی

العتیبہ

- ١ البرقہ
  - ١ الثقہ
  - ٢ القیم
  - ٣ الکم
  - ٤ الکابزین
  - ٥ الدرم
  - ٦ المصم
  - ٧ الروقعین
- ٢ الشملہ
  - ١ المطیارات
  - ٢ الحفظ
  - ٣ العرارزہ
  - ٤ الجارزہ
    - ١ القتا
    - ٢ البعضہ
    - ٣ الجمرہ
  - ٥ العبادات
- ٣ الروقہ
  - ١ ذوی عطل
  - ٢ الزبیم
  - ٣ ذوی رزاق
  - ٤ الطلوح

طائف کے جنوب اور مشرق میں "الثقیف" نام کا قبیلہ آباد ہے جس کے افراد کی تعداد بتیس ہزار
اس کی تقسیم حسب ذیل ہے :-

الثقیف

٥	٤	٣	٢	١
العبلہ	الربعیہ	الناصرہ	بنی سعد	بنی سفیان

طائف کی مشرقی وادی ، وادی تربہ میں "البقوم" اور وادی رینہ میں "السبیع" نامی قبائل آباد
جن کی تعداد علی الترتیب ڈھائی ہزار اور دو ہزار ہے۔

طائف سے متصل وادی تربہ کے قریب حجاز کا مشہور بے وقوف قبیلہ "بنی کلاب" آباد ہے۔ یہ ا
نسلاً بعد نسلاً بے وقوف اور کم عقل چلے آرہے ہیں کیونکہ جب حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ان ک
کے پاس چمڑے پر خط لکھ کر بھیجا تو اُن لوگوں نے اُسے دھو کر اپنے ڈولوں میں اس کا پیوند لگا لیا۔ جب

ہ صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا مَا لَهُمْ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَقْلَهُمْ (اُن لوگوں کو کیا ہے۔ خدا نے ان کی عقل لے لی ہے ؟)

طائف کی مشرقی سمت میں "عدوان" اور "بنی الحارث" نامی قبائل اور آباد ہیں اور جنوبی سمت میں بنی سعید ہیں۔ ان کے افراد کی تعداد علی الترتیب ڈھائی ہزار، دو ہزار اور ساڑھے تین ہزار ہے۔

مکہ معظمہ کی جنوبی سمت "وادی یلملم البحر" میں "الجحادلہ" اور ان کی سرحد سے متصل "بنی فہم" آباد ہیں جن کی شاخ جبل ہدی میں بھی بستی ہے۔ الجحادلہ چالیس ہزار نفوس پر اور بنی فہم چوبیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔

عسیر کی جنوبی سرحد پر جبل السراۃ کی گھاٹیوں میں "بنی مالک" آباد ہیں۔ ان کی تعداد کا تخمینہ بارہ ہزار کے قریب ہے۔

جنوبی تہامہ میں "المشائخ" اور شمالی تہامہ میں "الرحمٰن" "الزنابجہ اور "الثعالبہ" آباد ہیں ان کی تعداد علی الترتیب بیس ہزار، اکیس ہزار اور سات ہزار ہے۔ ان قبائل کے علاوہ پہاڑی علاقوں میں چند چھوٹے چھوٹے قبیلے کی چھوٹی شاخیں، بھی آباد ہیں۔ جن کے افراد کی تعداد دو سو سے پانچ سو تک ہے۔ ان کا ذکر غیر ضروری حذف کر دیا گیا۔

حجاز میں شخصی حکومت ہے اور موجودہ فرمانروا جلالۃ الملک سلطان عبد العزیز آل سعود ہیں۔ حکومت حسب ذیل پر تقسیم ہے :-

۱) امور خارجہ (۲) مالیہ (امور داخلہ، تعمیرات اور رفاہ عام وغیرہ کے کام بھی اسی سے متعلق ہیں) (۳) امانت ۔ اس کا افسر اعلیٰ "امین العاصمہ" کہلاتا ہے اور میئر کے اختیارات رکھتا ہے۔ (۴) مدیریۃ امن عام۔ یہ محکمہ امان برقرار رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ (۵) مدیریہ شرطہ یا پولیس ڈپارٹمنٹ۔ (۶) محکمہ دفاع یا فوجی ڈپارٹمنٹ (۷) قضاء یا جوڈیشل ڈپارٹمنٹ (۸) الاسعاف الخیری۔ یہ محکمہ تقریباً وہی خدمات انجام دیتا ہے جو ہمارے ریڈ کراس سوسائٹی انجام دیتی ہے (۹) مدیریۃ معارف یا محکمہ تعلیمات۔ (۱۰) مدیریہ صحت یا میڈیکل ڈپارٹمنٹ (۱۱) شئون الحج، یہ محکمہ حاجیوں کے متعلق جملہ خدمات انجام دیتا ہے۔

ہر بڑے شہر یا بڑے قصبہ میں حکومت کی طرف سے ایک حاکم اعلیٰ رہتا ہے جو "امیر" کہلاتا ہے۔ امیر کو حدود میں جملہ اختیارات ہوتے ہیں اور سیاہ سپید کا مالک ہوتا ہے۔ عموماً بڑے شہروں اور قصبوں کے خاندان شاہی کے افراد ہوتے ہیں۔ دیہی اور بدوی علاقوں میں عموماً قبیلہ کا شیخ حکومت کرتا ہے اور کسی نائب سلطنت بھی سمجھا جاتا ہے۔

حکومت حجاز کا بڑا ذریعہ آمدنی حج ہے۔ جتنے زائد حاجی جائیں گے اتنی ہی زائد اُسے ٹیکس سے آمدنی ہوگی۔ حجاز میں سہولتیں [illegible] حاجیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ لہذا حکومت حجاز

کوشش کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاجیوں کو بہم پہنچائے۔ اس سلسلہ میں حکومت نے اب تک یہ
کام کئے ہیں :۔

(۱) ۶۵ کیلومیٹر کی مسافت سے بذریعہ پائپ لائن جدہ میں پانی لایا گیا ہے جس کی وجہ سے پانی کا
ختم ہوگئی اور اب حجاج کو جدہ میں کم قیمت پر باافراط پانی دستیاب ہوجاتا ہے۔ (۲) مکہ معظمہ میں حرم شریف
کینوس کے سائبان لگا دیئے گئے ہیں جن سے دوپہر میں دھوپ کی تمازت کم ہوجاتی ہے۔ (۳) شارع
پر (صفا مروہ کے درمیان) جدید طرز کے سائبان ڈلوائے گئے ہیں تاکہ سعی کرنے والے آرام سے سعی کر سکیں
(۴) الحجون کا راستہ چوڑا کر دیا گیا ہے تاکہ موٹروں کی آمد و رفت میں پیدل چلنے والوں کو زحمت نہ ہو۔
معظمہ کے اندر سڑکوں کو پختہ کیا جا رہا ہے۔ (۶) مدینہ منورہ کے ہوائی اڈہ کی توسیع۔ (۷) عرفات
آبرسانی کے پرانے طریقہ کو ترک کرکے پائپ لائن کے ذریعہ پانی پہنچانا۔ (۸) مدینہ منورہ کے راستہ
پختہ کرنا۔ (۹) حاجیوں کی سہولت کے لئے عرفات تک نئی شاہراہیں تیار کرنا۔ (۱۰) شہر جدہ کی نئی
سڑکوں کو پختہ کرنا۔ (۱۱) آگ بجھانے والے دستوں کی نئی تنظیم اور ترتیب۔ اس کام کے لئے امریکی ساخت کے آگ
والے جہاز منگا لئے گئے ہیں۔

یہ وہ کام ہیں جو حاجیوں کی سہولت کے لئے حکومت حجاز انجام دے چکی ہے یا ان کے انتظامات
ہے۔ آیندہ کے لئے اس کی اسکیمیں حسب ذیل ہیں :۔

(۱) جدہ میں جدید طرز کا پختہ بندرگاہ تعمیر کیا جائے گا جہاں پلیٹ فارم پر جہاز لگائے جائیں گے۔
حجاج کو بیچ سمندر میں کشتی یا موٹر لانچ پہ اتر کر خشکی تک نہیں آنا پڑے گا بلکہ وہ جہاز سے سیدھے خشکی
کریں گے۔ (۲) جدہ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں شہر کے اندر سڑکوں پر عام طور سے بجلی کی روشنی کا
جائے گا۔ (۳) حفظان صحت کے اصولوں پر حاجیوں کی قیام گاہوں کی درستی اور مرمت۔ (۴)
مکہ معظمہ، جدہ، اور طائف میں بڑے بڑے سرکاری اسپتال قائم کئے جائیں گے۔ (۵) ایک بہت بڑی
کمپنی قائم کر دی گئی ہے جو مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ اور منیٰ میں جدید ساز و سامان سے آراستہ
ہوٹل بنائے گی جہاں ذی حیثیت اور متمول حجاج ہر قسم کا آرام اٹھا سکیں گے۔ (۶) مکہ معظمہ کی تنگ
چوڑی کر دی جائیں گی۔ (۷) صفا کی سڑک پر ایک پل بنایا جائے گا تاکہ عام راہگیروں سے سعی کرنے والوں
نہ ہو۔ (۸) مکہ معظمہ اور عرفات کے درمیان ایک نئی پختہ سڑک تعمیر کی جائے گی۔ (۹) مکہ معظمہ اور
درمیان "کدی" ہوکر اور "العشر" ہوکر دو نئے راستے نکالے جائیں گے۔ (۱۰) مکہ معظمہ اور طائف کے
ایک پختہ سینٹ کی سڑک تعمیر کی جائے گی تاکہ آیندہ گرمیوں کے [illegible] جاہیں تو جو

ائف کی آب و ہوا سے لطف اندوز ہو سکیں۔ (۱۱) مدینہ منورہ میں پانی کا ایک بہت بڑا مخزن بنایا جائے گا۔
ہاں سے پائپ کے ذریعہ سے مدینہ منورہ کے ہر گھر میں پانی پہنچایا جا سکے گا۔ (۱۲) پائپ لائن کے ذریعہ منیٰ
میں پانی پہنچایا جائے گا۔

نوٹ:۔ ذاتی مشاہدات کے علاوہ اس مضمون کے مآخذ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ملوک العرب مصنفہ ریحانی
۲۔ الرحلتہ الیمانیہ مصنفہ شریف شرف بن عبدالمحسن البرکاتی۔
۳۔ ماہنامہ الحج مکہ معظمہ۔ زیر ادارت ہاشم یوسف الزوادی۔
۴۔ ہفتہ وار القبلہ مکہ معظمہ کے پرانے پرچے۔ زیر ادارت محب الدین الخطیب۔

نبی کا طریق دعوت و اصلاح

(گذشتہ سے پیوستہ)

(مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی)

(ترجمہ :- مولوی سید محمد رابع صاحب حسنی

صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) دین کے بارے میں بڑے خوش قسمت اور صاحب توفیق تھے کہ دین کے بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھروسہ کیا اور ذات و صفات کے بے ضرورت کلامی مسائل کے بوجھ سے سبکدوش رہے، انہوں نے اپنی ذکاوت و طاقت کو محفوظ رکھا اور اپنی جدوجہد کوشش اور اپنے اوقات کو پس انداز کرکے دین و دنیا کی ضروریات میں صرف کیا - وہ دین کے مضبوط حلقہ کو تھامے رہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر دوسروں کے پاس دین کے متعلقات و تفصیلات تھے تو ان کے پاس دین کا مغز اور اس کا لب لباب تھا۔

اللہ و رسول اور یوم آخرت پر ایمان اور کامل سپردگی نے زندگی سے پیچ و خم کو دور کردیا اور انسانی خاندان کے ہر فرد کو اس کا صحیح مقام عطا کیا۔ انسانی معاشرہ ایک بے خار گلدستہ بن گیا جس کا ہر پھول اور ہر پتی اس کے لئے باعث زینت تھی۔

اشخاص ایک خاندان میں تبدیل ہوگئے جن کے باپ آدمؑ تھے، اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ نہ کسی عرب کو کسی عجمی پر فضیلت تھی اور نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر فوقیت تھی، ہاں اگر کسی کو کسی پر فضیلت تھی تو محض تقویٰ کی بناد پر۔

آپ فرماتے تھے (اے لوگو! بیشک اللہ نے تم سے جاہلیت کے عیب کو دور فرمادیا اور تم کو آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے بھی محفوظ رکھا۔ لوگ دو طرح کے ہیں نیک اور خدا سے ڈرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں شریف اور دوسرے بدعمل بدبخت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلیل)

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے کہا۔ دیکھو! تم کسی سے نہ بہتر ہو اور نہ بڑے، ہاں بس اگر تقویٰ میں بڑھ جاؤ تو

جب آپ اپنے رب سے رات کے آخری حصے میں مناجات کرتے تھے، تو فرماتے تھے :- "اور میں
گواہ ہوں کہ تمام بندے بھائی بھائی ہیں"
نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جاہلیت کی جڑیں اور رگیں کھود کر پھینک دی تھیں اس کے مادہ
کو کچل دیا تھا اور اس کے داخلہ کے تمام روزن بند کر دیئے تھے۔ فرمایا :- "جو عصبیت کا علمبردار ہو وہ
ہم میں سے نہیں اور جو عصبیت پر جنگ کرے ہم میں سے نہیں اور جس کی موت عصبیت پر ہو وہ بھی
ہم میں سے نہیں"
جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے ایک مہاجر نے ایک انصاری کو کچھ کہہ دیا، اور
انصاری پکار اٹھا "انصاریو!" اور مہاجر پکار اٹھا "مہاجرو" تو نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا :-
"چھوڑو اس جتھے بندی کے نعروں کو، یہ نجس ہے"
آپ نے جاہلی حمیت کو ناجائز قرار دیا اور مدد و تعاون کے اس جاہلی اصول کو بدل دیا جس پر
ساری زندگی چل رہی تھی کہ (اپنے بھائی کی مدد کرو، ظالم ہو یا مظلوم)
نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "جس نے اپنے لوگوں کی باطل پر مدد کی، تو وہ اس اونٹ کی
مثال ہے جو کنوئیں میں گرا چاہتا ہے اور لوگ اس کو دم سے پکڑ پکڑ کر روکتے ہوں" عربوں کی نفسیات
اور ذہنیت ایسی تبدیل ہو گئی کہ اب ان کا ذوق اس مشہور مثل کو ہضم نہ کر پاتا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک بار یہ فرمایا "اپنے بھائی کی مدد کرو، ظالم ہو یا مظلوم" تو صحابہ کرام خاموش نہ رہ
سکے اور بے ساختہ بولے :- کہ "یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو بے شک کی جائے، مگر ظالم کی مدد کیسے
کی جائے؟" آپ نے فرمایا "اس کو ظلم سے روکو، یہی اس کی مدد ہے۔"
اسلامی معاشرے میں مختلف طبقے شیر و شکر ہو گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کا سہارا بن گئے تھے
وہ ایک دوسرے کے خلاف بر سر پیکار نہیں تھے۔ مرد عورتوں کے ذمہ دار و منتظم تھے۔ کیونکہ اللہ
تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور چونکہ انہوں نے اپنا مال بھی خرچ کیا ہے، اور عورتیں
وفادار و وفا شعار امانت دار تھیں، ان کے حقوق مردوں پر تھے اور مردوں کے حقوق ان پر تھے۔
پورے معاشرے میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہو گیا تھا، اب انسانی معاشرہ (سوسائٹی) ایک
بے اختیار اور مفلوج و معطل جماعت نہ تھی جو نہ اپنے دماغ سے کام لے سکتی ہے نہ اپنے اختیار
سے اس کی عقل و بلوغ اور اس کا اختیار تسلیم تھا۔ اس کا ہر فرد ایک ذمہ دار و با اختیار شخص تھا، جو
اپنے دائرہ میں صاحب اختیار و ذمہ دار تھا، آدمی اپنے گھر کا سرپرست اور ذمہ دار ہوتا تھا،
اپنے شوہر کے گھر کی منتظم اور ماتحتوں کے متعلق جواب دہ تھی، ملازم اپنے مالک کے مال میں

ذمہ دار اور اس ذمہ داری کا جواب دہ تھا۔ اس طرح اسلامی معاشرہ ایک ذی ہوش اور صاحب ا
تھا جو اپنے اعمال کا جواب دہ تھا۔

تمام مسلمان حق کے مددگار بن گئے۔ ان کا کام مشورہ سے ہوتا، خلیفہ جب تک خدا کا
وہ اس کے مطیع ہوتے اور اگر نافرمانی کرتا تو اطاعت باقی نہ رہتی۔ اور حکومت کا شعار "لا طاعۃ
فی معصیۃ الخالق" بن گیا تھا۔ یعنی، خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔ وہ مال او
جو سلاطین اور رئیسوں کا لقمۂ تر اور امراء کی ذاتی جائداد سمجھے جاتے تھے اب اللہ کی امانت
جانے لگے تھے۔ اس کی رضا میں خرچ اور صحیح محل پر صرف کئے جاتے، اور مسلمان اس دولت
اور متولی تھے۔ خلیفہ کی مثال یتیم کے سرپرست کی سی تھی، اگر صاحب استطاعت ہوتا تو احت
اور اگر حاجت مند ہوتا تو بقدر ضرورت لیتا، اللہ کی وہ زمین جس کو سلاطین اور امراء نے غصب ک
جس کے لئے چاہتے وسعت دیتے تھے اور جس پر چاہتے تنگ کر دیتے تھے اور بعض اس میں کپڑ
کتر بیونت کرتے۔ اب اللہ کی زمین تھی جس کے متعلق یقین ہو گیا تھا۔ اگر کسی کے ساتھ ایک بالش
میں زیادتی کی جائے گی تو ساتوں زمینیں ہار بنا کر پہنا دی جائیں گی۔

انسانی سوسائٹی اپنا ارادہ و اختیار اور ذوق و نشاط کھو چکی تھی، وہ ایک گھٹی گھٹی سی سو
بن کر رہ گئی تھی، اس کو بعض اوقات میدانِ جنگ محض حکمرانوں کی اغراض کے لئے دیکھنا پڑتا، حا
میں چستی اور جوش و خروش کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ اور کبھی صلح اس حال میں کرنی پڑتی کہ جنگ
طبیعت سیر نہ ہوئی ہوتی اور صلح کے لئے تیار نہ ہوتی، اس سوسائٹی کے افراد کو قربانی ایثار اور تکالی
جھیلنے، مشقتوں سے مقابلہ کرنے پر مجبور کیا جاتا، حالانکہ اس کو نہ تو اس کی خواہش ہوتی اور نہ
کچھ فائدہ، نہ وہ افسروں کو پسند کرتے اور نہ افسران کو، وہ مجبور تھے کہ اس کی اطاعت کریں ج
ناپسند کرتے ہوتے اور اپنی جان و مال کو اس پر قربان کریں جس سے وہ نفرت کرتے ہوں، اس کا
کہ دلوں کی چنگاری بجھ گئی، جذبات سرد پڑ گئے، اور لوگوں کا اخلاق ریاء اور دھوکہ بازی پر ہو
وحقارت اور ذلت کے برداشت کی طبیعتیں عادی ہو گئیں۔

وہ جذبہ جس کے سر انسانیت کے اکثر اعجوبۂ روزگار اور حیرت انگیز کارناموں کا سہرا ہے
لوگ (محبت) سے یاد کرتے ہیں عرصہ سے حقیر اور مردہ تھا، صدیوں سے کوئی اس کو کام میں
اور اس سے حقیقی فائدہ اٹھانے والا پیدا نہیں ہوا تھا، بس وہ ملک ملک اور حسن و جمال کے
کی نذر ہو کر رہ گیا تھا۔

اسی حیرت زدہ اور مظلوم معاشرے میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہوئے۔ آپ
ں کے دِل کی گرہ کھول دی۔ اس کے دِل کی کلی کھِل گئی، آپ نے اس کی زندگی میں وہ مقام
کر لیا جو رُوح و نفس کا تھا آپ نے قلب و بصر کی جگہ پُر فرما دی۔ آپ وہ انسان تھے جن کے لئے اللہ
ال و کمال کی اعلیٰ صفات اور حُسن و احسان کے بلیغ معانی جمع فرمائے تھے۔ آپ کو جو اچانک دیکھتا
زدہ ہو جاتا، اور آپ سے جو تعارف کے ساتھ ملتا محبت کرنے لگتا۔ آپ کا تعریف کرنے والا
آپ جیسا نہ آپ سے قبل دیکھنے میں آیا اور نہ آپ کے بعد۔ بس سچی محبت آپ کی طرف اس طرح
لی جس طرح نشیب میں پانی بہہ نکلتا ہے، اور نفوس و قلوب اس طرح کھنچے جس طرح لوہا مقناطیس
ف کھنچتا ہے، گویا کہ نفوس اور قلوب پہلے سے آپ کے منتظر اور آپ کے لئے بیتاب تھے۔
کی امت کے افراد نے آپ سے ایسی محبت اور ایسی اطاعت کی ہے جس کی مثال عشاق اور اہل
کی تاریخ میں سُننے میں نہیں آئی، محبت کے عجائبات، آپ کی اطاعت و تابعداری میں اپنے کو
مٹا دیتے، اور گھر بار مال و دولت لٹا دینے کے ایسے واقعات پیش آئے جو نہ آپ سے قبل
آئے تھے اور نہ آئندہ ان کی اُمید ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لانے کے بعد ان پر مکہ میں ایک روز دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ عتبہ بن
قریب آیا اور آپ کو جوتوں سے مارنے لگا اور اس قدر مارا کہ آپ کا چہرہ سُوج گیا، حتیٰ کہ
فت تک مشکل ہو گئی تھی۔ بنو تیم حضرت ابوبکرؓ کو کپڑے میں لپیٹ کر ان کے گھر اٹھا لے گئے۔ ان کو
کی موت میں ذرا شک نہ تھا، آپ کو دن چھپتے ، ہوش آیا تو سب سے پہلے بولے کہ "رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال ہے؟" لوگوں کو اس پر بڑا غصہ آیا، آپ کو بُرا بھلا کہنے لگے، اور انہوں نے
ماں ام الخیر سے کہا کہ دیکھو ان کو کچھ کھلا پلا دو، جب تخلیہ ہوا تو انہوں نے کچھ کھانے کے لئے
ر کیا۔ آپ برابر کہتے رہے کہ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔
مجھے تمہارے ساتھی کا کچھ علم نہیں" انہوں نے کہا، "تو خطاب کی بیٹی ام جمیل کے پاس جاؤ اور آپ
لق ان سے پوچھو"۔ وہ نکلیں اور ام جمیل کے پاس آئیں اور یہ کہا کہ "ابوبکرؓ محمد بن عبداللہ کے متعلق
ہیں" انہوں نے کہا کہ میں نہ ابوبکرؓ کو پہچانتی ہوں اور نہ محمد بن عبداللہ کو، اور اگر تمہاری یہ خواہش
ں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلوں تو ہو سکتا ہے" انہوں نے کہا "ہاں چلو" وہ ان کے
آئیں اور ابوبکرؓ کو پڑا ہوا پایا تو ام جمیل ان کے قریب پہنچیں اور ان کا حال دیکھ کر کہا "واللہ جس
نے تمہارے ساتھ یہ برتاؤ کیا وہ فاسق و کفار ہیں، اور مجھے امید ہے کہ اللہ ان سے تمہارا انتقام
انہوں نے کہا "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال ہے" وہ بولیں: — یہ تمہاری ماں

تُسنتی ہیں" انہوں نے کہا کہ ان سے کچھ پردہ نہیں" انہوں نے جواب دیا "بخیر و عافیت ہیں" آپ نے فرمایا "کہاں ہیں؟" وہ بولیں" دارابن ارقم میں" آپ نے فرمایا:- بس تو بخدا میں کھاپی نہیں جب تک کہ رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچ جاؤں" وہ دونوں ذرا رکیں۔ جب رات ہو اور آمدورفت موقوف ہوئی تو وہ اُن کو لے کر نکلیں اور رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچا آپنے جب حضورؐ کو دیکھ لیا توجان میں جان آئی اور کھایا پیا۔

ایک انصاری عورت جس کا باپ بھائی اور شوہر اُحد کے دن رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ تھے اور شہید ہو گئے تھے قیام گاہ سے نکلی اور پوچھنے لگی "رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال ہے؟" لوگوں نے کہا" بحمداللہ عافیت سے ہیں جیساتم چاہتی ہو" اس نے کہا مجھے دکھاؤ۔ میں ان کو دیکھنا چاہتی ہوں" اس نے جب آپؐ کو دیکھ لیا تو بولی، اگر آپؐ سلامت ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے۔

حضرت خبیبؓ کو پھانسی کے تختہ پر چڑھایا گیا، سب کہنے لگے کہو یہ پسند ہے کہ محمدؐ تمہاری جگہ ہوں۔ انہوں نے کہا خدائے تعالیٰ کی قسم میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ آپؐ کے پیر میں کانٹا چبھے اور میں چھوڑ دیا جاؤں۔ وہ سب ہنس دیئے۔

زید بن ثابت کہتے ہیں کہ احد کے روز رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے سعد بن ربیع کی تلاش میں بھیجا اور مجھ سے فرمایا، ان کو اگر دیکھو تو میرا سلام کہو، اور کہو کہ رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ اپنے کو کیسا پاتے ہو، کہتے ہیں کہ میں مقتولین میں چکر لگانے لگا۔ پھر ان کے پاس پہنچا ان کا آخری وقت تھا اور اُن کے جسم پر تیر و تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے، میں نے اُن سے کہا "اے سعد رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو سلام کہتے ہیں اور دریافت فرماتے ہیں کہ تمہارا کیا حال ہے؟" انہوں نے کہا رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کہو اور آپؐ سے کہہ دو یا رسُول اللہؐ جنت کی خوشبو پارہا ہوں، اور میری قوم انصار سے کہہ دو کہ اگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ہو گیا اس حال میں کہ تم میں ایک آنکھ بھی حرکت کرسکتی ہو، تو اللہ کے یہاں تمہارا کوئی عذر نہیں، اور اسی وقت رُوح پرواز کر گئی۔

احد کے روز ابودجانہ نے اپنی پیٹھ کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا دیا تھا، تیر لگتے تھے اور وہ حرکت نہ کرتے۔ مالک الخدری نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا زخم چوس کر صاف کر دیا تھا، اُن سے آپ نے فرمایا تھوک دو، انہوں نے کہا "بخدا! میں کبھی بھی نہ تھوکوں گا"

ابوسفیان جب مدینہ آئے اور اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس [illegible] رسُول اللہ (صلی اللہ [illegible] [illegible] بیٹی! مجھے خبر [illegible]

تم نے بستر میرے لائق نہ سمجھا یا مجھ کو اس کے لائق نہ سمجھا" انہوں نے کہا" نہیں ! بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے ، اور تم مشرک نجس ہو "

عروہ بن مسعود ثقفی نے حدیبیہ کی واپسی کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا" کہ اے لوگو! بخدا میں بادشاہوں کے یہاں گیا ، کسریٰ قیصر اور نجاشی کے دربار میں دیکھے ، خدا کی قسم میں نے ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی اتنی عزت کرتے ہوں جتنی محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کی ، خدا کی قسم ! وہ جب بھی تھوکتے ہیں ان میں سے کسی شخص کے ہاتھ پر گرتا ہے وہ اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے ، اور جب ان کو حکم دیتے ہیں تو وہ سب ان کے حکم پر لپکتے ہیں ۔ اور جب وضو کرتے ہیں تو اس کے پانی پر لڑتے لڑتے رہ جاتے ہیں ۔ اور جب بات کرتے ہیں تو وہ لوگ اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور وہ لوگ بسبب تعظیم کے آپ پر گہری نظر نہیں ڈال سکتے ۔

اگر آپ کو پرچہ نہ پہنچے تو ہر انگریزی مہینہ کی پندرہ تک دفتر کو اطلاع دیجئے

:- اسی کے ساتھ ، اپنے حلقہ کے پوسٹ ماسٹر کو شکایتی کارڈ لکھئے ، کیونکہ "عدل" بڑی احتیاط کے ساتھ ہر شخص کو پوسٹ کیا جاتا ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی کا اکتیسواں تبلیغی سبق

سبق ۳۱

غیبت

(گزشتہ سے پیوستہ)

(از جناب مولانا قاری ودود الحق صاحب ندوی)

چند حدیثیں مسلمانو! ان دو واقعات کی سماعت کے بعد غالباً غیبت کی بُرائی آپ کے دلوں میں بیٹھ گئی ہوگی. لیکن مزید تقویت اور یقین دہانی کے لئے میں آپ کو چند اور حدیثیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنانا چاہتا ہوں۔ جن میں غیبت جیسے امراض کی مذمت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو اُن سے روکا گیا ہے۔ سُنئے :۔

بھائی بھائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا ۝ (بخاری و مسلم)

آپس میں ایک دوسرے سے بغض اور حسد نہ کیا کرو اور نہ غیبت کیا کرو اور اللہ کے بندو، بھائی بھائی ہو جاؤ۔

غیبت اور زنا حضرت جابرؓ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :۔

إِيَّاكُمْ وَالْغِيْبَةَ فَإِنَّ الْغِيْبَةَ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا

غیبت سے بچتے رہو اس لئے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وضاحت کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ حضورؐ نے غیبت کو زنا سے زیادہ سخت گناہ اس لئے فرمایا ہے کہ اگر آدمی زنا کرکے توبہ کرلے، تو

ند تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کی مغفرت اس وقت تک نہیں
ں جب تک جس کی غیبت کی گئی ہے وہ معاف نہ کردے۔ کذا فی احیاء العلوم الغزالی

طبہ رسولؐ

ایک حدیث ابوداؤد شریف کی سُنئے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زور سے خطبہ
ا کہ گھروں کی عورتوں نے بھی سُنا اُسی خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا ۔

معشر من آمن بلسانه ولم يؤمن بقلبه
تغتابوا المسلمين ولا تتبعوا عوراتهم
ن من يتتبع عورة أخيه يتتبع الله عورته
من يتتبع الله عورته يفضحه في جوف بيته

اے وہ لوگو جو زبانوں سے تو ایمان لائے ہیں لیکن دلوں سے وہ ایمان نہیں لائے (سنو) مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ان کی آبرو ریزی کے درپے ہوا کرو اور جو اپنے بھائی کی آبرو کے درپے ہوجاتا ہے اللہ اس کی آبرو کے درپے ہوجاتا ہے اور اللہ جس کی آبرو کے درپے ہوجاتا ہے اس کو اس کے گھر کے اندر رُسوا کردیتا ہے۔

حابہ کا دستور

دوستو! اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک دستور یہ تھا کہ وہ سب
آپس میں بخندہ پیشانی ملا کرتے تھے اور غیبت نہ کرنے کو افضل اعمال سمجھتے
ے اور غیبت کو منافقین کی عادت جانتے تھے لیکن ان کو یقین تھا کہ غیبت کا تعلق مسلمان سے
کل نہیں یہ تو منافقین کی عادت ہے۔ آج مسلمانوں میں کتنے ایسے مبارک لوگ ہیں جو صحابہ
وان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک طریقوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ شاید اس سلسلہ میں بہت
خوش قسمت مسلمان ملیں گے جو حضرات صحابہؓ کی پیروی کرکے خوشنودی خدا و رسول کی سعادت حاصل
رتے ہیں ورنہ آج عام طور پر مسلمانوں نے ان ہی عادات کو اختیار کر رکھا ہے جو منافقین اور منکرین
لام کی ہیں، اللہ اُن کو ان عادتوں سے محفوظ رہنے کی توفیق دے آمین۔

یبت اللہ والوں کی نظر میں

حضرات اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تو غیبت کو اس قدر
بُرا خیال کرتے تھے کہ ان کے نزدیک غیبت کرنے والے کا وضو
اقط، نماز فاسد اور روزہ باطل ہوجاتا تھا جس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

دو آدمی

ایک مرتبہ دو آدمی مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس طرف سے
ایک مخنث (ہیجڑا) گذرا جس نے اپنا کام چھوڑ دیا تھا اور اپنا پیشہ ترک کردیا تھا۔
ن دونوں نے اس کو دیکھ کر آپس میں کہا کہ ابھی اس میں مخنث پنے کا اثر باقی ہے۔ اتنے میں
ماز کے لئے تکبیر ہوئی چنانچہ یہ دونوں بھی نماز میں شریک ہوئے مگر دل میں یہ خیال رہا کہ ہم نے

اُس شخص کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کی ہیں، معلوم نہیں نماز ہوئی یا نہیں ہوئی یہ سو
حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں پہنچے اور سارا واقعہ کہہ سُنایا، اس پر حضرت
نے ارشاد فرمایا کہ دوبارہ وضو کرکے پھر سے نماز پڑھو اور اگر روزہ بھی تھا تو اس کی قضا
اللہ اکبر! مسلمانو دیکھو اللہ والوں کو غیبت سے کس قدر نفرت ہے اس کے مقابلہ میں
کو بھی دیکھو جو آج کل عام طور پر اپنے آپ کو اللہ والا ظاہر کرتے ہیں اور ان کی مجلسیں غ
پُر رہا کرتی ہیں ۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد، کجا ماند مسلمانی

اللہ اُن پر اور ہم پر اپنا فضل فرمائے آمین ثم آمین ۔

مخلوق خدا کی غیبت ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حواریوں کے ساتھ ایک
سے گذر رہے تھے کہ ناگاہ ایک مرا ہوا کتا نظر آیا، آپ کے حواریوں میں سے
کسی نے کہا کہ اس میں کس قدر بُری بُو آتی ہے آپ نے فرمایا اس کے دانتوں کی سفیدی کس قدر
تیز اور روشن ہے۔ یہ کہہ کر گویا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ان کو کتے کی غیبت سے منع فرما رہے ہیں
اور ان جملوں سے ان کو آگاہ فرما رہے ہیں کہ اللہ کی مخلوق میں اچھی چیز کے سوا اور کچھ ذکر کرنا
چاہئے — حضرات! ذرا ملاحظہ تو فرمائیے اللہ کے صالح اور محبوب بندے انسان کی غیبت تو درکنار
حیوان اور جانور کی غیبت بھی پسند نہیں فرماتے، آج ہمارا کیا حال ہے اس پر ہم خود غور کریں۔

انسانوں میں کتے امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ نے سُنا کہ ایک شخص دوسروں کی غیبت کرتا ہے
آپ نے اُس سے فرمایا خبردار غیبت مت کیا کر، انسانوں میں جو کتے ہیں
غیبت اُن کا سالن ہے۔ یعنی جس طرح کتے مردار کھاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ دوسروں کی غیبت کر
اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس لئے وہ ایک قسم کے انسان نما کتے ہیں۔

غیبت کی سزائیں دوستو! اب تک میں نے آپکے سامنے احادیث نبویہ ارشادات صحابہ اور اقوال
اہل اللہ وغیرہ کی روشنی میں غیبت کی بُرائی اور اس کا قبح پیش کیا ہے۔ غیبت
کی تعریف، غیبت کی بُرائی، غیبت کرنے والے کی حیثیت تو میں حتی المقدور عرض کر چکا، اب غیبت
کرنے والے کے عذاب اور اس کی سزا کا حال دل کے کانوں سے سماعت فرمائیے:۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ اَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے

...ہُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ یَا جِبْرَئِیْلُ ...ؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَ ...نَ فِیْ اَعْرَاضِهِمْ رواہ ابوداؤد

سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو (غیبت کرکے) لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے اور ان کی آبرو ریزی کے درپے رہا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی دُنیا میں لوگوں کا گوشت کھایا کرتا ...تا ہے آخرت میں بھی اس کے سامنے وہی گوشت رکھا جائے گا اور حکم ہوگا کہ جس طرح یہ ...تونے دُنیا کی زندگی میں کھایا ہے ویسے ہی اب بھی کھا، چنانچہ وہ کھائے گا اور منہ بنا کر چلائیگا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عذاب قبر کے تین حصّے ہیں ایک تہائی تو غیبت ...قبر سے ہوتا ہے اور ایک تہائی چغلی سے اور ایک تہائی پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے۔ ...پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے کی وجہ سے)

...روں پر گذر حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے کہ حضور کا گذر دو قبروں پر ہوا جن کے مردوں کو عذاب ...ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کا ایک غیبت کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔

...ں کی حالت مسلمانو! اللہ ہمیں اور تمہیں غیبت سے اور غیبت کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ (آمین) آج مسلمانوں کا تقریباً کوئی ایسا گھر نہیں جہاں یہ لعنت نہ پائی ...بالخصوص عورتیں اس مرض کا بڑی شدّت سے شکار ہیں۔ جب کبھی کسی مجلس میں دس پانچ ...ل بیٹھتی ہیں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ان کی یہ مجلس غیبت کے زہر سے محفوظ رہے جب تک ...روں اور چند گھرانوں کی بُرائی نہ کرلیں اس وقت تک ان کو چین نہیں پڑتی کاش وہ غیبت ...ر اس کے زہریلے اثر کو جان لیتیں تو پھر کبھی اس پیالے کو مُنہ نہ لگاتیں۔

...جتماعات بدقسمتی سے اکثر پڑھے لکھے مرد بھی اس زہر کو شیر مادر خیال کرتے ہیں وہ آپس میں مل جل کر بیٹھتے ہی اس لئے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے دوسروں ...ور بُرائی کرکے عذاب جہنم کا سامان فراہم کرلیں۔ آج کل تو عام طور پر یہ لعنت ہماری مجلسوں ...چکی ہے۔ ہزاروں [illegible] میں شاید ہی کوئی ایسی مجلس اور ایسا اجتماع ہوتا ہو جو ...سے پاک ہو [illegible] اس کی آلودگی سے بچ نہیں پاتے۔

ممبر لیبا اوقات غیبت تو غیبت، گالی گلوچ پر اُتر آتے ہیں اور کسی مسلمان کی آبرو ریزی میں بالکل باک نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ عام سامعین اس مجلس سے کیا سبق لے کر۔ مسلمانوں کے انتشار ملی میں منجملہ اور تمام برائیوں کے اسی بُرائی کو بہت بڑا دخل ہے۔ اللہ الیسے کو معاف فرمائے اور ان کو اسلام کی تبلیغ کا اہل بنائے آمین۔

مفت کا گناہ

دوستو! ذرا غور تو کرو کہ جو شخص تمہاری مجلس میں کسی کی غیبت یا آبرو ریزی ہے حقیقتاً وہ تم پر ظلم کر رہا ہے۔ وہ تمہارا محسن یا مخلص نہیں وہ تو تمہار نیکیوں کو غارت کر رہا ہے۔

آپ کے سامنے عام طور پر غیبت اسی کی کی جاتی ہے جس سے یا تو آپ بے خبر ہوتے ہیں یا نیک اور اس بُرائی سے مبرا خیال کرتے ہیں۔ پہلی صورت میں تو غیبت سے پہلے تک آپ کا دامن اچھائی یا بُرائی سے بالکل بچا ہوا تھا کیونکہ آپ کو اس سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ لیکن جس دن۔ آپ نے اس کی بُرائی سنی ہے آپ بُرائی کے ساتھ اس کو جاننے لگے اور قرآن کا ارشاد ہے کہ کے بارے میں نیک گمان رہو، غیبت اور بُرائی سننے کے بعد آپ قرآن حکیم کے اس حکم کی خلاف کرکے مفت میں گنہگار ہوئے اور جب تک آپ اس سے بدگمان رہیں گے آپ گنہگار ہوتے اب آپ غور کیجئے کہ یہ بات کیونکر پیدا ہوئی؟ اگر آپ کے سامنے اس شخص کی غیبت نہ کی گئی ہوتی کاہے کو آپ اس مفت کے گناہ میں مبتلا ہوتے۔ اس کے اثرات یہیں تک ختم نہیں ہوتے بلکہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں اگر آپ نے اس بُرائی کو دوسروں سے بیان کرنا شروع کر دیا لیجئے ڈبل گناہ شروع ہو گیا۔ اس دائرہ کو آپ جس قدر وسعت دیں گے اسی قدر گناہ کی زیادتی کا آپ کے سامنے آتا جائے گا۔

گناہ کا کیچڑ

دوسری صورت یہ ہے کہ غیبت سے قبل آپ اُس آدمی کو اچھا اور نیک خیال کر تے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کو اس نیک گمانی کا ثواب مل رہا تھا اور آپ کے ان حسنات میں بیٹھے بٹھائے روزانہ اضافہ ہو رہا تھا۔ لیکن جس دن سے کسی نے آپ کے سامنے اس بُرائی بیان کی اُسی دن سے آپ نے اپنی نیک گمانی ختم کر دی اور بدگمانی کو اس کی جگہ دے دی۔ لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ نیکیوں سے ایک طرف محروم ہو گئے اور دوسری طرف آپ بدگمانی کرکے گناہ کیچڑ میں جا پھنسے۔ (باقی پھر)

عدل کی اشاعت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

تاریخ کی تہدیدِ شدید

بنی آدم کو!!

(از رفیق محترم جناب اسمٰعیل احمد خاں صاحب بی اے، جامعہ)

* آرنلڈ جے ٹائنبی کے ایک نہایت اہم مقالہ شائع شدہ "ورلڈ ریویو" بابت مارچ ۱۹۴۹ء کے نیمۂ اول کا یہ ترجمہ ہے! ٹائنبی نہ صرف ایک علامۂ دہر مورخ ہے بلکہ فلسفۂ تاریخ کا ایک بالغ نظر مبصر بھی ہے!! وہ منظر تاریخ کو تقریباً ایک پیغمبر کے متعین کردہ مقامِ عرفان سے دیکھتا ہے!! تاریخ عالم کی عظیم و ضخیم جلد اُس کی چشم بصیرت پر ایک صحیفۂ سماوی کی طرح "کتاب منیر" بن گئی ہے!! تاریخ کے مطالعے کا یہ وہی زاویۂ نگاہ و حکیمانہ پایگاہ ہے جس کی طرف دعوتِ نظر خود قرآنِ حکیم دیتا ہے! اور کئی موقعوں پر اُس کو اپنے استدلال میں گویا اپنے "ثانوی خطِ دفاع" (SECOUDARY LINE OF DEFENCE) کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جب کہ اُس کے مخاطبین اُس کے اوّلین اصولی پیام سے روگرداں ہو کر گریزاں ہونا چاہتے ہیں!! قرآن مجید گویا یہ کہنا چاہتا ہے کہ "جو کچھ میرا قال ہے وہی بعینہٖ تاریخ عالم و سرگذشتِ آدم کا حال ہے"! تم قال کی سخن فہمی سے نااہل ثابت ہو سکتے ہو لیکن حال کے مشاہدے سے صرف ایک نابینا ہی معذور ہو سکتا ہے!! یا ایسا شخص اس کور باطنی کا ثبوت دے سکتا ہے جو "ختم علیٰ قلوب" کی لاعلاجی سے ہمکنار ہو رہا ہو!! الغرض قرآنِ عظیم تمامی تاریخ بشر کو اپنے ایک "تتمہ یا ضمیمہ" کے طور پر پیش کرتا ہے!! علامہ آرنلڈ ٹائنبی ہمارے عہد کا شاید پہلا مورخ فلسفی ہے جس نے قرآنی طریق مطالعۂ تاریخ کی نادر نظیر تاریخی پیش کی ہے!! قدرتاً اس حسنِ نظر کے نتائج بھی خاصے مذہبی پائے جاتے ہیں!! نہ صرف اپنے خیالات و افکار میں، بلکہ اصطلاحات و پیرایۂ اظہار میں بھی ہمارا یہ میاں آرنلڈ، ابوالکلام و اقبال و مودودی کا ہمنوا معلوم ہوتا ہے!! مقامِ توحید کی ثنا و صفت اور روشِ وطنی کی مذمت وہ جس [illegible] قرآنی زبان و بیان میں کرتا ہے اُس کو پڑھ پڑھ کر ؎

[illegible] بادہ فروش از کجا شنید!! —— "مترجم"

عہدِ جدید کا انسان مثل اُس قمار باز کے ہے جس نے اپنی جیب کی رقم، بینک کی جمع، گھر کا اندوختہ، مسکن کا اثاث البیت، بیوی کا زیور، غرض ہر چیز بساطِ قمار پر رکھ دی ہو اور یہ سب کر کے اُمید کے اِک دغدغۂ شدید میں مبتلا ہو گیا ہو! اُسے یہ احساس تو ہو کہ ہر ممکن طریقے سے جیتنا ہے! لیکن اُسے کوئی تیقن اس بات کا نصیب نہ ہو کہ اُس کے گنجفے کے پتّے یا اُس کی مہارت بازی اُسے کھیل کے انجامِ مطلوب تک پہنچا سکے گی؟! اگر وہ نجوم یا شگون کا قائل ہوتا تو اپنی کرب و اذیت کو رمالوں اور جوتشیوں کے سامنے پیش کرتا کہ اگر ممکن ہو تو وہ اُسے اپنی تشویشِ روحانی سے نجات بخشیں! اور پردۂ تقدیر اٹھا کر بتائیں کہ اُس کے نقوشِ قسمت کیا ہیں؟! نیز اس لئے کہ اُس کا عقیدہ ہے کہ سارے قمارِ حیات کی ہار جیت پہلے سے مقدر و مقرر ہو چکی ہے!!

تاہم جدید العہد انسان اتنا ضعیف الاعتقاد نہیں کہ اختر شناسوں کے دامِ اِدّعا کا صیدِ زبوں بن سکے پس وہ عُلماء و فضلاء کی طرف رجوع کرتا ہے کہ وہ ازراہِ کرم پردۂ مستقبل میں اپنی نگاہِ رسا سے تھوڑا سا شگاف ڈال کر دیکھیں اور دکھائیں، کہ حجابِ غیب کے پیچھے کیا نظر آتا ہے؟! چنانچہ اب اُس کے استفسار کا خطاب عُلمائے اجتماعات و مُبصرینِ نفسیات سے یہ ہوتا ہے" فرمائیے کہ اِک کامل و اکمل سماج آپ کا عقلِ کُل ہمیں کب تک بنا کر دے گی؟! ہاں کیا آپ بزرگوں کو اتنی مہلت بھی مل سکے گی کہ یہ سارا استخوان طے ہو جائے؟!!

لیکن جب یہ طائفۂ شریفہ اپنے مستفسر کو مطلوبہ اطمینان بہم پہنچانے سے قاصر ثابت ہوتا ہے تو وہ میری طرح کے علمائے تاریخ کی عدالتِ بالا میں اپنا مُرافعہ پیش کرتا ہے!! اُس کا استغاثۂ اپیل یہ ہوتا ہے کہ کیا فرماتے ہیں قاضیانِ تاریخِ عالم اور مفتیانِ مسندِ سرنوشتِ آدم بیچ اس مسئلے کے کہ جب کبھی دُنیا ایسے گردابِ گردشِ وجود سے دوچار ہوئی ہے تو انجام، بالآخر کیا رہا ہے؟!!

کیا انسان ماضی میں کبھی بھی ایسے " نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" کے دوگونہ رنج و عذاب میں آیا تھا ہاں، بہت دفعہ! عہدِ حاضر کے علوم و انکشافات، فنون و ایجادات، صنائع و بدائع کے کمالات کو دیکھ کر کسی سطحی قسم کے فریبِ نظر میں نہ آجانا چاہیئے؟! انسان، تاریخِ سابقہ کی دُوسری صدیوں میں بھی ملحۂ حال کی طرح گرفتارِ رنگِ ہوا ہے؟! صرف فرق یہ ہے کہ ماضیٔ بعید میں سُود و زیاں کا پیمانہ اتنا عظیم نہ تھا!!

دوسرے پیرایۂ بیان میں یہی بات یُوں کہی جاسکتی ہے کہ فرزندِ آدم اس سے پہلے بھی اُس منزل پر چل چکا ہے جسے وہ آج پامال کر رہا ہے! مُسافروں کی آمدورفت کے جو قواعد و ضوابط اُن زمانوں میں ملحوظ رکھے گئے وہ آج بھی نافذ العمل ہیں!! فرق صرف یہ ہے۔ اگلے وقتوں میں آدمی پیدل چلا کرتا تھا یا گدھے کی گاڑیوں میں سفر کیا کرتا تھا۔ اُس وقت کبھی ہم اگر بائیں طرف بہک کر جا پڑتے تو اگر کہیں ٹکر بھی ہو جاتی

ادم اتنا سنگین نہ ہو پاتا تھا! لیکن آج اگر ہم اسی میل فی ساعت کی شرحِ رفتار رکھنے والی نوایجادکار میں
ا ہوں، اور اُن آدابِ نقل وحرکت کی خلاف ورزی کر جائیں تو معلوم ہے کہ کیا قیامت برپا نہ ہو جائیگی!
یکن راہ گیری کے قواعد و ضوابط بدلے نہیں ہیں، اور نہ سڑک ہی میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے بلب اگرچہ
جدید کا انسان بڑی ڈینگیں مارا کرتا ہے، یہ کہہ کہہ کر کہ اُس کی دنیائے صنعت وحرفت کی کرشمہ سازیاں اور
نیاں آیاتِ قاہرہ ہیں اُس برتری و تفوق البشری کی جو اُس نے اپنے غیر مہذب یا نیم وحشی آباو اجداد
ال کی ہے۔

فنون کی ایجاد اور صناعیوں کی کرشمہ گری بجائے خود کوئی شاہدِ عادل نہیں ہماری دانش وعقل کی، اور
مانت ہے پشت پناہ پر ہمارے قیام و دوام کی ؟! گہوارۂ گیتی میں جو تمدن قبل ازیں اپنی صنعت گرانہ
ریزیوں کے خود ہی مسحور ہو گئے۔ بعد میں عملاً یہ ثابت ہوا کہ انہیں اس کے خودکشی کے مقتل ہی کی طرف انہوں
دم اُٹھایا تھا ؟! وہ بعد میں اپنے رُخِ رفتار کو بدل بھی سکتے تھے اور بار دگر سرسبز بھی ہو سکتے تھے، لیکن
اس شرط پر کہ جن فنی آلات کو انہوں نے مقصود بالذات سمجھ رکھا تھا اُن کے بارے میں اپنے تنگ نظرانہ
ل و مرکوزیت کو خیرباد کہہ دیں ؟!

یہ بات عین عہدِ بدویت کی تاریخ انسانی پر بھی صادق آتی ہے! فرزندِ آدم نے جو دور پہاڑوں کے
ں میں گزارا ہے اُس میں بھی اُس کا دماغ اور ذہنی کاوش، اس امر پر ہی مرکوز نظر آتی ہے کہ باریک
کے دھار دار اور نوکدار ہتھیاروں کی تکمیل و ترقی عمل میں لائے ؟! یہ عملِ ارتقاء ماشاء اللہ ختم یوں ہوا ہے
ک منزلِ زندگی پر پہنچکر وہ سرد جوش اور معذور اقدام سا ہو کر رہ گیا ہے! اب وہ اپنے موجودہ اسلحہ
ات کی ساخت و پرداخت ہی پر قانع ہو گیا ہے، اُن کی مزید صیقل گری کے عزائم کو ترک کر چکا ہے!!
بعد کے ادوارِ تاریخ میں انسان پھر اتنا یک رُخا کبھی نہ بن سکا! اُس کے آلات میں نوک پلک تو زیادہ نہ رہی
اُس کی عام تہذیب و شائستگی — جیسی کہ وہ اُس کی باقی رہنے والی غاری نقاشیوں میں منعکس نظر آتی
— خاصی اعلیٰ پایہ پائی جاتی ہے! مایائی قوم، جس نے عہدِ عتیق کے اک بڑے ہی عظیم تمدن کی تعمیر کی
دھاتوں پر کام کرنے کے عمل ہی سے یکسر ناآشنا رہی ؟! اب اُن کے قریبی تمدنی پڑوسی، اہلِ میکسکو، اور
لک لوگ فلزات کے پگھلانے کے اہم انقلابی تہذیبی فن میں بڑے مشاق و ماہر پائے جاتے ہیں — تاہم
کے عام اصولِ تہذیب و مقاصدِ عمران اول الذکر سے فروتر معلوم ہوتے ہیں ؟!

یا قوت کی عناں گیری کا مسئلہ!

یہ ہے صرف ایک اطلاق اک ایسے سبق کا جو تاریخ عالم کے سارے
طول میں اک خطِ مستقیم کی طرح آر پار چلا گیا ہے!! اقوام انسانی

کے لئے دُنیاوی کامرانی جیسی ناکام ہوا کرتی ہے وہ لبشری نامرادی کی نُدرت کا ایک بچا سرا فی ناجرا پوری اکیس تہذیبوں کی سرگذشت کا جو مُطالعہ کیا ہے اُس نے مجھے یہ یقین واثق بخشا ہے کہ تہ ت تک اپنے مزاج میں تندرست رہتی ہیں جب تک کہ اپنی جولانی میں تخلیقی رہتی ہیں!! یعنی جس وقت [illegible]

کو وہ کسی چیلنج کے سامنے تازہ بتازہ نَو بہ نَو تاثر کے ساتھ رَدِّ عمل پیش کرتی رہتی ہیں!! تہذیبوں [illegible] چیلنج مختلف محاذوں سے آتے ہیں۔ مثلاً سرزمینِ وطن کا کوئی آب و ہوائی تغیر، یا قومی ہجرت کی [illegible] یا کوئی داخلی انقلاب سیاسی! جو تمدن اپنے مسائل کو حل کر لیتا ہے، اور اپنی کشتی کا وشن کے [illegible] جس کے دست و بازو شستانے لگتے ہیں، فارغ البالی کے اس روشن حال کے پسِ پردہ ایک نہایت تاریک مستقبل کی نشو و نما عمل میں آنے لگتی ہے!! قومی زندگی کی نیرنگی میں پیش آنے والے کسی [illegible] چیلنج کا جواب وہ اگر پچھلے جواب کی فرسودگی و لبد از وقتی سے مختلف ہو کر نہ دے تو وہ کارزار سے پسپا ہونے لگتی ہے!!

بالکل چھوٹے چھوٹے معاملات تک میں اس اصُول کی کارفرمائیاں مُشاہدہ کی جا سکتی ہیں [illegible] کے طور پر امریکیوں نے پیڈل اسٹیمر ایجاد کیا، اور اپنے اس انکشافِ ذہنی سے خود ہی مسحور ہو کر اپنی کامیابی کی حرف بحرف تکرار عرصے تک کرتے رہے! لیکن اسی اثناء میں براعظم یوروپ کی قوموں نے "اسکرو پروپیلر" پُرزے والے دُخانی جہازوں کے انجن کو ساختہ پرداختہ کر لیا، اور اس کی پشت [illegible] سے امریکی جہاز راں کمپنیوں پر سبقت لے جانی شروع کر دی! ایک چھوٹی سی کامیابی ہمارے قوائے ذہن و عزم کو مفلوج کر دیا کرتی ہے، جس کے نتیجے میں ہم بہتر و برتر فتوحات کی جستجو سے [illegible] ہو جاتے ہیں!!

مشین پر جو دستِ قدرت آج ہمیں حاصل ہے وہ ہمارے لئے ہی ایک خطرہ بن گئی ہے! اپنی ہی اختراعات آلات و حیل سے کچھ ایسے مسحور و مفتون ہو گئے ہیں کہ اس امر کا ایک خطرناک [illegible] پیدا ہو گیا ہے کہ ہم اُن وسیع تر تخلیقی امکان کو نظرانداز کر دیں جو ہمیں تہذیبی قیام و ثبات کا مقام [illegible] والے ہیں!! بُت پرستی و بُت گری انسان کی قوی ترین ترغیبات و حرکات سے ہے! اگر [illegible] ہی کل کے کارناموں کی پوجا کرنے لگیں تو مزید تخلیقی سرچشموں کو خشک کر دینے کے لئے کوئی [illegible] اس سے زیادہ کامیاب و بے خطا نہیں ہو!! [illegible] پرستش کے [illegible] مُغالطوں میں بڑا سب سے [illegible] جن وجوہ و اسباب نے ہمارے زمانے [illegible] ان میں سے ایک یہی ہے کہ [illegible] یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم [illegible] اپنی قومی تاریخ کی [illegible]

پرستش تو خدائے واحد ہی کی کرسکتا ہے!! ادیان کا یہ کلمۂ طیب' افراد وجماعات کی ترقی و بالیدگی کا
ناموسِ اوّل ہے !! جب ہم اس قانون ازل و ابد کو توڑتے ہیں، اور کم ظرفانہ اپنے قومی ماضی کی پوجا
شروع کردیتے ہیں، تو مقامِ آدم سے بھی گر پڑتے ہیں اور شاہراہ تقدم سے بھی بہک جاتے ہیں۔
انیسویں صدی کی اٹلی کی تاریخ اک بہت ہی واضح وقاطع نظیر ہم پہنچاتی ہے! ۱۸۴۸ء میں وینس
نے آسٹریا کی شہنشاہی سے بغاوت کی؛ اور جمہوریہ کی حیثیت سے اپنے عظیم الشان ماضی کے
آزادی کے تازیانۂ تخییل کے نیچے اک وقت تک خوب شجاعانہ جنگ کی۔ لیکن آخر کار ناکامی کے سامنے
تسلیم خم کردیا ؟! اب پیڈمانٹ کے لوگوں نے بھی عَلَمِ بغاوت بلند کیا تھا۔ تاہم اُن کے پاس کوئی ایسی
نازش یادگارِ ماضی کا پرچم لگاؤ نہ تھا!! وہ لڑے، لیکن کبر و ناز کی کسی صہبائے کیف سے سرشار
نہیں ؟! لیکن دس سال کی پیہم کوشش وکاوش کے بعد پیڈمانٹ والوں نے اپنی جنگِ انتقام
جیت ہی لی اور اہلِ وینس کو بھی رستگاری بخشی !!

یہ فرق کیوں ہوا ؟ پیڈمانٹ کے باشندوں نے اس ثبات واستقامت کا ثبوت اس لئے دیا کہ وہ
تخلیقی خواب کی تعبیر کے لئے مجاہدہ کر رہے تھے! — اک متحدہ اٹلی کے لئے! — اک ایسی چیز
کے لئے جو اس سے پہلے کبھی معرضِ وجود میں نہ رہی تھی!! یہی چیز بس اُن کے سمندِ ناز کے لئے تازیانہ
بن گئی ؟! اور جس وقت وہ اک سنگین عارضی پسپائی سے دوچار ہوئے تو اسی نے اُن کی کمرِ ہمت بھی
تھام لی!! لیکن اہلِ وینس اپنے درخشاں ماضی کی عظمتوں اور شوکتوں سے کچھ ایسے مسحور و خیرہ چشم بنے کہ
انہیں بس تو بس یہی کہ اسی عظیم ماضی کو پھر اک "پیامِ قُم" دیں!! قصہ مختصر کسی ایسی دلدادگی و قسمت
آزمائی میں جو محض اک ماضئ رفتہ وگم گشتہ کے اعادہ وتکرار ہی کے لئے وقف ہو، کوئی دائم و
قائم طلسم نہیں ہے ؟!!

اب وطن پرستی ہر موقعے پر ہم سے وینس والوں ہی کی نفسیاتی غلطی کے ارتکاب کے شوق کا تقاضا
کرتی ہے!! یہ اک عہدِ جدید کا نو خیز جاذبہ ہے، جو انقلابِ فرانس سے پہلے کے دورِ تاریخی میں بمشکل
بنا وجود رکھتا ہے ؟! جن قرون میں خلقت صحیح صحیح خدا کی پرستار تھی تو وہ ریاست کو بس اتنی ہی محدود
وفاداری پیش کرتی تھی جیسی کہ آج کی بدریاتی حکومتوں کو ہم پیش کیا کرتے ہیں۔ وہ اپنے ٹیکس ادا کیا کرتی اور
اپنے ووٹ ڈالا کرتی ؛ لیکن اُن کے یہاں ریاست کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ اُن کی روحوں اور ضمیروں پر بھی
حکم چلائے ؟!!

وطن، مذہب [illegible] یہ کوئی نعم البدل نہیں، میرے خیال میں بدترین سوء البدل ہے

ہٹلر اور مسولینی اس تازہ ترین مسلکِ سیاسی و تمدنی کو اس کی آخری منطقی غیر منطقی تک لے گئے
یہ اس وقت جب کہ انہوں نے اس اِدّعا کا اعلان کیا کہ ریاست شہریوں سے ہر قسم کی وفاداری
بجا طور پر طالب ہو سکتی ہے! ہر دو لیڈروں نے بڑے شد و مد سے اپنے ہم قوموں کو یہ تلقین کی
اپنے قومی ماضی کو اک صنمِ اعظم بنائیں!! مسولینی نے اس کے لئے یہ پیرایہ اختیار کیا کہ نئی زیلی
کو قدیم و عظیم رومتہ الکبریٰ کے پہلو میں لا بٹھایا! اور ہٹلر نے یہ ان ہونی ستم ظریفی کی کہ عہدِ جاہلیہ
کے قدیم جرمن دیوتا " وٹیلا " کو پھر اُٹھا کر کھڑا کیا!! لیکن حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ عہد
کے آزاد ملکوں کے تمام ہی مہذب شہری اس حمام فیشن میں ننگے ہیں؟!!
مجذوبانہ ریاست پرستی جسے آج ہم نے اک معصوم و مسلّم مسلکِ تمدن سمجھ رکھا ہے، بُت پرستی
کی اک بڑی ہی خاص خطرناک صورت ہے! — اور یہی حال ہے ہمارے پسماندہ و رجعت پرستا
اس عقیدے کا کہ سائنس ہمارے موجودہ مسائل کا جواب دے سکتی ہے؟!!
ہماری ماضیٔ قریب کی سائنٹفک ترقی نے ہمارے تمدنی منظہر "حرفتیت" کے چیلنج کا جواب ہم
تھا! اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ جواب اک شاندار قولِ فیصل تھا! تاہم آج کے لمحۂ حال پر ہم جن عقد
دشوار سے دوچار ہیں وہ اس قسم کی نہیں جن کا جواب سائنس کی تجربہ گاہوں کے درو دیوار سے مل سکے
یہ مسائل اخلاقی مشکلات واقع ہوئے ہیں — درآنحالیکہ سائنس اک غیر اخلاقی مزاج و مذاق رکھتی
۱۸۴۸ء کا تمدنی چیلنج واضح زبان میں للکار رہا تھا " ارباب سائنس نے جو غیر معمولی مادی قوت فراہم
ہمارے حوالہ کی ہے اس کا استعمال و استحصال ہم کس طرح کریں گے؟! اگر ہم اس مسئلے کے
دینے کا یہ پیرایہ اختیار کریں کہ اپنا وہی پرانا لٹکا دہرا دیں کہ "سائنٹفک علوم کے انبار پر انبار لگا
رہیے اور مستقبل سے خیر کی امید رکھئے " تو ہم اک غارِ ہلاکت ہی کی طرف بڑھنے کا اک اقدام عمل
لانے والے ہوں گے؟!! اک نئی مشکل کے ظہور کے وقت اک سابق کامیاب حلِ مشکل کا استعمال
کی بڑی بڑی ترغیبات نفس میں سے رہا ہے! تاہم یہ شاذ و نادر ہی کشود کار کا سامان بنا ہے؟!!
پالی نیشیا کے رہنے والے جہاز رانی میں سبقت لے گئے تھے۔ ایسکیمو کا تخصیصی فن ماہی گیری
اہلِ اسپارٹا نے سپہ گری و جانبازی میں کمال حاصل کیا تھا اور صحرا نشین بدوؤں نے گھوڑوں کی
کے اسرار و رموز منکشف کئے تھے! ہر صورت میں اک قوم و ملت کی تنہا مہارت فن ہی بھی
ان کا اعتمادِ کلی تھا!! — اگرچہ وقت کے حالات و ظروف اک تازہ بتازہ نو بنو تخلیقی کاوش
فرمائش کر رہے تھے؟! نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی فکری تہذیبوں نے نشو و نما سے انکار کر دیا!!
قوم پرستی اقوام کے لئے خطرہ ہے!! — تاریخ کا مسلسل سبق ہے کہ جن تہذیبوں نے عسکری

ہی تمامی تکیہ کیا اور اسی چیز کو ثبات و لقائے دوام کا ابدی سرچشمہ فرض کر لیا، بالآخر انہدام
ہوئیں! سپاہی کا فن اُن مشکلات کو حل نہیں کر سکتا جو اُس کی تلوار کا کارنامہ اپنے پس نخیے
ا ہے ؟! بشارمین اعظم، تیمور لنگ، کشور کشایان یونان، جہانگیران انگلستان سب ہی خاک
بر لیٹ گئے۔ محض اس وجہ سے کہ اُنہوں نے سارا دار و مدار اُس ایک ہی چیز پر رکھا جس میں
فرینِ مصلحت حد تک اُنہیں مہارت حاصل ہو گئی تھی ؟! ـــ ہمارا رُوئے سخن ہے عسکریت
ان اقوام کا خیال یہ رہا کہ شمشیر ہر عقدۂ ملت کی کلید ہے ؟!!

بات کہ کارزارِ حیات اتنا آسان نہیں! کامیابی و کامجوئی کے لئے اک واحد نسخہ اکسیر لکھ کر
یا سکتا! ہر نئی مشکل اک نئے طبعزاد حلِ مشکل کی متقاضی ہوا کرتی ہے جسے اک فرد یا
یا کرنا ہوتا ہے! لیکن انسان کاہل العقل بھی بڑا واقع ہوا ہے!! جب تک کہ پُرانی تدبیریں
یادہ موجود ہوں، وہ نئے حل سوچنے کا بیگار نہیں جھیلا کرتا!

وجہ ہے کہ عہدِ حاضر کے انسان کے لئے یہ اک دشوار گزار مرحلہ بن گیا ہے کہ وہ موجودہ مشکلات
ئی حل کے ساتھ اپنی دلدادگیوں کو خیرباد کہہ سکے ؟!! ذرا سوچئے تو کہ مادی ترقیوں کا استعمال
دوسرے میدانوں میں کیسا کچھ فاتح کار رہا ہے ؟! اُس نے سمندروں پر پل بنا دیئے اور طوفانوں
ے دی!!

رے زمانے کا اک بچہ بھی کہہ دیا کرتا ہے کہ "یقیناً یقیناً ہمارے ہاتھ میں وہ عظیم الشان ساز و
ہو گیا ہے کہ ہم خیرسگال و مرفہ حال افراد و اقوامِ عالم کی اک جہانگیر ریاست کا قصر تعمیر
یں!! لیکن میں کہوں گا کہ وائے حسرت، ایسا نہیں ہو سکتا ؟! حقائقِ متعلقہ کی ماہیت ہی ایسی
ہے کہ وہی ہمیں یہ پیام یاس سُناتی ہے ؟! توقع، اور اک سیاسی حل کی، جسے جبر سے ہمارے
موں میں گھڑ کر ہمیں تھما دیں (؟!) اک خطرناک خود فریبی ہے ؟!! بلاشبہ فطرت پر اقتدار
میں انسان نے بڑی شاطری کا ثبوت دیا ہے! لیکن ساتھ ہی وہ کتنا غبی اور بھدی نکلا ہے
قابو پانے میں ؟!! (باقی ہے)

ہمدردانِ عدل کی خدمت میں

جنابِ محترم - السّلام علیکم

آپ کو علم ہے کہ عدل کا اجرا صرف خدمتِ دین کی خاطر ہوا ہے اس کے اجرا سے نہ کوئی مالی منفعت پیشِ نظر ہے، نہ کسی تجارتی مقصد سے اس کا اجرا عمل میں آیا ہے ــــ اسی کے ساتھ آپ اس سے بھی واقف ہیں، کہ وہ کام جو چند افراد یا ایک جماعت کے اشتراک سے، انجام پاتا ہے، وہ صرف، ایک یا دو اشخاص کی غیر معمولی مستعدی کے باوجود تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔

اب آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت و تعجب ہوگا، کہ عدل کی اشاعت کے سلسلہ میں، صرف کتابت، طباعت، کاغذ اور بائنڈنگ کے اخراجات ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کے بقیہ کام عدل کے ہمدرد حِسبۃً للہ انجام دیتے ہیں۔ اخراجات میں اس غیر معمولی احتیاط کے باوجود عدل اس وقت تک نقصان سے چل رہا ہے۔

اگرچہ اللہ کی امداد کے بھروسہ پر، ابھی تک ہمارے اُس ارادہ میں جو ہم نے عدل کے اجرا کے وقت کیا تھا، کوئی تزلزل نہیں پیدا ہوا ہے اور ہم اپنے فرض کو ادا کرنے کی خاطر عدل کو بہر حال نکالتے ہی رہیں گے لیکن اس دشواری کو حل کرنے میں، اگر آپ بھی ہمارا تھوڑا سا ہاتھ بٹالیں تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس مرحلۂ دشوار سے ہمیں گذار ہی دے گا ــ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ہمارے تمام ہمدرد، اپنے حلقۂ احباب سے عدل کے صرف دو دو خریدار مہیا کر دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عدل کی پالیسی کو سامنے رکھ کر اس کو اشتہار دلوائے جائیں۔ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی آپ کے امکان میں ہے، اُمید ہے کہ آپ اُسے ضرور بروئے کار لائیں گے۔

(ہمدردانِ عدل)

شہیدِ ملّت — حسن البنّا

(از حضرت ماہر القادری)

خوان المسلمین کے قائد حضرت حسن البنّا ، کا نام اسلامی دُنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے — مرحوم
مصر میں اسلامی انقلاب چاہتے تھے ، مصر کے خدا پرست نوجوانوں میں اُنہوں نے اسلامی رُوح پھونک دی تھی۔ وہ لوگ
و تہذیب مغرب سے مانوس اور غیر اسلامی زندگی کے خوگر ہو گئے ہیں حسن البنّا کی اس دینی تحریک سے خطرہ محسوس کرنے
گے ! ایک سال ہوا کہ ایک قوم پرست مصری نوجوان نے حق و صداقت کے اس پیکر کو گولی کا نشانہ بنا دیا — حسن البنّا
و شہید کرکے اگر باطل مطمئن ہے تو وہ شدید غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ حسن البنّا کی تحریک فنا نہیں ہو سکتی۔ وقت
ئے گا کہ مصر کے طول و عرض میں اسلامی نظام حکومت نافذ ہو گا اور ... شخصیتوں کے اقتدار پارہ پارہ ہو جائیں گے
ے زمانہ اور بھی بدلے گا ایک بار ابھی۔

ا و الجزائر کی بہاریں یاد کرتی ہیں — ابھی تک قاہرہ کی رہگزاریں یاد کرتی ہیں۔
اخوان اب تک منتظر ہیں تیری آمد کی — کہ تجھ کو تیری زندہ یادگاریں یاد کرتی ہیں

ا مرغزاروں کی فضائیں یاد کرتی ہیں — فلسطین کے اُفق کی بھی گھٹائیں یاد کرتی ہیں
ینہ کہ اک آتش کدہ تھا سوزِ ملت کا — تجھے لبنان کی ٹھنڈی ہوائیں یاد کرتی ہیں

خارا شگافی کی ، کہیں آئینہ سازی بھی — کہ تو میدان کا غازی بھی تھا ، مسجد کا نمازی بھی
کردار میں تھا امتزاجِ شعلہ و شبنم — سراپا سعیٔ پیہم بھی ، مجسم پاک بازی بھی

ی آتشِ خاموش کو بھڑکا دیا تو نے — کہ مصری نوجوانوں کا لہو گرما دیا تو نے
ہتی رہی ٹھہرو ! بہت نازک زمانہ ہے — سفینہ کو مگر طوفان سے ٹکرا دیا تو نے

اگر یہ واقعہ ہے مذہب اسلام زندہ ہے
تو پھر کیا ڈر ہے تو زندہ ترا پیغام زندہ ہے

(فاران)

خطبہ

(از جناب مولانا سید افتخار احمد صاحب خطیب جامع باندرہ)

خطبۂ مسنونہ، تعوذ، بسملہ اور تلاوت آیت قرآنی کے بعد

برادران عزیز! عین اس وقت جب کہ ہم اپنے خدا کے سامنے جمع ہیں ہمارے بھائی بھی دُنیا کے ہر حصے میں مولائے حقیقی کی تعریف و توصیف اور اس کی شکر گذاری ہیں۔ آج کا اجتماع عیدالفطر کے نام سے موسوم ہے۔ مُبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے کو خدا کی مرضی پر قربان کر دیا اور افسوس ہے اُن پر جو اس ماہ مبارک میں بھی اپنی اعل

حضرات! یہ ہمارا جمع ہونا اس لئے ہے تاکہ ہم میں محبت۔ اخوت اور تنظیم کا مادّہ پیدا ہو، ہے تاکہ ہم سال آئندہ کے پروگرام سے مطلع ہو سکیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے، اس لئے ہے تاکہ مسلمان کو یہ معلوم ہو سکے کہ اس کی اجتماعی حالت کیسی ہے۔ قومی طاقت کا کیا حال ہے نیز یہ حیثیت سے اُس پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں اور اس کو کیا کرنا چاہئے۔ یہ مقصد ہے آپ جگہ جمع کرنے سے اسلام کا۔ پنج وقتہ نماز میں جمعہ۔ عیدین اور اجتماع حج ان سب کا غر صرف یہی ہے۔

حضرات! یہ ایک عام بات ہو گئی ہے کہ جہاں کہیں اور جب کبھی مسلمان ایک جگہ جمع تو مسلم قوم کے رہنما قوم کی زبوں حالی و پریشاں خیالی کا مرثیہ پڑھا کرتے ہیں یہ مرثیہ کسی پلیٹ فارم پر پڑھا جاتا ہے۔ قوم کے افراد بھی سنتے وقت آہ اور واہ کے نعرے بلند کر ہیں کہ بس قوم میں بیداری پیدا ہو گئی۔ قوم کے رہنما و خطیب جادو بیان واعظ اور اس نیم بے ہوشی کی حالت میں قوم کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو جوش با ہوش پر محمول ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قوم جیسی پہلے سو رہی تھی اب بھی سو رہی ہے۔ زمانۂ حال کا اس قد بھی ان کو نہ جگا سکا۔ کروٹ کا بدلنا بیداری نہیں کہا جا سکتا۔ آپ قوم کو کروٹ بدلتے ہو یہ کیوں سمجھ لیتے ہیں کہ بس قوم جاگ گئی اور علما کا کام ختم ہو گیا۔ ہندوستان کے مسلمان [illegible] کو [illegible] کی ضرورت ہے۔ عا

...کہنا چاہئے کہ آج مسلمان قوم پر جس جمود اور تعطل نے قبضہ کر رکھا ہے اس کو دور کرنے کیلئے
...تے قبضہ و اقتدار کو مٹانے کے لئے ہم کو جنگ کرنی پڑے گی۔ اور اس جنگ کو شروع کرنے
...لئے ہم کو آج بھی اسی مورچہ کی ضرورت ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے دنیا کے
...ب سے بڑے مصلح نبی مکرم محمد صلعم نے مدینہ میں قائم کیا تھا جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے ہمیں،
...اگر مسلمان قوم کی اصلاح کرنی ہے، بالفاظ دیگر اپنی اصلاح کرنی ہے۔ اگر عظمت رفتہ کو واپس
...اہے۔ اگر بگڑی ہوئی قسمت کو بنانا ہے۔ اگر امامت و قیادت کے فرائض انجام دینے ہیں تو انہیں
...رچوں کو سنبھالنا پڑے گا جو مسجد کہلاتے ہیں۔ چونکہ ہماری یہ مساجد جہاں ہم دن رات میں پانچ مرتبہ
...اپنی عبادت بصورت نماز ادا کرتے ہیں اگر ایک طرف عبادت خانے ہیں تو دوسری طرف یہی مساجد
...الشوریٰ یعنی مشورہ گھر بھی ہیں اور شفا خانے بھی — یہی مسجدیں تھیں جہاں مسلمان خدا کی عبادت
...ساتھ ساتھ خانۂ خدا میں بیٹھ کر ملت کی فلاح و بہبود کے لئے مشورے کرتے تھے۔ اسکیمیں بناتے
...ے اور پھر ان مشوروں اور اسکیموں سے جمعہ کے روز خطیب اپنے خطبوں میں مسلمانوں کو آگاہ کرتے تھے
...لمان پوری توجہ اور غور سے خطیب کے ایک ایک جملے کو سنتے اور اس پر عمل شروع کر دیتے۔

انہی مسجدوں میں مسلمانوں کی اُن بیماریوں کا علاج کیا جاتا تھا جو کفر و شرک، نفاق و شقاق و کینہ۔ ترک زکوٰۃ و صلوٰۃ کے مرض میں گرفتار ہوجاتے تھے۔ انہی مساجد سے مسلمان مجاہد بن کر نکلتے اور وہ عملی طور پر اس آیت کی تفسیر ہوتے تھے۔ اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی الخ کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا مرنا اور جینا یہ سب خالص اللہ کے لئے ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ لیکن آپ غور فرمائیے ہماری مساجد کا کیا حال ہے۔ نہ تو دار الشوریٰ کی حیثیت باقی رہی اور نہ شفاخانے کی۔ آج ہماری مساجد عبادت خانے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو تشنۂ شہادت میں چور ہیں۔ کتنے ہیں جو برائی کو مٹانے کے لئے سینہ سپر ہوکر میدانِ عمل میں آنے کے لئے تیار ہیں، کتنے ہیں جو اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جان کی بازی لگانے کے لئے آمادہ ہیں اور کتنے ہیں جو احکام خداوندی کے سامنے خواہشاتِ نفسانی کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر چند ہزار نفوس بھی صحیح معنیٰ میں مسلمان بن جائیں تو نہایت آسانی سے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ کل عالم کی اصلاح ہوسکتی ہے لیکن مسلمانوں کی اصلاح سے پہلے والبنگان کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

محترم بزرگو، اور عزیز نوجوانو! آپ نے کبھی غور کیا کہ آخر یہ تمام دنیا پر مصیبت کے بادل کیوں

ئے ہیں۔ یہ پوری دنیا کیوں بے چین، بے قرار اور بے اطمینان نظر آتی ہے۔ ارضی و سماوی
ت کا نزول دن رات کیوں ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ کہ تمام دنیا کا امن چین اور سکون و اطمینان
د کرنے والے کون ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پوری دنیا کو مصیبت میں مبتلا کرنے والے خود ہم مسلمان
۔ میں اسباب کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ انتظام مملکت
ام تر ذمہ داری وزرا پر ہوتی ہے چونکہ وزرا ہی بادشاہ کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں اور وزرا
، فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے سپرد ایک ایک شعبہ کر دیتے ہیں۔ یہ ماتحت یا دوسرے
الفاظ میں افسران بالا اپنے اپنے حلقے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ اُن کا یہ فرض
ہے کہ وہ اپنے حلقے میں بدنظمی نہ پیدا ہونے دیں۔ شاہی قوانین کی لوگوں سے پابندی کرائیں
اہی احکام کی تعمیل کریں اُن سے لطف و مروت سے پیش آئیں جو غفلت برتیں اُن کو سمجھائیں۔
جو انکار کریں یعنی بغاوت کریں۔ ان کو اچھی طرح سزا دیں۔ اگر افسران اپنی ڈیوٹی کو پورے طریقہ
نجام دیں گے تو نہ ملک میں فتنہ زور پکڑے گا اور نہ لوگ سرکشی ہی کریں گے۔ اس ملک کے
امن و امان کی زندگی بسر کریں گے۔ اور ان کو کوئی کھٹکا نہ ہوگا۔

یہ چند اشارات میں نے اس لئے کئے تاکہ آپ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اب سنئے یہ دنیا ایک ایسی
چوڑی مملکت ہے کہ اس انتہائی ترقی کے زمانے میں بھی صحیح طور پر کسی کو علم نہیں کہ کہاں سے
ں تک ہے۔ اس مملکت کے شہنشاہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ ہیں۔ اُن کا تخت حکومت آسمان
ین کو گھیرے ہوئے ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ انہوں نے انسان نامی مخلوق
پیدا کیا جس کو اپنی نیابت کے لئے چنا۔ آہستہ آہستہ یہ مخلوق بڑھتی گئی۔ جوں جوں بڑھتی گئی

اپنے خالق و محسن کو بھولتی گئی۔ احکام الٰہی کی تعمیل نہ کرنا یہ خدا کو بھولنا ہی ہے۔ شہنشاہ عالم لیعنی
حق تعالیٰ اپنے وزراء کو یعنی نبیوں اور رسولوں کو ان کا فرض یاد دلانے کے لئے وقتاً فوقتاً بھیجتے ،
ان کی زندگی میں اُن کے افسر یعنی اُس وقت کے عُلما ٹھیک طور سے کام کرتے لیکن جونہی خدا کا
بندہ اُن کو اُن کا فرض یاد دلا کر جاتا یہ افسر پھر اپنی ڈیوٹی سے غافل ہو جاتے ۔ بجائے شاہی
کی پابندی کے لوگوں سے اپنی خواہشات پوری کراتے ۔ رشوت لیتے پھر قدرت اپنی طرف سے
اصلاح کے لئے رسُول کو مبعوث فرماتی ۔ یہ باغی افسر باغی رعایا کے ساتھ مل کر اُس کا مذاق
اُڑاتے ، شاہی احکام کی کھلم کھلا بغاوت کرتے ، قدرت اس بغاوت کا مزہ چکھاتی اور ان کو تباہ
کر کے رکھ دیتی ۔ قوم نوح ، قوم لوط ، قوم عاد و ثمود وغیرہ کی تباہی و بربادی کا یہی سبب ۔
قدرت کا یہ قانون ہے کہ بغاوت کی سزا ہلاکت۔ حضرت عیسیٰؑ تک یہی ہوتا رہا کہ جس قوم نے
الٰہی سے سرکشی کی اُٹھا کر پٹک دیا گیا ، یہاں تک کہ خالق دو عالم نے محبوب دو عالم صلعم کو رحمتہ للعا
شکل میں مبعوث فرمایا۔ ایک مکمل نظام کے ساتھ کتاب ہدایت دے کر قیامت تک کے لئے تاکہ ا
ہدایت کے ذریعہ لوگ سیدھی راہ پر آجائیں۔ اُن کے لئے دو قسم کی فوجیں تیار کیں ۔ عام اور خاص۔
فوج کو حکم دیا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ الخ۔ کہ تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو لوگوں کو بھلائی کی طر
اچھی باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے روکے ۔ یہ گروہ عُلما کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ عام
متعلق ارشاد فرمایا أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ تم ایک درمیانی اُمت ہو اور تم کو ایک
اُمت بنانے کا مقصد یہ ہے تاکہ تم لوگوں پر شاہد ہو۔ ایک دُوسری جگہ عام فوج کو اُس کے
تعارف کراتے ہوئے اُس کو اُس کا کام بھی بتایا گیا ہے ۔ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ یہ ملت تمہارے
ابراہیمؑ کی ہے ۔ اس سے پہلے بھی اس ملت کا نام مسلمان تھا اور اب بھی یہ اسی نام سے پکاری جا
اور کام بس وہی لِيَكُونَ الرَّسُولُ الخ تاکہ رسُول تم پر شاہد ہو اور تم لوگوں پر شاہد ہو۔ پس نماز قا
زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کے ساتھ اپنے رشتہ کو مضبوط رکھو۔ عبد و معبود کے فرق کو خوب سمجھ
تمہارا مولیٰ ہے۔ پس کیا ہی اچھا آقا و مددگار ہے۔ اس عام فوجی گروہ کا نام مسلمان ہے گویا ہر
اپنی جگہ خدا کا سپاہی ہے اور خدا کی عائد کردہ ڈیوٹی کو انجام دینا اس کا فرض۔ ان دونوں فو
کے کارنامے دیکھنا ہوں تو تاریخ اسلام کا مطالعہ کرو۔ حضرت صدیق اکبرؓ۔ حضرت فاروق اعظم
عثمان غنیؓ۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کے دور خلافت پر نظر ڈالو۔ تمہیں نظر آئے گا کہ خدا کے سپاہی کس
اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور خدا اُن کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اگر تم بصیرت رکھتے ہو تو آج کا
کے آئینہ میں دیکھ سکتے ہو کہ قیصر و کسریٰ جیسے فرمانرواؤں کے تخت و تاج [illegible] فوج کے قد

ں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب مسلمان اپنی ڈیوٹی سے غافل نہ تھے۔ عملاً اپنے
ن کو پہچانتے تھے۔ اب یہ حقیقت ماضی خواب و خیال بن کر رہ گئی ہے۔ اگر یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کسی
کی محافظ فوج اگر غفلت برتے تو اس کی اس غفلت کی وجہ سے تمام ملک کا ستیاناس ہو جاتا ہے
آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلم فوج کی غفلت نے تمام دنیا کو مصیبت میں گرفتار کرادیا۔ آج خدا کی
ین میں یہ فتنہ و فساد صرف مسلم فوج کی غفلت کی وجہ سے ہے۔ اس کا کام تھا نیکی کو پھیلانا اور
ائی کو مٹانا۔ آج وہ فوج خود ہی برائیوں کا مجموعہ بن کر رہ گئی ، جس فوج پر تمام عالم کی اصلاح منحصر
، وہ فوج ہی جب بگڑ جائے تو پھر ہر طرف تباہی و بربادی کیوں نظر نہ آئے ؟

یہ صورت حال ان تمام قطعات پر طاری ہے ، جہاں جہاں اللہ کے یہ باغی سپاہی آباد ہیں۔
اق۔ شام۔ ایران۔ ترکی۔ مصر ، اور ہندوستان۔ چین و جاپان ہر ملک میں اس فوج کو اپنی ڈیوٹی سے
فل پائے گا۔ عرب میں اعراب و یہود کی جنگ ، ترکی کے ہولناک زلزلے ، ہندوستان کا خونی انقلاب
ن کی مسلسل تباہ کاریاں کیا ہمارے لئے درس عبرت نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو پھر وہ کونسا دن آئے گا ،
ب یہ خدائی فوج بیدار ہو کر اپنے منصب کو سنبھالے گی اور وہ اہم کام جو محمد رسول اللہ صلعم نے
ں کو سونپا تھا اس کو پورا کرنے کی جد و جہد میں مصروف ہوگی۔ آج کے اس اجتماع میں اس توجہ
انے کے بعد اور مسلمان کا مسلمان سے تعارف کرانے کے بعد میرے پاس آپ کے لئے یہی پیغام ہے
۔ اگر آپ اپنی حالت پر رحم کر کے زندہ قوم کی طرح باعزت زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو آیئے خدا کے
لام کو اپنا رہنما بنائیں اور پھر دنیا کی رہنمائی کریں۔ دنیا آج بھی تمہاری رہنمائی کی محتاج ہے۔ مسلمانو
امت و قیادت خدا نے تمہیں بخشی ہے۔ تم اس کے ہو جاؤ تو کل دنیا تمہاری ہے۔

؎ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔

ادارۂ تبلیغ الاسلام کے تبلیغی اسباق

"تعول" میں شائع شدہ اسکیم یا تجویز کے ماتحت ، عنقریب مسلسلہ وار شائع کئے جائیں گے۔
جن حضرات نے تجویز کے پیش نظر اپنے اپنے مقامات پر اسباق کی اشاعت کی ذمہ داری
لے لی ہے۔ انکی خدمت میں ہر شائع ہونے والے سبق کی طے شدہ تعداد ارسال کردی جائیگی۔
جن حضرات نے اب تک توجہ نہیں کی ہے اب غور و مشورہ کے بعد دفتر کو مطلع فرماویں۔
یہی کام ہے اور ہر صاحب مقدرت کے کرنے کا ہے۔

ادارۂ تبلیغ الاسلام ۱۰۲ ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ بمبئی نمبر ۹

جیت

(جناب ابنِ محمود صاحب)

اور پھر ایسا ہوا کہ جب تلوار پر تلوار پڑ کر چھن سے ٹوٹ گئی، تو وہ دونوں ایک دو
سے گتھ گئے اور ایک دوسرے کو پچھاڑ لینے کی کوشش کرنے لگے —— یہ لڑائی
ایسے دو شخصوں کی نہ تھی جو ذرا ذرا سی اور معمولی معمولی باتوں پر لڑا جھگڑا کرتے تھے۔ جن
عادت ہی لڑنے جھگڑنے کی ہوتی ہے اور جن کا کام ہی دنگا فساد مچانا ہوا کرتا ہے، بلکہ
ایسے دو شخصوں کی لڑائی تھی، جن میں کا ایک خدائے واحد کی بڑائی کو لے کر اٹھا تھا ا
دوسرا اسے مٹا دینا چاہتا تھا —— تو پھر ایسا ہوا کہ حق دوست نے دشمنِ حق کو
لیا، اور اس کے سینہ پر سوار ہو گیا، اس نے کمر سے خنجر نکال لیا اور چاہتا تھا کہ اس دشمنِ حق
سر قلم کر کے اس کی زندگی کو ختم کر دے، کہ یکایک اس دشمن حق نے حق دوست کے
مُنہ پر تھوک دیا۔ اس کا تھوکنا تھا کہ حق دوست ایک جھپاکے کے ساتھ اس کے سینہ
اتر آیا اور پھر دشمنِ حق حیرت میں ڈوب گیا اور بولا "میں نہ سمجھ سکا کہ ابھی تو آپ میری جان
لینے پر تلے ہوئے تھے اور اب ایسے الگ ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، یہ کیا ماجرا ہے

حق دوست :- "تم جاننا چاہتے ہو؟"

دشمنِ حق :- "میرے ذہن میں ایک عجیب اُلجھن پیدا ہو گئی ہے"۔

حق دوست :- "کروگے بھی کیا جان کر!"

دشمنِ حق :- "آپ کی باتیں میری سمجھ سے اُونچی ہوتی جا رہی ہیں!"

حق دوست :- "اچھا سنو —— ہمارا طریقہ خواہ مخواہ جنگ کرنے کا نہیں ہے اور نہ
اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے لڑتے ہیں، ہماری لڑائی تو صرف اللہ تعالٰی کے لئے
ہے، خدا کی رضا اور اس کی خوشی حاصل کرنا ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ ہر وہ
جو خدا کی مرضی سے ہٹا ہوا ہو، ہمارے لئے نہیں کا کرنا بالکل ناجائز ہے" —— تم
اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے [illegible] —— تم نے جو میرے مُنہ پر تھوک

ے کس قدر غصہ آیا۔ میرا جی چاہا کہ تمہارے بند بند توڑ ڈالوں اور تمہیں کچا چبا جاؤں۔ لیکن میرے بھائی! تم جانو ایسی
مجھے خوف تھا کہ کوئی بھی نہ ہو گا۔ جو آخرت میں میری گردن آگ سے چھڑا سکے۔ میں اس تصور ہی سے کانپ اٹھا
وقت کا تمہیں قتل کر دینا محض اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوتا، بلکہ اس میں اپنے نفس اور اپنی خواہش کا جذبہ غالب
س وقت میرا یہ کام کسی بھی حالت میں اصلاح نہیں بلکہ فساد کا ہوتا، جس پر مجھے ثواب تو کیا عذاب ہی عذاب
بھتوڑا یا تا کھو زیادہ دیتا۔ اور ایسا سودا ہمارے ایمان و ضمیر کے بالکل خلاف ہے۔"

لف کی نظریں زمین پر بچھ گئیں۔ اُسے ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے اُس کے سامنے کوئی اور مخلوق ہے۔۔۔ انسانوں کے
غالباً فرشتہ...... کیا یہ ممکن ہے کہ اس زمین پر ایسے بے غرض اور بے نفس وجود پائے جائیں؟ اس نے ماحول کی
گھٹی گھٹی فضا سے جھانک کر عالم واقعہ کو دیکھا جیسے اس کی آنکھوں سے ایک پردہ ہٹ گیا ہو۔ اس نے ایک جھرجھری
کی سوچ کا رُخ بدل گیا ـــــ "پاک ہے وہ ذات، اور اُس کی پاکی کے سہارے، یہی زمین کی پیٹھ سے وہ
ر پاکباز سوار ہیں، جن کے احسان کے بوجھ سے وہ رہتی دنیا تک بوجھل رہے گی۔ خدا کی قسم دنیا کی کوئی قوم بھی
زی نہیں لے جا سکتی۔ جیت تو جیت، کائنات ان کے لئے ہے"۔ اس کے دل نے پکارا...... اور پھر
آسمان اور اس کے درمیان خوش فضا نے حیرت کی نظروں سے یہ منظر دیکھا کہ چند لمحوں پیشتر خون کے پیاسے
ایک دوسرے کے سینے سے لگے ہوئے ہیں، اور ان کے دل کی دھڑکن کا انداز ایک سا ہے۔ (فردوس)

دو برس کے بعد" :۔ کیا اسے کسی طرح بھی عدل اور انصاف کا کام کہا جا سکتا ہے؟"ـــ وہ دانت میں اُنگلی
با تھا، جیسے کسی گہرے سوچ میں پڑ گیا ہو۔ ـــ مغرب کے بعد کھانا کھا کر میں چہل قدمی کے لئے جا رہا تھا۔ فضلو بھی ساتھ
نے میں سلیم اپنے چچا زاد بھائی کلیم کو ساتھ لئے ہوئے پہنچا اور کہنے لگا " فضلو بھیا یہ کہتے ہیں کہ ہماری کتاب میں لکھا
قل کے زور سے اگر شکر میں بالو مل جائے تو کیا الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔ کیا جھوٹ لکھ دیا ہے؟"
فضلو نے کہا " یہ کونسی بڑی بات ہے بھائی۔ تم روزانہ دیکھتے ہو یہ کام تو چیونٹی جیسی حقیر چیز کر لیتی ہے۔ انسان نے کیا تو کیا کمال
ں پر تعجب کرتے ہو؟ ایک چڑیا ہوتی ہے ہنس وہ اگر دودھ میں پانی ملا ہو تو دودھ پی جاتی ہے۔ پانی چھوڑ دیتی ہے۔
الوار کو بالو میں شکر ملا کر دینا۔ الگ الگ کر کے دکھا دوں گا۔۔۔ چہل قدمی کرتے ہوئے میں نے کہا " فضلو! چیونٹی اور ہنس خدا
لوق جب یہ کر سکتے ہیں کہ شکر سے بالو الگ کر لیں، اور دودھ سے پانی نکال لیں تو پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انسان جب
ٹی ہو جانے اور اُس کے جسم کا ریزہ ریزہ مٹی میں مل جائیگا تو اس کو پھر سے اُٹھانا ناممکن ہے۔ ان کا یہ کہنا تو بالکل بے معنی
تو اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا " ارے!" اتنے میں عشا کی اذان ہوئی اور اُسے وہیں چھوڑ کر میں مسجد کی طرف چلا گیا۔
ر مجھے گھر واپس آنا تھا۔ صبح صادق سے ہی آنکھ کھل گئی۔ سوچا چلوں مسجد، اندر گیا تو دیکھا کوئی بڑی گریہ وزاری
ات میں مشغول ہے۔ میں وضو کرنے لگا۔ وضو کر کے ابھی ہاتھ منہ پونچھ رہا تھا کہ وہ باہر نکلا ـــ " ارے! میرے

تھا [illegible] ذہن کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی۔ دونوں بے تحاشا ایک دوسرے

دو برس کے بعد!

(جناب شہباز ہندی صاحب)

میں تو فضلو کو دیکھ کر بالکل دنگ رہ گیا۔ ابھی آٹھویں جماعت ہی تک تو پہنچا تھا مگر لباس اور
ایسا ہو گیا تھا کہ اگر رنگ چنبلی نکھار ہوا ہوتا تو دیکھنے والے اسے انگریز سمجھتے۔ وہ میرا ماموں زاد،
تقریباً پورے دو برس کے بعد اس سے ملاقات ہوئی تھی، اس اثنا میں بالکل بدل گیا تھا۔ ادھر
جوں کی توں تھی۔ بلکہ چہرے پر ذرا ذرا سی داڑھی کے بال نکل آئے تھے، جنہیں نہ منڈوانے کے
اس کے دقیانوسیت اور بڑھ گئی تھی اور ہاں قمیص بھی تو کچھ نیچی ہو گئی تھی۔ سلام و مصافحہ کے تھوڑی
اس نے میری ننھی منی داڑھی کا مذاق اڑانا شروع کیا۔ اسی سلسلے میں گفتگو جو شروع ہوئی تو میہ
کہیے کہ کہیں زبان سے آخرت اور جزا و سزا کا لفظ نکل گیا۔ بس کیا تھا۔ اس نے جو لتے لئے ہیں کہ
سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ چھت ہم پر نہ گر پڑے جس کے نیچے بیٹھ کر ایسی دیدہ دلیری سے خدا، رسول
کتاب کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ میں اب کی بار بڑی بڑی امیدیں اور بڑے بڑے ارمان لے
تھا فضلو میرا لنگوٹیا یار ہے، بچپن میں ہم شرارتیں ساتھ مل کر کیا کرتے تھے، نہ جانے کتنی ککڑیاں ہم دو
چرائی ہوں گی' اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کتنے آم راتوں رات چوری سے ہم نے توڑے ہوں گے۔
کہوں گا۔ فضلو! آؤ اب اپنے پچھلے گناہوں سے توبہ کر لیں، آؤ اب ہم نیکی کی راہ اختیار کر
ہیں بھی ہم ایک دوسرے سے کندھا ملا کر چلیں۔ دوسرے گاؤں کے لڑکوں سے باتوں کے جنگ
ہم نے لڑی ہیں، آؤ اب ہم دونوں نیکی کے سپاہی بنیں اور حق و باطل کی لڑائی میں اسی چستی کے ساتھ
لیکن آہ! سارے ارمانوں کا جیسے خون ہو گیا۔ خوف اور انتہائی رنج کے مارے قریب تھا کہ میر
اتنے میں ماموں آ گئے اور بات بدل گئی۔

شام کو میں مغرب کی نماز پڑھ کے آیا تو دیکھا فضلو اپنے چھوٹے بھائی سلیم کو سمجھا رہا ہے۔ اس
کسی گوالے کے بچے کو مارا تھا اور اس کی مٹھائی چھین کر کھا گیا تھا۔ فضلو نے اسے سمجھایا کہ آدمی کو
سوچ سمجھ کر کرے، کیونکہ آدمی اور جانور میں یہی تو فرق ہے، اگر آدمی بھی بے سوچے سمجھے کام کرنے
جیسا اور اس میں کیا فرق رہا۔ تم نے اگر ذرا سا سوچا ہوتا کہ وہ غریب لڑکا ہے تم اس کی مٹھائی

کھا جائے گا۔ اور پھر تم نے یہ سوچا ہوتا کہ کتنی بدنامی کی بات ہے، لوگ کہیں گے کہ فلاں میاں کے بیٹے نے
کی مٹھائی چھین کر کھالی تو تم خود اپنے اس خیال پر لاحول پڑھتے اور ایسے کام کا خیال بھی دل میں نہ
سلیم بے چارہ مارے شرم کے پانی پانی ہو رہا تھا، اور کہہ رہا تھا اب ایسا نہیں کروں گا۔
تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا "فضلو، سلیم تو بڑا ذہین نکلا۔ اس نے تمہاری بات بہت جلد سمجھ لی لیکن میں
سمجھ سکا، آخر انسان کیوں سوچ سمجھ کر کام کرے۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟ دوسرے تمام جاندار بے سوچے
کام کرتے ہیں تو کیا ان کا کام نہیں چلتا؟
وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ "تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ انسان اور حیوان سب برابر ہو جائیں، کیا یہ بھی کوئی نیا
سوجھا ہے؟
"نہیں بھائی!" میں نے بڑی نرمی سے کہا "فلسفہ ولسفہ کیا، تم تو دل لگی کر رہے ہو۔ میں واقعی سمجھنا چاہتا ہوں
معلوم ہے کہ انسان کو ایک ایسی قوت ملی ہے۔ جو دوسرے جانوروں میں نہیں ہے لیکن سوال یہ ہے۔ کہ
خواہ انسان یہ سوچنے سمجھنے کی تکلیف کیوں گوارا کرے، کیا صرف اس لئے کہ جانوروں سے امتیاز ہو سکے؟
ایسا ہے تو اس کے لئے تو انسان کی مخصوص جسمانی ساخت ہی کافی تھی۔ اور پھر تم نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ انسان
سمجھنے کا بے فائدہ بوجھ اٹھا کر دوسرے جانوروں سے بلند مرتبہ ہو جاتا ہے؟ اگر جانور بھی ہماری طرح
ہوتے اور کہتے کہ ہم اشرف المخلوقات ہیں، جس طرح جی چاہتا ہے رہتے ہیں، ہر قسم کی پابندی سے آزاد
تو پھر اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہوتا؟"
وہ خاموش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بولا "بھائی بات تو بڑی پیچیدہ ہو گئی۔"
"ہو ہی جائے گی" میں نے مناسب موقعہ سمجھ کر کہنا شروع کیا "وجہ یہ ہے کہ تم نے خود پہلے انسان سے اس کا
چھین لیا ہے۔ جو چیز انسانیت کا کمال تھی تم نے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ ذرا غور سے سنو۔ یہ بات سمجھنے میں
کوئی دقت نہیں ہوگی کہ کسی بھی جاندار کی کوئی قوت بے کار نہیں۔ اس کی ہر قوت اس کی کسی نہ کسی ضرورت کو
پورا کرنے کے لئے ہے، چنانچہ تمہارے سائنسدانوں نے اس قسم کی بہت سی تحقیقیں کی ہیں۔ بعض ایسی چیزوں کو
جو عام طور پر بے کار سمجھا جاتا ہے انہوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ چیز زندگی کی فلاں اہم ضرورت کے سلسلے
میں تھی، مثال کے طور پر مور کے پر کو لے لو، یہ صرف نر کے ہوتے ہیں اور ان کو کھڑا کر کے وہ بڑا وجد
میں ناچتا ہے۔ بظاہر یہ کوئی کارآمد چیز نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن یہ ان کی زندگی کی ایک بڑی اہم ضرورت
پوری کرتی ہے، ان خوبصورت پروں اور دلکش رقص کے ذریعے وہ مورنی کو اپنی طرف راغب کرتا ہے۔ اور
یہ چیز ان کی [illegible] کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے، کہ
تو سوچنے سمجھنے [illegible] ضرورت کو پورا کرتی ہے اور اگر یہ قوت نہ ہوتی تو کیا

کونسی ضرورت پوری ہونے سے رہ جاتی ہے؟ اس سلسلے میں اب تک جو بات سائنس کے محققین نے کہی ہے ' کہ انسان کو دُوسرے جان داروں کے مقابلے میں کم سامان ملا ہے، جس کے ذریعے وہ اپنی حفاظ یا اپنی روزی حاصل کر سکے۔ مثلاً کسی جانور کے سینگ ہیں، کسی کے پنجے ہیں، کسی کے بڑے بڑے ہیں۔ لیکن انسان کے پاس ان چیزوں میں سے کچھ نہیں، اس کی تلافی کے لئے اسے عقل ملی تاکہ سمجھ کر وہ ایسے ہتھیار بنائے، اور ایسی ترکیبیں نکالے کہ ان کی مدد سے دُنیا میں اپنے آپ کو باقی لیکن ذرا سا غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات بڑی بے وزن ہے۔ اس لئے کہ اول تو یہی غلو انسان دُنیا میں سب سے کمزور جاندار ہے۔ بہت سے دُوسرے جاندار انسان سے بدرجہا کمزور ہیں، ایسی ضرور سب سے زیادہ عقل ملنی چاہیے تھی۔ تمام دُنیا کے جانداروں کو دیکھنے کے بعد یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ باقی رکھنے کی ترکیبیں انہیں فطری طور پر سمجھا دی جاتی ہیں۔ اس لئے انہیں باہر سے کسی عقل کی ضر ہوتی۔ مثلاً شہد کی مکھی اور مکڑی پر غور کرو۔ ان کو ان کے کام کی کیسی کیسی باریک تدبیریں فطری طو گئیں ہیں۔ لہٰذا صرف بقا کے لئے عقل کی کوئی ضرورت نہیں۔ انسان کی بھی فطرت میں اسی طرح کی رکھی جا سکتی تھیں ـــــ اس بات کو بے وزن ثابت کرنے کے لئے سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب ان زیادہ نہیں سوچتا تھا، اس کی عقل ابھی بالکل بچہ تھی، یا یوں کہئے کہ ابھی عقلی حیثیت سے وہ دُوسر سے کچھ زیادہ نمایاں نہیں ہوا تھا تب بھی وہ اپنی حفاظت کر لیتا تھا۔ مثلاً یہی سائنس دان بتاتے ہیں میں انسان اپنی حفاظت جنگلی درندوں سے اس طرح کرتا تھا کہ درختوں پر رہتا تھا اور جھیلوں اور تالابوں لکڑیاں نصب کر کے اپنا مکان بناتا تھا، اس سے بھی پہلے پہاڑوں کے غاروں میں رہتا۔ پتھروں سے د بند کر لیتا تھا، تاکہ کوئی درندہ نہ گھس پڑے۔ اسی قسم کے بلکہ اس سے زیادہ سمجھ اور عقل کے کام تو دو جانور کرتے ہیں۔ اس کے لئے انسان کو عقل دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لہٰذا سوال اپنی جگہ پر رہا کہ کو عقل کیوں دی گئی ہے۔ اب ذرا اور سنجیدگی سے سنو۔ اس بات کا جواب عقل دینے والے نے وہ کہتا ہے کہ تمہیں عقل اس لئے دی گئی ہے کہ اپنے آس پاس کی چیزوں پر غور کرو۔ آسمان پر غور کرو، غور کرو، اپنے آپ پر غور کرو، اور جب تم سب کچھ دیکھ کر حیران اور پریشان ہو جاؤ، تمہاری عقل ہو جائے کہ یہ سب کیا ہے؟ کیوں ہے؟ کہاں سے آیا؟ کس نے بنایا؟ تو پھر ہم اس تاریکی میں اپنے پیغم کتاب کو سُورج بنا کر بھیجیں گے اور اس کی روشنی میں تم اپنی عقل کی آنکھ سے اس حقیقت کا پتہ لگاؤ ا اس لئے ہے کہ تم اپنے رب کو پہچانو۔ ان تمام چیزوں کے خالق کی معرفت حاصل کرو، اور ان سب کے لئے تمہارا دل اس کے شکر اور احسان کے جذبے سے لبریز ہو جائے۔ اس طرح اس کی نگاہوں میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمان ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

ماہنامہ عدل

ادارۂ تحریر

اعزازی (مولانا) ودود الحق ندوی * مسئول: خلیل احمد جامی

بدل اشتراک
سالانہ ... پانچ روپے
ششماہی ... تین روپے
فی پرچہ ۸ /
بیرون ہند
ساڑھے آٹھ روپے

مضامین
ایڈیٹر کے نام
*
ارسال زر
مینجر عدل کے نام
ہونا چاہئے

جلد ۱ | بابت ماہ رجب ۱۳۶۹ھ مطابق مئی ۱۹۵۰ء | شمارہ ۶

فہرست مضامین

پرچہ نہ پہنچنے پر ۱۵ تاریخ تک آپ دفتر کو اطلاع دیجئے تاکہ دوبارہ پرچہ آپ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ ساتھ ہی آپ اپنے پوسٹ ماسٹر کو [illegible] عدل بڑی احتیاط کے ساتھ تمام خریداروں کے نام پوسٹ کیا جاتا ہے۔

[illegible] دفتر عدل ادارہ تبلیغ الاسلام [illegible] سے شائع کیا

پیغامِ صاحبِ معراجؐ

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي

(قرآن مجید)

اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی، تو میری (آنحضرت صلی اللہ علیہ کی) راہ چلو۔

——— (شیخ الہندؒ)

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی، تمام بولہبی ست

——— (علامہ اقبالؒ)

معراج

دے ولولۂ شوق جسے لذّت پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرّہ، مہ و مہر کو تاراج

مشکل نہیں یارانِ چمن! معرکۂ باز!
پرسوز اگر ہو نفسِ سینۂ دراج

ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریّا
ہے سرِّ سراپردۂ جاں نکتۂ معراج

تو معنیِ وَالنَّجْم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مدّ و جزر ابھی چاند کا محتاج

شبِ معراج

اخترِ شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو، وہ ہے آج کی رات
رہِ یک گام ہے ہمّت کے لئے عرشِ بریں
کہہ رہی ہے، یہ مسلمان سے معراج کی رات

(علامہ اقبال)

ی چلی آرہی تھیں اور جنہوں نے گلی گلی اور گھر گھر اپنا عمل دخل کر لیا تھا۔
لیکن اِسی زمانہ میں سیاست کی گرم بازاری کچھ اس طرح ہر کس و ناکس کے دل و دماغ پر چھائی کہ اس
لی اور اندرونی رسّہ کشی کو، نہ صرف یہ کہ بُری نظروں سے دیکھنے لگے بلکہ بڑی حد تک ان چیزوں سے
تعلقی اختیار کرلی، اس صورتِ حال نے اُن لوگوں کا بازار بالکل سرد کر دیا جن کی زندگی اسی قسم کی رزگی
گوں پر تھی، مگر اُس کے ہراولوں کے دلوں میں، جو جراثیم جڑ پکڑ چکے تھے وہ نہ مٹنا تھے نہ مٹے اور جب
ب انہیں موقع ملا، انہوں نے اجر کر فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی۔
لیکن ان سارے ہنگاموں کا اُس وقت بھی اور آج بھی ایک عجیب پہلو یہ ہے، کہ ان ہنگاموں کا
سارا زور، ایسے افراد اور جماعتوں پر صرف کیا جاتا ہے جن کے متعلق ہنگامہ کرنے والوں کو پہلے سے اس
ت کا یقین ہوتا ہے کہ ان کی طرف سے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی جائے گی یا اُن کے پاس وہ حاکمانہ
تدار نہیں ہے جس کی زد پڑنے یا اُس کی گرفت میں آنے کا خطرہ ہو۔
بھلا غور تو فرمائیے کہ ایسی صورت میں، جب کہ اسلام کو، ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو، کہ اپنے
ی بیگانے بنتے جا رہے ہوں، ہم اپنے مفروضہ اور غیر استدلالی افکار و خیالات کی ترویج کرنے میں لگے ہوں
س سے عامۃ المسلمین کی مزید تباہی و بربادی کے سوا اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے، اللہ ہمیں خوب و ناخوب
ی تمیز کی توفیق عطا فرمائے۔

عدل کے مضامین

پیش نظر اشاعت، عدل کا چھٹا نمبر ہے، اس مختصر سی مدت میں، عدل کے مضا
کتابت و طباعت، ٹائیٹل اور سائز کے متعلق ہمدردان عدل کی جانب سے مشور
ا ایک سلسلہ جاری رہا، جو اب تک باقی ہے بلاشبہ، یہ مشورے ہمارے لئے بڑے حوصلہ افزا اور ہمت کو بڑھانے
والے ہیں، کیونکہ ان سے قارئین اور ہمدردان عدل کی عدل سے دلچسپی اور لگاؤ کا پتہ چلتا ہے اور اس
ات کا تو یقینی ثبوت مہیا ہو ہی جاتا ہے کہ عدل کی تمام تر ذمہ داری تنہا ادارۂ تحریر پر نہیں ہے بلکہ ایک سے
زائد احباب، ان ذمہ داریوں میں ادارہ کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔
ان سطور کے سپرد قلم کرنے کا مقصد، فی الوقت یہ ہے اگر اُس براہ راست ذمہ داری کے پیش نظر
جو عدل کے ادارۂ تحریر پر عائد ہوتی ہے، عدل کے مضامین کے متعلق، تھوڑی سی وضاحت کر دی جائے
جہاں تک مشورہ دینے والے حضرات کا تعلق ہے۔ ان کے خیالات کو اگر یکجا کیا جائے، تو وہ ایک دوسرے
سے مطابقت نہیں رکھتے، ایک صاحب کا مشورہ یہ ہے کہ فلاں صاحب کے ایک سے زائد مضامین

کسی صاحب نے ازراہِ ہمدردی، اپنے ذوقِ علمی کے پیشِ نظر فرمایا کہ "ہمارے ذوق کا بھی تو کچھ سامان ہونا
چاہئے، ظاہر ہے کہ بیک وقت ان تمام کی تعمیل سے، ہم یقیناً قاصر ہیں اور معذرت خواہ ہیں۔
اس سلسلہ میں، ایک مشورہ کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے، جو صوبہ کے محکمۂ تعلیم کے ایک ذمہ دار شخص کی،
طرف سے ہم تک پہنچا ہے، جس کو ان الفاظ میں ادا کیا جاسکتا ہے :-

"صوبہ بمبئی کے عام اُردو داں طبقہ کا معیارِ قابلیت، اُردو کی چوتھی پانچویں کے اسٹینڈرڈ تک ہے، اس لئے 'عدل' کی زبان کو اگر زیادہ سے زیادہ آسان کر دیا جائے تو عدل کے پڑھنے والوں کی تعداد بہت بڑھ جائے گی اور اس سے عدل کے مقصد کو بہت زائد فائدہ پہنچے گا"

اس قابلِ قدر مشورہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اب سوال یہ ہے کہ مشورہ کو عملی جامہ کس طرح پہنایا،
جائے؟ وہ حضرات جو علمی ذوق رکھتے ہیں، یہیں کے باشندے ہیں یا ایک عرصہ سے اس صوبہ میں مقیم ہیں اور
ذوق وجذبہ کے ساتھ ساتھ یہاں کے مذاق سے بھی، پوری پوری واقفیت رکھتے ہیں، اگر ہمارے یہ
رہ دینے والے بزرگ، اپنے اثر سے، ان حضرات کو عدل کی قلمی اعانت کی طرف متوجہ کر دیں، تو
مشکل حل ہو جاتی ہے، ہم اپنے طور پر بھی کوشش کریں گے اور اب تک برابر کرتے رہے ہیں کہ دین کا
درد رکھنے والے اصحابِ علم، جن کا ہمیں علم ہوتا گیا، ہم نے اُن سے تحریری استدعا کی، بعضوں سے زبانی بھی
کیا گیا لیکن ابھی تک ہماری درخواست شرفِ قبولیت نہ حاصل کر سکی۔

عدل کے مدیرِ مسئول کو، فکرِ معاش اور اپنی شریکِ حیات کی مسلسل علالت کے باعث انتظامِ خانہ داری اور بعض دوسرے فوری
مشاغل میں مصروفیت نے اتنا عدیم الفرصت بنا دیا ہے کہ عدل کے شذرات بھی بمشکل اور عین وقت پر لکھ پاتا ہے۔ ایسی صورت
میں ادبی تقاضوں کے مطابق، آسان تر زبان میں، پوری بصیرت کے ساتھ مضامین لکھنا بڑا ہی دشوار گذار مرحلہ ہے۔ بالخصوص ایسے
حالات میں، کہ دینی اپنوں میں بھی بیگانہ اور سعدی از دستِ خویشتن فریاد، کا مصداق بن رہا ہے، قلم کی ذرا سی لغزش، دوسروں
کا ذکر کیا، اپنوں ہی کے لئے گریز کا، ایک وسیع باب کھول سکتی ہے۔ اندریں حالات، اسلام کا یہ مطالبہ مجھ پر پیچیدہ سے، بالکل
نہ ہوگا کہ مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں — ایک بات، البتہ اس موقع پر مجھے بے محابا کہنا ہے، وہ یہ کہ جہاں تک رفیقِ محترم جناب
قاری ودود الحق صاحب کا تعلق ہے۔ ان کے لکھنے کا ایک خاص انداز ہے، جس کے وہ عادی بھی ہیں اور اپنی عادت کے
مطابق، انہیں اپنے اندازِ تحریر کو پست و بلند کرنے پر مجبور بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی جب کہ
ہم اچھی طرح معلوم ہے کہ بمبئی کا ایک کافی بڑا حلقہ ایسا ہے جو قاری صاحب موصوف کی تقریر و تحریر سے دلی شغف و تعلق
رکھتا ہے، عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس معاملہ میں بعض مخلص وارفتگی کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔
بایں ہمہ سب کچھ ہوتے ہوئے خصوصی طور پر پھر بھی یہ کوشش کی جائے گی کہ مخلص کرم فرما کے مشورہ کی، تابمقدور تعمیل کی جائے

مدرسہ فتح الاسلام

دہلی جاتے ہوئے راستہ میں، جی آئی پی ریلوے کا؛ ایک بڑا جنکشن جھانسی پڑتا ہے، جھانسی کمشنری بھی ہے۔ اس کے ضلع جالون کے قصبۂ کونچ میں مدرسہ فتح الاسلام کے نام سے دینیات اور عربی کا ایک مدرسہ ہے، جو عرصہ سے، ان اطراف کے بچوں کی دینی تربیت کر رہا ہے۔ آج کل اس کے صدر مدرس حضرت مولانا محمود الرحمٰن صاحب (سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ علمائے صوبہ بمبئی) ہیں، بمبئی کے عام و خاص مولانا سے بخوبی واقف ہیں جن کی موجودگی مدرسہ کی تعلیمی حالت کی بہتری کی ضمانت ہے۔ اس مدرسہ کے منتظمین نے ایک مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ مسلمانان بمبئی کو مدرسہ کی امداد کی طرف توجہ دلائی ہے، امید کہ بمبئی کے مخیر مسلمان بقدر استطاعت توفیق اس مدرسہ کی سرپرستی فرمائیں گے۔

حج کو جانے والوں سے

حج کے متعلق ہدایات اور جہازوں کے پروگرام کے متعلق اوائل مارچ میں ادارۂ عدل نے، پورٹ حج کمیٹی، مغل لائن اور حج لائن کو خطوط لکھے، تاکہ ان کے جوابات کی روشنی میں عدل میں ہدایات و پروگرام شائع کر دیا جائے۔ مگر اکزکٹو افسر صاحب پورٹ حج کمیٹی نے جواب دیا کہ گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے اوائل اپریل میں، ہدایات کے آنے کی توقع ہے، حج لائن نے کوئی جواب نہیں دیا، مغل لائن نے لکھا کہ اب تک حاجیوں کے جہازوں کا کوئی پروگرام طے نہیں ہوا ہے۔ اپریل کے دوسرے ہفتہ کے بالکل آخر میں پورٹ حج کمیٹی اور مغل لائن کو اس اطلاع کے ساتھ خطوط لکھے گئے کہ آپ کے جواب کے انتظار میں عدل کی آخری کاپی پریس میں نہیں بھیجی جائے گی۔ ہماری اس اطلاع کا مطلب مقصد ظاہر ہے لیکن آج جب کہ کافی انتظار کے بعد، پیش نظر سطور، سپرد قلم کی جا رہی ہیں، ان دونوں ذمہ دار اداروں کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ قبل رمضان، با ارادہ حج، حجاز جانے والے کیسی کشمکش میں مبتلا ہوں گے، غریبوں کا ذکر ہی کیا، صاحب ثروت اصحاب کو بھی بروقت اطلاع سے، طرح طرح کی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، معلوم نہیں کہ اتنے اہم معاملہ میں، ایسی لاپرواہی کیوں برتی جاتی ہے؟ قبل رمضان، روانہ ہونے والے جہازوں کا پروگرام اور ضروری ہدایات جہازوں کی روانگی سے، کم سے کم دو ماہ قبل شائع ہو جانا چاہئے۔

معراج

حقیقت اور سفر

(مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی۔)

معراج کا واقعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سب سے زیادہ مشہور واقعات میں سے ہے لیکن
در مشہور ہے، اسی قدر افسانوں کی تہیں اس پر چڑھ گئی ہیں۔ عام لوگ عجوبہ پسند ہوتے ہیں، ان کی عجائب
کے جذبہ کو بس اپنی تسکین کا سامان چاہیئے۔ اس لئے معراج کی اصل روح اور اس کی غرض اور اس کے
اور نتیجوں کو تو انہوں نے نظر انداز کر دیا اور ساری گفتگو اس پر ہونے لگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم
آسمان پر گئے تھے یا صرف روح گئی تھی، براق کیا تھا، جنت اور دوزخ کا حال آپ نے کیا دیکھا اور فرشتے
ل کے تھے۔ حالانکہ در اصل یہ واقعہ تاریخ انسانی کے ان بڑے واقعات میں سے ہے جنہوں نے زمانہ کی رفتار
اور تاریخ پر اپنا مستقل اثر چھوڑا ہے اور اس کی حقیقی اہمیت کیفیت معراج میں نہیں بلکہ مقصد اور نتیجہ معراج
ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ کرۂ ارض جس پر ہم آپ رہتے ہیں خدا کی عظیم الشان سلطنت کا ایک چھوٹا سا صوبہ
ں صوبہ میں خدا کی طرف سے جو پیغمبر بھیجے گئے ہیں ان کی حیثیت کچھ اس طرح کی سمجھ لیجئے جیسے دنیا کی
اپنے ماتحت ملکوں میں گورنر یا وائسرائے بھیجا کرتی ہیں۔ ایک لحاظ سے دونوں میں بڑا بھاری فرق ہے۔
حکومتوں کے گورنر اور وائسرائے محض انتظام ملک کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں اور سلطان کائنات کے گورنر
اور وائسرائے اس لئے ....
ہوتے ہیں کہ انسان کو صحیح تہذیب، پاکیزہ اخلاق، اور سچے علم و عمل کے وہ اصول بتائیں جو روشنی کے
ے کی طرح انسانی زندگی کی شاہراہ پر کھڑے ہوئے صدیوں تک سیدھا راستہ دکھاتے رہیں۔ مگر اس فرق
جود دونوں میں ایک طرح کی مشابہت بھی ہے۔ دنیا کی حکومتیں گورنری جیسے ذمہ داری کے منصب ان کو
ا کو دیتی ہیں جو ان کے سب سے زیادہ قابل اعتماد آدمی ہوتے ہیں اور جب وہ انہیں اس عہدے پر مقرر کر دیتی

ہیں تو پھر انہیں یہ دیکھنے اور سمجھنے کا پورا موقع دیتی ہیں کہ حکومت کا اندرونی نظام کس طرح کس پالیسی پر چل رہا اور ان کے سامنے اپنے وہ راز بے نقاب کر دیتی ہیں۔ جو عام رعایا پر ظاہر نہیں کئے جاتے۔ ایسا ہی حال خدا کی سلطنت کا بھی ہے۔ وہاں بھی پیغمبری جیسے ذمہ داری کے منصب پر وہی لوگ مقرر ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے، اور جب انہیں اس منصب پر مقرر کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے خود اُن کو اپنی سلطنت اندرونی نظام کا مشاہدہ کرایا اور ان پر کائنات کے وہ اسرار ظاہر کئے جو عام انسانوں پر ظاہر نہیں کئے جاتے۔
مثال کے طور پر حضرت ابراہیمؑ کو آسمان اور زمین کے ملکوت، یعنی اندرونی انتظام کا مشاہدہ کرایا گیا یہ بھی آنکھوں سے دکھا دیا گیا کہ خدا کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر جلوہ باری دکھایا گیا اور ایک خاص بندے کے ساتھ کچھ مدت تک پھرایا گیا تاکہ اللہ کی مشیت کے تحت دنیا کا انتظام جس طرح ہوتا ہے اُس کو دیکھیں اور سمجھیں۔ ایسے ہی کچھ تجربات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی تھے۔ کبھی آپ خدا کے مقرب فرشتے کو افق پر علانیہ دیکھتے ہیں، کبھی وہ فرشتہ آپ کے قریب ہوتے ہوتے اتنا قریب آجاتا ہے کہ آپ کے اور اس کے درمیان دو کمانوں کے بقدر بلکہ اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ جاتا ہے۔ کبھی وہی فرشتہ آپ کو سدرۃ المنتہیٰ یعنی عالم مادی کی آخری سرحد پر ملتا ہے اور وہاں آپ خدا کی عظیم الشان نشانیاں دیکھتے ہیں۔
اسی نوعیت کے تجربات میں سے ایک وہ چیز ہے جس کو معراج کہتے ہیں۔ معراج صرف سیر اور مشاہدہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایسے موقع پر ہوتی ہے جب کہ پیغمبر کو کسی کار خاص پر مقرر کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے اور آ ہدایات دی جاتی ہیں۔ وہ حضرت موسیٰ کی معراج ہی تھی جب کہ ان کو وادی سینا میں بلا کر احکام عشرہ دیئے گئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ مصر جا کر فرعون کو منشاء خداوندی کے مطابق نظام حکومت میں اصلاح کرنے کی دعوت دو اسی طرح وہ حضرت عیسیٰ کی معراج تھی جب انہوں نے ساری رات پہاڑ پر گذاری اور پھر اُٹھ کر بارہ رسول مقرر کئے اور وہ وعظ کہا جو پہاڑی کے وعظ کے نام سے مشہور ہے۔ ایسا ہی ایک اہم موقع تھا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا گیا، یہ وہ وقت تھا جب آپ کو اپنے مشن کی تبلیغ کرتے ہوئے تقریباً بارہ سال گذر چکے تھے۔ حجاز کے اکثر قبائل میں، اور قریب کے ملک حبش میں آپ کی آواز پہنچ چکی تھی اور آپ کی تحریک ایک مرحلہ سے گذر کر دوسرے مرحلہ میں قدم رکھنے کو تھی۔ دوسرے مرحلہ سے میری مراد یہ ہے کہ اب وقت آگیا تھا کہ آپ مکہ کی ناموافق سرزمین کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف منتقل ہو جائیں جہاں آپ کی کامیابی کے لئے زمین تیار تھی۔ اس دوسرے مرحلہ میں آپ کا مشن بہت پھیلنے والا تھا۔ صرف حجاز اور صرف عرب ہی نہیں بلکہ گردو پیش کی دوسری قوموں سے بھی سابقہ پیش آنا تھا اور اسلام کی تحریک ایک اسٹیٹ میں تبدیل ہونے کو تھی، اس لئے اس اہم موقع پر آپ کو ایک نیا پروانۂ تقرر اور نئی ہدایات دینے کے لئے بادشاہ کائنات نے اپنے حضور میں طلب فرما

اسی پیشی و حضوری کا نام معراج ہے۔ عالم بالا کا یہ حیرت انگیز سفر ہجرت سے تقریباً ایک سال پہلے پیش آیا تھا۔ اس سفر کے ضمنی واقعات احادیث میں آئے ہیں۔ مثلاً بیت المقدس پہنچ کر نماز ادا کرنا، آسمان کے مختلف طبقات سے گذرنا، پچھلے زمانہ کے پیغمبروں سے ملنا اور پھر آخری منزل پر پہنچنا، لیکن قرآن ضمنی چیزوں کو چھوڑ کر ہمیشہ اصل مقصد تک اپنے بیان کو محدود رکھتا ہے۔ اس لئے اس نے کیفیت معراج کا کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ وہ چیز تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے جس کے لئے آنحضرتؐ کو بلایا گیا تھا۔ قرآن کی سترھویں سورت میں آپ کو تفصیل مل سکتی ہے اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ میں مکہ کے لوگوں کو آخری نوٹس دیا گیا کہ اگر تمہاری سختیوں کی وجہ سے خدا کا پیغمبر جلاوطنی پر مجبور ہوا تو مکہ میں تم کو چند سال سے زیادہ رہنے کا موقع نہ مل سکے گا۔ اور بنی اسرائیل کو، جن سے عنقریب مدینہ میں پیغمبر سے براہ راست سابقہ پیش آنا تھا، خبردار کیا گیا کہ تم اپنی تاریخ میں دو زبردست ٹھوکریں کھا چکے ہو اور دو قیمتی موقعے کھو چکے ہو، اب تم کو تیسرا موقع ملنے والا ہے اور یہ آخری موقع ہے۔

دوسرے حصہ میں وہ بنیادی اصول بتائے گئے جن پر انسانی تمدن و اخلاق کی تعمیر ہونی چاہئے۔ یہ اصول ہیں:—

(۱) صرف اللہ کی بندگی کی جائے اور اقتدار اعلیٰ میں اس کے ساتھ کسی کی شرکت نہ تسلیم کی جائے۔

(۲) تمدن میں خاندان کی اہمیت ملحوظ رکھی جائے، اولاد والدین کی فرمانبردار و خدمت گذار ہو اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ہمدرد و مددگار ہوں۔

(۳) سوسائٹی میں جو لوگ غریب یا معذور ہوں یا اپنے وطن سے باہر مدد کے محتاج ہوں وہ بے وسیلہ نہ چھوڑ دیئے جائیں۔

(۴) دولت کو فضول ضائع نہ کیا جائے جو مالدار اپنے روپے کو برے طریقہ سے خرچ کرتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں۔

(۵) وہ لوگ اپنے خرچ کو اعتدال پر رکھیں، نہ بخل کر کے دولت کو روکیں اور نہ فضول خرچی کر کے اپنے لئے اور دوسرے کے لئے مشکلات پیدا کریں۔

(۶) رزق کی تقسیم کا قدرتی انتظام جو خدا نے کیا ہے انسان اس میں اپنے مصنوعی طریقوں سے خلل نہ ڈالے خدا اپنے انتظام کی مصلحتوں کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

(۷) معاشی مشکلات کے خوف سے لوگ اپنی نسل کی افزائش نہ روکیں۔ جس طرح موجودہ نسلوں کے رزق کا انتظام خدا نے کیا ہے آنے والی نسلوں کے لئے بھی وہی انتظام کرے گا۔

(۸) خواہش نفس کو پورا کرنے کے لئے زنا کا راستہ بُرا راستہ ہے لہٰذا نہ صرف زنا سے پرہیز کیا جائے بلکہ اُس کے قریب جانے والے اسباب کا دروازہ بھی بند ہونا چاہیئے۔

(۹) انسانی جان کی حرمت خدا نے قائم کی ہے۔ لہٰذا خدا کے مقرر کردہ قانون کے سوا کسی دوسری بنیاد پر آدمی کا خون نہ بہایا جائے۔ نہ کوئی اپنی جان دے نہ دوسرے کی جان لے۔

(۱۰) یتیموں کے مال کی حفاظت کی جائے، جب تک وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوں ان کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔

(۱۱) عہد و پیمان کو پورا کیا جائے، انسان اپنے معاہدات کے لئے خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔

(۱۲) تجارتی معاملات میں ناپ تول ٹھیک ٹھیک راستی پر ہونی چاہیئے، اوزان اور پیمانے صحیح رکھے جائیں۔

(۱۳) جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کی پیروی نہ کرو۔ (وہم اور گمان پر نہ چلو، کیونکہ آدمی کو اپنی تمام قوتوں کے متعلق خدا کے سامنے جواب دہی کرنی ہے کہ اس نے انہیں کس طرح استعمال کیا۔

(۱۴) نخوت اور تکبر کے ساتھ نہ چلو، غرور کی چال سے نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں سے اونچے ہو سکتے۔

یہ چودہ اصول جو معراج میں آنحضرتؐ کو دیئے گئے تھے ان کی حیثیت صرف اخلاقی تعلیمات ہی کی نہ تھی بلکہ یہ وہ پروگرام تھا جس پر آپ کو آیندہ سوسائٹی کی تعمیر کرنی تھی۔ یہ ہدایات اُس وقت دی گئی تھیں جب آپ کی تحریک عنقریب تبلیغ کے مرحلہ سے گذر کر حکومت اور سیاسی اقتدار کے مرحلے میں قدم رکھنے والی تھی لہٰذا یہ گویا ایک مینی فسٹو تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ خدا کا پیغمبر ان اصولوں پر تمدن کا نظام قائم کرے گا اسی لئے معراج میں یہ ۱۴ نکات مقرر کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے تمام پیروانِ اسلام کے لئے پانچ وقت کی نماز فرض کی تاکہ جو لوگ اس پروگرام کو عمل کا جامہ پہنانے کو اُٹھیں ان میں اخلاقی انضباط پیدا ہو اور وہ خدا سے غافل نہ ہونے پائیں، ہر روز پانچ مرتبہ ان کے ذہن میں یہ بات تازہ ہوتی رہے کہ وہ خود مختار نہیں ہیں بلکہ ان کا حاکم اعلیٰ خدا ہے جس کو اُنہیں اپنے کام کا حساب دینا ہے۔

سفرِ معراج

معراج پیغمبرِ اسلام کی زندگی کے ان واقعات میں سے ہے جنہیں دُنیا میں سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی ہے۔ عام روایت کے مطابق یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً ایک سال پہلے ۲۷ رجب کی رات کو پیش آیا۔ اس کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی۔ قرآن یہ بتاتا ہے کہ معراج کس غرض کے لئے ہوئی تھی اور خدا نے اپنے رسول کو بلا کر کیا ہدایات دی تھیں۔ حدیث یہ بتاتی ہے کہ معراج کس طرح ہوئی اور اس سفر میں کیا واقعات پیش آئے۔

اس واقعہ کی تفصیلات ۲۸ ہم عصر راویوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہیں جن میں سات راوی وہ ہیں جو خود معراج کے زمانہ میں موجود تھے اور ۲۱ وہ ہیں جنہوں نے [illegible] کی زبان مبارک سے ان کا [illegible]

مختلف روایتیں حقیقت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں اور سب کو ملانے سے ایک ایسا مفصل سفرنامہ
جاتا ہے جس سے زیادہ دلچسپ، معنی خیز اور نظر افروز سفرنامہ انسانی لٹریچر کی پوری تاریخ میں نہیں ملتا
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبری کے منصب پر سرفراز ہوئے ۱۲ سال گذر چکے تھے، ۵۲ برس کی عمر
،) حرم کعبہ میں سو رہے تھے کہ جبریلؑ فرشتے نے آکر آپ کو جگایا۔ نیم خفتہ و نیم بیدار حالت میں آپ کو زمزم
پاس لے گئے، سینہ چاک کیا، زمزم کے پانی سے اس کو دھویا۔ پھر اُسے علم اور بردباری اور دانائی اور
ن و یقین سے بھر دیا۔ اس کے بعد آپ کی سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا جس کا رنگ سفید اور قد
سے کچھ چھوٹا تھا۔ بجلی کی رفتار سے چلتا تھا اور اسی مناسبت سے اس کا نام "براق" تھا۔ پہلے انبیاء بھی
ا نوعیت کے سفر میں اسی سواری پر جایا کرتے تھے۔ جب آپ سوار ہونے لگے تو وہ چمکا، جبریلؑ
تھپکی دے کر کہا، دیکھ کیا کرتا ہے آج تک محمدؐ سے بڑی شخصیت کا کوئی انسان تجھ پر سوار نہیں ہوا ہے
ر آپ اس پر سوار ہوئے اور جبریلؑ آپ کے ساتھ چلے۔ پہلی منزل مدینہ کی تھی جہاں اُتر کر آپ نے نماز
ھی۔ جبریلؑ نے کہا اس جگہ آپ ہجرت کر کے آئیں گے۔ دوسری منزل طورِ سینا کی تھی جہاں خدا حضرت
یٰ سے ہم کلام ہوا۔ تیسری منزل بیت لحم کی تھی جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے۔ چوتھی منزل پر بیت المقدس
ا جہاں براق کا سفر ختم ہوا۔

اس سفر کے دوران میں ایک جگہ کسی پکارنے والے نے پکارا ادھر آؤ۔ آپ نے توجہ نہ کی۔ جبریلؑ نے بتایا یہ
ودیت کی طرف بلا رہا تھا۔ دوسری طرف سے آواز آئی، ادھر آؤ، آپ اس کی طرف بھی ملتفت نہ ہوئے۔
بریلؑ نے کہا، یہ عیسائیت کا داعی تھا۔ پھر ایک عورت نہایت بنی سنوری نظر آئی اور اس نے اپنی طرف بلایا
پ نے اس سے بھی نظر پھیر لی۔ جبریلؑ نے کہا یہ دنیا تھی۔ پھر ایک بوڑھی عورت سامنے آئی۔ جبریلؑ نے
ا دنیا کی عمر کا اندازہ اس کی عمر سے کر لیجئے۔ پھر ایک اور شخص ملا جس نے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا
ر آپ اسے بھی چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ جبریلؑ نے کہا، یہ شیطان تھا جو آپ کو راستہ سے ہٹانا چاہتا تھا۔

بیت المقدس پہنچ کر آپ براق سے اُتر گئے اور اسی مقام پر اُسے باندھ دیا جہاں پہلے انبیاء اس کو
ندھا کرتے تھے۔ ہیکل سلیمانی میں داخل ہوئے تو ان سب پیغمبروں کو موجود پایا جو ابتدائے آفرینش سے
ں وقت تک دنیا میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے پہنچتے ہی نماز کے لئے صفیں بندھ گئیں سب منتظر تھے
امامت کے لئے کون آگے بڑھتا ہے۔ جبریلؑ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور آپ نے سب کو نماز
ھائی۔ پھر آپ کے سامنے تین پیالے پیش کئے گئے۔ ایک میں پانی، دوسرے میں دودھ، تیسرے میں شراب،
پ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ جبریلؑ نے مبارکباد دی کہ آپ فطرت کی راہ پا گئے۔

اس کے بعد [illegible] سامنے پیش کی گئی اور جبریلؑ اس کے ذریعہ سے آپ کو آسمان کی طرف

لے چلے۔ عربی زبان میں سیڑھی کو معراج کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے یہ سارا واقعہ معراج کے نام سے
مشہور ہوا۔ پہلے آسمان پر پہنچے تو دروازہ بند تھا۔ محافظ فرشتوں نے پوچھا کون آتا ہے؟ جبریلؑ نے اپنا
بتایا، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریلؑ نے کہا محمدؐ، پھر پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں۔ تب
دروازہ کھلا اور آپؐ کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ یہاں آپ کا تعارف فرشتوں اور انسانی ارواح کی ان بڑی
بڑی شخصیتوں سے ہوا جو اس مرحلہ پر مقیم تھیں۔ ان میں نمایاں شخصیت ایک ایسے بزرگ کی تھی جو انسانی بناوٹ
کا مکمل نمونہ تھے۔ چہرے مہرے اور جسم کی ساخت میں کسی پہلو سے کوئی نقص نہ تھا۔ جبریلؑ نے بتایا یہ آدم ہیں
آپ کے مورث اعلیٰ۔ ان بزرگ کے دائیں بائیں بہت لوگ تھے۔ وہ دائیں جانب دیکھتے تو خوش ہوتے اور بائیں
جانب دیکھتے تو روتے۔ پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ نسل آدم ہے۔ آدم اپنی اولاد کے نیک لوگوں کو
دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور برے لوگوں کو دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر آپ کو تفصیلی مشاہدہ کا موقع دیا گیا۔ ایک جگہ
آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھیتی کاٹ رہے ہیں اور جتنی کاٹتے جاتے ہیں اتنی ہی وہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ پوچھا
یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ پھر دیکھا کچھ لوگ ہیں جن کے سر پتھروں سے
کچلے جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وہ لوگ ہیں جن کی سرگرانی انہیں نماز کے لئے اٹھنے نہ دیتی تھی
پھر اور لوگ دیکھے جن کے کپڑوں میں آگے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے تھے اور وہ جانوروں کی طرح گھاس چر رہے
تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وہ ہیں جو اپنے مال میں سے زکوٰۃ خیرات کچھ نہ دیتے تھے۔ پھر ایک شخص کو
دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا جمع کر کے اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور جب وہ نہیں اٹھتا تو اس میں کچھ اور لکڑیاں بڑھا
لیتا ہے۔ پوچھا یہ کون احمق ہے؟ کہا گیا یہ وہ شخص ہے جس پر امانتوں اور ذمہ داریوں کا اتنا بوجھ تھا کہ اٹھا
نہ سکتا تھا مگر یہ ان کو کم کرنے کے بجائے اور زیادہ ذمہ داریوں کا بار اپنے اوپر لادے چلا جاتا تھا۔ پھر دیکھا
کہ کچھ لوگوں کی زبانیں اور ہونٹ قینچیوں سے کترے جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ غیر ذمہ دار مقرر
ہیں جو بے تکلف زبان چلاتے اور فتنہ برپا کرتے تھے۔ ایک اور جگہ دیکھا کہ ایک پتھر میں ذرا سا شگاف ہوا۔ اور
اس سے ایک بڑا موٹا سا بیل نکل آیا، پھر وہ بیل اسی شگاف میں واپس جانے کی کوشش کرنے لگا مگر نہ جا سکا۔
پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ کہا گیا یہ اس شخص کی مثال ہے جو غیر ذمہ داری کے ساتھ ایک فتنہ انگیز بات کر جاتا ہے پھر
نادم ہو کر اس کی تلافی کرنا چاہتا ہے مگر نہیں کر سکتا۔ ایک اور مقام پر کچھ لوگ تھے جو اپنا گوشت کاٹ کاٹ کر
کھا رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ دوسروں پر زبان طعن دراز کرتے تھے۔ ان ہی کے قریب کچھ اور لوگ
تھے جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے منہ اور سینے نوچ رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وہ لوگ
ہیں جو لوگوں کے پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں کرتے اور ان کی عزت پر حملے کیا کرتے تھے۔ کچھ اور لوگ دیکھے جن کے
ہونٹ اونٹوں کے مشابہ تھے اور وہ آگ کھا رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ یتیموں کا مال ہضم کرتے تھے

پھر دیکھا کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ بے انتہا بڑے اور سانپوں سے بھرے ہوئے ہیں، آنے جانے والے ان کو روندتے ہوئے گزرتے ہیں مگر وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ سود خوار ہیں۔ پھر کچھ اور لوگ نظر آئے جن کے ایک جانب نفیس چکنا گوشت رکھا تھا۔ اور دوسری جانب سڑا ہوا گوشت جس سے سخت بدبو آرہی تھی۔ وہ اچھا گوشت چھوڑ کر سڑا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جنہوں نے حلال بیویوں اور شوہروں کے ہوتے حرام سے اپنی خواہش نفس پوری کی۔ پھر دیکھا کچھ عورتیں اپنی چھاتیوں کے بل لٹک رہی ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جنہوں نے اپنے شوہروں کے سر ایسے بچے منڈھ دیئے جو اُن کے نہ تھے۔

ان ہی مشاہدات کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ایک ایسے فرشتے سے ہوئی جو نہایت ترش رُو تھا۔ آپ نے جبریلؑ سے پوچھا، اب تک جتنے فرشتے ملے تھے سب خندہ پیشانی اور بشاش چہروں کے ساتھ ملے ان حضرت کی خشک مزاجی کا کیا سبب ہے؟ جبریلؑ نے کہا اس کے پاس ہنسی کا کیا کام، یہ تو دوزخ کا داروغہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے دوزخ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے یکایک آپؐ کی نظر کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا اور دوزخ اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ نمودار ہو گئی۔

اس مرحلہ سے گذر کر آپ دوسرے آسمان پر پہنچے، یہاں کے اکابر میں دو نوجوان سب سے ممتاز تھے۔ تعارف پر معلوم ہوا یہ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ ہیں۔ تیسرے آسمان پر آپ کا تعارف ایک بزرگ سے کرایا گیا جن کا حسن عام انسانوں کے مقابلہ میں ایسا تھا جیسے تاروں کے مقابلے میں چودھویں کا چاند۔ معلوم ہوا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ آپ سے ملے، ساتویں آسمان پر پہنچے تو ایک عظیم الشان محل (بیت المعمور) دیکھا جہاں بے شمار فرشتے آتے اور جاتے تھے۔ اس کے پاس آپ کی ملاقات ایک ایسے بزرگ سے ہوئی جو خود آپ سے بہت مشابہ تھے۔ تعارف پر معلوم ہوا حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ پھر مزید ارتقا شروع ہوا یہاں تک کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ گئے جو پیش گاہ ربّ العزت اور عالم خلق کے درمیان حدِّ فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ نیچے سے جانے والے یہاں رُک جاتے ہیں اور اوپر سے احکام و فرامین براہ راست یہاں آتے ہیں۔ اسی مقام کے قریب آپ کو جنت کا مشاہدہ کرایا گیا اور آپ نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے صالح بندوں کے لئے وہ کچھ مہیا کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی ذہن میں اُس کا تصور تک گذر سکا۔ سدرۃ المنتہیٰ پر جبریلؑ ٹھہر گئے اور آپ تنہا آگے بڑھے۔ ایک بلند ہموار سطح پر پہنچے تو بارگاہِ جلال سامنے تھی۔ ہمکلامی کا شرف بخشا جو باتیں ارشاد ہوئیں اُن میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔

(۲) سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں تعلیم فرمائی گئیں۔
(۳) شرک کے سوا دُوسرے سب گناہوں کی بخشش کا امکان ظاہر کیا گیا۔
(۴) ارشاد ہوا کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اُس کے حق میں ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے اور جب وہ اس پر عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ مگر جو بُرائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جاتا اور جب وہ اس پر عمل کر گذرتا ہے تو ایک ہی بُرائی لکھی جاتی ہے۔

پیشیٔ خداوندی سے واپسی پر نیچے اُترے تو حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے روداد سُن کر کہا میں بنی اسرائیل کا تلخ تجربہ رکھتا ہوں، میرا اندازہ ہے کہ آپ کی اُمت پچاس نمازوں کی پابندی نہیں کر سکتی۔ جائیے اور کمی کے لئے عرض کیجئے۔ آپ گئے اور اللہ جل شانہ، نے ۱۰ نمازیں کم کر دیں۔ پلٹے تو حضرت موسیٰؑ نے پھر وہی بات کہی اُن کے کہنے پر آپ بار بار اوپر جاتے رہے اور ہر بار دس نمازیں کم کی جاتی رہیں۔ آخر پانچ نمازوں کی فرضیت کا حکم ہوا اور فرمایا گیا کہ یہی پچاس کے برابر ہیں۔

واپسی کے سفر میں آپ اسی سیڑھی سے اُتر کر بیت المقدس آئے یہاں پھر تمام پیغمبر موجود تھے آپؐ نے اُن کو نماز پڑھائی جو غالباً فجر کی نماز تھی۔ پھر براق پر سوار ہوئے اور مکہ واپس پہنچ گئے۔ صبح سب سے پہلے آپ نے اپنی چچا زاد بہن اُم ہانیؓ کو یہ روداد سُنائی۔ پھر باہر نکلنے کا قصد کیا انہوں نے آپ کی چادر پکڑ لی اور کہا خدا کے لئے یہ قصہ لوگوں کو نہ سُنائیے گا ورنہ ان کو آپ کا مذاق اُڑانے کے لئے ایک اور شوشہ ہاتھ آجائے گا۔ مگر آپ یہ کہتے ہُوئے باہر نکل گئے کہ میں ضرور بیان کروں گا۔ حرم کعبہ میں پہنچے تو ابوجہل سے آمنا سامنا ہوا۔ اس نے کہا کوئی تازہ خبر؟ فرمایا ہاں، پوچھا کیا؟ فرمایا یہ کہ میں آج کی رات بیت المقدس گیا تھا۔ کہا بیت المقدس؟ راتوں رات ہو آئے؟ اور صبح یہاں موجود ہو؟ فرمایا ہاں۔ کہا قوم کو جمع کروں، سب کے سامنے یہی بات کہو گے؟ فرمایا بیشک ابوجہل نے آوازیں دے دے کر سب کو جمع کر لیا اور کہا اب کہو۔ آپ نے سب کے سامنے پورا قصہ بیان کر دیا، لوگوں نے مذاق اڑانا شروع کیا۔ دو مہینہ کا سفر ایک رات میں؟ ناممکن! محال! آناً فاناً یہ خبر تمام مکہ میں پھیل گئی۔ بہت سے مسلمان تک اس کو سُن کر اسلام سے پھر گئے۔ لوگ اس اُمید پر حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے کہ یہ محمدؐ کے دست راست ہیں یہ پھر جائیں تو اس تحریک کی جان ہی نکل جائے گی۔ انہوں نے یہ قصہ سُن کر کہا۔
"اگر واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے تو ضرور صحیح ہوگا، اس میں تعجب کی کیا بات ہے، میں تو روز سُنتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے پیغام آتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ پھر ابوبکرؓ حرم کعبہ میں آئے رسول اللہ موجود تھے اور ہنسی اڑانے والا مجمع بھی۔ پوچھا کیا واقعی آپ نے ایسا فرمایا ہے؟ جواب دیا ہاں، کہا بیت المقدس میرا دیکھا ہوا ہے، آپ وہاں کا نقشہ بیان کریں۔ آپ نے فوراً نقشہ بیان کرنا شروع کر دیا اور ایک ایک چیز اس طرح بیان کی کہ گویا بیت المقدس سامنے موجود ہے اور دیکھ کر اس کی کیفیت بتا رہے ہیں

ضرت ابوبکرؓ کی اس تدبیر سے جھٹلانے والوں کو ایک شدید ضرب لگی ۔ وہاں بکثرت ایسے آدمی موجود تھے
تجارت کے سلسلہ میں بیت المقدس جاتے رہتے تھے ، وہ سب دلوں میں قائل ہو گئے کہ نقشہ بالکل صحیح
ہے اب لوگ آپ کے بیان کی صحت کا مزید ثبوت مانگنے لگے ۔ فرمایا جاتے ہوئے میں فلاں مقام پر فلاں
فلہ سے گذرا جس کے ساتھ یہ یہ سامان تھا ۔ قافلے والوں کے اونٹ براق سے بھڑکے ۔ ایک اونٹ فلاں وادی
طرف بھاگ نکلا ، میں نے قافلہ والوں کو اس کا پتہ بتایا ۔ واپسی میں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کا قافلہ مجھے
، سب لوگ سو رہے تھے ۔ میں نے ان کے برتن سے پانی پیا اور اس بات کی علامت چھوڑ دی کہ اس سے
پیا گیا ہے ۔ ایسے ہی کچھ اعداد تے پتے آپ نے دیئے اور بعد میں آنے والے قافلوں سے اس کی تصدیق
ہوئی ۔ اس طرح زبانیں تو بند ہو گئیں ۔ مگر دل یہی سوچتے رہے کہ یہ ہو کیسے سکتا ہے ؟

اللّٰھمّ صلّ وسلّم دائماً ابداً

ادارۃ تبلیغ الاسلام ۱۲۲ ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ کھڑک بمبئی نمبر ۹ کے

تبلیغی خطبات

معراج کی رات	۳؍	جمادی عید	۳؍
رہبر عالم	۲؍	بادشاہ کا قرآنی فلسفہ	۲؍
شب برات	۳؍	پیغام عید	۲؍
پیغام حرم	۱؍	اندھا کنواں	۲؍
حادثہ کربلا	۳؍	خطرناک مجلسیں	۲؍
عید قربان	۳؍	قربانی	۱؍

نوٹ :۔ تاجران کتب اور مفت تقسیم کرنے والے حضرات کو پچیس فی صدی کمیشن دیا جائے گا ۔

شرائط ایجنسی

(۱) بمبئی میں کم سے کم پانچ اور بمبئی سے باہر دس پرچوں سے کم منگانے والے کو ایجنسی نہیں دی جائے گی ۔
(۲) کمیشن پچیس فی صدی ۔
(۳) رقم پیشگی لی جائے گی ۔
(۴) غیر فروخت شدہ پرچے واپس نہیں لئے جائیں گے ۔
(۵) روانگی کے اخراجات بذمہ دفتر ہوں گے ۔
(۶) کم سے کم پچیس پرچے منگانے والے ایجنٹ کو سول ایجنسی دی جائے گی اور کمیشن ۳۳ فیصد

(مینجر عدل)

عدل کی اشاعت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں

دین کے متوالوں سے

(جناب شفیق فتح پوری)

اے دینِ مبیں کے شیدائی اُٹھ رنگِ گلستاں پیدا کر
اُٹھ محفلِ رنداں چھوڑ ذرا، آ محفلِ خوباں پیدا کر

یہ نیند کی یورش کیا مطلب؟ یہ خواب کا غلبہ کیا معنی؟
اُٹھ شب کے تارے ڈوب چلے، اک صبحِ بہاراں پیدا کر

زنجیر چھنکتی ہے چھنکے، ہاں آگ برستی ہے برسے
تو یاس و الم کے پاس نہ جا، اِک فطرتِ خنداں پیدا کر

وہ ساقی ہے یہ میخانہ وہ بادۂ ناب یہ پیمانہ!
اُٹھ دیر نہ کر لے جامِ "ھُدیٰ" اک محفلِ رنداں پیدا کر

دنیا بدلی، عالم بدلے، عیش و طرب کے نغمے بدلے
تو بھی بدل جا حق کے پیامی، نغمۂ ایماں پیدا کر

کوثر کی نہریں پیدا کر، تسنیم کے دھارے پیدا کر
اے عیش و طرب کے متوالے، کچھ عیش کا ساماں پیدا کر (حیات نو)

نبی کا طریقِ دعوت و اصلاح

(گزشتہ سے پیوستہ)

(مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی)

(مترجم :- مولوی سید محمد رابع صاحب حسنی)

اطاعت و تابعداری محبت کا لازمی نتیجہ ہے۔ جب صحابۂ کرامؓ محبت کی دولت سے مالامال ہوئے ہوں نے اپنی ساری طاقت آپؐ کی اطاعت میں صرف کردی، اس کی بہترین مثال سعد بن معاذ کا وہ ہے جو انہوں نے اپنی اور جماعت انصار کی جانب سے بدر سے قبل کہا تھا :-

"میں انصار کی طرف سے شرحِ صدر کے ساتھ کہتا ہوں اور اُن کی جانب سے جواب بھی دیتا ہوں کہ آپ جہاں چاہیں مقیم ہوں، جس کا تعلق چاہیں قائم رکھیں اور جس کا چاہیں توڑیں اور ہمارے مال و دولت سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں دے دیں، اور جو کچھ کہ آپ ہم سے لیں گے وہ اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ چھوڑ دیں گے، اور جس بارے میں آپ جو کچھ حکم فرمائیں گے ہم اس کے تابع ہوں گے، اور بخدا اگر آپ برک غمدان تک چلے جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑیں گے، اور خدا کی قسم اگر آپ سمندر میں گھوڑا ڈال دیں گے تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے"

ان کی اطاعت کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان تینؓ ..... شخصوں سے گفتگو ممنوع قرار دی تھی جو غزوۂ تبوک نہ جاسکے تھے، تو لوگوں نے آپ کی بات مانی، اور مدینہ ان تینوں کے لئے شہر خموشاں بن گیا، جہاں کوئی بات کرنے والا اور بات کا جواب دینے والا نہ تھا۔ کعب کہتے ہیں :-

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم تینوں سے گفتگو منع فرمادی تھی، لوگ ہم سے کترانے لگے اور ان کی نگاہیں بدل گئیں، حتیٰ کہ مجھے زمین تنگ محسوس ہونے لگی گویا وہ زمین ہی نہ تھی جس کو میں جانتا تھا، یہاں تک کہ جب لوگوں کی میرے ساتھ بے رُخی بہت بڑھ گئی میں

چلا اور ابوقتادہ کی دیوار پھاند کر ان کے باغ میں گھس گیا ، یہ ابوقتادہ وہ ہیں جو میرے محبوب چچا زاد بھائی تھے اور میرے سب سے زائد چہیتے تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا ، بخدا انہوں نے مجھے جواب بھی نہ دیا تو میں نے اُن سے کہا ، اے ابوقتادہ میں تم کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں ، کیا تم کو علم ہے کہ میں اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہوں ، وہ خاموش رہے ، میں نے پھر دہرایا ، ان کو واسطہ دیا اور وہ خاموش رہے ، میں نے پھر لوٹایا اوران کو واسطہ دیا تو وہ بولے کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے ۔ میری آنکھیں بھر آئیں اور میں پلٹ پڑا اور دیوار پھاند کر باہر نکل آیا "۔

ان کی اطاعت کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ وہ ناراضگی و بے رُخی کے ہدف تھے ، کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قاصد آتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہنا۔ وہ بولے " طلاق دے دوں یا کیا کروں ؟" وہ بولا " نہیں ، بلکہ الگ رہو اُن کے قریب مت جاؤ " تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ ، اُن ہی کے پاس رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں کچھ فیصلہ کردے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، سے ان کی محبت و تعلق کا یہ حال تھا کہ ہر ایک پر آپ کو ترجیح دیتے !

عین اس مقاطعہ کے زمانہ میں غسان کا بادشاہ ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور اپنے دربار کی پیشکش کرتا ہے اس بے رُخی اور عتاب کے زمانے میں یہ حقیقتاً سخت آزمائش تھی ، لیکن وہ رد کر دیتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ مدینہ کے بازار میں میں چل رہا تھا کہ اُن شامی نبطیوں میں سے جو مدینہ غلہ فروخت کرنے آتے تھے ، ایک نبطی کہتا ہے کعب بن مالک کو کوئی بتا دے ۔ یہ سُن کر لوگ میری جانب اشارے کرنے لگے ، اُس نے میرے پاس پہنچ کر شاہ غسان کا ایک خط حوالے کیا ، میں پڑھا لکھا تھا ، میں نے اُس کو پڑھا ، اُس میں تحریر تھا کہ

" ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے آقا نے تم سے بے رُخی اختیار کرلی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت کے لئے نہیں رکھا ، اور وہ تم کو ضائع کرنا نہیں چاہتا ، لہٰذا تم ہم سے مل جاؤ ، ہم تمہارا بہت خیال کریں گے "

میں نے جب پڑھ لیا تو کہا کہ یہ بھی ایک آزمائش ہے ، اور میں نے جا کر اُسے تنور کی نذر کر دیا۔

اطاعت اور فوری تعمیل حکم کی ایک عجیب مثال وہ واقعہ ہے جو شراب کی حرمت کے حکم کے وقت پیش آیا ۔ حضرت ابو بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ، کہ

" ہم مجلس شراب میں بیٹھے شراب پی رہے تھے کہ میں اُٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،

کی خدمت میں حاضری دوں اور سلام کروں ، ادھر شراب کی حرمت نازل ہو چکی تھی
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ الخ
تو میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا ، اور میں نے یہ آیت هل انتم منتهون (کیا تم رک جاؤ گے)
تک پڑھ کر سنا دی ، کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کے ہاتھ میں ساغر تھا ۔ کچھ پیا تھا اور کچھ ساغر میں
بچ رہا تھا ، جو شراب ہونٹوں میں پہنچ گئی تھی وہ فوراً تھوک دی گئی ۔"

رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت اور اپنے نفس پر ، گھر والوں اور خاندان والوں پر ، آپ کو
ح دینے کی عجیب و غریب مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا اور فرمایا " دیکھتے ہو تمہارے والد کیا کہتے ہیں ؟" وہ بولے " یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان
میں کیا کہتے ہیں ؟" آپ نے فرمایا "کہتے ہیں کہ اگر مدینہ واپسی ہوئی تو جو معزز ہوگا وہ ذلیل کو نکال دیگا ۔"
ولے " خدا کی قسم یا رسول اللہ ! انہوں نے سچ کہا ، بخدا آپ معزز ہیں اور وہ ذلیل ہیں ، یا رسول اللہ
ا مدینہ تشریف لایئے ، اور اہل یثرب کو اس کا علم ہے کہ وہاں مجھ سے بڑھ کر اپنے باپ کا کوئی فرمانبردار
، اگر اللہ و رسول کی مرضی یہ ہے کہ میں اس کا سر لے آؤں تو میں حاضر ہوں ۔" رسول اللہ (صلے اللہ
وسلم) نے فرمایا :- " نہیں !"

جب لوگ مدینہ پہنچے تو عبداللہ بن عبداللہ بن ابی مدینہ کے دروازے پر تلوار لے کر اپنے باپ کے
رمیں کھڑے ہو گئے ، جب ان کے والد آئے تو بولے :-

" تم ہی کہتے تھے اگر مدینہ واپسی ہوئی تو جو معزز ہوگا وہ ذلیل کو نکال دے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
خدا کی قسم ! تم کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ معزز کون ہے ؟ خدا کی قسم ! تم مدینہ میں اللہ
اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر رہ نہیں سکتے ۔"

اُس نے کہا :-

" اے خزرج کے لوگو ! دیکھو میرا لڑکا مجھے میرے گھر سے روکتا ہے ، اے خزرج کے لوگو !
میرا لڑکا مجھے میرے گھر سے روکتا ہے "

وہ بولے :-

" خدا کی قسم ! جب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر مدینہ میں قدم نہیں رکھ سکتا ۔"
لوگ اکٹھا ہو گئے اور ان کو سمجھایا ، انہوں نے کہا :-
" خدا کی قسم ! اللہ اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر قدم نہیں رکھ سکتا !"

لوگ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے، آپؐ کو خبر دی، آپؐ نے فرمایا:۔
"جاؤ اور عبداللہ سے کہہ دو کہ آنے دو۔"
لوگ واپس آئے، انہوں نے کہا:۔
"ہاں! اب جب کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت آگئی ہے، وہ مدینہ میں داخل ہو سکتا ہے۔"

اس وسیع و عمیق ایمان، اس محکم پیغمبرانہ تعلیم، اس دقیق و حکیمانہ تربیت، اپنی عجیب و غریب طاقتور شخصیت، اور اس محیرالعقول آسمانی کتاب کے ساتھ کہ جس کے عجائب و غرائب ختم ہونے کو نہیں آتے اور جس کی تازگی میں کبھی فرق نہیں پیدا ہوتا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جاں بلب انسانیت میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی، انسانیت کے وہ ذخائر جو خام اشیاء کی شکل میں پڑے پڑے ضائع ہو رہے تھے، جن کی افادیت اور مصرف کی کسی کو خبر نہ تھی اور جن کو جہالت کفر اور کم ہمتی نے برباد کر رکھا تھا، آپؐ نے ان کی زندگی کا رُخ بدل دیا، اس میں خدا کی مدد سے ایمان و عقیدہ پیدا فرما دیا، زندگی کی نئی رُوح پھونک دی، دبی ہوئی صلاحیتیں ابھار دیں اور اندرونی استعدادیں اُجاگر کر دیں، پھر ہر ایک کو اس کی صحیح جگہ عطا فرمائی گویا کہ اسی کے لئے اس کا وجود تھا، اور گویا کہ جگہ خالی تھی اور اس کی منتظر تھی اور گویا کہ بے جان پتھر تھا اب وہ ایک جیتا جاگتا انسان بن گیا، اور گویا بے حس و حرکت مردہ تھا اب زندہ ہو کر دنیا پر حکومت کرنے لگا، پہلے نابینا تھا جس کو خود رستہ کا پتہ نہ تھا اب ساری دنیا کا رہبر و رہنما بن گیا۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔	بھلا وہ جو مُردہ ہو ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کو ایک نور عنایت کیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا ہو اس جیسا ہے جو اندھیروں میں گم ہو نکل نہ سکتا ہو

آپؐ کی توجہ و تعلیم سے عرب کی برباد شدہ قوم میں ایسا انقلاب ہوا کہ دنیا نے تھوڑے ہی عرصہ میں ان میں وہ عظیم الشان شخصیتیں دیکھیں جو عجوبۂ روزگار اور دنیا کی تاریخ میں یادگار ہیں، وہ عمرؓ جو اپنے باپ خطاب کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے باپ ان کو جھڑکا کرتے تھے اور جو کہ قوت و عزم میں قریش کے متوسط لوگوں میں تھے، جن کو کوئی غیر معمولی امتیاز حاصل نہ تھا، ان کے معاصر ان کو غیر معمولی اہمیت نہیں دیتے تھے، وہی عمرؓ تھے کہ یکبارگی تمام عالم کو اپنی عظمت و صلاحیت سے متحیر بنا دیتے ہیں اور قیصر و کسریٰ کو تخت و تاج سے محروم کر دیتے ہیں اور ایسی اسلامی سلطنت کی بنا ڈالتے ہیں جو بیک وقت ان دونوں حکومتوں پر حاوی ہے اور تدبیر و حسنِ انتظام میں ان سے فوقیت رکھتی ہے، ورع و تقویٰ او

دل کو چھوڑ دیجئے کہ ان میں تو وہ ضرب المثل ہیں۔

یہ ولید کے فرزند ہیں قریش کے نوجوان حوصلہ مندوں میں سے ایک شخص تھے، مقامی جنگوں میں انہوں نے نام پیدا کیا تھا، قریش کے سردار قبائلی جنگوں میں ان سے مدد لیتے تھے۔ انہوں نے جزیرۃ العرب کے علاقوں میں کوئی بڑی شہرت بھی حاصل نہیں کی تھی، اچانک وہ آسمانی تلوار (سیف من سیوف اللہ) بن کر چمکتے ہیں جو چیز سامنے آتی ہے کٹ جاتی ہے، یہ خدائی تلوار روم پر بجلی بن کر گرتی ہے اور تاریخ کے طول و عرض میں اپنے تذکرے چھوڑ جاتی ہے۔

یہ ابو عبیدہ ہیں جن کی امانت اور نرمی کی تعریف کی جاتی تھی اور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے لشکروں کی قیادت کر لیا کرتے تھے، ان کو دیکھئے مسلمانوں کی سب سے بڑی قیادت کا بوجھ سنبھال لیتے ہیں، اور ہرقل کو شام کے ہرے بھرے ملک سے ہمیشہ کے لئے نکال دیتے ہیں غریب اس پر وداعی نظر ڈالتا ہے اور کہتا ہے اے ملک شام تجھ کو رخصتی سلام، ایسا سلام جس کے بعد کبھی ملاقات نہیں ہوگی۔

یہ عمرو بن العاص ہیں جن کا شمار قریش کے سمجھدار لوگوں میں تھا، قریش ان کو حبشہ سفیر بنا کر بھیجتے ہیں تاکہ مسلمان مہاجرین کو واپس لے آئیں مگر ناکام واپس ہوتے ہیں، ان کو دیکھئے، مصر فتح کرتے ہیں اور زبردست اقتدار کے مالک بن جاتے ہیں۔

اور یہ سعد بن ابی وقاص ہیں اسلام سے قبل ان کے متعلق نہ کسی بڑی فوجی قیادت کا پتہ چلتا ہے اور نہ کسی ماہر جنگ کی حیثیت سے ان کی شہرت ہے، ان کو دیکھئے مدائن کی کنجیاں سنبھالتے ہیں اور عراق و ایران کو اسلامی سلطنت میں شامل کر کے ہمیشہ کے لئے فاتح عجم کہلاتے ہیں۔

یہ سلمان فارسی ہیں، ایک مذہبی عہدہ دار کے بیٹے تھے، فارس کا ایک گاؤں وطن تھا، ایک غلامی سے دوسری غلامی اور ایک مصیبت سے دوسری مصیبت دیکھتے ہوئے، مدینہ پہنچتے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہیں، ان کو دیکھئے، اپنی ہی قوم کے عظیم الشان دار السلطنت (مدائن) کے حاکم بن کر پہنچتے ہیں، کل جہاں کی رعیت کے ایک فرد تھے آج اس ملک کے حکمران ہیں، اور اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس سے ان کے زہد و سادگی میں فرق نہیں پڑتا، لوگ ان کو اس حال میں دیکھتے ہیں کہ ایک جھونپڑی میں قیام ہے۔ سر پر بوجھ ڈھوتے ہیں۔

یہ بلال حبشیؓ ہیں، فضیلت و عزت میں اس درجہ کو پہنچتے ہیں کہ امیر المومنین ان کو اپنا سردار کہتے ہیں یہ ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں جن میں حضرت عمرؓ کو خلافت کی صلاحیت نظر آتی ہے فرماتے ہیں:۔

"اگر حیات ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا"

یہ زید بن حارثہ ہیں، جنگ موتہ کے لئے مسلمانوں کے لشکر کی قیادت کرتے ہیں، اور اسی لشکر میں جعفر بن ابی طالب، خالد بن ولید جیسے ممتاز لوگ بھی موجود ہیں۔ اور ان کے بیٹے اسامہ اس لشکر کی قیادت کرتے ہیں جس میں ابوبکرؓ، عمرؓ جیسے افراد موجود تھے۔

یہ ابوذر، مقداد، ابوالدرداء، عمار بن یاسر، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب ہیں جن پر اسلام کی باد بہاری کا ایک جھونکا چل جاتا ہے اور وہ دنیا کے نامور زاہدوں اور جلیل القدر عالموں میں دیکھتے دیکھتے شمار ہونے لگتے ہیں۔

یہ علی بن ابی طالب اور عائشہ اور عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس ہیں جو نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گود میں پل کر دنیا کے عظیم ترین عالموں میں شمار ہونے لگے۔ جن سے علم کی نہریں بہتی ہیں، اور حکمت ان کی زبان پر جاری ہو جاتی ہے۔ قلب کے سچے، علم میں گہرے اور تکلف سے دور، بات کرتے ہیں تو زمانہ ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگتا ہے، خطاب کرتے ہیں تو دنیا کے مورخ کا قلم لکھنے میں مشغول ہو جاتا ہے کہ کوئی لفظ ضائع نہ ہو۔

پھر تھوڑا عرصہ بھی نہیں گذرتا کہ متمدن دنیا دیکھتی ہے کہ وہ خام اشیاء جو بکھری پڑی تھیں، جن کی معاصر قوموں نے بھی ذرا قدر نہ کی تھی اور پڑوسی ملکوں نے جن کا مذاق اڑایا تھا۔ اس سے ایک ایسا مجموعہ تیار ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ نے اس سے زیادہ متوازن و مکمل مجموعۂ کمالات نہیں دیکھا، جیسے ایک ڈھلا ہوا کرہ یہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ اس کا سرا کدھر ہے، یا باران رحمت کی طرح کہ اس کا پتہ نہ چل سکے کہ اس کا پہلا چھینٹا بہتر ہے یا آخری، ایسا مجموعہ جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ کی صلاحیت رکھتا ہے، دین و دنیا کی ہر ضرورت کے لئے اس کے پاس سامان موجود ہے اس لئے اس کو کسی سے مدد کی ضرورت نہیں، لیکن دنیا اس کی مدد کے لئے تیار نہیں۔

اپنی تہذیب کی خود بنیاد ڈالی، نئی حکومت کی داغ بیل ڈالی، حالانکہ اس کو اس سے پہلے اس کا کوئی تجربہ نہ تھا، اس کے باوجود اس کو ذرا ضرورت نہ پڑی کہ کسی دوسری قوم سے کوئی آدمی مستعار لے، یا کسی انتظام میں کسی حکومت سے مدد چاہے۔ ایسی حکومت کی بنیاد ڈالی جس کا تختہ دو بڑے براعظموں کے وسیع رقبہ میں پھیلا تھا، اس کے پاس ہر شعبہ اور ہر ضرورت کے لئے متعدد آدمی ایسے تھے جو اپنی لیاقت، کارکردگی، امانت و دیانت، قوت، اور احساس ذمہ داری میں بے نظیر تھے۔ یہ عالمگیر سلطنت قائم ہوئی تو اس نوزائیدہ قوم نے جس پر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا اس کو پورے آدمی فراہم کئے جن میں کوئی عادل حاکم تھا کوئی امانت دار خازن [illegible] ... دینی تربیت کی برکت [illegible] ... اسلامی حکومت کو [illegible]

یں ، خدا ترس ، فرض شناس و مستعد کارکن ملتے رہے ۔ حکومت کی ذمہ داری ان ہی اشخاص کے سپرد ہوتی
یت کو تحصیل وصول کے جذبہ پر ترجیح دیتے ، جو اپنے کو بجائے تحصیلدار کے مبلغ و ہادی سمجھتے ، جن کی
ت میں صلاحیت و صلاح ، اور دین و دنیا کا صحیح امتزاج ہوتا ۔ ان کے اثر سے اسلامی تہذیب اپنی
خصوصیتوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ، اور دین کے برکات اس طرح وجود میں آئے کہ پھر کسی دور میں دیکھنے
ں آئے ۔

حقیقت میں محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کی کنجی انسانی فطرت کے قفل پر رکھ دی تھی ۔
وہ کھل گیا اور اس کے تمام خزانے عجائبات ، طاقتیں اور کمالات دُنیا کے سامنے آگئے ۔ آپ نے جاہلیت
رگ کاٹ دی ، اور اس کے طلسم کو پاش پاش کردیا ۔ آپ نے سرکش اور ضدی دُنیا کو خدا کی طاقت سے
ردیا کہ زندگی کی ایک نئی شاہراہ پر گامزن ہو اور تاریخ میں انسانیت کے ایک بالکل نئے دور کا آغاز ہو ۔ یہ
لامی دور ہے جو تاریخ کی پیشانی پر ہمیشہ دمکتا رہے گا ۔ (الفرقان)

آزادی کا اسلامی تصوّر

وہ آزادی کہ جس میں ایک مالک کی اطاعت ہو
وہ آزادی کہ جس میں ایک خالق کی حکومت
ابھی ہے دور انساں کی نگاہوں سے وہ آزادی
ابھی باقی ہے شاید اور کچھ دنیا کی برباد
ابھی منزل کہاں آئی قدم آگے بڑھا ساقی
اس آزادی کا نقشہ سامنے دنیا کے لا ساقی
ترے قربان جاؤں اور کچھ تیزی دکھا ساقی
کہیں منزل نہ کھوئی ہو قدم آگے بڑھا ساقی

زمانے بھر کو اس رستے پہ سرگرم عمل کر دے!
جو تیرے دل میں مخفی ہے ہر اک دل میں وہ شے بھر دے

(پیشرو حب)

ادارۂ تبلیغ الاسلام کے تبلیغی اسباق

"ھدل" ۲ میں شائع شدہ اسکیم یا تجویز کے ماتحت، سبق ۱ کلمہ طیبہ شائع ہو گیا ہے۔ جن حضرات نے تجویز کے پیش نظر اپنے اپنے مقامات پر اسباق کی اشاعت کی ذمہ داری لے لی ہے۔ ان کی خدمت میں ہر شائع ہونے والے سبق کی طے شدہ تعداد ارسال کر دی جائیگی۔ جن حضرات نے اب تک توجہ نہیں کی ہے۔ اب غور و مشورہ کے بعد دفتر کو مطلع فرما دیں۔ یہ دینی کام ہے اور ہر صاحب مقدرت کے کرنے کا ہے

ناظم ادارۂ تبلیغ الاسلام ۱۰۲ ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ بمبئی ۹

گجراتی لٹریچر مفت

ایک صاحب خیر مسلمان نے، گجراتی لٹریچر کے پچیس سٹ خرید کر ادارہ کو دے دیئے ہیں، حضرات مبلغین اور [illegible] جن کے یہاں گجراتی [illegible] بھی جاتی ہے، اسکے ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کر سکتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی کا اکتیسواں تبلیغی سبق

سبق ۳۱

"غیبت"

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب مولٰنا قاری ودود الحی صاحب ندوی)

نادان دوست اس سے معلوم ہوا کہ غیبت کرنے والا حقیقتاً آپ کا دوست نہیں ہوتا بلکہ وہ نادان دوست کی شکل میں ایک دشمن ہوتا ہے۔ دوسرے یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ جو شخص آپ کے سامنے کسی کی برائی کر رہا ہے وہ آپ کی برائی کسی دوسرے کے سامنے بھی کرتا ہوگا جس طرح وہ مزے لے لیکر دوسروں کی برائیاں آپ کے سامنے کرتا ہے اسی طرح دوسروں کی مجلسوں میں آپ کی بھی برائیاں اسی انداز میں کرتا ہوگا، کیا آپ اس کو پسند فرمائیں گے؟

خدائی انعام دوستو! ایسی صورت میں جب کہ ایک شخص کی بلا وجہ ایک دوسرا آدمی برائی بیان کرے اور اس کو دوسروں کی نظروں میں حقیر کرے تو اللہ کی طرف سے اس کو یہ صلہ ملتا ہے کہ غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کو ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس نے تو اپنے خیال میں فائدہ کی بات کی تھی لیکن اُلٹا اپنا نقصان کر بیٹھا یعنی اپنی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھوا بیٹھا۔ بقول شاعر ؎

سنے جو اس کو اُسے تردد جو اسکو دیکھے اُسے تحیر
ہماری نیکی اور ان کی برکت عمل ہمارا نجات اُنکی

ایک دوسرا شعر ملاحظہ ہو، جو اس حقیقت پر دوسری حیثیت سے روشنی ڈالتا ہے۔

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا!

بھلا بتائیے تو سہی اس سے بڑھ کر اور کیا حماقت ہو سکتی ہے کہ کسی کی برائی کے پیچھے اپنا بھی نقصان کر لیا جائے

گئے تھے کسی کا نقصان کرنے لیکن اُلٹے اپنا گھاٹا کر آئے۔

حضرت حسنؒ کا ہدیہ

ایک شخص نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے، آپ نے اس شخص کے پاس ایک طباق میں تازے کھجور بھجوائے اور کہلا بھیجا میں نے سُنا ہے کہ تم نے اپنی نیکیوں میں سے کچھ نیکیاں مجھ کو دے دی ہیں اس لئے میرا فرض ہے کہ میں کچھ بدلہ پیش کروں لیکن چونکہ پورا بدلہ نہیں دے سکتا اس لئے حسب مقدرت ہدیہ پیش کر رہا ہوں اور باقی کا مجھے معاف رکھنا۔

خطرناک جرم

دوستو! اس واقعہ میں کس قدر عبرت اور اور بصیرت پوشیدہ ہے، کیا آپ بھی اس سے کچھ سبق حاصل کریں گے، کیا اس کے بعد بھی آپ کو کسی کی غیبت کی طرف رغبت ہوگی؟ میرا تو خیال ہے کہ ان واضح حقائق کے بعد شاید ہی کوئی ایسا احمق اور دیوانہ ہو جو اس خطرناک جرم کا ارتکاب کرے اس زہر کو شربت کا گھونٹ سمجھ کر پی جائے۔

ایک مثال

اگر کسی کو شدید قسم کی بھوک لگی ہو اور میں اس کے سامنے اس کے مُردہ بھائی کا بھُنا ہوا گوشت رکھ دوں اور کہوں، لو یہ تمہارے مرے ہوئے بھائی کا گوشت ہے تم اس کو کھا کر اپنی بھوک مٹاؤ، تو کیا وہ شخص اس کا ایک لقمہ بھی کھانا گوارا کرے گا، خواہ اس کا بھوک سے دم ہی کیوں نہ نکلا جا رہا ہو۔ میں اُس سے اصرار کروں کہ جناب والا مطلب تو پیٹ بھرنے سے ہے گوشت گوشت سب برابر ہیں آپ اس کے کھانے سے کیوں انکار فرماتے ہیں؟

اس موقعہ پر وہ غصّہ سے جواب دے گا کہ اس کو فوراً میرے آگے سے اٹھالو مجھے مرنا قبول ہے لیکن یہ خوراک میں ہرگز نہ کھاؤں گا۔ یہ میرا بھائی تھا، میرے دل میں اس کا احترام اور اُس کی عزت تھی اس سے محبت کرتا تھا آج جب کہ یہ مر چکا ہے میرے لئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں اس کا گوشت کھا کر بھوک کی آگ کو مٹاؤں۔

عزت و آبرو

حضرات! اس مثال کو حقیقت بیں نگاہوں سے ملاحظہ فرمائیے، ایک بھوکا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت اس لئے نہیں کھاتا کہ وہ اس کی نظروں میں محترم تھا، مرنے کے بعد بھی اس کی عزت و آبرو نے اس کو مُردہ لیا تھا اُس کی محبت اس کے دل میں موجود تھی۔

اونچا مقام

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے جسم اور گوشت و پوست سے اونچا مقام اس کی عزت و آبرو، کرامت و احترام کا ہے، محبت و مودت کا ہے جس کو آدمی مرنے کے بعد بھی باقی رکھتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی اپنے مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کو برباد کرتا ہے [illegible] کے احترام کو

رتا ہے اس کی محبت کے گلے پر دشمنی کی چھری چلاتا ہے، تو اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوسکتا ہے اس لئے
یہ صورت تو اس کے گوشت کھانے سے بھی زیادہ مکروہ ہے۔
اب اگر کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت نہیں کھا سکتا تو اس کے لئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اس کی آبرو
ریزی اور برائی کرے جو اس کے گوشت کھانے سے کہیں زیادہ بری اور ذلیل بات ہے۔
اسی لئے قرآن حکیم میں غیبت سے منع فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا گیا۔

قرآن کا ارشاد

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ۔

کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس کو تو تم برا سمجھتے ہو۔

یعنی جب تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا برا سمجھتے ہو تو پھر اس کی عزت و آبرو جو اس سے کہیں زیادہ قیمتی چیز ہے اس کو برباد کرکے اپنے باطن کو کیوں میلا اور گندہ کرتے ہو اور اس حرام لقمے سے اپنی روح کو کیوں ناپاک کرتے ہو۔

نجات کی راہ

حضرات! غیبت کے تمام ضروری گوشوں پر ایک حد تک روشنی ڈالی جاچکی ہے یعنی غیبت کی تعریف، غیبت کرنے والے کی حیثیت، غیبت کی مذمت، غیبت کا عذاب مختلف عنوانوں کے ماتحت بیان کیا جاچکا ہے اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بیماری سے نجات حاصل کرنے کی کیا راہ ہے، اور اس گندگی سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

بچاؤ کی صورتیں

چونکہ سبق ضرورت سے زیادہ طویل ہوتا جاتا ہے اور ابھی آگے کچھ اور بھی عرض کرنا ہے اس لئے اختصار کے ساتھ چند باتیں اس سلسلہ میں عرض کرتا ہوں، اس مرض سے بچنے کے لئے پہلی صورت تو یہ ہے کہ آپ یہ یقین کرلیں کہ اگر میں غیبت کروں گا تو غضب الٰہی میں گرفتار ہوجاؤں گا، اور اس کی وجہ سے میری نیکیاں غارت ہوجائیں گی۔
دوسری صورت یہ ہے کہ جب کسی کی غیبت دل میں آوے تو آپ اسی وقت اپنے عیوب تلاش کرنا شروع کردیجئے اگر خدانخواستہ آپ میں خود بھی کوئی عیب پایا جاتا ہے تو آپ اس کے دور کرنے کی تدبیریں کیجئے اس طرح آپ کو یہ شرم ہوگی کہ میرے اندر خود ہی عیب موجود ہے تو میں دوسرے کی برائی کیسے کروں جس طرح میں اپنے عیب کو آج تک دور نہ کرسکا ممکن ہے اس کا بھی یہی حال ہو۔
اور اگر اپنے اندر کوئی عیب نہ پایئے تو اللہ کا شکر ادا کیجئے اور اپنے اندر بیٹھے بٹھائے غیبت کا عیب [illegible]

تیسری صورت یہ بھی ہے کہ ایسے موقعہ پر یہ خیال کیجئے کہ اگر کوئی شخص میری غیبت کرے گا تو مجھے کس قدر بُرا معلوم ہوگا، اسی طرح اگر میں کسی کی غیبت کردوں گا تو اس کو بھی بُرا معلوم ہوگا اور اس کو بھی رنج ہوگا۔

یہ چند ہدایات ہیں جو بہت حد تک غیبت سے بچنے میں اعانت کرتی ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ آ حضرات ان ہدایات کو خاص طور پر یاد رکھنے کی کوشش فرمائیں گے۔ اللہ آپ کی اعانت فرمائے آ

ایک اہم بات

دوستو! اب آخر میں ایک ضروری اور اہم بات اس سلسلہ میں اور عرض کرتا ہوں۔ جو سبق سے غالباً آپ کے دِل میں تشویش پیدا کررہی ہوگی اور جس کے حل کی تلا میں آپ دماغی طور پر پریشان ہوں گے۔

وہ بات یہ ہے کہ بسا اوقات ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں جن میں غیبت کے بغیر کام ہی نہیں چل سکتا اس موقعہ پر غیبت کے ڈر سے خاموش رہا جائے تو بہت شدید اور سخت نقصان پہنچ جانے کا خطرہ پید ہے۔ اور بسا اوقات اندوہناک نتائج بھی ایسی صورت میں برآمد ہوا کرتے ہیں، کیا شریعت ایسے ایسے پر بھی خاموشی کا حکم دیا ہے؟

غیبت کہاں کہاں جائز ہے؟

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ شریعت نے چند ایسے مواقع بتا جہاں غیبت گناہ نہیں۔ میں اُن کو آپ کی خدمت میں پیش

پہلا موقع تو یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ظالم کا ظلم اس لئے بیان کرے کہ اس کی دادرسی کی جائے اور اس ظلم سے نجات مل جائے اور یہ حق صرف مظلوم کو حاصل ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ:۔

اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا | حق دار کچھ نہ کچھ کہا ہی کرتا ہے۔

دوسرا موقع یہ ہے کہ بُری بات دُور کرنی مقصود ہو یا گنہگار کو راہ راست پر لانے کے لئے مد ہو، مثلاً کوئی شخص آپ سے آکر یہ کہے کہ فلاں آدمی یہ بُرائی کرتا ہے۔ اور اس سے اس کا یہ مطلب ہو کہ اس کی اس معاملہ میں مدد کریں تاکہ وہ گناہ سے بچ سکے۔

تیسرا موقع یہ کہ کسی مسئلہ میں حکم شریعت معلوم کرنا ہو۔ مثلاً مفتی سے جاکر سوال کرے کہ میرے بھائی یا زوجہ وغیرہ نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے اب شرعاً مجھے کیا کرنا چاہیئے تاکہ اس ظلم سے رہائی پاؤں۔

چوتھا موقعہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو شر اور بُرائی سے بچانا ہو مثلاً کسی دیندار کو دیکھا کہ وہ کسی فاسق کے پاس آتا جاتا ہے اور یہ خوف ہے کہ کہیں اس میں اس قسم کی بُرائیاں پیدا ہوجائیں تو جائز اس کی بُرائیاں اس دیندار سے بیان کردے۔

اس ضمن میں یہ بات بھی آتی ہے کہ جب کوئی نکاح وغیرہ کے سلسلہ میں تفتیش کرے تو اصل حقیقت کا اظہار اصل غیبت نہیں اس لئے کہ مشورہ طلب کرنے والے کی خیرخواہی اس سے مقصود ہے نہ کہ غیبت۔

پانچواں موقع یہ ہے کہ کوئی شخص ایسے عیب سے مشہور ہو جو واقعی اس میں موجود ہو جیسے اندھا لنگڑا تو اس طرح بنا گناہ نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لقب ایک موقع پر ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں جن کو سن کر وہ شخص برا نہیں مانتا، لیکن احتیاط کے طور پر ایسے موقع پر اشارہ سے اظہار کرنا زائد بہتر ہے۔

چھٹا موقع یہ ہے کہ جس کی برائی کریں وہ علی الاعلان فسق و فجور میں مبتلا ہو اور کسی پر اس کی برائی مخفی نہ ہو جیسے شراب خور وغیرہ۔

دوستو! یہ ہیں وہ مواقع جہاں غیبت کی اجازت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر غیبت کرنے والے کی نیت اور اس کا منشا بالکل مختلف ہوتا ہے وہ کسی کی برائی اس لئے نہیں کرتا کہ وہ ذلیل رسوا ہو بلکہ اس کا مقصود یا تو اپنے کو ظلم سے بچانا یا دوسرے کو شر اور برائی سے محفوظ کرنا ہوا کرتا ہے۔

چونکہ اس موضوع پر بہت کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے اور ضرورت کے مطابق تقریباً اس کے تمام گوشے واضح کئے جا چکے ہیں اس لئے عمل کے لئے اسی قدر کافی ہے مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اگر خدانخواستہ اس لعنت میں گرفتار ہوں تو اس سے بہت جلد آزادی حاصل کیجئے۔

اللہ ہمیں اور آپ کو اس معصیت سے محفوظ رکھے اور ہم کو صالحین کے زمرے میں شامل فرمائے آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نبیؐ کا صحابیؓ

(مولانا ابوالاسرار رمزی اٹاوی)

(۱)

بیاباں کی تپتی زمیں سے گذرتا!
چٹانوں کے سینے پہ چڑھتا اُترتا
شہادت نہ ملنے پہ افسوس کرتا
چلا جا رہا ہے نبیؐ کا صحابیؓ

(۲)

گلے میں حمائل مقدس صحیفہ
زباں پر ھُوَ القاھِرُ کا وظیفہ
سفر کر رہا ہے زمین کا خلیفہ
چلا جا رہا ہے نبیؐ کا صحا

(۳)

جبیں پہ پسینے کی موج آفتابی
لبوں پہ تبسم گلابی، گلابی
نظر انقلابی قدم انقلابی
چلا جا رہا ہے نبیؐ کا صحابیؓ (سفینۂ حرم)

مسلمانو!

کیا اب بھی، وہ وقت نہیں آیا، جب کہ تمہارے دلوں میں احکاماتِ الٰہی کی عظمت اور ان کی تعمیل کا جذبہ پیدا ہو؟
بہت سے اللہ کے بندے، انفرادی اور جماعتی صورت میں تمہیں دین کی دعوت دینے میں مصروف ہیں، زندگی کے بے شمار لمحات میں سے، کیا صرف چند لمحے، تم اس حیات بخش پیغام کے سننے میں صرف نہیں کر سکتے؟ ...... تو پھر، اسلام کا لیبل تم اپنی پیشانیوں پر کیوں چسپاں کئے ہوئے ہو؟ ... اسلام کے نام پر، متوقع فائدہ کے، حامل بخشش کی امید لیکن امرِ الٰہی کی اطاعت سے گریز، آخر کیا ... ابھی وقت ہے ... کہ اسلام کی حقیقت اور اس کے مطالبات کو سمجھو، سمجھ کر [illegible] پہنچ سکو اور اپنے معاشرے [illegible] زندگی کو سیراب کر [illegible] تمہاری مدد کرے

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(از محترم قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمین)

ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء کی ملاقات کا راز

معراج میں مختلف آسمانوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی الگ الگ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات
لا دینی نصائح پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح شاہان عالم معزز مہمان کے اکرام کے لئے اپنی سرحد خاص سے لے کر
خاص تک درجہ بدرجہ امرائے عظام کو مقرر کیا کرتے ہیں اسی طرح اُن انبیاء کرام کا تعین بھی آسمان اول
سمان ہفتم تک کیا گیا۔

(۲) آدم علیہ السلام اول البشر ہیں، اول الانبیاء ہیں اس لئے ان کا تعلق آسمان اول سے ایک خصوصیت
ہے۔ آدم علیہ السلام جن کو ترک جنت کا الم اٹھانا پڑا۔ مگر جب زمین پر آئے خلافۃ الارض کا تاج اُن کے
ر رکھا گیا اور اُن کی اولاد ورفقاء سے زمین آباد ہوگئی۔ تب ان کا وہ الم مبدل بہ سرور ہوگیا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی "اَحَبُّ البِلَادِ عِنْدَ اللّٰہِ" کو ترک کرنے والے تھے لیکن اقامت مدینہ طیبہ
ات اسلام اور نشر علوم کا سبب بنی یہیں سے نصرت و فتح کے اعلام بلند ہوئے اور یہی بلدۂ طیبہ حضور کے
ہ کا مستقر بھی ثابت ہوا۔

(۳) یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں قرابت بھی تھی۔ مسیح نے اصطباغ بھی یحییٰ علیہ السلام سے پایا تھا۔
ل زہد و محنت میں بھی متحدالاحوال ہیں۔ اس لئے اُن دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و توکل اور
من خلق الخلق کا دکھلانا بھی مقصود تھا۔ یحییٰ علیہ السلام نے اپنا کام عیسیٰ مسیح پر چھوڑا تھا اور عیسیٰ مسیح
کمال صداقت اور اتمام حقانیت کا حضور کے ہاتھوں سے پورا ہونا بتلایا تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ دونوں
ہار اپنی بہترین تمناؤں کو مکمل شدہ حالت میں دیکھ لیتے۔

(۴) یوسف علیہ السلام کے احوال مبارکہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت کلی ہے دونوں صاحب الجمال

والجمال ہیں۔ دونوں کو امتحانات دینے پڑے۔ دونوں میں عفو و کرم کا وفور ہے۔ دونوں نے اِخوان خطا کو "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" کے مژدہ سے جان بخشی فرمائی ہے۔ دونوں صاحب امر و حکومت ہیں اور دُنیا سے پوری کامرانی و حکمرانی اور جاہ و جلال کے ساتھ رخصت ہوئے۔

(۵) چوتھے فلک پر ادریس علیہ السّلام کی ملاقات ہوئی۔ کثرت درس اور توغل تعلیم اور شغف تدریس ادریس علیہ السّلام کا خاص درجہ ہے۔ اور یہی کیفیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۔ حضور ہی کے القاب گرامی میں داخل ہے۔

(۶) پانچویں پر ہارون ؑ ملے۔ ہارون علیہ السّلام اپنی قوم و امت میں ہر دلعزیز اور محبوب قلوب تھے۔ ہارون علیہ السّلام مسجد کے امام تھے۔ ہارون علیہ السّلام تفرقہ و فرقہ بازی کو سب سے بُرا سمجھتے تھے اور یہ وہ صفات عالیہ ہیں جن کے انوار حضور کی سیرت سے واضح اور آشکار ہیں۔

(۷) چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ ؑ کی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب شریعت بھی ہیں صاحب کتاب ہیں، غازی، مجاہد ہیں۔ مہاجر اور مناظر بھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان محاسن میں متشابہ تر ہیں۔ ان کا رتبہ ان محاسن کی وجہ سے پانچوں آسمانوں والے انبیاء سے بڑھ کر امتیاز رکھتا ہے۔

(۸) ساتویں آسمان پر سیدنا ابراہیم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم نظر آئے۔ یہی بانی کعبہ مقدسہ ہیں یہی کعبۂ آسمانی (بیت المعمور) کے مہتمم ہیں۔ یہی امام خلق ہیں۔ خلیل الرحمٰن ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو اَرجاس اَوثان سے پاک کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے کعبہ کو قبلۂ نماز بنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت حنفیہ کو زندہ کیا۔ مناسک کو سنت ابراہیمیہ کے مطابق ادا فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے درود پاک میں اپنے نام کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پاک کو شامل فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حلیہ کے لحاظ سے بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نہایت مماثل تھے۔

جو رفعت حضور ؐ کو مقام ابراہیم (بیت المعمور) سے اُوپر حاصل ہوئی اسی سے ظاہر ہو گیا کہ حضور ؐ ہی مقام محمود والے ہیں اور حضور ؐ ہی "آدَمُ وَمَنْ دُونَهُ تَحْتَ لِوَائِي" فرمانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

قرآن کریم اور معراج شریف

قرآن کریم نے واقعہ معراج کو دو سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

اوّل سورۂ بنی اسرائیل جس کے آغاز ہی میں یہ آیات ہیں :-

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۔ کلمہ "سبحان" تنزیہ کے لئے آتا ہے اور شروع کلام میں اس لئے لایا گیا ہے کہ جن واقعات مابعد کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اللہ کی قدرت اور طاقت ان

لانے سے عاجز و درماندہ نہیں " لیلاً " کی تنوین رات کی مقدار قلیل کو ظاہر کرتی ہے " بارکنا حولہ
م کے قرب جوار میں اشجار مثمرہ اور انہار جاریہ اور شجرۂ مبارکہ (زیتون کی کثرت ہے) اسی کا حوالی
ثیر کا مہبط وحی اور معجزات باہرات کا مصداق رہا ہے ۔ " من اٰیٰتنا " سے مراد وہ نشانات ارضی
جو بنی اسرائیل کے اقبال و ادبار اور شرف و ذلت کی زندہ زبان ہیں اور وہ نشانات عظمیٰ بھی اسی لفظ
ہیں جو حضور نے مسجد اقصیٰ عروج کے بعد ملکوت السمٰوٰت والارض میں ملاحظہ فرمائے ۔

دوم سورۂ النجم میں ذکر ہے ۔ مندرجۂ ذیل آیات پر تدبر کرو (الف) " لقد رأیٰ من اٰیٰت ربہ
" اس نے اپنے رب کی اُن آیات کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں " کبریٰ " بزرگ ترین ہونے
ت سے موصوف ہیں ۔

اس کے تحت میں جبریلؑ کا بصورت اصلی یا سدرۃ المنتہیٰ اور اس پر چھا جانے والے انوار قدسیہ کا
ت تجلی ۔ یا جنت و نار کا بہ ہیئت موجودہ یا عجائبات ملکوت کا تفصیلی معائنہ کچھ بھی لکھ دیا جائے ۔ لیکن
سب اپنی مجموعی شان میں بھی لفظ کبریٰ کے سامنے کم ہی ہونگے ۔ اس لئے ان کا حصر و تعقل دشوار ہے
" مازاغ البصر وما طغیٰ " اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق دید کا بھی بیان ہے اور
ت حسن وادب کا بھی ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبات و وقار اور تحمل و استعداد رؤیت کا
ذکرہ ہے ۔

موسیٰ علیہ السلام کے حال میں فرمایا گیا ہے " فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا "
اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی ۔ تب پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ، موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر
سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوب آنکھیں بھر کر اُن انوار کو دیکھ رہے ہیں مشتاق آنکھ نہ جھپکتی ہے اور نہ
اِدھر تاکتی ہے ۔ قوت ربانیہ متوجہ نمائش ہے اور بصارت محمدیہ کمال قوت نظارہ کے ساتھ وقف دید
اللہ علیہ وسلم ۔

" ما کذب الفؤاد ما رأیٰ " (جو آنکھوں نے دیکھا دل نے اُسے نہیں جھٹلایا) بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں
صاف آنکھیں ایک شے کو دیکھتی ہیں اور دل آنکھ کی دیکھی ہوئی حالت کو جھٹلاتا ہے مثلاً ہم ہر صبح کو
ہیں کہ سورج ایک زرین طشت کی صورت میں مشرق سے نمودار ہوتا ہے ۔ اس کا قد و قامت اس وقت
چھوٹا نظر آتا ہے کہ کرہ ارض سے کروڑوں حصے کم ہوگا ۔ لیکن دل کہہ دیتا ہے کہ ایسا سمجھنا آنکھ کی غلطی ہے
زمین سے کروڑوں حصے بڑا ہے ۔ اور یقیناً بڑا ہے ۔
ہم پانی میں گری ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں تو وہ ابھری ہوئی نظر آتی ہیں ۔ حالانکہ آنکھ کا اسے ایسا دیکھنا

غلط ہوتا ہے — ہم سورج کی روشنی کو دیکھ کر اُسے صرف ایک صاف، سفید، روشنی سمجھتے ہیں۔ مگر دل تبلاتا ہے کہ اس روشنی میں سات رنگوں کا اجتماع ہے۔

جب دیدہ و دل میں ایسا اختلاف پایا جاتا ہے تب یہ سمجھنا کہ آنکھ حقیقت اصلیہ کو دیکھ رہی ہے غلط ہوتا ہے لیکن جب حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر دل و دیدہ کا یقین اور وثوق اور اعتبار ہو جائے، تو شک نہیں کہ یہ نظارہ بصیرت افروز اور بصارت افزا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہی مقصود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نظارۂ پاک کو جملہ ظنوں اور شکوک سے برتر اور جملہ صداقتوں اور حقیقتوں پر حاوی ثابت کرنا چاہیئے۔

(د) " فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى " (پھر اپنے بندہ پر جو وحی بھی بھیجنی تھی وہ بھیجی) آیات بالا میں دیدۂ و دل کی کیفیات کا ذکر تھا۔ اس آیت میں گوش و دل کے حقائق کا ذکر ہے، مَآ اَوْحٰى کا لفظ ابہام کے لئے نہیں بلکہ تفخیم کے لئے ہے۔ اس سے تفخیم وحی میں مقصود ہے اور یوحی الیہ کی تعظیم بھی اور ان کی عظمت اصلیہ تو لفظ عبد میں پنہاں ہے۔ پنہاں بھی ہے اور عیاں بھی۔

کچھ شک نہیں کہ واقعہ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات اعلیٰ سے ایک برترین مقام ہے۔ اور اس واقعہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے سُورۂ بنی اسرائیل میں بھی اور سورۂ النجم میں بھی لفظ عبد ہی کا استعمال فرمایا ہے تاکہ مخلوق الٰہی خوب سمجھ لیں اور اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں کہ اس مقدس ہستی کے لئے بھی شان سے " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر "

سے آشکار ہے۔ سب سے بلند ترین مقام عبودیت ہی کا ہے اور ہم سب کو اسی مقام عبودیت میں (بہ قدر قابلیت و استعداد) کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ بیشک الصلوٰۃ معراج المؤمنین " کے معانی بھی اسی نکتہ سے حل ہوتے ہیں اظہار عبودیت و بیان عجز و افتقار اور تذلل و ابتہال کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی صورت محقق نہیں۔

بیداری و خواب کی بحث

بعض علماء کو آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً سے یہ خیال ہوا ہے کہ اس آیت کا اشارہ معراج کی طرف ہے اور چونکہ اسے رویا سے تعبیر کیا گیا۔ لہٰذا معراج کے واقعات خواب میں نظر آئے تھے۔

ان اشکال کو امام لغت ابن وحیہ نے حل کر دیا ہے کہ رویت و رویاد کا استعمال بمعنی واحد ہوتا ہے اہل لغت کا قول ہے رَأَیْتُ رُؤْیَۃً وَرُؤْیَا مِثْل قُرْبَۃً وَقُرْبیٰ ہے۔ اب یہ وہم اُٹھ گیا کہ رویا مراد خواب ہی کے لئے مستعمل ہے۔

زمخشری نے جو جو ائمہ لغت و معانی و بیان میں سے ہیں اپنی تفسیر کشاف جلد دوم صـ۱۹۱ پر آیت بالا کے تحت میں لکھا ہے کہ اس رویاء کا تعلق واقعہ بدر سے ہے۔ جب کہ حضور نے ہر ایک کافر کے گرنے کا نشان و مقام بھی بتلا دیا تھا اور کفار حضورؐ کے اس ارشاد کو استہزاءً ہی بتاتے رہے۔ بعد ازاں لفظ قیل کے ساتھ اس نے یہ بیان کیا ہے اِنَّمَا سَمَّاهَا رُؤْیَا عَلٰی قَوْلِ الْمُکَذِّبِیْنَ حَیْثُ قَالُوْا لَهٗ لَعَلَّهَا رُؤْیَا رَاَیْتَهَا وَخَیَالٌ خُیِّلَ اِلَیْكَ " لفظ " رویاء کا استعمال مکذبین کے استعمال کے موافق ہے وہ معراج کا حال سن سن کر کہتے تھے کہ شاید خواب دیکھا ہوگا۔ شاید خیال ہوگا۔

اس کی مثال ان آیات میں ہے فَرَاغَ اُنْفُسَهُمْ۔ اَیْنَ شُرَکَائِیَ۔ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ اب محدثین کی سنیئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں آیۂ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ہے کے تحت میں بروایت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ الفاظ تحریر کئے ھِیَ رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ " (یہ آنکھ کا نظارہ تھا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب اسریٰ کو دکھلایا گیا۔) ابن عباس رضی اللہ عنہ بہتر اُمت محمدیہ اور (بہ دعائے رسول پاک) بہترین مفسر قرآن ہیں اور اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ وہ لغت و ادب کے بھی آئمہ عظام میں سے ہیں۔

میرا ایمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج بیداری اور جسم کے ساتھ تھا یہی اعتقاد اکثر ائمہ اہل السنت محدثین و فقہا تابعین و صحابہ کا ہے جو لوگ ایسے واضح ثبوت کے بعد بھی معراج کو خواب ہی سمجھا کریں وہ حدیث ذیل پر ذرا غور کریں۔

عَنِ الشَّیْخَانِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَذَّبَتْنِیْ قُرَیْشٌ حِیْنَ اُسْرِیَ بِیْ اِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰهُ لِیْ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰیَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهِ۔ (صحیح بخاری و مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کفار نے میرے بیت المقدس جانے کو جھٹلایا (اور نشانات پوچھنے لگے) تب میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا اور جو جو نشانات وہ پوچھتے تھے میں ان کو بتاتا جاتا تھا) یہ ظاہر ہے کہ اگر حضورؐ نے واقعات معراج کو خواب کے رنگ میں بیان کیا ہوتا تو کفار، بیت المقدس کے نشان، اپنے دریافت کرنے کا کیا حق رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بھی کیا ضرورت تھی کہ بیت المقدس کو حضورؐ کے سامنے جلوہ گر کر دے اور حضور اسے دیکھ دیکھ کر سب نشانات کے جوابات بھی دیتے رہیں خواب کے لئے تو اتنا ہی جواب کافی تھا کہ میں تو اپنا خواب بیان کر رہا ہوں

پاک ذات ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو آیات کبریٰ دکھلائیں اور دُرَّ ادا نور انز کی سیر کرائی

حوصلۂ خامہ نیست تاب رقم داشتن ٭ [illegible] گر نگم چوں کنم

معراج

(انتخاب رفیق محترم عبدالرزاق سعید صاحب)

(۱)

اے داغؔ آدمی کی رسائی تو دیکھنا　　سر پر رکھے ہیں عرش نے خیرالبشر کے پاؤں (داغ دہلوی)

(۲)

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے　　کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں (علامہ اقبال)

(۳)

اس کی امت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند　　واسطے جس شہ کے غالبؔ گنبدِ بے در کھلا (غالب)

(۴)

بر مقامِ خود رسیدن زندگی است !　　ذات را بے پردہ دیدن زندگی است (علامہ اقبال)
مردِ مومن در نسازد با صفات !　　مصطفیٰ راضی نشد اِلّا بذات "
چیست معراج آرزوئے شاہدے　　امتحانے رُو بروئے شاہدے "

(۵)

خاک پر بیٹھا ہوا ہوں عرش و کرسی در نگاہ !　　میری بے سامانیوں کے ساز و ساماں دیکھئے (یگانہ)

(۶)

نہیں محدود میری وسعتیں فرشِ زمیں ہی تک　　رسائی آدمی کی دیکھنا عرشِ خدا تک ہے ! (سعید)

(۷)

آتی ہے عرش سے شبِ معراج یہ صدا　　وقتِ خرامِ ناز ہے با صد وقار چل ! (سعید)
ساتوں فلک کو آج ہے لینا ترے قدم　　اے شہسوار ! اُٹھا کے نبوت کا بار چل !
چشمِ فلک ہے وا تری خاطر تمام رات　　تاروں کی بزم تیرے لئے بے قرار چل !

(۸)

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

لذت سوز ! بتا حال فلسطین مجھ کو !
خاک پر جس کی ہے وہ مسجدِ اقصیٰ تعمیر
وہ جگہ، سیدِ عالم ؐ کو جہاں سے سوئے عرش

غیر کرتا ہے جہاں قیمتِ ارضی کا حساب (سعید)
ہے جہاں رُوح کی قوت کے مہیا اسباب
برق سے بھی کہیں لے جاتا ہے بُراق شتاب

(۹)

ل آہٹ تمہارے پاؤں کی جنت میں سنتے ہیں
دی عالمِ انسانیت کی تھی شبِ اسریٰ
سے یوں فرشتوں سے سعید اپنی سفارش کی!

"فلک یعنی ہے اک زینہ غلامانِ پیمبر کا (سعید)
خدا نے انتخاب اچھا کیا اُس پاک گوہر کا
غلام آیا ہے کوثر پر ترے صدیقِ اکبر رضؓ کا

(۱۰)

فراز عرش سے وابستہ ہے منصب نبوت کا
مقامِ خاتمیت رشکِ کعبہ رشکِ جنت ہے

یتیم خانہ اشرف العلوم

(موضع ولون، پوسٹ لوناؤلا ضلع پونہ)

ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی سے تعلق رکھنے والے احباب اس یتیم خانہ سے اچھی طرح واقف ہیں اور اس بات سے بھی کہ جس مقام پر یہ یتیم خانہ واقع ہے، وہاں اس کی کس قدر ضرورت ہے، اسی لئے ادارۂ تبلیغ الاسلام اور ماہنامہ عدل، وقتاً فوقتاً، صاحبِ خیر مسلمانوں کو، اس یتیم خانہ کی امداد کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

رجب، شعبان اور رمضان کے مہینوں میں خصوصیت کے ساتھ مسلمان خیرات و زکوٰۃ دیتے ہیں ایسے وقت پر، آپ اس یتیم خانہ کو بھی یاد رکھیں۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ، جن کی کمائی، اللہ کے کاموں میں صرف ہو اور ربّ العزت کی بارگاہ میں سُرخروئی اور عزت انہیں کو حاصل ہوگی، جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور اپنی محنت کی کمائی کا آخری پیسہ بھی ان لوگوں پر خرچ کردیا، جن پر صرف کرنے کا اُس نے حکم دیا ہے ورنہ

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائیگا جب لاد چلے گا بنجارہ

آپ کا خیرخواہ

(ناظم ادارۂ تبلیغ الاسلام)

معراج و اسرارِ معراج!

(الحاج حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

یہ صحیح ہے کہ معراج اور معراجی تجربات و مشاہدات کا چرچا اب صرف مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ وہی اس واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ ان ہی کی حکومتیں اس دن تعطیل دیتی ہیں۔ اسلامی ممالک میں خوشیاں منائی جاتی ہیں، مگر جیسا کہ معراج والے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے کہلایا گیا تھا کہ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (میں رسولوں میں نیا نہیں ہوں) بلکہ مصدق "مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ" بنا کر بھیجا گیا ہوا یعنی خدا کے برگزیدوں کے ذریعہ سے جو غیر فانی سچائیاں اور لازوال صداقتیں دنیا میں تقسیم ہوئی تھیں، تردید و تکذیب نہیں بلکہ ان پر تصدیق کی آخری مہر ثبت کرکے محفوظ کر دینا یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم کام تھا۔

سچ پوچھئے تو معراجی مشاہدات بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس راہ سے جو بھی گزرے تھے انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت آیا اور آپ کو بھی اس راستہ سے گزرنا پڑا تو ظاہر ہے جو کچھ پہلوں کے سامنے آیا تھا طبعاً ناگزیر تھا کہ وہ آپ کے آگے بھی آئے۔

مگر جس طرح بہت سے دینی تجربات اور مذہبی حقائق جو بھلا دیئے گئے تھے یا قریب تھا کہ بھلا دیئے جائیں وہ نبیوں کے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت آج زندہ ہیں۔ تعجب نہ ہونا چاہئے اگر مذہبی راہ کا حیرت انگیز تجربہ جس کا نام معراج ہے وہ بھی آج محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام ہی سے زندہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ابد تک زندہ رہے گا۔ شاید عوام کو نہ معلوم ہو لیکن جاننے والے تو جانتے ہیں کہ مغربی ممالک ہوں یا مشرقی ان میں حسب تقسیم کے بھی جو مذاہب و ملل پائے جاتے ہیں ان کے بھولے بسرے مذاہب کا ذخیرے کسی نہ کسی شکل میں اس تجربہ کے ذکر سے۔ ب بھی خالی نہیں ہیں عیسائی یہودی ادبیات میں اخنوخ نبی کی کتاب "یوحنا کے مکاشفات" "پولس کی رویا" کتابوں کے سوا "وصیت نامہ ابراہیم" جس کے متعلق قدیم ہی نہیں بلکہ جدید محققین بھی معترف ہیں کہ مسیح علیہ السلام سے صدیوں پہلے کی کتاب ہے۔ ہمیں [illegible] ہی نہیں بلکہ

معراجی واقعات کے جزئیات کا بھی ایک ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ فرشتہ کے ساتھ براق نامی سواری پر حضرت ابراہیم کی آسمانی سیاحت اس سلسلہ میں گزشتہ روحوں خصوصاً آدم علیہ السلام سے ملاقات آدم کا اپنی اولاد کی نیک روحوں کو دیکھ کر خوش ہونا اور بدوں کو دیکھ کر کڑھنا، رنجیدہ ہونا، ان تمام چیزوں کا ذکر موجود ہے۔ اور یہ تو مغربی ممالک کے مذاہب کا حال ہے۔ اندرالوکاگم نامی کتاب ہندوؤں میں پائی جاتی ہے۔ اس میں بھی کچھ اسی قسم کی آسمانی سیر کو ارجنا نامی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس میں ہے کہ اس شخص نے نندنا نامی باغ (جنتہ الماوی) کے پاس ایک تجلی درخت کو دیکھا۔ جس سے زندگی کا پانی بہہ رہا تھا اور شاخوں پر رنگارنگ کی چیزیں جگمگا رہی تھیں۔ ایسا ہی قدیم ایرانی ادبیات میں خود زردشت کے متعلق بھی اور زردشتی دین کے ایک مجدد ارتائی ویراف کے متعلق بھی آسمانی سیاحتوں کا ذکر تفصیل سے پایا جاتا ہے۔ یہاں بھی الشان یزدان یعنی ملائکہ مقربین سے ایک فرشتہ اس سفر میں ساتھ ہے اور ستارہ پایہ نامی آسمانی طبقہ سے ماہ پایہ، خورشید پایہ وغیرہ تک چڑھاتا ہوا لے جاتا ہے پھر گرومان (بہشت) کے مختلف طبقات ہومت ہوست، ہورست، اور دوزخ کی سیر کرائی جاتی ہے۔ نیز ویراف کی ملاقات زردشت کی روح اور دیگر اوران پیشوایان و دیگر پاکان سے بھی ہوتی ہے وغیرہ، کہا جاتا ہے کہ بودھی لٹریچر میں بھی اس قسم کی آسمانی سیر و سفر کا ذکر پایا جاتا ہے۔

بہرحال ایک ایسا واقعہ جس کا ذکر قرآن کے سوا تیس چالیس صحابہؓ سے حدیث کی صحیح و معتبر کتابوں مثلاً بخاری و مسلم وغیرہ میں ہو اور نسلاً بعد نسل موروثی طور پر یہ تواتر ہم تک پہنچا ہو تو ہم اس کے ماننے پر اس لئے مجبور ہیں لیکن مسلمانوں کے سوا دنیا کی دوسری قوموں کے لئے یہ واقعہ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ اور ایک معراج کیا تمام اسلامی حقائق کا یہی حال ہے کہ بجائے نئی باتوں کے زیادہ تر لوگوں کو ان کے بزرگوں کا وہی ترکہ واپس دلایا جاتا ہے، جس کے یقین سے محروم ہو کر شک بلکہ بعض دفعہ تو انکار تک کے لوگ شکار ہو چکے تھے مگر جہاں معراجی واقعات کا ذکر ان ادیان و مذاہب میں پایا جاتا ہے جہاں تک میرا علم ہے صرف اس کی حیثیت ایک واقعہ کی ہے۔ باقی یہ بات کہ یہ واقعہ آیا اچانک یونہی بلا وجہ کسی کے ساتھ پیش آجاتا ہے یا اس کا بھی تعلق قدرت کے کچھ مقررہ قوانین سے ہے اور یہ کہ یہ کوئی لازمی واقعہ ہے یا دوسرے بھی اس سے اپنی زندگی کی راہوں میں نفع اٹھا سکتے ہیں، شاید قرآن کے سوا اور کسی دوسری کتاب میں میرے علم کی حد تک اس کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی جس مشہور آیت میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منصب رسالت سے زیادہ عبدیت اور بندگی کے پہلو سے ہے۔ یعنی یتیمی و لیسیری و غربت کے جن دردناک مصائب سے بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزر چکے تھے۔ اور جوانی میں ایک نہیں بلکہ متعدد پالے پوسے بچوں کی موت کا داغ۔ لوگوں کا

اس پر "ابتر" یا بے نسل ہونے کا آپ پر طعنہ، ان سے قطع نظر نبوت کے بعد آپ کو اور آپ کی وجہ سے آپ کے ساتھیوں کو مسلسل مکہ میں تو دس سال تک جن حالات سے گزرنا پڑا حتیٰ کہ بالآخر اس کی انتہا شعب ابی طالب کے واقعہ پر ہوئی جس کی شکل ہوتی ہے کہ مہینہ دو مہینے نہیں، کامل ڈھائی تین سال تک مکہ والوں نے آپ سے اور آپ کے ساتھیوں سے کلی مقاطعہ کر لیا۔ زندگی کے تمام ذرائع بند کر دیئے۔ پھر اس کے بعد آپ پر اور آپ کے رفقاء پر ان کی عورتوں اور بچوں پر جو کچھ گزر رہی تھی اور اُن لوگوں کے کرب بے چینی کا آپ کی نرم و پرگداز رؤف و رحیم فطرت پر جو اثر پڑتا تھا لیکن جن کی طرف سے یہ واقعات پیش آ رہے تھے اور بغیر کسی انقطاع کے چالیس پچاس برس تک مسلسل پیش آتے رہے، بجائے ہٹنے کے اس کی طرف آپ کا بڑھنا، بڑھتے ہی چلا جانا ہر چیز سے یکسو ہو کر صرف اس کے آگے اپنے کو ڈال دینا.... اگر اس پستی کی قیمت میں آپ کے سامنے معراج کی بلندی پیش ہوئی اور جو سب سے گرا ہوا تھا اگر اسی کو سب سے زیادہ اُونچا کیا گیا تو آخر سوچنا چاہیئے اس کے سوائے دُوسری صورت کی گنجائش ہی کیا تھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ "معراجی مشاہدات" کا حضور اگر ذکر بھی نہ فرماتے تو جو آپ کے حالات سے واقف ہیں ان کو یُوں بھی اس واقعہ پر یقین کرنا چاہیئے تھا۔ خود قرآن نے جن الفاظ میں اس واقعہ کی تعبیر کی ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ جس نے سب سے الگ ہو کر اَلْاَصَمُّ اَلْاَعْمٰی (بہرے، اندھے) کے آگے نہیں بلکہ اَلسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" (سنوا بینا) کے آگے اپنے کو ڈال دیا تھا، اور دیکھنے والے سننے والے انسان سے جب اس کی توقع نہیں کہ ایسے گرنے والے کو یوں ہی پڑا رہنے دیگا تو تمام رحم کرنے والوں سے جو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا (اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ) ہے۔ یقیناً اس کی ذات ایسی سنگدلی اور بے دردی کے الزام سے پاک ہے، بلکہ اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اس نے رات کو اس لئے سیر کرائی تاکہ اپنی نشانیاں اُسے دکھائے۔

لوگ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ سے کچھ بھی مراد لیں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جس بندہ کی مرکزی مسجد کہ کعبہ تھی اس کو جب بلندی عطا کی گئی ہے تو عالم شہادت و محسوس کے بالمقابل عالم غیب و نامحسوس محدود میں مرکزی سجدہ گاہ کا جو بعید ترین آخری نقطہ تھا جس کی تعبیر قرآن ہی میں دُوسری جگہ "اَلْاُفُقُ الْاَعْلٰی" سے کی گئی اور بتایا گیا کہ اَلْاُفُقُ الْاَعْلٰی کے بعد پھر کائناتی و امکانی موجودات سے ہٹ کر بلکہ ..... مطلق کے ادنیٰ (قرب کا مقام) شروع ہو جاتا ہے اور شہادت و غیب کے انہی دونوں مرکزی نقطوں کے درمیان خدا کی چھوٹی اور بڑی نشانیاں، یا آیات صغریٰ (عالم شہادت محسوس) اور آیات کبریٰ (عالم غیب) واقع ہیں اور یہاں آپ کو ہر بشر کے عوالم کی سیر کرائی گئی۔ اگرچہ سورۂ اسراء میں تو نہیں لیکن "النجم" میں آپ کے ان عروجی مقامات کو بھی بیان کیا گیا ہے جہاں مخلوقات سے آگے بڑھ کر دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی تک آپ پہنچے۔ بہرحال اس سلسلہ میں گزرے ہوئے واقعات [illegible] اور اس

کے دیکھے والی صورت کے جو غیر مرئی اور نادیدہ نظامات ہیں ان کا بھی معائنہ کرایا گیا۔ ایسے عالم سے
گذرنے جہاں اس دنیا کی جو چیزیں صفات کے رنگ میں نظر آتی ہیں وہاں کبھی مستقل جوہری لیکن
دی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔ اسی بنیاد پر سمجھا جاتا ہے کہ انسانی فطرت جو ملکوتی اور حیوانی صفات کا مجموعہ ہے
ب اپنے ملکوتی پہلو کو بہیمی پہلو پر غالب کرلیتی ہے تو غیب کے اس عالم میں جس کا اصطلاحی نام مثال
یہ صورت نظر آتی ہے کہ آدمی کسی دابہ (چوپایہ) پر چڑھا ہوا ہے اور جس کی حیوانی صفت غالب ہوتی ہے
دیکھتے ہیں کہ خود کوئی جانور اس پر سوار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے مثال تک براق کی
اری پہ گئے۔ آگے براق چھوڑ دیا گیا اور معراج (سیڑھی) آئی۔ اس پر آپ نے دوسرے غیبی سماوات کی
یر کی۔ اور گذرے ہوئے پیغمبروں سے ملاقات ہوئی۔ بعض آنے والے حوادث مثلاً دجال وغیرہ کو بھی آپکے
ایا گیا۔ جنت و دوزخ کی بھی آپ نے سیر کی۔ اسلام آپ کی خدمت میں دودھ کی شکل میں پیش ہوا جسے
پی گئے۔ اور خشک رسمی مذاہب پانی کی شکل میں، اسی طرح شروع میں جو تحریکیں جوش وخروش سے
تی ہیں وہ آخر میں بے نتیجہ ہوکر رہ جاتی ہیں شراب کی شکل میں پیش ہوئیں۔ آپ نے دونوں سے انکار کیا۔
کے سامنے وہ درخت بھی آیا جس کا ذکر دوسرے مذاہب میں جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا تھا پایا جاتا ہے
گیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ اس درخت سے جنت کی نہریں اور اسی سے فرات ونیل، سیحان، جیحان کو بھی
ں نے نکلتے دیکھا۔ ارباب تحقیق نے لکھا ہے کہ یہ اشارہ ہے کہ محسوس ونامحسوس عوالم کا رشتہ اتحاد جس
نتہائی وجود کے ساتھ جکڑا ہوا ہے یہ وہی شجرۃ الکون یا درخت ہستی ہے۔ اسی لئے فیوض وبرکات ربانی جو
یوم ھو فی شان" کے سرچشمہ سے ہر لحظہ سارے عوالم میں تقسیم ہورہے ہیں۔ ان کو رنگا رنگ بوقلمون
ں میں اسی درخت پر جھلملاتے ہوئے آپ نے پایا۔ مختلف پرندوں اور بنگلوں کی شکل میں وہ آپ کو
اری تھیں، کہا جاتا ہے کہ جبرئیل امین نے اس حد تک آپ کا ساتھ دیا۔ آگے جب کائناتی اور آیاتی سلسلہ
ہو گیا تو جیسا کہ کہہ چکا ہوں صرف "وہ" اور اس کا بندہ رہ گیا تھا۔ بہرحال اس قسم کے واقعات چونکہ
کے ساتھ متعدد بار پیش آئے اس لئے شیخ اکبر (ابن عربی) نے تیس اور امام شعرانی نے پینتیس تک
اد بیان کی ہے عموماً محدثین کی اکثریت کم ازکم دو دفعہ کی قائل ہے اس لئے کہ یہ واقعات مختلف شکلوں
مختلف زمانوں میں پیش آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے نزدیک تاریخ وقوع یا بیان کے اجزاء کا اختلاف
یہ کہ خواب میں ہوا یا بیداری میں یہ روحانی کیفیت تھی یا جسمانی، حالات بھی اس میں شریک تھے۔ یہ سب
سی اختلافات ہیں۔ بہر واقعہ یہ ہے کہ جو ہر چیز میں کامل تھا اور معراجی مشاہدات کے سلسلہ میں تمام
بیروں کا امام [illegible] کے اسی مقام محمود کا اعتراف کیا گیا تھا) چونکہ اس راہ والوں کے آپ امام ہیں اس لئے

معراج کے سلسلہ میں بھی آپ پر وہ ساری کیفیتیں گذریں جو اس راہ میں گزر سکتی ہیں۔ آپ کو وہ سب کچھ دکھایا گیا جو دُوسروں نے دیکھا تھا اور وہ بھی جس میں دُوسروں کا حصّہ نہ تھا۔ اس لئے سمجھا جاتا تھا کہ روحانی اور مقامی یعنی خواب والی ، یا صرف رُوح والی معراجیں تو دُوسروں کو بھی ہو سکتی ہیں لیکن عالم محسوس سے نامحسوس عالموں کی طرف ایسی سیر جس میں دیکھنے والے کا وجود اسی عالم کا رنگ اختیار کرلے۔ گیہوں کی روٹی خون بن کر آنکھ میں آنکھ جگر میں جگر ، گوشت میں گوشت ، ناخن میں ناخن بن جاتی ہے۔ روز مرّہ کا مشاہدہ ہے تو تجدّد ارواح اور تروّح اجساد کے نظریہ کا ان لوگوں کو انکار نہ کرنا چاہئے۔ جنہیں کسی ایسے راہ کے تجربات سے سابقہ نہیں پڑا ہے ہستی کا یہ غیر محدود نظام اور اس کے مختلف آثار سے جو نا واقف ہیں ان کو ان لوگوں پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے جو اس راہ کے محرم اسرار ہیں۔ اکبر مرحوم نے سچ فرمایا ہے ؎

جہاں ہستی ہوئی محدود لاکھوں پیچ پڑتے ہیں ✦ عقیدے عقل و عنصر سب کے سب آپس میں لڑتے ہیں

جیسے ریڈیو کے قوانین کا تجربہ نہیں ہے اس کو جھٹلانا نہ چاہیئے اگر کہا جائے کہ حیدرآباد والے لندن والوں سے بول سکتے ہیں۔ خیر یہ سب تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گذرا اور مسلمان عموماً ان کی تفصیلات سے کم و بیش واقف ہیں۔ لیکن جو ہر پہلو کے حساب سے ہمارے لئے نمونہ اور اُسوہ ہیں کاش اس پہلو کو بھی اپنی زندگی کی ان تلخیوں کے متعلق جنہیں عقلی تدبیریں مٹا نہیں سکتیں ہم نمونہ بنائیں اور بجائے یاس و ناامیدی کے انگاروں پر مسلسل طور پر لوٹتے رہنے کے ان تلخیوں کو اپنی عبدیت و تسلیم و رضا کا ذریعہ بنا کر دنیا کی ہر پستی کو اپنی بلندی و عروج کا زینہ بناتے رہیں۔ تو معراجی آئینِ قدرت کے جن قوانین کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کوئی وجہ نہیں کہ حضور کے غلاموں کو بھی اپنے اپنے ظرف و مقام کے مطابق انہیں مصائب و آلام سے جنہیں ہم بے دام فراغ کر رہے ہیں ہم بھی ان کی قیمت حاصل کر سکیں۔ دکن کے حکیم الشعراء حضرت امجد پر یہ حقیقت جو کھلی ہے کہ :۔

ملا ہے جب سے لطفِ خاکساری ✦ تنزل میں ترقی کر رہا ہوں !

خدا کرے ہم سب پر کھل جائے اور زندگی کے وہی حوادث اور نامرادیاں جو آج ہماری بربادی کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں اگر ان کے متعلق صبر اور صلوٰۃ سے مدد حاصل کریں تو وہی مومن کی معراج کا وسیلہ بن سکتی ہیں۔ بہر حال :۔

نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

نامۂ اشتہارات

اندرونی صفحات

صفحہ 35/-	نصف صفحہ 18/-
ئی صفحہ 10/-	¼ صفحہ 6/-

ٹائیٹل کے صفحات

فیصدی اضافہ کے ساتھ۔ اجرت بہرحال میں پیشگی
کے لئے معاملہ کرنے پر پچیس فیصدی رعایت۔ فحش
ب اور رسالہ کی دینی پالیسی کے خلاف اشتہار نہیں
ئیں گے۔ ([illegible])
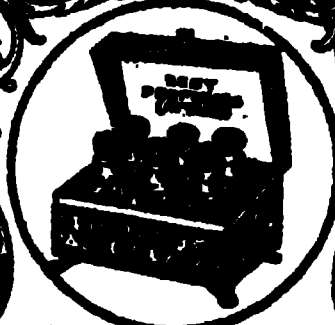
شراب

خطبۂ جمعہ، مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۵۰ء

(جناب مولانا قاری ودود الحق صاحب ندوی)

خطبۂ مسنونہ تعوذ و بسملہ کے بعد :-

اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ

ترجمہ :- شیطان کا مقصد تو یہ ہے کہ وہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں عداوت، بغض ڈال دے۔ اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ سو اب بھی تم باز آؤ گے؟

سورۂ مائدہ رکوع ۱۲ پارہ نمبر ۷

شراب اور جوا

حضرات! اس آیت کریمہ میں شراب اور جوئے کے حرام ہونے کے اسباب اور اس کے مضرات بیان کئے گئے ہیں اور اس سے قبل کی آیت میں شراب وغیرہ کی حرمت کیا گیا ہے۔

دیگر آیات

قرآن حکیم میں شراب کے بارے میں اور بھی آیات ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے :-

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ (پارہ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۲۷)

(اے رسول) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں ہیں اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں مگر گناہ کی باتیں اُن فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔

گو ان آیات میں شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی طرف واضح اشارہ موجود ہے لیکن چونکہ تر

...ں میں نہیں تھا، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو سن کر جناب باری میں یوں عرض کیا :-

...مَّ بَیِّن لَّنَا بَیَانًا شَافِیًا | اے اللہ اس سلسلہ میں ہمیں ایک واضح بات تبلائیے

اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد فرمایا گیا۔

...الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی ...تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ | پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۷ | اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں نہ جایا کرو کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو کچھ کہ منہ سے کہتے ہو۔

...نزول

یہ آیت بھی اسی عہد کی ہے جس کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک جماعت مسلمانوں کی کسی دعوت میں جمع تھی اور چونکہ اس وقت تک شراب کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ...نے اس دعوت میں شراب پی، تھوڑی دیر کے بعد نماز مغرب کا وقت آگیا چنانچہ سب کے سب اسی ...یں نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ امام نے سورۂ کافرون کی تلاوت کی تو لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (میں ...رتا ان کو جن کو (اے کافرو) تم پوجتے ہو) کے بجائے اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھ دیا جس کے معنی ... بالکل برعکس ہوگئے اور جو عقائد اسلام کے سراسر خلاف ہیں اور یہ سب کچھ شراب کی بے ہوشی کی ...ہوا۔

...س پر یہ آیت نازل ہوئی، حضرت فاروق اعظمؓ نے اس موقع پر بھی وہی دعا مانگی آپ نے فرمایا :-

اَللّٰھُمَّ بَیِّن لَّنَا بَیَانًا شَافِیًا | اے اللہ اس معاملہ میں ہمیں ایک کھلی ہوئی بات تبلائیے۔

اس کے بعد وہ آیات نازل ہوئیں جن میں کی ایک آیت آج کے خطبہ کا عنوان بن رہی ہے۔ یعنی

یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ الخ

...وق اعظمؓ چیخ اٹھے

اس موقعہ پر جب حضرت فاروق اعظمؓ نے فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ کا آخری جملہ سنا تو اِنْتَھَیْنَا اِنْتَھَیْنَا کہہ کر چلا اٹھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم باز ...ہم نے ترک کردیا۔

جب اس حکم کا اعلان ہوا تو لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے، شراب خانے برباد کردیئے۔ اس ...دینہ میں شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی اور کسی گھر میں شراب کا ایک قطرہ بھی باقی نہ بچا تھا۔

...شہ حرام ہے

اس سلسلہ میں مزید فائدہ کے پیش نظر چند ارشادات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ...آپ کو سناتا ہوں۔

...، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَّکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ | کہ ہر نشہ کرنے والی چیز شراب ہے اور ہر نشہ کرنے والی چیز حرام ہے

...س جو شخص [illegible] شراب پیتا رہا اور اس حال میں وہ مرا کہ شراب [illegible] اس نے توبہ نہ کی تو آخرت

کی شراب طہور سے وہ محروم رہے گا۔

شراب بیماری ہے

(۲) وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار طارق بن سُوَ[illegible] حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شراب پینے کے بارے میں سوال کیا منع فرمایا۔ طارق نے عرض کیا کہ ہم اس کو دَوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس پر حضور نے ار[illegible]

اِنَّهٗ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهٗ دَاءٌ | وہ دَوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔

چالیس دن کی نمازیں

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:-

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ صَلٰوتَهٗ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا | جو شخص شراب پیتا ہے اللہ اس کی چالیس دن کی نم[از] قبول نہیں کرتا۔

شراب کے برتن بھی توڑ ڈالو

(۴) پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شراب سے بیزاری کا یہ عالم ہے [کہ] آپ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے شراب کے بارے میں ارشاد فرمایا [کہ]

اَهْرِقِ الْخَمْرَ وَاكْسِرِ الدِّنَانَ (رواہ ترمذی) | کہ شراب پھینک دو اور شراب کے برتن بھی توڑ ڈالو

شرابی کو مواد اور پیپ پلایا جائے گا

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ [تعالیٰ] نے مجھے تمام عالم کے لئے رحمت بناکر مبعوث فرمایا اور [تمام] جہان کے لئے ہدایت کا ذریعہ بناکر بھیجا اور میرے عزت و بزرگی والے پروردگار نے مجھ کو باجوں [اور] بتوں، سولیوں اور جاہلیت کی تمام رسومات و عادات کے مٹانے کا حکم دیا ہے اور میرے عزت و[الے] والے رب نے اپنی عزت کی قسم کھاکر ارشاد فرمایا کہ:-

لَا يَشْرَبُ عَبْدٌ مِنْ عَبِيْدِيْ جُرْعَةً مِنْ خَمْرٍ اِلَّا سَقَيْتُهٗ مِنَ الصَّدِيْدِ مِثْلَهَا وَلَا يَتْرُكُهَا مِنْ مَخَافَتِيْ اِلَّا سَقَيْتُهٗ مِنْ حِيَاضِ الْقُدُسِ (رواہ احمد) | نہیں پیے گا میرے بندوں میں سے کوئی بندہ ایک گھون[ٹ] [شراب] کا مگر یہ کہ میں اُسی کے مقدار کے مطابق دوزخیوں کا [پیپ] اس کو پلاؤں گا اور نہیں چھوڑے گا اس کو میرے خوف سے مگر یہ کہ میں اس کو بہشت کے پاکیزہ حوضوں سے پلاؤں [گا]

یعنی جو شخص اس دُنیا میں جس مقدار میں شراب پیے گا اللہ تعالیٰ اُس کو اُسی مقدار میں آخرت میں [دوزخیوں] کا مواد اور پیپ پلائے گا اور جو شخص اس کو ترک کردے گا اللہ اس کو جنت کے پاکیزہ حوضوں سے [سیراب] سیراب فرمائے گا۔

شراب نوشی اور بت پرستی برابر ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے [کہ]

مَا اُبَالِیْ شَرِبْتُ الْخَمْرَ اَوْعَبَدْتُ ھٰذِہٖ السَّارِیَۃَ دُوْنَ اللہِ (رواہ النسائی)

نہیں پرواہ کرتا ہوں کہ شراب پیوں یا اس ستون کو اللہ کے سوا پوجوں۔

یعنی ان کے نزدیک شراب کا پینا اور بت پوجنا برابر ہے اور وہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب بندی کے سلسلہ میں صرف پر زور الفاظ اور ڈرانے والے جملوں ہی سے کام نہیں لیا بلکہ حسب معمول اس کے روکنے میں آپ نے شدت بھی اختیار فرمائی۔

شرابی کی گت حضرت عبدالرحمٰن بن الازہر کہتے ہیں کہ ایک ایسے شخص کو حضور کی خدمت میں لایا گیا جو شراب پئے ہوئے تھا۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو مارو چنانچہ بعضوں نے جوتوں سے، بعضوں نے لکڑی سے اور بعضوں نے کھجور کی قمچیوں اور چھڑیوں سے اس کو مارا۔

ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُرَابًا مِنَ الْاَرْضِ فَرَمٰی بِہٖ فِیْ وَجْھِہٖ (رواہ ابوداؤد)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے مٹی اٹھائی اور اس کے منہ پر پھینکی۔

اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شراب سے کس درجہ نفرت تھی اور اس کے پینے والے کے ساتھ رحمت عالم کا کیا برتاؤ تھا۔

صحابہ رض کا عمل آپ کے بعد صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بھی شراب کے بارے میں وہی شدت باقی رہی اور اس معاملہ میں انہوں نے مطلقاً کسی کی رعایت نہیں کی۔

ابوشحمہ ایک مرتبہ امیرالمؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرزند ابوشحمہ نے مصر میں شراب پی لی۔ اس زمانہ میں حضرت عمرو بن العاص رض وہاں کے گورنر تھے، جب ان کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ابوشحمہ کو اپنے گھر کے اندر بلا کے آہستہ آہستہ دُرّہ (کوڑے) لگائے، اس کی اطلاع حضرت فاروق اعظم رض کو ہوئی تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص کو لکھ بھیجا کہ:-

عمرو بن العاص رض تمہاری جرأت پر مجھے تعجب ہے تم نے میرے حکم کے خلاف کیا۔ اب میں تم کو معزول کرنے کے سوا کوئی رائے نہیں رکھتا۔ تم نے ابوشحمہ کو یہ خیال کرکے کہ امیرالمؤمنین کا لڑکا ہے گھر کے اندر ہلکی سزا دی حالانکہ تم کو اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہئے تھا، جو سب کے ساتھ کرتے ہو، اچھا اب تم ابوشحمہ کو فوراً میرے پاس بھیج دو تاکہ اس کو اپنی بد عملی کی سزا ملے۔

امیرالمؤمنین کے حکم کے مطابق ابوشحمہ آئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کی اور کہا کہ امیرالمؤمنین ایک مرتبہ ان کو سزا مل چکی ہے اب آپ درگذر فرمائیے مگر آپ نے ایک نہ سُنی اور ابوشحمہ

رو کر کہنے لگے کہ ابّا! مگر میں بیمار ہوں اگر دوبارہ مجھے سزا دیجئے گا تو میں مر جاؤں گا، لیکن آپ نے اسوہ
خاطر اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور قاعدے کے مطابق سزا دی۔ اس سزا سے ابوشحمہ کی بیماری بڑھ گئی ا
ایک ماہ بعد اُن کا انتقال ہوگیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے اپنے برادر نسبتی قدامہ بن مظعون پر
شراب خواری کی حد جاری کی تھی اور اپنی قرابت وغیرہ کا بالکل لحاظ نہیں کیا تھا۔

شرابی کی سزا

اسلام نے شراب خوار کے لئے اگر آزاد ہو تو اسّی کوڑے اور اگر غلام ہو تو چالیس
دُرّے سزا کے طور پر مقرر کئے ہیں اور اس معاملہ میں کسی قسم کی رعایت کی وہ ا
نہیں دیتا، جیسا کہ آپ کو اس سے قبل معلوم ہو چکا ہے۔

تدریجی قدم

چونکہ عربوں میں شراب نوشی ایک لازمۂ زندگی بن گیا تھا اس لئے شراب کی حرمت کا ا
اعلان خلافِ حکمت تھا اسلام نے اس سلسلہ میں تدریجی قدم اٹھایا یعنی ہلکے ہلکے اُن
دل و دماغ میں شراب کی بُرائی کا احساس پیدا کیا، تاکہ شراب کی حُرمت کے اعلان کے وقت وہ آس
اُسے ترک کر سکیں اور اپنے آپ کو آخری حکم کے لئے تیار کرلیں جیسا کہ خطبہ ہذا کی ابتدائی آیات سے ا
ہوتا ہے، چنانچہ جیسے ہی اس کی حرمت کا اعلان ہوا، شراب کا ایک قطرہ بھی کسی گھر میں موجود نہ تھا
پھر اس معاملہ میں جو شدّت اختیار کی گئی وہ کسی موقع پر بھی نرم نہ ہو سکی۔

حضرات! اسلام کے سامنے شراب کی حرمت کے چند خطرناک اسباب تھے جو خطبہ والی آیت
ظاہر کئے گئے ہیں۔ اگر ہم ان پر غور کریں تو اس کے تصور سے بھی ہمیں قے ہونے لگے۔ اور واقعی ہم اُ
اس طرح بھاگیں جیسے کوئی موت سے بھاگتا ہے۔

دوسرا ڈھنگ

آج اگر کوئی ملک شراب کو محض اس لئے قانوناً بند کرتا ہے کہ اُس سے ملک کی اقتصاد
مالی حالت کو نقصان پہنچتا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ شراب نوشی کی بندش کے لئے
قطعی اور آخری دلیل ہو سکتی ہے، یا تحریم خمر کے لئے ناقابلِ تنسیخ فتویٰ ہو سکتا ہے، اگر شراب
اس لئے کی جاتی ہے کہ ملک اقتصادی تباہ حالی سے بچے تو اس کے دُوسرے بھائی بہنوں کو کیوں
چھوڑ دیا جاتا ہے، سینما کیوں بند نہیں کیا جاتا۔ فحاشی کے اڈے اور قحبہ خانوں کو کیوں نہیں اُجاڑ دیا،
و سرود کی محفلوں کو کیوں ویران نہیں کر دیا جاتا۔ کیا ان سے ملک کی اقتصادی حالت استوار ہوتے ہیں
مالی حالت مضبوط ہوتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر سانپ کے ساتھ سپولوں کو بھی کیوں ختم نہیں کیا جاتا۔

اگر کسی چیز کو روکنے کے لئے اقتصادی اور مالی کمزوری سبب بن سکتی ہے، تو اس کے یہ م
ہو سکتے ہیں کہ جو اقتصادی خطرات آج موجود ہیں اگر وہ کل ختم ہو گئے تو اس معمولی بھالی دخت
جیسے دلیس نکالا دیا گیا ہے ملک میں دوبارہ داخلہ کا پرمٹ مل جانے کا یعنی جب تک ملکی حالات ا

ئے ناسازگار نہیں اس وقت تک یہ حرام ہے اور جیسے ہی حالات اس کی موافقت کریں گے حلال ہو جائے گی
یا اس حرمت کے جھروکے سے حلت بھی جھانک رہی ہے۔

پوشیدہ ہر بہار میں رنگ خزاں بھی ہے

دوسرے یہ کہ اگر ملک کی اقتصادی بدحالی محض شراب کی بندش کا سبب ہو سکتی ہے تو پھر اس زاویے
ت سی حلال اور طیب چیزیں بھی محفوظ نہ رہنی چاہئیں، دودھ پئے بغیر آدمی زندہ رہ سکتا ہے اس لئے
غرض دودھ نہ پئے گھی کے بغیر کھانا پکایا جا سکتا ہے۔ اس لئے گھی کا استعمال عموماً ناجائز ہونا چاہئے
ڑھے اور کھدر سے جسم کی عریانی چھپائی جا سکتی ہے اس لئے آج سے کوئی ململ، سلک، جیسے کپڑے نہ
ستعمال کرے، موٹر اور ہوائی جہاز وغیرہ نہ خریدے جائیں، اس کے مقابلہ میں بیل گاڑیوں سے سفر کیا جائے
یل گاڑی توڑ دی جائے اور پرانے زمانے کے رتھ چلائے جائیں۔ بڑے بڑے قصر اور عظیم الشان کوٹھیوں
کے بجائے پھونس کے جھونپڑوں میں ایام زندگی گذارے جائیں۔ برف اور تنکر کی فیکٹریاں بند کر دی جائیں
یا آج کوئی بھی اقتصادی بدحالی کا شکار ملک ان تجویزوں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہے؟ آپ فرمائیں گے
نہیں اس کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہو سکے گا تو پھر میں کہتا ہوں کہ شراب بے چاری نے کیا قصور کیا ہے کہ
س کو شہر بدر کیا جائے اور سارا نزلہ اسی پر کیوں گرایا جائے۔

حضرات! شراب کی حرمت کے لئے اگر اقتصادی اور مالی بدحالی سبب قرار دے دی جائے تو کبھی بھی
ں کے خاطر خواہ اور خوش گوار نتائج برآمد نہیں ہو سکتے جیسا کہ تاریخ کے لاتعداد واقعات گواہ ہیں اسی
شراب بندی کے سلسلہ میں امریکہ ایک عرصہ تک کوشش کر کے ناکام ہو چکا ہے۔

اسلام کا نظریہ

اسلام نے شراب کی حرمت اور اس کی بندش کے جو اسباب آپ زیر نظر بیان کئے
ہیں وہ اس قسم کے اسباب سے قطعی مختلف ہیں اس کے سامنے شراب کی حرمت کے لئے
ٹھوس اور بنیادی اسباب و محرکات ہیں جن کے بغیر انسانیت کی تکمیل نہیں ہوتی متمدن زندگی میں ہمواری
ہیں پیدا ہوتی۔ جن کی ہر ملک کو حاجت ہے، ہر وطن کو ضرورت ہے۔ اور ہر بستی کو احتیاج ہے دنیا
کا کوئی آدمی ان کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام اس میدان میں بھی سب سے بازی
یا۔ اسلام نے اس جہاد میں تلوار نہیں اٹھائی، جرمانے نہیں کئے، جائیدادیں نہیں ضبط کیں پولیس کی
وں کی نوکیں نہیں تیز کرائیں۔ جیل خانوں کی کوٹھریاں نہیں بھریں۔ پریس کی طاقتوں کو استعمال نہیں کیا
اس کی زبان سے "اِجْتَنِبُوْهُ" (بچو اس سے) نکلا اور نسلوں کے شراب خوار شراب کے دشمن بن گئے
ن کی گھٹی میں شراب پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ شراب بہا کر ضائع کر دی بلکہ ان برتنوں کو

تو از ذالاحسن میں شراب رستی تھی بقول شاعر ع

وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا

حرمت شراب اسلام نے شراب اور جوئے کی حرمت اور بندش کے لئے جو اسباب یہاں بیان ہیں آپ نے ایک مختصر سی فہرست میں ان پر غور کریں ۔

شراب کی حرمت کے متعلق جو آیت قرآن حکیم میں موجود ہے پہلے آپ اس کو سماعت فرمائیں۔ ہوتا ہے :۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو بات تو یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

رجس اس آیت میں دوسری چیزوں سے قطع نظر کرکے صرف شراب کے بارے میں ارشاد خداوندی پر غور فرمایئے کیونکہ موضوع گفتگو فی الحال شراب ہی ہے ، آیت میں شراب کو رجس کہا گیا ہے۔

رجس گندی چیز کو کہتے ہیں اس آیت میں شراب کو بھی رجس کہا گیا ہے رجس کی وجہ صاف ظاہر ہے ، شراب کے جملہ اقسام بالعموم پھلوں یا غلوں کو سڑا کر تیار کی جاتی ہیں ۔ اور سڑی ہوئی چیز دنیا کے ہر انسان کے نزدیک گندی سمجھی جاتی ہے خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو قرآن کے اس لفظ میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ موجود ہے ۔ اگر ایک انسان سڑی ہوئی چیز سے نفرت کرتا ہے اور گندگی سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے تو پھر شراب سے تو اس کو قطعی طور پر نفرت اور بیزاری کا اظہار کرنا چاہئے ، چہ جائیکہ وہ اس کو شیر مادر سمجھ کر پی لے ، آپ ہی بتایئے کہ اس سے بڑھ کر دنی الطبع اور گندی طبیعت کا اور کون انسان ہو سکتا ہے ۔ جانور بھی عام طور پر گندی چیزوں سے نفرت کرتے ہیں ۔ سڑی ہوئی چیزوں پر منہ نہیں ڈالتے ، ایک شرابی شراب پی کر جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل حرکت کا ارتکاب کرتا ہے اور اپنے مقام شرافت سے گر کر اس جگہ پر آجاتا ہے جہاں جانوروں کو بھی شرم آتی ہے ۔

اس لفظ رجس یعنی گندگی کی اہمیت اس وقت اور زائد بڑھ جاتی ہے جب اس کا تعلق عَمَلِ الشَّیْطٰن کے ساتھ ہو جاتا ہے یعنی اس قسم کی چیزیں اعمال شیطان کی نجاستیں اور گندگیاں ہیں ۔

بے خطا حربے یوں تو ساری گندگیاں اور آلودگیاں شیطان ملعون کے دامن سے چمٹی ہوئی ہیں لیکن یہ چیزیں بالخصوص شیطان رجیم کے خاص اور بے خطا حربے ہیں ۔ جو ان حربوں کی زد میں آجاتا ہے ناممکن ہے کہ وہ شیطان کا ساتھی نہ بن جائے ۔

شیطان کی مسرت شیطان مردود کی مسرت کی اس وقت کوئی انتہا نہیں رہتی جبکہ ایک انسان اپنی

ن اپنی عقل کو ضائع کرکے اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دیتا ہے شراب انسان کی عقل کو زائل کر دیتا
اور پھر شیطان اس سے جو کام چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ وہ کبھی تو اس انسان سے زنا کا ارتکاب
ا ہے کبھی قتل ناحق سے اس کے ہاتھ آلودہ اور رنگین کرا دیتا ہے، کبھی ظلم کی اندھیاریوں میں اس کو لیجا کر
ادیتا ہے اور کم از کم، تو تو، میں میں، گالی گلوچ اور مارپیٹ میں مبتلا کئے بغیر شیطان کسی شرابی کو نہیں
رتا۔

م الخبائث سچ پوچھئے تو شیطان ایک اچھے خاصے آدمی کو شراب پلا کر اپنا ہی جیسا ایک شیطان بنا دیتا ہے
اسی لئے شراب کو مِفتَاحُ کُلِّ شَرٍّ تمام برائیوں کی کُنجی، مُجَامِعُ الاِثم گناہوں کا پوٹ
اُمُّ الخبائث تمام گندگیوں کی ماں کہا گیا ہے۔

راب اور ایمان اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
مَنْ زَنٰی اَوْ شَرِبَ الْخَمْرَ
زَعَ اللّٰهُ مِنْهُ الْاِیْمَانَ کَمَا یَخْلَعُ الْاِنْسَانُ
قَمِیْصَ مِنْ رَاْسِهٖ

جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ تعالیٰ اس سے ایمان اس طرح
نکال لیتا ہے جس طرح ایک انسان اپنا پیراھن اپنے سر سے
نکال لیتا ہے۔

شراب کے دسترخوان پر نہ بیٹھو حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ
صاحب ایمان کو اس دسترخوان پر نہ بیٹھنا چاہئے جہاں شراب
پی جاتی ہو۔
سچ ہے نور کو ظلمت سے کیا واسطہ، ایمان کو کفر سے کیا لگاؤ، عقل کو جنوں سے کیا مطلب، طہارت
کو نجاست سے کیا سروکار یعنی ایک صاحب ایمان کو شیطان کے شاگردوں سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔
ان میں سے ایک مجسمہ اطاعت و انقیاد اور دوسرا بغی و عدوان کا پتلہ، ایک نور ہے تو دوسرا نار،
ایک عدل ہے تو دوسرا ظلم، ایک عالم ہے تو دوسرا جاہل، اور ایک انسان ہے تو دوسرا انسان کے روپ میں
شیطان، آخر جوڑ لگے تو کیونکر؟ اور رشتہ ہو تو کس طرح؟ بقول شخصے چہ نسبت خاک را با عالم پاک

شراب کی نحوستیں دوستو! شراب کی نحوستیں یہیں پر ختم نہیں ہو جاتیں کہ صبر کر لیا جائے۔ یہی شراب
معاشرت انسانی کو پارہ پارہ کر دیتی ہے، محبت جو صحیح معنوں میں مدار تمدن ہے
اور جس کے بغیر انسان ایک منٹ بھی دنیا میں اطمینان کی زندگی نہیں گذار سکتا۔ شراب اس محبت کو عداوت و
بغض میں تبدیل کر کے حقیقی تمدن کی حلاوتوں کو تلخ بنا دیتی ہے۔ خدا کی یاد جو انسانیت کی روح ہے شراب
اس کو دلوں سے نکال دیتی ہے۔ نماز جو فلاح و فوز کا مجموعہ ہے شراب اُس سے غافل کر دیتی ہے۔
جیسا کہ آیت میں [illegible] گیا ہے کہ:-

"شیطان کا مقصد تو یہ ہے کہ وہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں عداوت اور بغض ڈال دے، اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے"

تباہ کن اثرات حضرات! اسلام کے سامنے شراب کے یہ تباہ کن اثرات ہیں وہ شراب کو محض اس لئے نہیں روکتا کہ ملک کی اقتصادی حالت اس کی اجازت نہیں دیتی بلکہ شراب کو اس لئے روکتا ہے کہ اس سے اخلاق انسانی تباہ ہوجاتے ہیں۔ وہ قومیں جو شراب کی عادی ہوجاتی ہیں ان میں جرائم کی کثرت بلا کی طرح پھوٹ پڑتی ہے۔ ان کے فیصلے اکثر بے انصافی اور بدد پر منحصر ہوتے ہیں۔ زنا اور بدمعاشی۔ عیاشی اور اوباشی روز بروز ان میں بڑھتی رہتی ہے تا آنکہ ان کا سفینۂ حیات غرق ہوجاتا ہے اور پھر کبھی اس کو ابھرنا نصیب نہیں ہوتا، صحت و تندرستی ایسی قوموں پہلے ہی جواب دے چکی ہوتی ہے اس لئے ان کے خاتمہ میں زیادہ دیر بھی نہیں لگتی۔

طبعی تقاضا انسان کی طبیعت میں مدنیت ہے وہ آپس میں مل جل کر رہنے کا عادی ہے ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے سے بندھا ہوا ہے۔ ہر ایک ایک دوسرے سے وابستہ ہے اور بغیر اس کا کوئی کام چل ہی نہیں سکتا۔ اس رشتہ کے لئے محبت کی ضرورت ہے، شراب اس رشتہ کو کاٹ دیتی ہے اور محبت کو بغض و عداوت میں تبدیل کردیتی ہے۔ جو انسانیت کا ایک اندوہناک نقصان ہے۔

خدا کی یاد شراب خدا کی یاد اور اس کی اطاعت سے باز رکھتی ہے اور خدا کی یاد اور اس کی اطاعت کے بغیر کوئی حقیقی توازن پیدا ہو ہی نہیں سکتا، یہی انسان کو انسان بناتی ہے۔ اسی سے محبت، اخوت، ہمدردی اور ایثار جیسی صفتیں انسان میں نشو و نما پاتی ہیں۔ شراب انسان کے اس جوہر کو تباہ کرتی ہے۔ اور اس کی زندہ شرافت کا جنازہ نکال دیتی ہے۔

اللہ کا خلیفہ اسلام کے نزدیک انسان اس دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے اس اعتبار سے اس پر ذمہ داری کا ایک گراں بار بوجھ ہے جس کے لئے اس کو ہر وقت باہوش رہنے کی ضرورت ہے۔ شراب اس کو بے ہوش کرکے اس کی ذمہ داریوں سے غافل کردیتی ہے، ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے عقل و خرد کی حاجت ہے۔ شراب سب سے پہلے عقل ہی پر حملہ کرتی ہے عربی زبان میں شراب کو عام طور پر خمر اسی لئے کہتے ہیں، خمر کے معنی ڈھانپنے کے ہیں چونکہ شراب عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اس لئے اس کو خمر کہا جاتا ہے۔

دردناک عذاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذاب کا بھی ذکر فرمایا ہے جو شراب نوشی کے عام ہونے کی صورت میں ہوگا، سنئے حضور فرماتے ہیں:-

يَبِيتُ قَوْمٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى طَعَمٍ وَشُرْبٍ	ایک گروہ اس امت کا کھانے پینے اور کھیلنے کودنے میں رات

لهو ولعب ، فيصبحوا قد مسخوا قردة
خنازير وتصيبهم خسف وقذف حتى
بح الناس فيقولون خسف ببني فلان و
سف الليلة بدار فلان ولترسلن عليها
ارة من السماء كما ارسلت على قوم لوط
ى قبائل فيها وعلى دور ولترسلن عليهم الريح
عقيم التي هلكت عادا على قبائل فيها وعلى
ور بشربهم الخمر ولبسهم الحرير واتخاذهم
قينات واكلهم الربوا وقطيعتهم الرحم

گذارے گا اور صبح کو وہ سور اور بندر ہوجائے گا اور زمین
دھنس جائیگی ، آسمان سے پتھر برسیں گے ۔ صبح کو لوگ ذکر
کریں گے کہ رات کو فلاں قوم دھنس گئی اور فلاں گھر والے
دھنس گئے ، اور یقیناً ان پر آسمان سے پتھر برسیں گے جیسے کہ
حضرت لوط کی قوم پر برسے تھے" اور ان کے گھروں پر اور
قبیلوں پر اور یقیناً ان پر وہ ہوا چلے گی جو عاد کے قبائل
اور گھروں پر چلی تھی اور شراب پینے سے اور مردوں کو ریشمی
کپڑے پہننے سے اور گانے والیاں رکھنے سے اور سود کھانے سے
اور صلۂ رحم قطع کرنے کی وجہ سے یہ سب عذاب نازل ہوں گے

یقیناً جو لوگ اپنی حقیقی ذمہ داریوں کو فراموش کر بیٹھے ہوں اُن کا یہی حشر ہونا چاہئے اگر خلیفۃ اللہ
لارض سیرتاً جانور بن جائے تو صورتاً سور اور بندر بن جانا کیا مشکل بات ہے ۔ اور قوم لوط اور قوم عاد
عذاب کے وہ کیوں نہ مستحق قرار پائیں ۔ اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ
ا سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۔
مسلمانو ۔ تم خود اس لعنت سے بچو اور دنیا کو اس سے بچاؤ ، یہ تمہاری ہی ڈیوٹی اور ذمہ داری ہے
ہر اس شخص کا ساتھ دو جو تمہارے اُس مقصد کو لے کر آگے بڑھ رہا ہو ۔ آج جو کام تمہارے کرنے کا تھا
دوسرے کر رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسلام کی سعادتوں سے محروم کر دیئے جاؤ اور یہ نعمت کسی دوسرے
سونپ دی جائے ۔

اللہ تمہاری مدد فرمائے ۔ آمین
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جوانی میں بڑھاپا

اگر نزلے کی وجہ سے آپ کے بال وقت سے پہلے سفید ہونا شروع ہو گئے ہوں اور جوانی یا بچپن ہی میں
آپ بوڑھے معلوم ہونے لگے ہوں۔

اگر جوانی ڈھلنے کے بعد آپ اپنے بالوں کو تیزی کے ساتھ سفید ہونے سے روکنا چاہتے ہوں۔

اگر آپ نزلے یعنی سردی کے بار بار حملے سے عاجز آ چکے ہوں اور اس موذی مرض سے چھٹکارا حاصل کرنا
چاہتے ہوں۔

اگر آپ اپنے بالوں کی ہر خوبی کی حفاظت کرنا چاہتے ہوں۔

اگر آپ اپنے بالوں کو دراز، دماغ کو طاقتور اور آنکھ کی روشنی کو محفوظ کرنا چاہتے ہوں۔

تو

خوشبودار "سرخ تیل" اور "معجون محافظ"

ضرور استعمال کیجئے

انشاء اللہ اس قسم کی تمام شکایتیں ان دونوں دواؤں کے استعمال سے چند دنوں میں دور ہو جائیں گی

چالیس دن کے ایک کورس کی قیمت مبلغ تیس روپیہ (20/-) (علاوہ محصول ڈاک)

چونکہ یہ دوائیں سال میں ایک بار تیار ہو سکتی ہیں اس لئے آرڈر
میں عجلت کیجئے اگر دوائیں ختم ہو گئیں تو پورا ایک سال آپکو انتظار

ہر آرڈر کے ساتھ چوتھائی قیمت
پیشگی آنا ضروری ہے

ملنے کا پتہ:- ایس ڈی حق ۱۲۸ زکریا سٹریٹ پہلا منزلہ بمبئی ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمان ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

ماہنامہ

عدل

ادارۂ تحریر

اعزازی (مولانا) وُدود الحق ندوی ٭ مسئول، خلیل احمد حاجی

بدل اشتراک
سالانہ ... پانچ روپے
ششماہی ... تین روپے
فی پرچہ ۸؍
بیرون ہند
ساڑھے آٹھ روپے

مضامین
ایڈیٹر کے نام
٭
ارسال زر
مینیجر عدل کے نام
ہونا چاہیے

جلد ۲ | بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ مطابق جون ۱۹۵۰ء | شمارہ ۵

فہرست

خلیل احمد حاجی ایڈیٹر و پبلشر نے اجمل پرنٹنگ پریس بمبئی میں چھپوا کر دفتر "عدل" ادارۂ تبلیغ الاسلام مومن پورہ ... بمبئی ... سے شائع کیا

باسمہ تعالیٰ

جوانی میں بڑھاپا

اگر نزلے کی وجہ سے آپ کے بال وقت سے پہلے سفید ہونا شروع ہو گئے ہوں اور
جوانی یا بچپن ہی میں آپ بوڑھے معلوم ہونے لگے ہوں۔

اگر جوانی ڈھلنے کے بعد آپ اپنے بالوں کو تیزی کے ساتھ سفید ہونے سے روکنا
چاہتے ہوں۔

اگر آپ نزلے یعنی سردی کے بار بار حملے سے عاجز آ چکے ہوں اور اس موذی مرض سے
چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہوں۔

اگر آپ اپنے بالوں کی ہر خوبی کی حفاظت کرنا چاہتے ہوں۔

اگر آپ اپنے بالوں کو دراز، دماغ کو طاقتور اور آنکھ کی روشنی کو محفوظ
کرنا چاہتے ہوں ۔۔۔۔ تو

خوشبودار "سُرخ تیل" اور محافظ جوانی
ضرور استعمال کیجئے

انشاءاللہ اس قسم کی تمام شکایتیں ان دونوں دواؤں کے استعمال سے چند دنوں میں
دور ہو جائیں گی۔ چالیس دن کے ایک کورس کی قیمت صرف بیس روپے
(علاوہ محصول ڈاک)

ہر آرڈر کے ساتھ چوتھائی قیمت
پیشگی آنا ضروری ہے

چونکہ یہ دوائیں سال میں ایک ہی بار تیار
ہو سکتی ہیں اس لئے آرڈر دینے میں جلدی
کیجئے اگر دوائیں ختم ہو گئیں تو پورا ایک سال
آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔

ملنے کا پتہ: ایس ڈی حق۔ ۱۳۸ نزد مسجد ...

سُرخ سویرا

لانے کے لئے روس کے مزدور اور
کسان آگ اور خون کے سمندر میں کود گئے
لیکن جب سُرخ سویرا طلوع ہوا تو انہیں
کیا ملا؟ آہیں، سسکیاں اور چیخیں،
ونکٹر کراوچنکو سابق روسی کمیونسٹ نے
ان آہوں، سسکیوں اور چیخوں کو کتابی
صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔۔۔ ہم
انہیں اُردو میں منتقل کر کے

ماہنامہ "رحیل" کراچی

میں قسط وار شائع کر رہے ہیں۔۔۔ یہ پُر درد
اور الم انگیز داستان آپ کو اُن انسانوں کا
حال بتائے گی جنہیں سُرخ آمریت نے بیل
بنا کر رکھ دیا۔ اگر آپ اس داستان سے آگاہ
ہونا چاہتے ہیں تو پہلے شمارے ہی سے "رحیل"
کے مستقل خریدار بن جائیے کہ۔۔۔ پہلی قسط اسی
میں شائع ہو رہی ہے۔ زر سالانہ پانچ روپے
فی پرچہ آٹھ آنے۔۔۔ نوٹ:- ہندوستان
کے حضرات ماہنامہ فردوس قائم گنج ضلع فرخ آباد
(یوپی) کے پتہ پر اپنی رقوم بھیجیں اور کوپن میں
تصریح کر دیں کہ یہ رحیل کا چندہ ہے اور ہمیں
اطلاع دے دیں۔

روداد
ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

از ناظم ادارہ

"۱۹۵۲ء ختم ہو رہا تھا کہ بمبئی میں مقیم، ایک پردیسی نے یہ سوچا کہ پیٹ تو پلتا ہی رہتا ہے، وطن میں، جس دینی ماحول میں، عہد طفلی، بھی کے ساتھ گزرا، شعور کا آغاز، اس طور پر ہوا، کہ دنیا کے بہت سے جھمیلوں کے ساتھ ساتھ دین کی حقیقت، اس کے مطالبات اور تقاضوں کو سننے، سمجھنے اور برتنے کا موقع ملا۔ اسی کے ساتھ دنیا کے اور بھی بہت سے مطالبات اور تقاضوں کو، جو کہیں خالص سیاسی کہیں خالص سماجی اور کہیں خالص نظری تھے سننے اور سمجھنے کا اتفاق ہوا، بعض تقاضے، اس قدر ہنگامہ خیز ہنگامہ پرور اور جاذب نظر تھے ان کی گرفت سے بچنا بھی محال تھا اور جو بچ نکلنے پر کامیاب ہوگئے انہیں سخت معاشی و خانگی مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس نزاکت کے وجود، قدرت اس پردیسی کو اور اس جیسے بہت سوں کو، کسی دوسری ہی سمت راہ نمائی کر رہی تھی۔ بہت سے مردان کار تو ایک بڑے ملک کے مختلف گوشوں میں اپنے مقصد کی تکمیل کی جد و جہد کے سلسلہ میں، اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ جس حیات بخش اور حیات پرور پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے تھے اس سے بالراست اور بالواسطہ بہت سی سعید روحیں متاثر ہوئیں اور اس گاڑی کے چلانے میں، ان مردان کار کی ہمنوا بن گئیں۔ کوئی ان کے ساتھ ہو لیا اور کسی نے ہو بہو اسی ڈھنگ کی گاڑی بنا کر، اپنے اپنے مقام سے اسی منزل کی طرف کوچ کیا۔ ہمارا یہ پردیسی بھی۔ انہیں میں سے ایک تھا۔ ۱۹۵۳ء شروع ہوا کہ ایک دوسرے پردیسی کو بلا کر اپنے کام میں شریک کیا اور مقامی حالات کا لحاظ رکھ کر، بمبئی کے چند مخلص احباب کی شرکت و ہمدردی حاصل کر کے کام کو ایک ضابطہ میں لے لیا گیا اور ادارۂ تبلیغ الاسلام کا قیام عمل میں آیا۔

معذرت

مئی کا سارا مہینہ تقریباً، اس طرح گذرا، کہ تین دن بمبئی میں تو چار دن بمبئی سے سو میل کے فاصلہ پر مسلسل آمد و رفت اور سفر کے باعث اس مرتبہ عدل کی کتابت و طباعت کی صحیح طور پر نگرانی نہ ہو سکی۔ نہ شذرات ہی لکھے جا سکے، حالانکہ اس دوران میں دینی دنیا میں بعض بڑے صبر آزما حالات رونما ہوئے جن پر اظہار خیال ضروری تھا۔ اسی کے ساتھ ہم اپنے ان دوستوں اور بزرگوں کی خدمت میں بھی معذرت خواہ ہیں جنہوں نے ہمیں کتب و رسائل، تعارف و تبصرہ کی غرض سے ارسال فرمائے اور خطوط کے ذریعہ توجہ دلائی

رفیق محترم جناب قاری محمود الحق صاحب ندوی مجلس ادارہ کے صدر یا رئیس قرار پائے۔ چند رفقا، رکن اور ایک کو ناظم ادارہ بنایا گیا۔

حسب ذیل طریقوں پر انجام پانے لگا۔

(۱) ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ، تبلیغی سبق کسی خاص عنوان پر (جس کا تذکرہ عدل کے صفحات پر آچکا ہے) ان اسباق کی ذمہ داری قاری صاحب

موصوف نے اپنے ذمہ لی۔ (۲) درس قرآن و قرآنی عربی، جو ہفتہ میں دو بار، دفتر ادارہ میں ہوتا ہے، ناظم ادارہ کے سپرد ہے۔ (۳) تبلیغی گشت و سفر، بوقت ضرورت، اس قسم کے متعدد سفر سال میں ہوتے ہیں: (۴) تبلیغی اسباق، خطبات اور دیگر مفید دینی رسائل کی اشاعت۔ (۵) ابتدائی دینی تعلیم اور بقدر ضرورت دوسرے مضامین (ابتدا میں یہ کام بے ضابطہ طور پر ہوتا تھا۔ اب مدرسۂ اصلاح کے ذریعہ باقاعدہ انجام پا رہا ہے، مدرسہ اصلاح کی مختصر روداد علیحدہ ہینڈبل کی شکل میں شائع ہو چکی ہے)

(۶) ترجمانِ ادارہ "عدل" کا اجرا جس کا مقصد، صرف دین کے تقاضوں کی نشر و اشاعت ہے۔ "عدل" تجارتی قسم کا پرچہ نہیں ہے اسی لئے نقصان کے ساتھ چل رہا ہے۔

ادارہ کا لٹریچر اس وقت تک (اردو۔ گجراتی میں) ایک لاکھ سے زیادہ شائع ہو چکا ہے۔ صوبہ اور بیرونِ صوبہ، متعدد مقامات پر، ادارہ کے تبلیغی اسباق شروع ہو چکے ہیں اور ہماری کوشش یہ ہے کہ اس سلسلہ کو اور بڑھایا جائے۔ ادارہ سے، صوبہ کے بعض دینی مدارس اور ادارے، خصوصی تعلق رکھتے ہیں اور اس لئے ادارہ کے کارکن براہ راست ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یتیم خانہ و مدرسہ اشرف العلوم، ولون، پوسٹ لونا ؤلا ضلع پونہ خاص طور پر قابل ذکر ہے (ادارہ کے لٹریچر اور عدل کے صفحات پر، بار بار اس مدرسہ کا تذکرہ ہوتا رہا ہے) اس مدرسہ کے روح رواں جناب حاجی احمد اسمٰعیل صاحب تاجر بیڑی ہیں لیکن موصوف نے مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر اسے کارکنانِ ادارہ ہی کے سپرد کر دیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی توفیق اور احباب کا اشتراک حاصل رہا تو مستقبل قریب میں اس مدرسہ سے بہت کچھ توقعات ہیں ــــــ؟

جنوری ۴۸ء (جب کہ ادارہ قائم ہوا) سے مئی ۵۰ء تک، ادارہ کو اعانت، فروخت کتب، اشتہارات، اراکین اور مدرسہ اصلاح کی امداد کی صورت میں، بارہ ہزار آٹھ سو بیس روپیہ، نو آنہ، تین پائی آمدنی ہوئی اور کتابت و طباعت، تنخواہ کارکنان، مصارف ڈاک اور متفرقات کی صورت میں گیارہ ہزار پانچ سو تین روپیہ، ایک آنہ نو پائی خرچ ہوا۔ (ماہنامہ عدل کا آمد و خرچ اس میں شامل نہیں ہے) ــــ ادارہ کی مختصر روداد، آپ کے سامنے ہے، ادارہ نے اس ڈھائی سال کی مدت میں کیا کیا۔ ادارہ سے قریبی تعلق رکھنے والے احباب پورے طور پر واقف ہیں اور وہ بھی جو گاہے گاہے بذات خود ادارہ میں تشریف لے آتے ہیں یا خط و کتابت کے ذریعہ ادارہ کے حالات سے باخبر رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہم نے جو کچھ کیا، اگر وہ خلوص کے ساتھ تھا تو اس کی مقبولیت میں کوئی شک نہیں لیکن اگر خلوص میں کچھ کوتاہی ہوئی تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور آئندہ کے لئے حسن نیت اور حسن عمل کی توفیق ارزانی فرمائے۔

آخر میں صرف اس قدر اور عرض کرنا ہے کہ اس وقت، دین کا تقاضا جس شدت کے ساتھ کام کرنے کا ہے اور بارگاہ میں جس طور پر اور جس کیفیت کے ساتھ تبلیغی سرگرمیوں کو پیش کرنے کی ضرورت ہے ہم یقیناً اس میں قاصر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی طور پر اور کیفیت کے ساتھ کام کی توفیق عطا فرمائے جو اسے مطلوب ہے۔ آمین۔

انسانی تاریخ کی ایک مثالی حکومت

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

کوئی تراشا ہوا خیالی افسانہ نہیں بلکہ معتبر راویوں کی مسلسل سند کے ساتھ مشاہدات اور تجربات کا جو مجموعہ ابن سعد
طبقات میں پایا جاتا ہے، اسی کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ ہر ہر واقعہ کے لئے
لہ کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھی گئی کہ یہاں جو کچھ بھی درج کیا جا رہا ہے صرف ایک ہی کتاب سے ماخوذ ہے۔

دنیا کے تین مشہور دل کشا اور دل آویز سیر گاہوں میں وہ خود شہر اور اس کا مینو سواد علاقہ سمجھا جاتا ہے،
ان کے حکمران کی یہ تاریخی داستان آپ کے سامنے ہم دہرانا چاہتے ہیں۔

جانشین کے انتخاب کے کاغذات مرتب ہو چکے ہیں، جس حکمران کی جانشینی کا مسئلہ طے کیا گیا ہے، وہ
آخری سانسیں پوری کر رہا ہے، انتخاب کے وثائق ملک کے جس باوقار صاحب علم بزرگ کے سپرد کئے گئے ہیں ان کو
کم ہے کہ جب تک موت اپنے فیصلہ کو قطعی شکل میں صادر نہ کرلے، اس وقت تک "انتخاب کس کا ہوا"، اس کو صیغہ
ز میں رکھا جائے جس کا انتخاب کیا گیا ہے، اس کو خود اس کی خبر نہیں ہے، مسئلہ معمولی نہیں ہے، ایک بڑی حکومت
حکمرانی اور فرمانروائی کا مسئلہ جس کی قلمرو کے حدود میں ایشیا اور افریقہ ان دونوں براعظموں کے تقریباً اکثر اور
ے آباد علاقے شریک ہو چکے ہیں، اور جو شریک نہیں ہوئے، حالات ایسے سازگار ہیں کہ ان کی شرکت کی توقع بھی
بعید از قیاس نہیں ہے، بلکہ یہ سمجھا جائے کہ جس زمانہ کا یہ واقعہ ہے اس زمانہ میں کرۂ زمین کی سب سے بڑی قاہرہ،
اور ہر لحاظ سے ممتاز ترین حکومت یہی تھی، تو یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ کا اعتراف و اظہار ہوگا۔

بہرحال راز کے وثائق کے امین سے وہی جن کا اس حکومت کی فرمانروائی کے لئے انتخاب ہو چکا ہے، دیکھا
یا کہ وہی اُن سے کہہ رہے ہیں،

"اگر کچھ بھی میری محبت اور قدر و قیمت آپ کے دل میں ہے، تو خدارا مجھے آگاہ کیجئے کہ کہیں قرعۂ فال میرے
نام تو نہیں ڈالا گیا ہے، مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں یہی نہ ہوا ہو"
ابھی اس کا وقت باقی ہے کہ اس فیصلہ کو میں بدلوا سکتا ہوں، بات اگر ہاتھ سے نکل گئی، تو جو کچھ میں اس وقت

لہ اسلامی تاریخوں میں غوطہ دمشق، وادی سمرقند، نہر ابلہ زیر دریائے دجلہ کے متعلق بھی یاد رکھا گیا ہے۔

کر سکتا ہوں، آیندہ وہ میرے بس کی بات نہ رہے گی۔"

جو اس حکومت کی صدارت نہیں، بلکہ بادشاہی کے لئے چنا جا چکا ہے، مگر اپنے انتخاب کے اس واقعہ سے بے خبر ہے، گڑگڑانے لگا، خود ان ہی کا بیان ہے جن سے وہ کہہ رہا تھا کہ :-

"دیکھئے اس بڑے کام کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل اپنے آپ کو نہیں پاتا"

بار بار اسی فقرے کو وہ دہراتے جاتے تھے "امانت میں خیانت ہوگی، اگر وقت سے پہلے تم کو میں آگاہ کردوں" یہی جواب ان کو ملتا رہا، جب تقاضا حد سے زیادہ گذر گیا، تب امین نے یہ جان کر کہا کہ یہی ایک ذریعہ اُن کے خاموش کرنے کا ہو سکتا تھا بولے :-

"خوب میں سمجھتا ہوں اپنے دل کی آرزو کو اس طریقہ سے تم میرے آگے پیش کر رہے ہو، چاہتے ہو کہ تمہارے لئے میں کوشش کروں، تم پر حکمرانی کے شوق کی حرص سوار ہے"

یہ ایسا سخت اور کارگر حملہ تھا کہ منہ لٹکا کر بے چارے چلے گئے، قدرت نے فیصلہ کر دیا، ارباب لبست و کشاد جمع ہوئے، لفافہ کھولا گیا، اور بادشاہی کے لئے جو چنا گیا تھا، اس کے نام کا اعلان کر دیا گیا، جن کے سپرد یہ امانت ہوئی تھی، ان ہی کا بیان ہے :-

"میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس شخص کے بازو کو پکڑا، اور اٹھا کر بزور اس منبر پر لے جا کر بٹھا دیا، جس پر انتخاب کے بعد حکمران کو کھڑے ہو کر خطبہ دینا پڑتا ہے"

وہی کہتے ہیں میں اُن کو منبر کی طرف لئے چلا جا رہا تھا، اور ان کی زبان پر بے ساختہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ جاری تھا، اور یہ کہہ رہے تھے کہ میں جس چیز کو نہیں چاہتا تھا، وہی زبردستی میرے سامنے آئی، بادشاہی کا اعلان ہو گیا، تخت نشینی کہئے یا منبر نشینی کی تقریب ختم ہو گئی ؎

گھوڑے ہیں، خچر ہیں، طرح طرح کی سواریاں قطار در قطار سامنے ہیں، ہر گھوڑے اور خچر کی لگام ایک سائیس کے ہاتھ میں ہے،

؎ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے صرف انتخاب سے پہلے اپنی نامزدگی کی مخالفت پر بس نہیں کیا بلکہ چونکہ آپ کا انتخاب شوریٰ سے نہیں ہوا تھا، اس لئے انتخاب و بیعت کے بعد مجمع عام میں دست برداری ظاہر کی، اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے تقریر فرمائی ---- "لوگو میری خواہش اور عام مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر مجھ کو خلافت کی ذمہ داری میں مبتلا کیا گیا ہے، اس لئے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے، میں خود اسے اتارے دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو" یہ سن کر مجمع نے شور بلند کیا کہ ہم سب نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے اور آپ کی خلافت سے راضی ہیں جب آپ کو اس کا یقین ہو گیا کسی شخص کو آپ کی خلافت سے اختلاف نہیں ہے اس وقت اس منصب کو قبول فرمایا

(سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص۵۱)

ان ہی سواریوں میں مرحوم سابق حکمران کا شاہی گھوڑا بھی اپنی کامل زیب و آرائش کے ساتھ سامنے لاکر کھڑا
کیا گیا اور کہا گیا سوار ہو جائیے۔ انہوں نے گردن جھکالی، اور بغلۂ شہباء اشہب رنگ کا خچر جس پر ہمیشہ سوار ہوتے
تھے، حکم دیا کہ سب کو لے جاؤ، اور اسی خچر کو میرے آگے لاؤ چنانچہ وہ لایا گیا اور آپ سوار ہو کر آگے بڑھے،
جلوس کی شاہانہ سواریاں واپس ہو گئیں، جا رہے تھے، سامنے دار الخلافت کا قصر رفیع تھا، مگر اپنے خچر کا
سوار آگے بڑھا لیے جا رہا تھا۔ عرض کیا گیا کہ بادشاہ کا محل یہ ہے فرمایا اس میں مرحوم کے بچے اور اہل و عیال ابھی
ہیں۔ میرے لئے تو میرا فسطاط (خیمہ) کافی ہے، یہ فرماتے ہوئے حکم دیا گیا کہ مرحوم ... لوگوں کے لئے پہلے
مکان کا نظم کر لیا جائے، تب حکومت کے کاموں کی نگرانی کے لئے میں حکومت کے ... مکان میں آؤں گا، یہ
بھی کیا گیا۔

شاہی توشک خانہ سے غالیچوں، قالینوں، گدوں، شطرنجیوں، مسندوں کا ایک انبار اسی پرانے گھر یا خیمہ
میں بھیج دیا گیا، یہ کیا ہے شاہی فراش خانہ کا سامان ہے، جواب دیا گیا، سب کو واپس لے جاؤ، صرف آرمینیہ
کا بنا ہوا ایک نمدہ اس میں سے نکال لیا گیا، زمین پر خود ہی اسے بچھا کر بیٹھ گئے "حکومت کے کام کو اسی پر
بیٹھ کر اگر انجام نہ دیتا، تو میں تجھ پر ہرگز نہ بیٹھتا" یہ فقرہ آرمینیہ کے اسی نمدے کو خطاب کر کے کہا گیا۔

زمان پر فرمان، حکم پر حکم جاری ہونے لگا "غیر قانونی ذریعہ سے جس کے پاس جو چیزیں پہنچی ہیں، ایک ایک
کے واپس کر دی جائیں، خواہ وہ کوئی ہو اور خود فیصلہ کیا کہ
سب سے پہلے اس کام کو چاہیئے کہ میں خود اپنی ذات سے شروع کر دوں"
کوڑی کوڑی کا حساب کیا گیا، قانون نے جس کی واپسی کا حکم دیا، وہ واپس کر دی گئیں، جن میں بعض غیر
مول پتھر کے نگینے بھی تھے،

ہر صوبہ اور ہر صوبہ کے ضلع میں ردِ مظالم کا نظم کیا گیا یعنی غیر قانونی ذرائع سے جن کے پاس جو کچھ ہے اس کو
حقداروں تک پہنچایا جائے۔ اس کا خاص رشتہ کھولا گیا، صوبہ کے مقامی خزانے کی رقم اگر کافی نہیں ہوتی تھی،
مرکزی خزانہ سے روپیہ بھیجا جاتا تھا، اور یوں حقداروں تک ان کے حقوق پہنچا دیئے گئے۔

طے کیا گیا کہ حکومت کی چیزوں کے استعمال کا حق صرف اسی وقت تک ہے جب تک کہ حکومت کا کام
انجام دیا جائے۔ اس قسم کے عملی نمونوں کو پیش کر کر کے حکام اور عہدہ داروں پر اپنا منشا واضح کیا جاتا تھا۔ مثلاً
حکومت کا کام رات کو جب کرتے تو حکومت کی شمع استعمال ہوتی، مگر اسی وقت کسی ذاتی ضرورت کے لئے کچھ
لکھتے، تو وہ بجھا دی جاتی اور ذاتی مملوکہ شمعدان کی روشنی سامنے لاکر رکھ دی جاتی،
شاہی خزانے سے مشک کا ذخیرہ برآمد ہوا، دیکھا گیا کہ ناک کو انگلیوں سے بند کئے ہوئے ہیں۔ کہنے والے
نے کہا کہ اگر خوشبو ناک میں آگئی، تو یہ مشک میں تو تصرف نہ ہوا، فرمایا بجز خوشبو کے مشک میں اور ہوتا ہی کیا ہے

عوام کے لئے حکومت کی طرف سے سردیوں کے موسم میں گرم پانی کا انتظام غسل اور وضو کے لئے کیا جاتا تھا، ابتداء میں دو ایک مہینے تک وہی پانی آپ کے لئے استعمال میں بھی آیا، بعد کو معلوم ہوا۔ کہ حکومت کے خرچ سے پانی گرم کیا جاتا ہے تو حساب کر کے اتنی لکڑیاں حکومت کے ذخیرے میں جمع کرا دی گئیں،

معذوروں، مسکینوں، مسافروں کے لئے شاہی مہمان خانے سے کھانا کھلانے کا نظم کیا گیا تھا۔ اسی باورچی خانہ سے دہی کا ایک پیالہ آپ کی بیوی صاحبہ کے لئے لونڈی مانگ کر لئے جا رہی تھی، پوچھا کیا ہے؟ لونڈی نے عرض کیا آپ جانتے ہیں، کہ بیوی صاحبہ حاملہ ہیں، دہی کی خواہش ان کو ہوئی، وقت پر کہیں نہیں ملا، لونڈی کا یہ بھی کہنا، مشہور ہے کہ حاملہ عورت کی خواہش اگر نہ پوری کی جائے تو کہا جاتا ہے کہ بچہ ساقط ہو جاتا ہے، اسی لئے مہمان خانے سے دہی مانگ کر لے جا رہی ہوں، لونڈی کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا گیا اور گھر پہنچے تو کڑکتے ہوئے کہہ رہے تھے "اگر غرباء اور فقراء ہی کے کھانے سے بچہ پیٹ میں ٹھہر سکتا ہے تو خدا تیرے پیٹ کے بچہ کو گرائے۔"

اور دہی کا پیالہ واپس کر دیا گیا۔

اس معاملہ میں حکام کا شعور اس حد تک بیدار ہو چکا تھا کہ ایک بڑے محکمہ کے ذمہ دار افسر کا بیان ہے کہ حسب دستور میں کاغذات پیش کر رہا تھا۔ اب ایک بالشت تھا، یا چار انگل کے برابر سادہ کاغذ تھا، میں نے دیکھا کہ اس سادہ کاغذ کو اپنی ذاتی ضرورت میں انہوں نے استعمال کیا، چونکہ یہ پہلا واقعہ تھا، جو اس افسر کے سامنے گذرا تھا، دل میں خیال آیا آج غفلت کا شکار یہ شخص بھی ہوا، مگر دوسرے دن وہی کہتے ہیں کہ خلاف دستور کاغذات جو دیکھے ہوئے تھے، ان کے بستے کو واپس منگایا، میں نے بھیج دیا، واپسی کے بعد جب اپنے بستے کو کھولا تو دیکھا کہ سادہ کاغذ کا ایک ٹکڑا جو اسی کاغذ کے برابر تھا، بستے میں دوسرے کاغذوں کے ساتھ لپٹا ہوا رکھا ہے، غفلت کا شکار ہوا" اپنے اس خیال میں ان کو ترمیم بھی کرنی پڑی اور حکمران کی نظر ان معاملات میں کتنی کڑی اور سخت ہے۔ اس کا بھی تجربہ ہوا۔

خیر یہ تو ان کے ذاتی قصے ہیں، دیکھنے کی بات حکمرانی کے وہ خاص طریقے ہیں، جو انہوں نے اختیار کئے تھے، سب سے پہلی چیز تو وہی ہے کہ خود اپنے آپ کو انتخاب کے لئے پیش نہیں کیا۔ بلکہ آپ سن چکے کہ اس سلسلہ میں ان کی کوشش کی نوعیت اس طریقۂ کار کے بالکل برعکس تھی، جسے آج انتخابی قصوں میں لوگ اختیار کرتے ہیں" در مدح خود قصیدہ گفتن جس کا دوسرا ترجمہ مینی فسٹو کیا جاسکتا ہے اور لوہے کا وزن نہ سہی لیکن چاندی اور سونے کے دباؤ سے رائے عامہ کو دبانے اور ضمیر و احساس کے خلاف اپنے مطابق بنانے میں کرنے والے جو کچھ کرتے ہیں، سب کے سامنے ہے، آخر کیا فرق ہے چنگیز و تیمور کی آہنی تلوار اور انتخابی ارکان کے نقرئی و طلائی گرزوں میں یقیناً روح کے لحاظ سے دونوں کے جرم کی نوعیت ایک ہی ہے، صرف بیرونی قالب بدلا ہوا ہے

دوسری بات اس سلسلہ کی وہ ہے کہ عنانِ حکومت کو ہاتھ میں لینے کے ساتھ ہی انہوں نے ملک کی جتنی

ں ممتاز اور نمایاں ہستیوں کا انتخاب کیا، جن کی سیرت و کردار کی استواری، علم و فہم کی گہرائی پر اس عہد کی مخلوق کامل اعتماد رکھتی تھی، یہ دس آدمیوں کی مجلسِ شوریٰ تھی، اراکینِ شوریٰ کو سامنے بٹھا کر حکمران کی ف سے یہ عہد نامہ پیش ہوا کہ

"میں آپ لوگوں میں سے ہر ایک کی یا جو مجلس شوریٰ میں حاضر رہیں گے، ان کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ یں کروں گا۔"

اور حکومت کے پورے دور میں اس عہد نامہ کی پابندی کی گئی،

ملک کافی وسیع تھا، انتظام کے لئے جتنے آدمیوں کی بھی ضرورت ہوتی ہوگی، اس کا خود اندازہ کیا جا سکتا ، اسی مجلسِ شوریٰ کے ایک رکن نے بڑی اچھی بات اس وقت کہی، جب بھرتی کے قابل کارآمد آدمیوں ے مہیا کرنے کا سوال انہوں نے پیش کیا، مجلس شوریٰ کے رکن نے کہا۔

"آپ اس کی زیادہ پروا نہ کریں، آپ کی حیثیت تو گویا بازار کی ہے، ہر بازار میں جس چیز کی طلب ہوتی ہے، رسد بھی اسی مطلب کے مطابق ہوتی ہے، آپ کے بازار میں جس چیز کی مانگ ہے قدرۃً وہی آپ کے ہاں آئے گی۔"

مگر اس بازار کے لوگوں کو جب مفصلات میں بھیجتے، تو وہاں کی عام پبلک کے نام حکمران اپنا ایک خریطہ ل بھیجتا تھا، جس میں لکھا ہوتا کہ

"میں جنہیں بھیج رہا ہوں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہے، مگر اتنی بات کہہ سکتا ہوں، کہ تم میں جو بُرے لوگ ہیں ان سے شاید یہ اچھے ہوں"

سب سے زیادہ توجہ اپنے وُلاۃ اور حکام کو اس مسئلہ کی طرف دلاتے تھے کہ رعایا پر محصولوں کا جو بار ہے حتی الوسع اس بار کو ممکنہ حد تک کم کرنے کی کوشش کی جائے، عموماً محصولوں کی وہ قسم جسے اس زمانہ میں مکس در آج کل ٹیکس کہتے ہیں، ان کا اور ان کی مختلف قسموں کا فرامین میں ذکر کر کے لکھا کرتے۔

"یہ مکس نہیں بلکہ بخس ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کے متعلق قرآن میں وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (اور نہ کم کرو لوگوں کی چیزوں میں اور بگاڑ پیدا کرنے والے ان مفسدین میں نہ بنو جنہوں نے زمین میں سر اُٹھا رکھا ہے)

ایک دفعہ شکایت پیش ہوئی کہ محصولوں کی تخفیف کی وجہ سے آمدنی فلاں علاقہ کی بہت کم ہوگئی ہے، فرمان والی کے نام گیا "میں نے ان محصولوں کو نہیں ساقط کیا، بلکہ خدا نے ساقط کیا ہے" دارالسلطنت میں خبر پہنچی، کہ ایک علاقہ میں حکام کا دستور ہے کہ پیداوار کی قیمت بازار کے مطابق نہیں بلکہ من مانے طریقہ سے لگا کر رعایا سے [illegible] اسی وقت حکومت نے اپنے دو معتبر نمائندے بھیجے، حکم دیا گیا کہ جس کسی سے

جتنی مقدار بھی زائد وصول کی گئی ہو، فوراً واپس کردی جائے"
اور گورنر کے لئے حکم تھا" ان دونوں کے کام میں تمہاری طرف سے کسی قسم کی رکاوٹ اگر ڈالی گئی تو یاد رکھو کہ تمہیں جو بات ناگوار ہوگی، اسے اپنے سامنے پاؤگے،
گھوڑوں پر ڈاک آتی تھی، راستہ میں کسی مقام کی ڈاک کے گھوڑے بے کار ہوگئے، مقامی کسانوں کو بطور بے گار کے حکام نے پکڑا، اور ان ہی پر ڈاک لاد کر دارالسلطنت روانہ کردی گئی اطلاع ہوئی لکھا ہے، کہ بے گار لینے والے پر پہلے تو چالیس کوڑے لگائے گئے، اور کہا کہ میری حکومت میں اور بے گار"
شاہی خزانے کے تین شعبے کردیئے گئے، ایک شعبہ میں خراج اور مالگذاری کی عام آمدنی جمع ہوتی تھی، دوسرے میں فوجی فتوحات کی آمدنی کا پانچواں حصہ جسے خمس کہتے تھے، جمع ہوتا تھا، اور تیسرا مستقل شعبہ ملک کے حاجتمندوں غریبوں، یتیموں، تاوان زدہ افراد، مسافروں وغیرہ کے لئے مختص تھا، صدقات وزکاۃ کی آمدنی اسی شعبہ میں جمع ہوتی تھی، دیکھا گیا تھا، دیکھنے والوں کا چشم دید بیان ہے، ایسا نظم قائم کردیا گیا کہ گذشتہ سال جو خود خیرات کا مستحق تھا، اس کے پاس اتنا سرمایہ اکٹھا ہوگیا ہے کہ خود صدقہ ادا کررہا ہے"۔
تجارت میں زراعت میں یا کسی اور کاروبار میں جو نقصان اٹھاتے تھے یا مقروض ہوجاتے تھے، بیان کیا گیا ہے کہ ملک کے دور دراز گوشوں سے اس قسم کے تاوان زدہ افراد آتے، اُن کے واقعہ کی تحقیق کی جاتی، جب ثابت ہوجاتا کہ واقعی تاوان کے وہ شکار ہوئے ہیں، تو صدقات کے شعبہ سے ان کی تلافی کردی جاتی تھی لکھا ہے کہ چار چار سو طلائی اشرفیاں لبسا اوقات کسی ایک ایک آدمی کو اس سلسلہ میں ملتی تھیں نہ صرف مرکزی خزانہ سے یہ امداد لوگوں کو ملتی تھی بلکہ ہر ہر علاقہ کے مقامی خزانوں میں یہ سلسلہ جاری رہتا تھا، عام فرمان تمام ملک میں گشت کرادیا گیا تھا کہ جس شخص پر کوئی ایسا بار ہو جس کے ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، تو خزانے سے رقم اس کی طرف سے ادا کردی جائے"!
یہی نہیں بلکہ اسی فرمان میں یہاں تک لکھا پایا جاتا ہے کہ جو شادی کرے اور مہر ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کو بھی مہر ادا کرنے کے لئے خزانے سے رقم عطا کی جائے۔
سرکاری خزانے کی ان مدوں سے استفادے کے لئے صرف یہ شرط تھی کہ وہ ملک کا باشندہ اور قانونی شہری ہے۔ کسی نسل سے ہو، کسی فرقہ کا ہو، کسی قسم کا مذہب رکھتا ہو، ہر ایک کے لئے دروازہ کھلا ہوا تھا، لکھا ہے
"ایک ایک بطریق (عیسائی پادری) کو ہزار ہزار طلائی اشرفیاں دی گئیں"۔
کم سے کم رعایا سے لیا جائے اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں ان ہی سے لئے ہوئے مال کو انہی تک ایک خاص نظم کے تحت واپس کردیا جائے، یہی ایک "معاشی اصول" جس پر یہ مثالی حکومت کارفرما نظر آتی ہے۔ اس سلسلہ کے تفصیلات اگر تلاش کئے جائیں تو ان سے کافی مجلد ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

مگر امکان اس کا سچ پوچھئے، تو اسی ابتدائی قاعدے سے پیدا ہوا تھا، جس کا ذکر میں نے شروع ہی میں
کیا تھا، یعنی حکومت کی آمدنی حکومت کی یا جن لوگوں کی حکومت تھی ان کی آمدنی سمجھی جاتی تھی، نہ کہ ان لوگوں
کی جن کے سپرد حکومت کی باگ کر دی جاتی ہے۔

اسی مثالی حکمران کے متعلق لکھا ہے کہ امیر خاندان میں پیدا ہوئے تھے، والد ان کے ملک مصر کے گورنر تھے
خلافت سے پہلے ان کی زندگی امیرانہ تھی، ایک ایک قمیص کا کپڑا چار چار درم کا استعمال کرتے تھے، کھانے پینے، رہنے
سہنے، الغرض زندگی کے تمام شعبے میں ان ہی امیرانہ عادتوں کے عادی تھے،

لیکن حکومت کی ذمہ داری جب سر پر آ گئی، تو اسی شخص کے اس لباس کا جسے جمعہ کے دن پہن کر
منبر پر آئے تھے، جب حساب کیا گیا تو بارہ درم (ڈھائی روپے) سے زیادہ پورے لباس کی قیمت نہ ٹھہری
حالانکہ اس لباس میں عمامہ بھی تھا، اور قمیص بھی، قبا بھی اور قرطق (کرتا) بھی، موزے بھی اور چادر بھی۔

عمدہ کھانے کے عادی تھے، مگر حکومت کے بعد اس کا میسر ہونا دشوار ہو گیا، چنے اور مسور کی دال ہی پر
کبھی قناعت کرنی پڑتی، پیٹ پھول جاتا، نفخ کی شکایت پیدا ہو جاتی، مگر صرف یہ فرما کر کہ
"اے پیٹ یہ تیرے گناہوں کا خمیازہ ہے"، خاموش ہو جاتے،

ان کا غلام جنگلوں میں لکڑیاں اور مینگنیاں تلاش کرتا پھرتا، کیونکہ بازار سے ایندھن خریدنے کی قیمت
کبھی نہیں ہوتی، ایک دن اسی غلام نے جو اپنے وقت کی سب سے بڑی اقتداری طاقت کا غلام تھا۔ اسی نے
ایک دن عرض کیا،

"آج ساری دنیا اچھے حال میں ہے، بجز آپ کے اور میرے"

اور یہی روح ہے مثالی حکومت کی، جس میں حکومت کی آخری اقتداری طاقت حکومتی آمدنی سے استفادے
میں سب سے آخری ہستی سمجھی جاتی ہے۔

یہ سیدنا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کی حکمرانی کا زمانہ خواہ جتنا بھی مختصر ہو، لیکن
صدیوں قائم رہنے والی حکومتوں کے لئے ان کی "مثالی حکومت" پہلے بھی قابل رشک تھی اور جب تک الدین، یا
انسان کی قانونی زندگی پر پولیس و فوج کی نگرانی کے ساتھ اللہ کی نگرانی کا یقین مسلط نہ ہوگا، ان کی یہ مثالی حکومت
آئندہ بھی قابل رشک رہے گی، کیونکہ جب تک الدین للہ کے اصول کو مان کر خواص و عوام کو اس راہ پر نہیں لائیں گے
فتنہ کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ گاندھی جی نے بھی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حکومتوں کو مثالی حکومت
قرار دے کر مطالبہ کیا تھا کہ اسی کو چاہئے کہ نمونہ بنایا جائے میرے خیال میں اسی کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیز کے
نام کا بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ (معارف)

بلیلۃ المعراج

(از زائر حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی)

افسوس ہے کہ حمید صاحب کا عطیہ، اس وقت ملا، جب کہ ماہ رجب المرجب کا "غدل" پرلیس کے مراحل طے کر کے، دفتری کے یہاں پہنچ چکا تھا، اس لئے رجب کے بجائے شعبان کے پرچے میں یہ نظم شائع ہو رہی ہے۔

لوٹتی حُسن کے انوار نظر آج کی رات
حرمِ طیبہ میں ہم ہوتے اگر آج کی رات

کس کے جلوے ہیں مرے پیشِ نظر آجکی رات
دیدہ و دِل پہ ہے اک خاص اثر آجکی رات

اپنی آنکھوں میں مدینہ کا لئے ہوں نقشہ
اللہ اللہ مرا حُسنِ نظر آج کی رات

دل کو کیا ذوقِ جبیں سائی کی لذت ملتی
اُس درِ پاک پہ ہوتا جو یہ سر آجکی رات

رات بھر سورۂ واللیل ہی پڑھتا رہتا
روضۂ خلد میں ہوتی جو بسر آجکی رات

سامنے روضۂ اقدس کے جو بیٹھے ہونگے
ہو گی حاصل اُنہیں معراجِ نظر آجکی رات

بابِ جبریلؑ کی تابانیاں اللہ اللہ
قابلِ دید سماں ہو گا اُدھر آجکی رات

حرمِ کعبہ میں اسے کاشکہ حاضر ہوتے
اُمِّ ہانیؓ کا بھی ہم دیکھتے گھر آجکی رات

رات اُن کی ہی نظر اُن کی ہی قسمت [illegible]کی
دیکھتے ہوں گے جو اربابِ نظر آجکی رات

تو اگر چاہتا ہے اُن کی عنایت کی نظر
دیکھ آشوبِ رُکیں دیدۂ تر آجکی رات

چشمِ مشتاق کو معراج میسر ہوتی!
قبۂ نور پہ ہوتی جو نظر آج کی رات

بیتِ عثمانؓ میں ہوتے جو کہیں آج حمید
دیکھتے بارشِ انوارِ سحر آج کی رات

شب برأت

(از حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدظلہم)

بات آج کی نہیں کرتی ۳۵-۳۶ سال اُدھر کی۔ جاڑوں کا زمانہ اور چاند کا یہی مہینہ۔ یہی تاریخیں اور یہی۔ ۱۰، ۱۱ سال کا ایک لڑکا شب برأت منا رہا ہے۔ ارد گرد حالی موالی جمع۔ آتشبازی ٹوکروں بھر جمع، کچھ چھٹ رہی ہے، کچھ رکھی ہوئی۔ ادھر چھچھوندر اور انار ادھر مہتابی کی بہار۔ اتنے میں خدا جانے کیا پڑتا ہے۔ چراغ کا گل آتشبازی کے ٹوکرے پر گرتا ہے یا گیا۔ کہ یک بیک سارے ذخیرہ نے بھک سے بکڑا ہی تو لی، کوئی چھپا کوئی بھاگا، اور قریب تھا کہ ہنسی کھیل کا تماشا درد و غم کا حادثہ بن جائے۔ تو یہ کھیل بھی کوئی کھیل ہے، بارے آ ہی گئی ایک پانچ برس کے غریب لڑکے پر ہوئی۔ خوب جلا تھا سا، ملبسا مرہم پٹی ہوئی جب کہیں جاکر دوبارہ زندگی پائی۔

جگ بیتی نہ تھی، آپ بیتی تھی، اس وقت کا آتش باز لڑکا اس وقت بیان و تقریر کی پھلجھڑی چھوڑ رہے! ہول ایسا اس گھڑی دل میں سمایا کہ پھر کبھی آگ اور دھوئیں کا سوانگ ہی نہ رچایا۔ آنکھوں دیکھے ہی کانوں سنے واقعات، ایسے بلکہ اس سے بڑھ بڑھ کر واقعات آپ کے علم میں بھی بار بار آ چکے ہوں گے، اخباروں میں تو کوئی سال ناغہ ہوتا نہیں جو یہ خبریں نہ چھپتی ہوں کہ اب کی شب برات میں فلاں شہر میں اتنے بچے بوڑھے اتنے مرے۔

تو ایک شب برأت تو یہ ہوئی کہ رات بھر روپیہ خوب پھونکا، اڑایا، ہوا میں خوب بدبو پھیلائی، لوبان کی مٹی کی، بارود کی، نہ خود سوئے نہ کسی کو سونے دیا۔ دھنا دھن، پھٹا پھٹ سے محلہ والوں کی نیند حرام کردی بیماروں اور ان کے تیمار داروں کی زبان سے خوب خوب کوسنے حاصل کئے اور روپیہ جو کہیں قرض کا ہوا تب تو بیچ بیچ گھر پھونک تماشہ دیکھا، پھر ایک ہی رات نہیں آتشبازی (خلیفہ ہندوستانی ترجمہ آگ کا کھیل) کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کئی دن پہلے سے اور جاری رہتا ہے کئی دن بعد تک! ہندوستان کے طول و عرض ملک کے ایک ایک شہر اور ایک ایک قصبہ اور ایک ایک گاؤں میں ہر سال جتنا روپیہ اس مد میں اٹھتا ہے، پھنکتا ہے، ... سب کی میزان لگانے بیٹھئے تو عقل چرخ ہو جائے!

آتش بازیوں کا اصلی وقت رات کا ہوتا ہے۔ لیکن حلوے کی تیاریاں دن ہی سے ...

ہیں۔ میوہ آرہا ہے۔ سوجی آرہی ہے۔ چنے کی دال پس رہی ہے۔ شکر کی بوریاں چلی آرہی ہیں۔ گھی ترازو میں تل رہا ہے۔ پتیلے صاف ہو رہے ہیں، کہیں خود گھر والیوں اور کہیں ان کی ماماؤں، اصیلوں کی جوتیوں کی سٹ سٹ، دیگچوں میں کفگیر کی کھن کھن، ہر گھر میں ایک عجیب چہل پہل، بڑے اور چھوٹے سب مگن، بچے کود رہے ہیں، دوڑ رہے ہیں، زقند بھر رہے ہیں، عورتیں نہال ہوئی جارہی ہیں۔ شب برات گویا واقعی بارات کی رات، شام کو نیاز ہوگی اور خوش عقیدگی کی دنیا میں مردوں کی روحیں آئیں گی! جب نام آگیا فاتحہ درود کا تو اب کس کے منہ میں زبان ہے جو حرف گیری پر کھلے اور اپنے لئے خطابات حاصل کرے، وہابی مردود وغیرہ کے؟ لیجئے شام ہوگئی اور میٹھا تیار ہوگیا، کہیں خشک اور کہیں تر ساتھ ساتھ، توشہ کی روٹیاں بھی چاہ تنوری یا خمیری، اور کھاتے پیتے گھروں میں شیرمال بھی! قسمت جاگ گئی تکیہ داروں کی، نصیبے کھل گئے تکیہ داروں کے!

حلوے کی قتلیاں کٹنے لگیں، قلاقند لوزیا برفیوں کی شکل میں ڈھلنے لگیں۔ سینیوں میں طباقوں میں خوانوں میں چننے لگیں، ناریل کے لچھے کترے ہوئے پستہ کی ہوائیاں پڑی ہوئی، بادام، کشمکش طرح طرح کے میوے کیوڑہ کی خوشبو دماغ مہکاتے ہوئے، چاندی کے ورق جھپجھاتے ہوئے فاتحہ کا ثواب سید الشہدا، حضرت امیر حمزہ کی روح کو، خدا معلوم کس طبع زاد تاریخ اور خانہ ساز تحقیق کے مطابق آج ۱۴ شعبان کو فرض کر کے بخشا اور پھر گھر کے سارے مردوں کو۔ نام ایک ایک کا یاد کر کے، حافظہ پہ زور ڈال کر لیا گیا۔ اس کے بعد حصے ہونے شروع ہوئے۔ عزیزوں دوستوں، عملہ والوں، برادری والوں، گھر کے خدمتیوں، چاکروں اور میں، اور گھر کے لڑکے اس سے پہلے ہی کچھ نوچ کھسوٹ لے بھاگے۔ حصہ باہر سے آرہا ہے۔ حصہ اندر جارہا ہے۔ نائیوں اور نائنوں کی بن آئی ہے۔ سر پر خوان اور خوان میں حصے گھروں میں اور سڑکوں پر وقت، بازاروں میں رونق، حلوائیوں اور نانبائیوں کی دکانوں پر ہجوم، آدھی رات تک! دن عید اور رات شب برات" آخر کہتے کسے ہیں! عجب نہیں جو یہی چہل پہل دیکھ، نواب مرزا شوق غریب شب برات کو عیش کے معنی میں سمجھ بیٹھے اور جبھی تو ایک راز و نیاز کے موقع پر یہ مصرعہ فرما گئے۔

سمجھو اس کو شب برات کی رات

غرض دوسری قسم شب برات کی یہ ہوئی۔ پہلی کا نام اگر رکھئے شیطانی تو دوسری کو کہئے نفسانی اور کے لئے گرہ لگا دیجئے اسی ردیف و قافیہ میں روحانی۔

خشک سیدھے سادھے لوگ بڑے کٹر سے مسلمان ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کا دین و شریعت اللہ والے جاروں کے ہاں نہ یہ نہ وہ، نہ آتشبازی نہ ہنگامہ، نہ حلوے توشہ کی دھوم دھام، چاند نظر آ

کر دھیان بندھ گیا رمضان کا۔ اب ہر وقت روزوں کی فکر و اہتمام۔ ماہ مبارک ہی کی پیشوائی کا انتظام، اور
ہمت یاوری کر گئی، تو اسی مہینہ سے روزے رکھنے شروع کر دیئے کہ ہمارے آقا رسول اللہ صلعم کا دستور
ہی تھا۔ خدمت میں رہنے والے صحابیوں کا بیان ہے کہ روزے تو آپ جب تب رکھا ہی کرتے تھے لیکن شعبان
و کہنا چاہیئے کہ روزوں ہی کی نذر ہو جاتا تھا اور خود اس سرور و سردار نے فرمایا بھی، تو ہے کہ رمضان میرے اللہ
کا مہینہ ہے اور شعبان خود میرا مہینہ، رمضان کا رتبہ تو ظاہر ہی ہے لیکن کیا کہنے ہیں اس مہینہ کے بھی جسے
اللہ کے رسول اپنا مہینہ فرما جائیں۔

خیر یہ سارے مہینہ کے روزے رکھ ڈالنا تو ہمت وروں کا کام ہے۔ باقی اتنی ہمت نہ ہوئی جب بھی
مہینہ میں کم از کم ایک روزہ پندرہ شعبان کو تو رکھ ہی لیا۔ چودہ کا دن ختم ہوا اور پندرھویں شب آئی کہ مصلی
دعا و عبادت کا بچھا کر بیٹھ گئے خواہ مسجد میں خواہ گھر میں آج کی رات برکت والی رحمت والی مغفرت والی
رات ہے، شریعت کی زبان میں لیلۃ البرأت ہے اور برأت کے معنے نجات کے قید سے چھوٹنے کے عذاب
سے آزاد ہونے کے ہیں، لطف و نوازش کی دولت لٹتی ہر رات کو ہے آج اور زیادہ لٹے گی۔ رحمتوں کا نزول
ہوتا ہر رات کو ہے آج اور زیادہ رہے گا مانگنے والے آج خوب خوب مانگیں گے پانے والے آج خوب
خوب پائیں گے، نمازیں پڑھتے تو ہر رات کو تھے آج اور زیادہ پڑھیں گے۔ نفلوں کی تعداد آج معمول پر
ں گے، رات کے زیادہ سے زیادہ حصہ جاگ کر بسر کریں گے، نیند اڑائیں گے داستانیں سن سن کر
لک، سوانگ، اوپیرا دیکھ دیکھ کر نہیں گلے کی تانوں اور باجے کی الاپوں میں گم ہو ہو کر نہیں نمازیں
گے، قرآن مجید کی تلاوت کریں گے، دعائیں مانگیں گے، اپنے لئے بھی دوسروں کے لئے بھی زندوں
بھی مردوں کے لئے بھی۔

عشاء کے بعد گشت کو نکل جائیں گے گشت بازاروں کا، تماشا گاہوں کا سیر و تفریح کی دکانوں کا نہ
رستانوں کا ہوگا، جی ہاں، آدھی رات کے سناٹے میں ویران اور سنسان قبرستانوں کا ہوگا۔ ہم
مائی عائشہ رضہ بیان کرتی ہیں کہ پندرھویں تاریخ شب میں میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرے
کے والی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... اٹھ رہے ہیں، آہستہ آہستہ کہ میں جاگ نہ پڑوں آہستہ
ہستہ کواڑ کھول باہر قدم مبارک رکھے آہستہ، مجھے حیرانی ہوئی اور بدگمانی بھی کہ کہیں کسی دوسری
صاحبہ کے ہاں کا تو ارادہ نہیں ہے چپکے سے اٹھ دبے پاؤں پیچھے ہولی آپ آگے آگے آپ کے
پیچھے میں، دیکھتی ہوں کہ آپ شہر کے باہر مدینہ کے مشہور قبرستان بقیع میں پہنچے اور کھڑے ہو کر لگے
ں کے حق میں التجائیں کرنے۔

اللہ اللہ ساری خلقت نیند کے مزے لے رہی ہے اور ایک اللہ کا بندہ بے نظیر و بے مثال اپنا چین چھوڑے نیند سے منہ موڑے خالق کے حضور میں کھڑا مصروف ہے، دعاؤں میں مناجاتوں میں اپنے آقا و سردار کے، اسی طریقہ کی پیروی میں سیدھے سادے مسلمان بھی آج رات کو نرم نرم بستروں کو چھوڑ کر نیند کے مزے سے منہ موڑ کر اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلیں گے یار دوستوں کے چھیڑ چھاڑ کے لئے نہیں غفلت کے قہقہوں کے لئے نہیں، عبرت کے آنسوؤں کے لئے آہوں کے لئے دعاؤں کے لئے اس وقت کے سماں کا کیا کہنا۔ وہ پندرھویں کے پورے چاند کا نکھار، گویا آسمان سے زمین تک بارش انوار! وہ قبرستان کا سناٹا، وہ دلوں میں عبدیت کا احساس وہ زندوں کا مردوں کے حق میں دعائیں کرنا، لجاجت کے ساتھ منت و سماجت کے ساتھ، منظر اس سے بھی بڑھ کر موثر اور کونسا ہوگا۔ تعلق سننے سے نہیں دیکھنے سے اور دیکھنے سے بھی بڑھ کر خود عمل کرنے سے ہے۔

بندہ نواز کی بندہ نوازی جوش میں اب بھی نہ آئے گی تو کب آئے گی، مانگنے والے اب کیا بتائیے کیا کیا پاتے ہیں، واپسی میں کیا کیا لاتے ہیں۔ گھر آئے تو کسی نے برائے نام سحری کھائی اور کسی نے یوں ہی ذری کی ذری کمر سیدھی کرلی، فجر میں اب دیر ہی کتنی اور تہجد بھلا آج کیوں ناغہ ہونے لگی صبح ہو گئی، اور آج دن میں روزہ ہے، خبر دی ہے اس مخبر صادق نے جو ہم سب سے کہیں زیادہ علم والا ہے کہ آج آسمانِ دنیا پر گویا سال تمام کا دن ہوتا ہے۔ ہر شخص کا چٹھا کٹ جاتا ہے اس کی موت زندگی بیماری تندرستی، تنگی و خوشحالی، غم و شادمانی سب کا حساب سال بھر کے لئے آج ہی فرشتوں کے رجسٹر میں درج ہو جاتا ہے۔ مبارک ہے وہ بندہ جس کا نام ایسے وقت رجسٹر میں درج ہو وہ مالک کی چاکری میں کمر بستہ پایا جائے، دن ہو تو روزہ اور رات ہو تو تہجد گزار، خوش نصیب وہ ملت جس کا ایک ایک فرد آج اپنے نفس کی اصلاح و احتساب کا سالانہ پروگرام بنائے۔ بدی کی مخالفت کا نیکی کی متابعت کا بیڑا اٹھائے، رمضان کے فرض روزوں کے بعد پھر جن تاریخوں کے روزہ کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص اہتمام تھا، انہیں میں سے ایک یہ روزہ پندرھویں شعبان کا ہے، بس یہ ہے کل کائنات مذہبی حیثیت سے شبرات کی، رتجگا، نہ سینما، کارنیول نہ ڈراما، نہ روشن چوکی، آتشبازی نہ حلوہ سازی، ناچ نہ رنگ نہ شرابیوں جواریوں کے ڈھنگ، رات عبادت اور دن کا روزہ۔ بس اللہ اللہ خیر صلاح۔

(منقول)

الوداع والفراق!

(از، زائرِ حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی)

طیبہ کی یاد میں وہ رلا کر چلے گئے
اک آگ سی جگر میں لگا کر چلے گئے

دل سے مرے حجاب اُٹھا کر چلے گئے
بیگانۂ خودی وہ بنا کر چلے گئے

میرے دماغ و دل میں سما کر چلے گئے
اپنے سوا ہر اک کو بھلا کر چلے گئے

تکبیر کے ترانے سنا کر چلے گئے
دھڑکن وہ دل کی اور بڑھا کر چلے گئے

میرے غمِ فراق پہ چھا کر چلے گئے
احساسِ قرب و بُعد مٹا کر چلے گئے

باتیں حریمِ قدس کی کچھ اس طرح سے کیں
اِک بات دِل کی یاد دِلا کر چلے گئے

میں اپنا دستِ شوق بڑھاتا ہی رہ گیا
دامن اُدھر وہ اپنا بچا کر چلے گئے

زمزم کا ذکر کر کے سُرود و نشاط سے
کچھ اور میری پیاس بڑھا کر چلے گئے

ہم سوچتے ہی رہ گئے عنوانِ عرضِ غم
غافل نگاہِ شوق کو پا کر چلے گئے

نغمے سُنا سُنا کے صلوٰۃ و سلام کے
مدہوشیٔ سوز و ساز بنا کر چلے گئے

میری نگاہ غرقِ تحیّر رہی اِدھر
اور وہ اُدھر نگاہ بچا کر چلے گئے

طیبہ کا ذکر باتوں ہی باتوں میں چھیڑ کر
عالم ہی کوئی اور دکھا کر چلے گئے

میں اپنی داستان ہی کہتا رہا ادھر
اور اُس طرف وہ ہاتھ چھڑا کر چلے گئے

نقشہ دکھا کے مجھ کو دیارِ حبیب کا!
دردِ غمِ فراق بڑھا کر چلے گئے

ہر التجا کو وعدۂ فردا پہ ٹال کر
تصویرِ انتظار بنا کر چلے گئے

کیوں ذکر کر کے گنبدِ خضرا کا بار بار
بجلی سی جان و دل پہ گرا کر چلے گئے

اب کیا خبر انہیں جو گذرتی ہے ہجر میں
کیوں میرے دل کے ناز اُٹھا کر چلے گئے

کیا خوب کر گئے وہ مداوائے دردِ دل
میرے ہی شعر مجھ کو سُنا کر چلے گئے

اب صدمۂ فراق ہے اور میں ہوں اے حمید
وہ تو نظر کے سامنے آ کر چلے گئے

بھاگو نہیں

خطبہ جمعہ جو ۵ مئی ۱۹۵۰ء کو سنی خوجہ مسجد میں دیا گیا

(از جناب مولٰنا قاری سید ودود الحق صاحب ندوی)

خطبہ مسنونہ، تعوذ اور تسمیہ کے بعد

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ

پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۵

ترجمہ :- اور دیکھو کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ ہوکر بہت سے باخدا لوگوں نے راہ حق پر جنگ کی لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان سختیوں کی وجہ سے جو انہیں خدا کی راہ میں پیش آئی ہوں۔ بے ہمت ہو گئے ہوں اور نہ ایسا ہوا کہ کمزور پڑ گئے ہوں یا (اُن کی عزت نفس کے یہ بات گوارہ کی ہو کہ ظالموں کے سامنے) عجز و بے چارگی کا اظہار کریں (بے ہمتی، کمزوری، اور حریف کے سامنے اعتراف عجز وہ باتیں ہیں جن سے باخدا آدمی کا دل کبھی آشنا نہیں ہوسکتا) اور اللہ انہی کو دوست رکھتا ہے جو مشکلوں مصیبتوں میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

غزوۂ احد

حضرات! غزوہ احد میں عین اس وقت جب کہ مجاہدین اسلام ایک نازک مرحلے سے گذر رہے تھے کسی فتنہ پرور اللہ کے باغی نے مشہور کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اتنا سننا تھا کہ مسلمانوں کے پیروں کے نیچے کی زمین نکل گئی۔ بہتوں کے ہاتھ پیر پھول گئے اور بعض مسلمانوں کے شدتِ رنج و غم سے پاؤں تک اکھڑ گئے۔

تنبیہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت میں ایسے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی ہے اور غیرت دلائی ہے یعنی اے مسلمانو! تم سے پہلے کتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہو گذرے ہیں جن کے ساتھ

توں نے حق وصداقت کی حمایت میں اللہ کے باغیوں سے جنگیں کی ہیں، اس سلسلہ میں اُن کو طرح
ی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا، اس کے باوجود ان میں کسی قسم کی سستی، پست ہمتی، کمزوری، اور
ت نہیں پیدا ہوئی، اے آخری پیغمبر کے ساتھیو اور ان پر ایمان لانے والو! تم تو خیر الامم یعنی تمام اُمتوں
بہترین امت ہو، تمہارے اندر اگر اس قسم کی کمزوریاں پیدا ہوں تو انتہائی شرمناک ہیں۔ تم کو تو سب سے
مضبوطی اور استقلال کا ثبوت دینا چاہیئے، تم کو تو ابھی بہت سے عظیم الشان کام انجام دینے ہیں اگر
ورت رہی تو پھر تم آگے کیا کرسکوگے جو ہمت نہ ہاریں، جو مصائب سے نہ گھبرائیں، جو اللہ کی راہ میں
ت نہ ہوں اور جو دشمنوں سے مرعوب نہ ہوکر زندگی کے ہر میدان میں ثابت قدم رہیں۔

وط چٹان

مسلمانو! غزوۂ اُحد کا واقعہ ایک وقتی اور آنی واقعہ تھا، اور جس کا خاتمہ بالآخر فتح و
نصرت ہی پر ہوا، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان جب سے محاذِ حق پر جما، دُنیا
ئی طاقت اور حوادث کا کوئی طوفان اس کو اکھاڑ نہ سکا، سیلاب آئے اور بہہ گئے، طوفان اُمڈے
ہوگئے، مسلمان ایک مضبوط چٹان کی مانند اپنی جگہ پر جما ہی رہا، مسلمان کی تابندہ تاریخ کا ایک
ورق شاہد ہے کہ وہ مصائب و شدائد سے مطلقاً نہ گھبرایا، مصیبتوں کی بھیانک لہریں اس چٹان
بہانے کے لئے لپکیں لیکن کون نہیں جانتا کہ اُن کو ٹکرا کر واپس ہی جانا پڑا۔ مسلمان زمانے کی ہر پیچیدگی
ور حالات کی ہر الجھن میں اپنے پاک اور مقدس مقصد کو لئے ہوئے ہمیشہ آگے ہی بڑھتا رہا۔ زمین کے
چپہ پر وہ پہنچا، کائنات کے ذرّے ذرّے نے اس کی زیارت کی، صحراؤں میں وہ گیا۔ آبادیوں میں
کے قدم پہنچے، دریاؤں میں وہ کود پڑا اور دہکتے ہوئے انگاروں میں اس نے پیر رکھے اس کے باوجود
کا لذت بخش نشہ اس کے دماغ سے نہ اترا۔

اقبال مرحوم کی زبان سے اس حقیقت کو سنئے اپنی مشہور نظم شکوہ میں کہتے ہیں :-

جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے — اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے
نہ تھی تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے — سربکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے

قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی!!
بت فروشی کے عوض بُت شکنی کیوں کرتی!!

ں کون و مکاں میں سحر و شام پھرے — مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے — اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے!

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

دعوتِ فکر

مسلمانو! اس موقعہ پر جو بات غور کرنے کے قابل ہے وہ یہ کہ جن مسلمانوں کا حال ابھی آپ نے سنا ہے کیا اُن کو اپنے بچوں کا خیال نہ تھا؟ کیا اُن کو اپنی بیویوں کی پرواہ نہ تھی؟ کیا اُن کو اپنے کنبہ کی فکر نہ تھی؟ کیا وہ اقتصادی پریشانیوں میں مبتلا نہ تھے؟ کیا سوشل بائیکاٹ نہیں کیا گیا تھا؟ کیا اُن پر ظلم و ستم کے پہاڑ نہیں توڑے گئے؟ کیا اُن کے بچوں کو تہ تیغ نہیں کیا گیا؟ کیا اُن کے مال و متاع لوٹے نہیں گئے؟ کیا اُن کے مکانات کو نذر آتش نہیں کیا گیا؟ جب تک اُنہوں نے کوئی اسلامی فائدہ نہیں دیکھا وہ وہیں جمے رہے ان کے قدم ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہیں ہوئے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آج اُسی اسلام کے ہم بھی دعویدار ہیں اور اسی دین کے علمبردار ہیں، ہم میں وہ عظیم الشان صبر و استقلال کیوں نہیں؟

اصل وجہ

مسلمانو! اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کی تجارتیں اسلام کے لئے تھیں ان کی زراعتیں اسلام کے لئے تھیں، ان کی صنعتیں اور حرفتیں اسلام کے لئے تھیں، ان کی اولاد اسلام کے لئے تھی اُن کا مال و زر اسلام کے لئے تھا وہ خود اسلام کے لئے تھے اور اسلام ان کے لئے تھا۔ یہی سبب ہے کہ وہ ہر نقصان کو برداشت کر سکتے تھے لیکن اسلام کے نقصان کو وہ کسی حال میں برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔

اقبال مرحوم نے ان اشعار میں آج کے مسلمانوں کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:۔

خودکشی شیوہ تمہارا وہ غیور و خود دار — تم اُخوت سے گریزاں وہ اُخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا وہ سراپا کردار! — تم ترستے ہو کلی کو وہ گلستاں بکنار

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت اُن کی

مقصد کی تبدیلی

حضرات آج مقصد بدل گیا ہے اس لئے حالات بھی بدلے ہوئے نظر آرہے ہیں کیا یہ واقعہ نہیں کہ آج مسلمان کا اسلام اس کی تجارت کا پابند ہے اس کے کاروبار کا خادم ہے۔ اس کی اولاد کا چاکر ہے یعنی پہلے اسلام مقدم تھا اسلام کے نقصان کو کسی صورت مین برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا اور اب کاروبار جان، مال، عزت و آبرو اور اولاد وغیرہ مقدم ہے۔ اسلام کا ہر نقصان آج برداشت کیا جاسکتا ہے لیکن ان میں سے کسی کا ادنیٰ نقصان بھی ناقابل برداشت ہے

خوش قسمتی

حالانکہ ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ وہ اسلام کے لئے لوٹا جائے اسلام کے لئے جلایا جائے اور اسلام کے لئے تہہ تیغ کیا جائے، یہ بدقسمتی نہیں

ہے کہ آج جب کہ ان احساس کی ارزانی ہے، اور یہ سعادتیں عام ہوگئی ہیں، مسلمان بھاگ رہا ہے،

شہید ہو

مسلمانو! تم یقین کرلو اگر آج تم اس لئے قتل کئے جاتے ہو کہ تم مسلمان ہو تو یہ ایک مرتبۂ بلند ہے جسے تم پار ہے ہو، تم حیات ابدی کے مستحق ہو، تم اعلیٰ ترین انعام باری تعالیٰ کے حقدار ہو، بتاؤ اور خدا کے لئے بتاؤ تم ان سعادتوں سے کیوں بھاگتے ہو۔ تم میں جو قتل کئے جاتے ہیں انھوں نے کسی کو قتل نہیں کیا، تم میں جو جلائے جاتے ہیں انہوں نے کسی کو نہیں جلایا تم میں جو لوٹے جاتے ہیں انہوں نے کسی کو نہیں لوٹا، بتاؤ اُن کا جرم قتل کرنے والوں کے نزدیک سوا اسلام کے اور کیا تھا پھر وہ اس لئے قتل کر دیئے گئے تو ان کی شہادت میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے اور ان کی حیات جاوید سے کون انکار کرسکتا ہے؟

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○	یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کے الطاف وکرم ہیں، جن پر اس کی رحمت اترتی ہے اور یہی ہیں جو (اپنے مقصد میں) کامیاب ہیں۔

موت تمہارے ساتھ ہے

برادرانِ ملت! اس وحشت و ابتلاء کا علاج بھاگنے سے نہیں ہوگا، رہی ہجرت کرنے سے نہیں ہوگا، بلکہ اللہ پر اعتماد کرنے سے ہوگا، اس پر بھروسہ کرنے سے ہوگا، میں سچ کہتا ہوں تمہاری یہ ہجرت اسلام کیلئے نہیں بلکہ موت کے ڈر سے ہے اور موت تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ تمہیں کہیں نہیں چھوڑے گی،

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ○	تم جہاں کہیں بھی ہو موت تم کو آدبا وے گی اگرچہ تم مضبوط ترین قلعوں ہی کے اندر کیوں نہ گھس جاؤ۔

موت سے کس کو رستگاری ہے

آج ہم کل تمہاری باری ہے:

ظلم کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤ

لیکن خبردار اس موقعہ پر تمہارے ہاتھ ظلم کے لئے نہ اٹھنے پائیں، تم ظالموں کی قطاروں میں ہرگز نہ کھڑے ہونا۔ تمہارے ہاتھ اُٹھیں تو اللہ کے دربار میں مصروف دعا رہیں اور تمہارے قدم اطاعت خدا و رسول کے لئے ہر وقت استوار رہنا۔ تم ہر آن یہ سوچتے رہو کہ تمہارے قدم کہیں اسلام کی شاہراہ سے تو نہیں ہٹ گئے ہیں۔ تمہارے ایمانوں میں کمزوری تو نہیں پیدا ہوگئی ہے۔ عشق الٰہی اور محبت رسالت پناہی کی آتش فروزاں تمہارے دل کے چولھوں میں تو نہیں بجھ گئی ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر کیا غم، کیا رنج، کیسی وحشت اور کہاں کی

پریشانی؟

عاشق رسول تم کو معلوم ہے کہ خُبَیبؓ عاشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب دشمنان دین اسلام قتل کرنے کے لئے مقتل لئے جارہے تھے تو ان کی زبان پر اس قسم کے اشعار جاری تھے۔

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ!

یعنی اگر مجھے اس حال میں قتل کیا جارہا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو پھر خواہ کسی پہلو پر مجھے اللہ کے لئے ذبح کردیا جائے۔ مجھے کسی قسم کا رنج وغم نہ ہوگا اور مجھے ایسی مصیبت کی کوئی پروا نہ ہوگی

مسلمانو! کیا سید عالم (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق کی داستان عشق ومحبت میں تمہارے لئے بھی کچھ بصیرتیں اور عبرتیں موجود ہیں؟

بھاگنا بہادری نہیں دینی بھائیو! اس وقت بھاگنا بہادری نہیں بلکہ بزدلی کا سب سے کمزور اور حقیر مظاہرہ ہے۔ تم اس مظاہرہ کو بند کرو، اپنے ملک سے اپنے شہر سے اور اپنے گھروں سے کہاں بھاگ کر جاتے ہو، یہ تو بتاؤ اگر بھاگ کر بھی امن واطمینان نہ نصیب ہوا تو کیا کروگے

وہ خفا ہوکے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے!
مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے؟

امن واطمینان امن واطمینان مرحمت فرمانے والا خالق کائنات ہے تم اسی کو کیوں راضی نہیں کرتے، اسی کی پناہ کیوں تلاش نہیں کرتے، جس نے نوحؑ کی طوفان میں حفاظت کی، جس نے ابراہیمؑ کو نار نمرود سے محفوظ رکھا، جو یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ میں محافظ بنا جس نے موسیٰؑ کو بحر ذخار سے نکلوا کر دشمنوں میں پلوایا، اور جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر موقعہ پر نصرت فرمائی اگر تم اس کے بن جاؤ تو کیا وہ تمہاری حفاظت نہ کرے گا؟

علاج خوب یاد رکھو تمہارے دردوں کا مداوا یوں نہ ہوگا اس کا علاج تو یہی ہے کہ تم اسلام کیلئے زندہ رہو، اسلام کے لئے مرجاؤ، صداقت وراستبازی کے لئے جیو اور اسی کے لئے جان دو، اگر ظلم کو مٹانے کے لئے مرتے ہو تو تم سے بڑھ کر اور کوئی خوش نصیب نہیں۔

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا

بھاگو نہیں مسلمانو! بھاگو نہیں آؤ صحابہ، اہل بیت اور اولیاء اللہ کی زندگی سے سبق حاصل کرو، ا[illegible]

اقبال کا نظریۂ تعلیم

(از جناب عبدالمجید صاحب ایم - اے، لکچرار اردو ٹریننگ کالج)

ہندوستان کی مایۂ ناز ہستی، دنیا کا ایک بہت بڑا انسان، موجودہ زمانہ کا ایک بلند پایۂ فلسفی حکیم، حقیقت کا ترجمان، خودی کا راز افشا کرنے والا۔ انسانوں کو آداب جنوں و خود آگاہی سکھانے والا انسانیت کا معلم، ایشیا کی آبرو، ملت کی شان، ڈاکٹر اقبال جس کی اچانک موت نے اس کو ہم سے جدا کر دیا صرف قومی شاعر، فلسفی اور سیاست داں ہی نہیں بلکہ ماہر تعلیم بھی تھا ؎

شاعری جزویست از پیغمبری

اقبال نے واقعی ہم کو ایک پیغام دیا غیر معمولی فطری قابلیت رکھنے والے شاعر کی حیثیت سے جس سے عوام بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے۔ اردو فارسی سے ذوق رکھنے والے نوجوانانِ وطن نے اس کی شاعری اور فلسفہ کو نہایت جوشیلے انداز میں سراہا ہے۔ اقبال نے اپنے اظہار جذبات کے لئے انہیں دو زبانوں کو استعمال کیا ہے۔ اس کی مشہور تصنیفات مثنوی اسرار خودی، رموز بے خودی، پیام مشرق اور اسلامیات کے لکچروں کے مجموعہ نے اس کی شہرت میں چار چاند لگا دیئے۔ وہ صرف مشرق ہی میں نہیں بلکہ مغرب میں بھی ایک مفکر، فلسفی اور ماہر تعلیم .... کی حیثیت سے مشہور ہے۔

وہ اپنی شاعری میں ابدی حقائق کی تشریحات کو موجودہ مسائل کی بحث میں اس طرح ملا دیتا ہے کہ ہر شخص اس کی تصنیفات کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی اور اثر کا قائل ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اس کے فلسفیانہ خیالات کے عملی پہلو کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے اور جن لوگوں نے کسی حد تک اس کے "فلسفۂ عمل" کو سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ اپنی بدمذاقی اور نااہلیت کی وجہ سے پورے طور پر اس کو نہیں سمجھ سکے ہیں۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ شاعری دوسرے فنون لطیفہ کے مانند ایک آرٹ ہے جو پیغام کی شکل میں نمودار ہوا ہے، شاعری درحقیقت شاعر کی جذباتی کیفیات اور تجربات کا اظہار ہے جس کو وہ تغزل کے رنگ میں پیش کرتا ہے اور اس طرح فلسفہ کی بحث و تمحیص سے بچنا چاہتا ہے

شاعری خود اپنی جگہ پر ایک مکمل فن ہے جس کو کسی ڈاکٹر کے نشتر کی ضرورت ہے نہ ماہر نفسیات کے بے
تجزیئے کی۔ شاعری کے اس لطیف اور جمالیاتی پہلو کے متعلق کچھ کہنا نامناسب نہیں لیکن خود اقبال مرد
اس چیز پر اکتفا نہیں کرتا، اس کے نزدیک شاعری دوسرے فنون لطیفہ کی طرح اسی وقت وسیع اور معنی خیز
ہو سکتی ہے۔ جب وہ اپنی قدر و قیمت بڑھا کر، اپنے جذبات کو تیز کر کے اور اپنے اہم مقاصد کی صحیح ترجمانی
کر کے، روحانی الہام کے ساتھ ساتھ عملی زندگی سے متصادم ہو جاتے۔ اقبال آرٹ صرف آرٹ کی خاطر
کے نظریہ کو کبھی بھی تسلیم نہیں کرتا، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ آرٹ ایک مکمل زندگی کی ترجمانی کرے اور زندگی کے
راز کو عیاں کر دے ؎

اے اہل نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن — جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ ہنر کیا!
جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا — اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا

ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اقبال صرف رنگ تغزل کا شاعر ہی نہیں جو اپنے متلون توہمات اور تیز احساسات
کو لطیف اور دلکش اشعار میں پیش کرتا ہے۔ درحقیقت وہ ایک مفکر اور فلسفی ہے، جو خیالی دور افتادہ
اور بعید از فہم امور و حقائق سے جو موجودہ مسائل سے بے تعلق ہیں کوئی واسطہ نہیں رکھتا بلکہ اپنے حساس
ذہن اور تربیت یافتہ دماغ کی دولت کو دور حاضر کے مسائل کے سلجھانے اور ان کے صحیح حل بتانے میں صرف
کرتا ہے۔ اقبال کی صحیح اور غیر معمولی قابلیت کے اندازہ کرنے کا یہ معیار نہیں کہ ہم اس کی شاعری کے خوبصورت
پُر فضا اور سرسبز و شاداب باغ کی گلچینی کریں بلکہ اس کی پیش کردہ ظاہری اور باطنی دونوں ہی کیفیات کا
مطالعہ یکساں طور پر اہم ہے۔ اقبال کو ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ چشم باطن سے بھی دیکھنا بہت ضروری ہے
اور اس وقت شاید ہم اس کو سمجھ سکیں۔

یہ تمام استدلال تو اقبال کے فلسفیانہ نظریہ کے مطالعہ کے لئے ہے۔ لیکن ہر شخص ذرا تعجب سے
اس چیز کو تسلیم کرے گا کہ اقبال کے فلسفۂ تعلیم کا بھی مطالعہ اسی قدر ضروری ہے جب کہ عام طور پر لوگوں کا
خیال ہے کہ اقبال معلم نہیں (عوام کا خیال ہے کہ معلم سے مراد صرف یہ ہے کہ عمر کے زیادہ تر حصہ میں
کسی اسکول یا کالج میں پڑھاتا رہا ہو) کیونکہ وہ بہت تھوڑے وقت تک ہی درس و تدریس میں مصروف
رہا ہو اور اس کے علاوہ اس نے کبھی واضح طور پر قوی دلائل کے ساتھ نظریۂ تعلیمات پر روشنی نہیں ڈالی۔
اس اعتراض کا جواب دو باتوں سے دیا جا سکتا ہے جس سے یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ اگر ہم نے اس
فلسفۂ تعلیم پر قلم اٹھایا ہے تو یہ بالکل مناسب اور ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں لفظ تعلیم
(Education) کے معنی اور اس کا صحیح مقصد سمجھنا چاہیئے۔ لوگ اس اصطلاح کو صرف اسکولوں

بچوں میں ہونیوالی تعلیم ، درس و تدریس تک محدود رکھتے ہیں لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ اس طرح کی
لیم میں وہ تمام شعوری ، عمرانی اور شخصی تاثرات جن سے افراد اور معاشرہ کے خیالات اور اطوار کی تشکیل
رہم ہوتی ہے شامل نہیں ہیں۔ تعلیم دراصل صحیح معنی میں ان تمام تہذیبی قوتوں کے اجتماع کا نام ہے ، جو
ی فرد یا ملت کی زندگی پر اثر انداز ہوں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک غیر معمولی تخلیقی مفکر کا ظاہر ہونا
ہم کو ایک واضح اور مبین پیغام دینے آیا ہے جو دُنیا کے سامنے نئے نئے مسائل پیش کرتا ہے درحقیقت
ماہر تعلیم کے لئے عظیم ترین ذوق و دلچسپی کا باعث ہے اور جتنا ہی زیادہ اس کے خیالات اس کے
عصروں کی قوت متخیلہ ، قوت فہم اور جذبات پر اثر ڈالیں گے اسی حد تک ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے
کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ بات یہ ہے کہ زندگی کا یہ فلسفہ جس قدر انسانی زندگی اور تقدیر
رکو واضح کرتا ہے اسی قدر وہ فلسفۂ تعلیم پر بھی روشنی ڈالتا ہے اور اس کے لئے دلائل پیش کرتا ہے ،
یونکہ فلسفۂ حیات و تعلیم درحقیقت ایک دوسرے سے بہت زیادہ وابستہ ہیں اگرچہ دونوں کے اغراض
ہی قدر مختلف ہیں لیکن نتیجہ ایک ، انسانی زندگی کے معنی و مقاصد ، فرد کا تعلق ماحول سے ، قدر و قیمت
مسئلہ ، ساری دُنیا کی ایک عام صورت ، غرض اس قسم کے سارے مسائل دونوں کے ایک ہیں وہ مربوط خیالات
ان مسائل کے سمجھنے میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں یا جو موجودہ اداروں ، تہذیب اور معاشرتی امور کی تنقید
ں ہماری مدد کرتے ہیں۔ ہمارے نظریۂ تعلیم پر بھی عملی دنیا کی دونوں طریقہ سے اثر انداز ہوتے ہیں کیونکہ
لیم (Education) دراصل کسی جماعت کی تہذیبی میراث ، معلومات اور نصب العین کی صحیح تشخیص کرنے
ر پھر ان کو موثر طریقہ پر اس کے اراکین تک منتقل کرنے کے عمل میں مصروف رہتی ہے اور اسی طرح ان کی
عتی زندگی کا ایک مخصوص نظام متعین کرلیتی ہے اور اس کے بعد پھر اپنی تعمیرات جدیدہ میں کوشاں رہتی
ہے۔ پس ایک تعلیم سے دلچسپی لینے والا شخص اقبال جیسے مفکر کے فلسفیانہ خیالات سے کس طرح علیحدہ رہ سکتا
ہے ؟ — اس بات کا اعتراف ناگزیر ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے ان بہم لیکن جدید مسائل کی تحلیل کے لئے نہایت
قیمت اور اہم چیزیں پیش کی ہیں۔ ذیل کی سطور میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اقبال کے چند نہایت
خیالات اور ہندوستان کی تعلیم پر ان کے امکانی اثرات بیان کئے جائیں۔ اقبال کے یہ خیالات بہت
ہیں اور تعلیمی مسائل پر اچھی روشنی ڈالتے ہیں۔ ایسی صورت میں اقبال کو معلم یا ماہر تعلیم کہنا غیر موزوں
ہ، جب ہم اقبال کے فلسفہ کے عمیق نتائج پر غور کرتے ہیں اور اس کو انسانی ارتقا کے زبردست ڈرامہ
خود آدمی نے اس میں کیا حصہ لیا ہے" کی توضیح کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں ، کہ
ال نے مسئلۂ حیات کو کس اہم طریقہ پر پیش کیا ہے اس وقت ہر شخص بے صبری سے اقبال کی طرف

متوجہ ہوتا ہے اور موجودہ تعلیم کی غلط اور گم راہ کن کوششوں کو اقبال کی ان صحیح اور بلند تر کوششوں
سمنوا کرنے کی سعی کرتا ہے جو آدمی کو اس کی زبردست اور کامیاب قسمت کے لائق بناتی ہیں۔ اس بات
سخت ضرورت ہے کہ تعلیمی مقاصد اور طریقۂ تعلیم کی جدید طور پر تعمیر کی جائے۔ اگرچہ یہ تعمیری پروگرام تعلیم
حق میں اقبال اپنے پیغام میں تفصیلی طور پر پیش نہیں کرتا۔ پھر بھی پیغام بہت زیادہ قابل قدر ہے
وہ انتہائی واضح طور پر تمام ان بنیادی اور اہم ترین تعلیمی اصول کو ہمارے سامنے لاتا ہے جو صحیح تعلیمی مقا
کا لازمی جزو ہونا چاہئیں۔ مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر ان تعلیمی اصولوں کے عملی نتائج پر غور کیا جائے
وہ مکمل طور پر ان تمام نظریوں سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں جن کو بہت سے بڑے بڑے ماہرینِ تعلیم نے
تعلیمی مسائل کی بحث میں پیش کیا ہے اگرچہ ان کا راستہ اقبال کے راستہ سے بالکل علیحدہ اور دور
لیکن منزل ایک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ تہذیب اور طرزِ معاشرت میں کچھ ایسی توہم
خصوصیتیں کارفرما ہیں کہ خواہ وہ کسی نظر سے بھی دیکھی جائیں دورِ حاضر کے مرد اور عورت کے لئے ایک
خاص قسم کی تعلیم و تربیت چاہتی ہیں۔

اقبال کے خیالات کی صحیح ترجمانی اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن ہے نہایت خوشگوار۔ اس لئے
تمام خیالات اس کی شاعری میں پنہاں ہیں۔ سوائے چند لیکچروں کے اقبال کی تمام تصنیفات اُ
اور فارسی شاعری پر مشتمل ہیں اور شاعری اپنے مزاج کے اعتبار سے نثر کے مقابلہ میں اظہارِ جذبات کا
مسلّم طور ذکی الحس و زود اثر ذریعہ ہے۔ اس میں جذباتی جوش و خروش بہت زیادہ ہوتا ہے ا
نسبتاً زیادہ لطیف جذبات اور خیالات کو ہمارے سامنے پیش کر سکتی ہے۔ لیکن اس میں خیالات
وہ واقعیت اور صحت باقی نہیں رہتی جو ایک محتاط، سادہ اور سلیس نثر ہی کا خاصہ ہے۔ شاعر
اپنے مدعا کی مختلف طریقوں سے ترجمانی کی جا سکتی ہے جس کی وجہ سے اس کی اہمیت بڑھ جاتی۔
خصوصیات کی وجہ سے اس میں ہمیں کسی قدر ذہنی کشمکش سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اسی لئے ہم
کے خیالات کی صحیح ترجمانی کو بہت "مشکل" کہا ہے۔

اقبال کی شاعری ایک چیستان یا معمہ نہیں جس میں صرف جذبات ہی جذبات ہوں بلکہ دونوں
ذہنی دونوں نظریوں کا اتحاد اس میں موجود ہے۔ یہ عقائد اور عقل و فہم کے زبردست سرچشمہ
ہے۔ اس لئے خالص شاعرانہ ذوق رکھنے والوں کے علاوہ فلسفہ اور تعلیم کے طلبا بھی اگر اقبال
کا عمیق مطالعہ کریں تو یکساں طور پر اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

کوئی شخص تعلیم کے کسی نظریہ کو ترقی نہیں دے سکتا جب تک کہ شعوری یا غیر شعوری طور

کی فطرت کے تصور کو فرض نہ کرلے جس کو اپنی قسمت کا فیصلہ مرتب کرنا ہے کیونکہ تعلیمی طریقۂ عمل کی
اد درحقیقت انسان پر اس کے وسیع اور پیچیدہ ماحول کے باہم ردِّ فعل اور ارتباط سے قائم ہے۔ اور یہ
ول متواتر بدلتا رہتا ہے۔ ایک فلسفی کی طرح ماہر تعلیم کو بھی معاشرے کے اس ردِّ فعل اور فرد کے ساتھ
ں کے ربط کا جو درِ اصل زندگی کے سارے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں بغور مطالعہ کرنا چاہئے۔
سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اقبال نے فرد سے کیا مراد لی ہے۔ فرد کی بحث ماہر تعلیم کے لئے
یت اہمیت رکھتی ہے۔ اس چیز کو سمجھنے کے لئے ہمیں اقبال کے فلسفۂ "شخصیت" یا "انفرادیت" یا خودی
جھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہی اس کے فلسفہ کا مرکزی خیال ہے۔ پہلے اس نے اس نکتہ کو اپنی
سی کی مشہور مثنوی "اسرار خودی" میں پیش کیا ہے اور پھر زیادہ وضاحت سے اپنے لکچروں میں،
بال کا یہ فلسفہ ان کی تمام اردو اور فارسی تصنیفات میں موجود ہے۔ اقبال کے فلسفۂ خودی کا مطالعہ
ر اس کا امتحان صرف ذاتی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ موجودہ نفسیات، حیاتیات
ر نظریہ تعلیمات نے اس فلسفہ پر بہت زور دیا ہے اور دورِ حاضر کی عوامی تحریکات اور آمریت نے بھی
ں کو زبردست سیاسی اہمیت دے دی ہے۔ اس زمانے کی سیاسی، صنعتی اور سائنسی سرگرمیوں نے
دی یا انفرادیت کو مختلف طریقوں سے دبانے کی کوشش کی ہے اور اس لئے اُن مفکرانِ ملت نے
ر انسانی شخصیت کی قدر و قیمت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ قدرتی طور پر فلسفۂ خودی یا انانیت کو نئی روشنی
ور نئے ساز و سامان کے ساتھ دنیا والوں کے سامنے رکھا ہے۔ فطرت انسانی کے ماہر اور انسانی مزاج شناس
بال نے، جو سمجھتا ہے کہ انسانیت کی توسیع اور ارتقاء کی ابھی کافی گنجائش باقی ہے۔ اس اہم مسئلہ
و خاص طور سے اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا ہے۔
اقبال کے نزدیک خودی ایک ایسی اہم ذات ہے جو تمام نظام حیات کی بنیاد ہے بہت سے دوسرے
صوفیانہ یا مذہبی عقائد رکھنے والے لوگوں نے خودی کی حقیقت سے انکار کیا ہے لیکن اقبال ان تمام صوفیوں
ر وحدت الوجود کے قائلوں کے خیالات کو عملی دنیا کے لئے انتہائی خطرناک سمجھتا ہے کیونکہ ان میں پھنس کر
ہی اضطراب کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔
ہندو، اور بودھ فلسفہ بھی خودی کو دماغی وہم قرار دیتا ہے۔ مشرق اور مغرب دونوں کے صوفی اور وحدت
کے قائل لوگ خودی کو دماغ کا وہ حصہ سمجھتے ہیں جو غیر فانی ہے۔ انگریز صوفیوں نے بھی یہ لکھا ہے
ان کا زبردست مقصد یہ ہے کہ خودی کو مٹا دیا جائے۔ قطرہ دریا میں مل کر ہی دریا ہو سکتا ہے۔
اس نظریہ کا قطعی مخالف ہے وہ کہتا ہے کہ خودی کو مٹانا انسان کا نہ مذہبی نصب العین ہے نہ اخلاقی

اس کو چاہیئے کہ وہ اپنی خودی کے قیام کی کوشش کرے اور اپنی قوت تخلیق اور یکتائی کو فروغ دے ،
مستحکم بنائے " خودی کی تلاش کا منتہا خودی سے آزادی نہیں ہے بلکہ یہی تو حقیقی خودی ہے "
تجربات کی صحیح ترجمانی قطرہ کا سمندر میں مل جانا نہیں بلکہ اپنی شخصیت کو صحیح اور مکمل طور پر سمجھ لینا ۔ اور
ایک بڑی ہستی بنا کر دنیا کے سامنے لانا ہے ۔ اقبال ایک زبردست شخصیت کا حاصل کرنا صرف انسان ؟
محدود نہیں مانتا بلکہ وہ ساری کائنات کی ہر جاندار شے میں اس حقیقت کو مضمر دیکھتا ہے ۔ وہ کہتا
کائنات کی ہر شے میں خودی کو ترقی دینے کا مادہ یہاں تک موجود ہے کہ وہ اپنے انتہائے کمال کو پہنچ کر
دم لیتا ہے ۔ یہی فلسفۂ ارتقا ہے ۔ برگساں ، نٹشے اور دوسرے علمائے حیاتیات کی طرح وہ بھی مانتا ہے
تمام جاندار ایک اچھی اور بڑی شخصیت حاصل کرنے میں کوشاں رہتے ہیں ۔ انسان میں یہ تخلیقی مادہ زیادہ
اور اسی لئے اس نے اپنی حیرت انگیز قوتوں کی نشوونما کرلی ہے ۔ جس سے وہ لامحدود ترقی اور آزادی
کرسکتا ہے ؎

ہر چیز ہے محو خود نمائی — ہر ذرہ ہے شہید کبریائی
بے ذوق نمود زندگی موت — تعمیر خودی میں ہے خدائی

یہ ہے برزی روح کی حصول خودی کا صحیح اصول جو اقبال پیش کرتا ہے اس کے نزدیک
ہے جو یہ کہے کہ " میں ہوں " " میں ہوں " کا ادراک ہی ہر چیز کو دنیا میں لایا ہے ۔ اقبال بھی برگسا
اس خیال کا قائل ہے کہ خودی کے بہت سے درجے ہیں ۔ انسان بھی تمام درجوں کو حاصل نہیں کرتا " اسر
میں وہ اپنے اس نظریہ کو بار بار پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حصول خودی دراصل ہمارے ارتقائی عمل
مضمر ہے ؎

چوں حیات عالم از زور خودی است — پس بقدر استواری زندگی است
قطرہ چوں حرف خودی از بر کند — ہستی بے مایہ را گوہر کند

اقبال کہتا ہے کہ انسان کی زندگی کا مستقل حصل خودی ہے ۔ وہ اپنی حقیقت اور شخصیت سے
واقف ہوتا ہے ۔ خودی کی فطرت ایسی زبردست ہے کہ انسان تمام دوسرے دائروں کو چھوڑ کر اسی دا
رہتا ہے ۔ مسئلہ وحدت وجود کے قائل لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں ۔ خودی کے متعلق اقبال کا عقیدہ
مستحکم اور زوردار ہے کہ وہ صوفیائے کرام کے " خودی کو مٹا کر خدا میں مل جانے " کے نظریہ ارتقائے انسا
سے ٹکرا دیتا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ ارتقا ہی ہمیں بے خود بنادے گی اور ہم خدا تک پہنچ جائیں گے ا
انانیت اسے لامحدود انانیت تک پہنچا دے گی جس میں انسان اپنے وجود ماضی کے تمام معاملات (

اج بھی تلاش کر سکتا ہے۔
کائنات کی حقیقت معلوم کرنے کی جو لگن انسان کے دل میں ہے وہ اقبال کے فلسفۂ خودی کی رو
ں نظری اہمیت نہیں بلکہ اخلاقی اور عملی اہمیت رکھتی ہے انسان کا مقصدِ حیات یہ ہے کہ اپنی شخصیت کی
ح اور تکمیل کرے اور اسے پائیدار اور لازوال بنائے۔ اقبال کہتا ہے کہ مشرق میں خودی کی موت ہو جانے سے
ی ترقی اور کامیابی ختم ہو گئی اور ہم خدا کے راز دار نہ رہے۔

خودی کی موت سے مشرق کی سرزمینوں میں
ہوا نہ کوئی خدائی کا راز داں پیدا!

پھر اقبال کا یہ بھی خیال ہے کہ خودی کا ارتقا جتنا مشرق اور وہ بھی ایشیا میں ممکن ہے دوسری جگہ
ہو سکتا ہے

عطا ہوا خس و خاشاکِ ایشیا مجھ کو   کہ میرے شعلہ میں ہے سرکشی و بیباکی

قدرت کبھی کبھی اپنی فیاضی سے افراد کو اس قدر مالامال کر دیتی ہے کہ دیکھنے والوں کی عقلیں دنگ
اتی ہیں اس نے شاعرِ مشرق اقبال کو بھی ایسی ہی دریا دلی کے ساتھ اپنی بہترین نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس کا
ری کیا ہے خودی اور اس کی ارتقا کا صحیح پیغام ہے اس نے از سر نو یہ سبق پڑھایا کہ انسان کی خلقت کا مقصد
ہے کہ وہ اپنی خودی کو مستحکم بنائے اور اس کے ذریعہ عالم فطرت کی تسخیر کرے۔ اس نے افراد اور قوموں کو
ھایا کہ قناعت اور رہبانیت کو چھوڑ کر اس عالم آب و گل میں جد و جہد کرنے کی ضرورت ہے اور خودی کی تربیت
طرح ہو سکتی ہے ۔

بدر یا غلط با موجش درآویز   حیاتِ جاوداں اندر ستیز است

چنانچہ اقبال کے متعلق ہندوستان کے ایک دوسرے ماہرِ تعلیم کی رائے ہے کہ "اگر خودی کو آپ نے خود غرضی
ر نفس پرستی کے مرادف جان لیا تو وہ آپ کو ادب اطاعت اور ضبطِ نفس کی منزلوں سے گذر کر تربیت
دی کے صحیح راستہ پر ڈالے گا وہ بتائے گا کہ خودی کی نشو و نما "بے خودی" سے ہو سکتی ہے" اور اقبال
ے نزدیک نہ تو تعلیمی اور نہ کوئی دوسرا معاشرتی یا تہذیبی ادارہ کوئی اہم مقصد اس کے سوا رکھ سکتا ہے، کہ
م حاصل کرنے والوں کی خودی کو استوار کیا جائے کہ جس کے بعد وہ اپنی لامحدود شخصیت اور اس کے امکانات
سمجھ سکیں گے اور یہی زندگی کا صحیح مقصد ہے۔ سب سے پہلے اقبال نے خودی کو قرآن مجید سے ثابت کیا کہ
نہ خودی اور یکتائی کا ارتقاء زندگی کا اہم ترین مقصد ہے اور یہ کہ اسلام کے بلند تر تصوف میں بھی
ذات لامحدود محدود دکھائیں موجود ہے" لیکن اقبال اس چیز کا بھی قائل ہے کہ نظریہ انکار خودی در اصل مسلمانوں

ایں یونانی فلسفہ سے آیا ہے اور اسلام کے اپنے نقطۂ نظر کے مخالف ہے یہ سقراط اور افلاطون کو شاعروں کے خیال کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبق نمبر ۳۲ — اپنی کاپیوں پر لکھ کر دوسرے مسلمانوں کو دو

گواہی

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ
لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ج

معنی

اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو۔ گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ وہ اپنی ہی ذات پر ہو یا ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو۔

مطلب

سچی گواہی دینے میں کسی کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے خواہ وہ اپنی ذات اور اپنے قریب سے قریب عزیز ہی کے مقابلہ میں کیوں نہ ہو۔

حوالہ آیت

پارہ	نمبر ۵
سورۃ	نساء
رکوع	نمبر ۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارہ تبلیغ الاسلام بمبئی کا بتیسواں تبلیغی سبق

سبق ۳۲

گواہی

(از جناب مولانا قاری ودود الحی صاحب ندوی)

نحمدہٗ ونستعینہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بتیسواں سبق ۳۲ حضرات! آپ کے ادارہ کا یہ بتیسواں ۳۲ سبق ہے حسب معمول سابق یہ سبق بھی زبان ہی کے متعلق ہے یعنی جس طرح پچھلے چھ اسباق میں زبان کی لغزشیوں بتائی گئی ہیں اس سبق میں بھی زبان ہی سے متعلق ایک حقیقت پیش خدمت کی جارہی ہے، جو سبق کے عنوان "گواہی" سے ظاہر ہے۔

پوری آیت تختۂ سیاہ پر قلت گنجائش کی وجہ سے پوری آیت نہیں لکھی جاسکی ہے۔ اس لئے کسی تفصیل سے قبل آپ پہلے پوری آیت سماعت فرماکر اس کے ترجمہ کو ذہنوں میں محفوظ فرمالیجئے تاکہ فہم مقصد میں سہولت ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو اور گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ وہ اپنی ذات ہی پر ہو یا ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو وہ شخص اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو اللہ اُن کا زیادہ خیرخواہ ہے لیں تم انصاف کرنے میں دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو اور اگر تم کج بیانی کروگے یا پہلو تہی کروگے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

آیت کے معانی آیت کریمہ اپنے معانی کے اعتبار سے بالکل واضح اور غیر مبہم ہے آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے یہ فرماتا ہے کہ انصاف کو کسی صورت میں ہاتھ سے نہ جانے دو، اس معاملہ میں ہمیشہ خدا لگتی گواہی دو، خواہ وہ اپنی ذات خاص سے متعلق ہو یا والدین اور دیگر رشتہ داروں سے۔ اس سلسلہ میں کسی امیر کی رعایت اور کسی غریب پر ترس کھا کر خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو، اللہ تم سے زائد اُن کا خیر خواہ ہے اور ان کی مصلحتوں سے خوب واقف ہے۔

اس کے بعد اگر تم نے زبان دبا کر اپنی گواہی دی کہ سُننے والا شبہ میں پڑ جائے اور حقیقی بات ان پر منکشف نہ ہو سکے یا اس انداز میں ادھوری بات کہی کہ کام کی بات ظاہر نہ ہو سکی تو ایسی دونوں صورتوں میں تم بظاہر جھوٹ سے تو بچ گئے لیکن چونکہ تم نے اظہار حق سے گریز کیا اور حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی اس لئے تمہارے گنہگار ہونے میں کوئی کسر نہیں رہی خوب یاد رکھو اللہ پر تمہارے تمام اعمال عیاں ہیں تم اس سے کوئی چیز نہیں چھپا سکتے۔

دوسری آیت جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا :-

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝	اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو شخص اس کو چھپائے گا اُس کا دل گنہگار ہوگا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

پ ۳ سورہ بقر رکوع ۳۹

پہلی بات حضرات آج کی آیت میں چند باتیں خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ اس آیت میں کُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (یعنی انصاف پر قائم رہو) ارشاد فرما کر حق گوئی اور انصاف کی کمال تاکید فرمائی گئی ہے۔ جو زندگی کے ہر شعبہ میں ضروری ہے۔ اگر یہ صفت ایک انسان سے نکل جاتی ہے تو درحقیقت اس کی تمام زندگی چوپٹ ہو کر رہ جاتی ہے اور وہ راہ حق سے دور جا پڑتا ہے۔ ایک راہی صراط مستقیم جب اپنے اندر سے صفت عدل کو ضائع کر دیتا ہے تو وہ خود بخود صراط مستقیم سے بھٹک کر شیطانی راہوں پر چلنے لگتا ہے۔

آپ ہی بتائیے کہ عدل و انصاف کی کہاں پر ضرورت نہیں، کھانے میں، پینے میں، سونے میں، جاگنے میں، کاروبار میں، بیوی بچوں میں، غرض کوئی بھی ایسی چیز نہیں جہاں عدل و انصاف کی ضرورت نہ پڑتی ہو جہاں آپ نے انصاف کو چھوڑا اور حد اعتدال سے متجاوز ہوئے وہیں آپ پر مصیبت آئی طاقت سے زائد عبادت آج کون ہے جو عبادت کے نفع کثیر کا منکر ہو آپ جس کسی سے دریافت

ں عبادت کی تعریف کریگا، یعنی نماز روزہ کی بُرائی کا کون قائل ہو سکتا ہے لیکن آپ کو حیرت ہو گی کہ
ں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت سے زیادہ نفل عبادت کرنے کو بھی منع فرمایا ہے۔ سُنئے :-

ں عائشۃ رضی اللہ عنہا اَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ
ہ دَخَلَ عَلَیْھَا وَعِنْدَھَا اِمْرَاَۃٌ قَالَ مَنْ
ہ قَالَتْ ھٰذِہٖ فُلَانَۃٌ تَذْکُرُ مِنْ صَلَاتِھَا
مَہ عَلَیْکُمْ بِمَا تُطِیْقُوْنَ فَوَاللّٰہِ لَا یَمَلُّ اللّٰہُ
تَمَلُّوْا وَکَانَ اَحَبَّ الدِّیْنِ اِلَیْہِ مَا دَاوَمَ
بُہٗ عَلَیْہِ

(متفق علیہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ یہ فلاں عورت ہے اور یہ کہہ کر اس کی نماز کی کثرت بیان کرنے لگیں، حضور نے فرمایا بس بس تم کو لازم ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق بندگی کیا کرو۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نہیں تنگ ہوتا یہاں تک کہ تم تنگ ہو جاؤ اور آپؐ کو وہ عبادت بہت پسند تھی جس پر عبادت کرنے والا ہمیشگی برتے۔

مہ نووی کا ارشاد

علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں لَا یَمَلُّ اللّٰہُ یعنی اللہ کو ملال نہیں، ہوتا کے یہ معنی ہیں کہ وہ تمہارا ثواب منقطع نہیں کرتا اور نہ تمہارے اعمال کی منقطع کرتا ہے اور نہ مال والے کی طرح تم سے معاملہ کرتا ہے کہ تم تھک جاؤ اور اس کو چھوڑ بیٹھو، ایسی بت میں تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم نفل عبادت اسی قدر کرو جس کی ہمیشگی پر تم کو طاقت ہو، تاکہ کا ثواب ہمیشہ ملتا رہے اور اس کے فضل سے کبھی محروم نہ رہو۔

ایک اور حدیث سماعت فرمائیے۔

ب اور حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی حضورؐ کی بیویوں یعنی ت المومنین کے مکانوں پر آکر آپ کی عبادت کے بارے میں سوال کرنے لگے، جب آپ کی عبادت ن کی گئی تو انہوں نے اس عبادت کو بہت کم خیال کیا اور کہنے لگے کہاں ہم اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ وسلم، حضور تو اگلے پچھلے گناہوں سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں (یعنی اگر حضور تھوڑی عبادت کرتے ہیں پ کے لئے مناسب ہے، لیکن ہمیں بہت عبادت کرنی چاہیئے) اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا کہ میں رات بھر نماز ہی پڑھتا رہوں گا اور دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا سرے نے کہا کہ میں عورتوں سے اجتناب کروں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی وسلم وہاں تشریف لے آئے اور فرمانے لگے تم لوگوں نے ابھی ایسی ایسی باتیں کی ہیں لیکن میرا عالم یہ ہے خدا کی میں باوجودیکہ تم لوگوں میں اللہ سے زائد ڈرنے والا اور خوف کرنے والا ہوں مگر روزہ بھی ھتا اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس یاد رکھو

زندگی کی سب سے بڑی ضرورت

(رفیق محترم جناب محی الدین صاحب اتولی۔)

انسان کو پیدا ہونے سے مرنے تک اَن گنت ضرورتیں گھیرے رکھتی ہیں۔ بچپن میں تو وہ زیادہ دوسروں کی تربیت اور دیکھ بھال کا محتاج رہتا ہی ہے لیکن جوانی اور سمجھ کی عمر کو پہنچ کر ضرورتوں کی کوئی حد رہ جاتی۔ کچھ اپنا پیٹ بھرنے، تن ڈھانکنے اور دوسری خواہشوں کو پورا کرنے کی ضرورتیں ہیں تو کچھ بال بچوں سے متعلق ہیں۔ بعض رشتہ داروں اور کنبہ والوں سے تعلق رکھتی ہیں تو بعض دوست احباب، پاس پڑوس، ملک اور دُنیا والوں سے بندھی ہوتی ہیں۔ پھر جتنا جتنا آدمی دُنیا کے کاموں میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے اتنا ہی یہ ضرورتیں بھی بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اور ان ضرورتوں کے ساتھ ساتھ نفع کی اُمیدیں اور نقصان کے اندیشے بھی پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پھر ایسے سہاروں کی تلاش دِل کو کھانے لگتی ہے جن سے نفع کی صورت میں اُمیدیں وابستہ کی جائیں اور نقصان کی صورت میں تسلی اور ڈھارس بندھانے کا کام لیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عموماً انسان فائدے اور اُمید کی حالت میں کسی نہ کسی ذات یا ہستی کے آگے خوشی یا شکر کا طرح طرح سے اظہار کرتا نظر آتا ہے اور نقصان یا اندیشے اور خطرے کی حالت میں کسی ہستی کا سہارا پکڑ کر اس سے خطرے کو ٹلانے کی دعائیں مانگتا اور اندیشے کو اطمینان میں بدل ڈالنے کی التجائیں کرتا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن ضرورتوں کے اس ختم نہ ہونے والے جھمیلے میں انسان کو ہر ہر قدم پر یہ سوال پریشان کرتا ہے کہ ان ضرورتوں کو پورا کیسے کیا جائے؟ اپنے چاروں طرف پھیلی ہوئی چیزوں کو کیسے کام میں لایا جائے؟ اردگرد جو انسان پائے جاتے ہیں جن میں کوئی ہمارا عزیز رشتہ دار ہے، کوئی پڑوسی ہے کسی سے ہمارا کاروبار کا رشتہ ہے تو کسی سے تجارت کا، کوئی ہمارا شہری ہے تو کوئی ملکی۔ ان تمام لوگوں سے تعلقات قائم، تو کیسے اور توڑے جائیں تو کیسے؟

پھر ان چیزوں اور انسانوں کے متعلق صرف برتاؤ ہی کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ خیال بھی ستاتا ہے کہ کہیں ہم ایسا برتاؤ نہ کر بیٹھیں کہ اس وقت تو کام نکل جائے یا فائدہ پہنچ جائے لیکن آگے چل کر معلوم ہو کہ دراصل چھوٹے سے فائدے کی خاطر کسی معاملے میں بڑا نقصان اٹھا بیٹھے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ

برآوری سے کام کاج اور تعلقات میں وہ رویہ اختیار کریں جو انجام کے لحاظ سے بھی ہمارے لئے بہتر ہو
ی ہمارا تجربہ ہے کہ بعض مرتبہ ہم کوئی کام اپنے خیال میں نہایت معقول اور صحیح طریقہ پر کرتے ہوتے ہیں؛
ن جب کچھ دن گذر جاتے ہیں یا اس کام کے انجام کا اصلی وقت آتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ہم سخت دھوکے
ڑ گئے تھے اور کام بالکل اُلٹا کر بیٹھے ہیں۔ اُس وقت دوست احباب اور رشتہ کنبہ والے سب ہی لعن
ن کرنے لگتے ہیں۔ اور جن جن لوگوں نے شروع میں ہمیں غلط فہمی سے نکالنے کی کوشش کی تھی؛ ، اور
ں وقت ہم انہیں الٹا بے وقوف سمجھ رہے تھے۔ ان کے سامنے شرمندگی اور خفت سے نگاہ نہیں اُٹھا
تے۔ پس انسانی زندگی کا اہم سوال یہ نہیں ہے کہ ضرورتیں کیسے پوری کی جائیں بلکہ یہ ہے کہ ضرورتیں اسطرح
ے پوری کی جائیں کہ انجام کے لحاظ سے ہم بہرحال فائدے ہی میں رہیں۔ بلا سے بعض وقتی اور عارضی نقصان
انے پڑیں لیکن جب کوششوں کا یہ سلسلہ ختم ہو تو آخر فائدے اور بہتری ہی سے دوچار ہوں۔ ایسا ہرگز
ہو کہ یہاں تو ہر طرح کے عقلی گھوڑے دوڑا کر اطمینان سے کوئی کام کر بیٹھیں اور جب زندگی ختم ہو اور
را کارنامۂ حیات سامنے لایا جائے تو پتہ چلے کہ وقتی فائدوں اور لذتوں کی خاطر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کو خراب
ٹھے ہیں۔

یہ بات اس قدر صاف ہے کہ ہر شخص امتحان کی کامیابی، ملازمت میں ترقی، تجارتی فائدے اور جنگی فتح کے
ملوں میں اس کی قدر خوب جانتا ہے شاید ہی کوئی ایسا انسان ہوگا جو عقل و سمجھ کا دعوٰی بھی رکھتا ہو اور
ر وقتی لذت یا فائدے کی خاطر کسی بڑے یا ہمیشہ کے نقصان کو جانتے بوجھتے اختیار کرلے۔

اب پھر ہم اپنے اصلی سوال کی طرف آتے ہیں کہ انسان اس دُنیا کی تمام چیزوں اور اپنے چاروں طرف
نے والے انسانوں کے معاملے میں کس قسم کا رویہ اور برتاؤ اختیار کرے کہ انجام کے لحاظ سے ہمیشہ ہمیش کی
ہتری، فلاح اور کامیابی سے ہم کنار ہو سکے۔ معاملہ ایک آدھ دن کا نہیں ہے ایک آدھ سال کا نہیں ہے بلکہ
ری کی پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ پھر ایک آدھ آدمی کا نہیں ہے، ایک آدھ قوم، برادری یا علاقہ اور ملک کا
یں ہے بلکہ پوری کی پوری انسانیت (مانوتا) کا ہے۔

عام طور پر جن جن شخصیتوں اور ہستیوں کی طرف انسان اپنی ضرورتیں پوری کرانے کے لئے متوجہ ہوتا ہے
دو قسموں میں بانٹی جا سکتی ہیں۔ ایک قسم کی ہستیاں تو وہ ہیں جنہیں انسان عموماً پوجتا نظر آتا ہے۔ اُن سے
مرضی کے مطابق کاموں کے انجام سُدھار دینے کی دعائیں مانگتا ہے۔ نقصان کے اندیشوں کو ٹال دینے کی
ائیں کرتا ہے اور خطرے یا نقصان کی حالت میں ان کے نام کی جاپ کا سہارا پکڑتا ہے اور ان کے تصور
ی اپنی دُعا رس بندھا تا نظر آتا ہے اس قسم میں فرشتے، جن، دیوی دیوتا ہر قوم اور گروہ کے مصلح اور نیک

لوگ خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ، شامل ہیں جن کو مختلف طریقوں سے انسان خوش کر کے اپنے کام با
کوششیں کرتا ہے۔ لیکن یہ بات بالکل صاف اور عیاں ہے کہ کوئی انسان بھی ان سے یہ پوچھنے نہیں جا
فلاں کام میں کیسے کروں کہ دنیا اور آخرت میں انجام کے لحاظ سے کامیاب رہوں۔ اور فلاں کام کروں
کروں کہ ہمیشہ کے نقصان سے بچ جاؤں۔ جو کوئی بھی ان ہستیوں کی پوجا پاٹ یا تعظیم و تکریم کرتا ہے یا
نذر و نیاز، چڑھاوے اور بھینٹ دیتا ہے تو اس لئے کہ اس کے پہلے سے سوچے سمجھے کام کو اس کے
مطابق انجام دینے میں مدد دیں۔ اگر کوئی نقصان بھی پہنچنے والا ہو تو اُسے چاہے خود برداشت کر لیں
اپنے اس عقیدت مند کی جھولی میں بہرحال فائدہ ہی ڈلوائیں۔

دوسری قسم ان ہستیوں کی رہ جاتی ہے جو زندہ انسانوں میں سے ہیں۔ عام انسانوں کی طرح یہ
سوتے اور مرتے ہیں۔ انہی کی طرح کھاتے پیتے ہیں، ضرورتیں اور خواہشیں رکھتے ہیں اور انہیں پورا
کے لئے عام انسانوں کی طرح ذریعوں اور وسیلوں کے محتاج ہیں۔ لیکن دوسروں سے جس علم و عقل یا
و حکومت کی قوتوں کے اعتبار سے ذرا بڑھے ہوئے ہیں۔ ہمارا روزانہ کا تجربہ ہے کہ انسان اس قسم کے
سے زندگی کے معاملات کو سلجھانے اور مسئلوں کو حل کرنے میں رجوع کرتا ہے۔ کوئی ان علماء، فلاسفہ،
لیڈر اور رہنماؤں سے زندگی کے مسائل حل کراتا نظر آتا ہے، کوئی ان کی فراہم کی ہوئی معلومات سے آگا
کر کے خود فیصلہ کرتا دکھائی دیتا ہے تو کوئی کسی دولت مند یا سیاسی قوت کے مالک انسانوں کے اشارہ
ناچتا معلوم ہوتا ہے۔ اگر زندگی کے معاملات پر ذرا بھی غور کی نگاہ ڈالی جائے تو صاف پتہ چل جائے گا
کوئی کسی کو پوجے یا نہ پوجے، کسی کو خدا یا معبود بنائے یا نہ بنائے لیکن زندگی کے معاملات میں اپنے ہی جیسے
انسانوں سے ضرور رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ خواہ یہ رہنمائی براہ راست ان سے حاصل کی جائے یا ان کے تجر
ان کی فراہم کی ہوئی معلومات کے ذریعے ہو۔ اس مقام پر خود بخود یہ سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ کیا یہ انسا
ہستیاں ہمارے بنیادی سوال کو حل کر سکتی ہیں؟ اس سوال کا جواب اس بات پر منحصر ہے کہ ہم ...
کہ دنیا میں وہ کونسا انسان ہے جو اتنا علم رکھتا ہو کہ تمام انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی ہر طرح کی ضرورتوں کو
طرح سمجھ سکے۔ پھر ان کے متعلق ہدایت دینے میں کسی قسم کی غلطی یا بھول چوک اس سے ہو ہی نہ سکتی
نہ اسے معاملات کے سلجھانے میں کسی کی محبت اور کسی کی نفرت ذرہ برابر عدل و انصاف کے مقام سے
پھر اس بڑے کام کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ کل کیا کیا
لوگوں کو شخصی طور پر پیش آنے والے ہیں اور ان میں ان کا رویہ کیا ہونا چاہیئے اور کیا کیا صورتیں قومی اور
لحاظ سے انسانوں کو پیش آتی ہیں اور ان کو وہ کیسے حل کریں۔

انسانی تاریخ میں اب تک ایسا کوئی انسان یا انسانوں کا کوئی طبقہ دریافت نہیں کیا جاسکا ہے جو ماضی کے تمام ریکارڈ سے واقف ہو، حال سے باخبر ہو اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا علم رکھتا ہو۔ اور ہر ہر موقع کے لئے انسانوں کی جزوی اور تفصیل تو جانے دیجئے، اصولی اور اجمالی رہنمائی ہی کرسکا ہو ہاں ایسی رہنمائی کہ انجام کے لحاظ سے وہ بہرحال مکمل فائدے اور کامل فلاح و بہبود پر ختم ہوتی ہو۔

پوری تاریخ میں صرف انبیاء کا گروہ نظر آتا ہے جو انسانی زندگی کی اس سب سے بڑی ضرورت کو حل کرنے کا دعویٰ کرتا اور بتاتا ہے کہ اس کائنات اور انسان کو پیدا کرنے والی ہستی "اللہ" نے جس طرح انسان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کا سامان کیا ہے وہ اسی طرح اس نے اس بنیادی ضرورت کو بھی پورا کیا ہے۔ اس نے اپنی کتابوں اور نبیوں کے ذریعے انسان کو اس بات سے آگاہ کر رہا ہے کہ وہ کس طرح زندگی بسر کرے کہ ہمیشہ ہمیشہ کی فلاح و بہبود سے ہم کنار ہو۔ اس نے اسے کھانے کمانے سے لے کر حکومتیں چلانے تک کے لئے ہدایتیں دے دی ہیں اب یہ اس کا اپنا کام ہے کہ ان ہدایتوں کے مطابق چل کر دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرتا ہے یا اس ہدایت کا انکار کر کے دنیا میں بھٹکنے اور آخرت میں ابدی عذاب مول لینے کی حماقت کرتا ہے۔ انبیاء کے اس دعوے کی سچائی پر تاریخ کے وہ سنہری دور گواہ ہیں۔ جب انسان نے ان کی اس ہدایت کو مان کر امن سکھ اور چین کی زندگی کے مزے لوٹے۔ اور وہ تاریک ترین زمانے بھی گواہ ہیں جب اس نے ان کی اس ہدایت سے منہ موڑ کر دنیا کو جیتے جی جہنم میں تبدیل کرلیا۔

اس موقع پر نہ اتنا وقت ہے نہ صفحات میں اتنی گنجائش کہ ہم انسانی علم اور ذرائع یعنی، عقل، سائنس اور تاریخ کی حقیقت پر گفتگو کر کے یہ ثابت کریں کہ زندگی کے مذکورہ بالا بنیادی سوال کو انسان کسی طرح بھی حل نہیں کرسکتا۔ اور وہ محتاج ہے کہ خدا ہی کے بتائے ہوئے حل کو اختیار کرے۔ موقع ملا اور قارئین نے اس کی ضرورت محسوس کی تو انشاء اللہ آئندہ کبھی اس پہلو پر بھی روشنی ڈال دی جائے گی مگر اس وقت اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ آج دنیا میں مسلمان ہی خدا کی اس ابدی ہدایت کے حامل رہ گئے ہیں، تمام انسانی گروہوں نے اس ہدایت کو گم کر دیا ہے لیکن افسوس کہ خود مسلمان اس ہدایت سے منہ موڑ چکے ہیں۔ انہوں نے بھی خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر زندگی میں قدم قدم پر انسانوں ہی کو اپنا ہادی اور رہبر بنا رکھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسجد میں ضرور خدا کی پوجا ہو رہی ہے، لیکن مسجد سے باہر کھانے کمانے، رہنے سہنے، ملنے جلنے اور گھر بار، کارخانے، دکان یا شہر اور ملک کے انتظام چلانے میں انسانوں کے گھڑے ہوئے طور طریقے ہی ان کی رہنمائی کرتے نظر آرہے ہیں اور افسوس کہ اس معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا ہے۔

شب برأت

(خطبہ)

(از جناب مولانا قاری سید ودود الحق صاحب ندوی)

خطبۂ مسنونہ کے بعد — اَمّا بَعْد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖ

تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ وَاِنْ تَعْدِ

كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَا

مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

ترجمہ اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل کود بنا رکھا۔ اور دنیوی زندگی نے اُن کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ (ان کو) نصیحت بھی کرتے رہئے تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب سے اس طرح نہ پھنس کر رہ جائے کہ اللہ کے سوا اس کے لئے کوئی حمایتی اور سفارش کرنے والا نہ رہے اور (اس کی) یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اُس سے نہ لیا جائے۔ یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کی بدولت پھنس گئے ہیں۔ اور اُن کے لئے نہایت گرم پانی پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی ان کے کفر کی وجہ سے۔

مبارک رات حضرات! یہ شعبان المعظم کا مہینہ ہے، جو اپنی پندرھویں شب کی وجہ سے خاص شہرت رکھتا ہے اور جس کے فضائل بکثرت اوراقِ احادیث میں پائے جاتے ہیں

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے :-

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مِنْ مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا مِنْ كَذَا أَلَا مِنْ كَذَا حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں شب ہو تو اُس رات میں قیام کیا کرو (یعنی نمازیں پڑھو) اور دن کو روزہ رکھا کرو کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلی آفتاب غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر ظاہر ہوتی ہے پس وہ فرماتا ہے خبردار ہو جاؤ، کوئی ہے، جو بخشش کا طالب ہو۔۔ میں اُسے بخش دوں! آگاہ ہو جاؤ ہے کوئی جو رزق کا طلبگار ہو تو میں اُسے رزق عطا کروں، ہوشیار ہو جاؤ، ہے کوئی جو مصیبت زدہ ہو تو میں اس کو مصیبت سے نجات دوں، خبردار ہو جاؤ ہے کوئی فلاں فلاں حاجت والا تو میں اس کی حاجتوں کو پورا کروں، اللہ تعالیٰ صبح صادق تک اسی طرح اعلان کرتا رہتا ہے۔

مشرک اور کینہ رکھنے والا

ابن ماجہ میں ایک دوسری روایت بھی ہے جس کے راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

إِنَّ اللّٰهَ لَيَطَّلِعُ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔

اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب میں طلوع فرماتا ہے۔ پس مشرک اور دل میں کینہ رکھنے والے کے سوا اپنی ساری مخلوق کو بخشتا ہے۔

حضور جنت البقیع میں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو میں ان کو تلاش کرنے نکلی۔ آخر میں نے آپ کو مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں پایا۔ آپ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں یہ ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر زیادتی کریگا؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ ازواج مطہرات میں سے کسی کے یہاں تشریف لے گئے ہوں۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا :-

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ

اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب میں آسمان دنیا پر نزول

مِنْ شَعْبَانَ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنیا فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ۔ | فرماتا ہے پس قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے زیادہ (مخلوق) کو بخشتا ہے۔

(رواہ الترمذی)

اس رات میں کیا ہے؟

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس رات (یعنی شعبان کی پندرھویں شب) میں کیا ہے؟ حضرت عائشہ نے عرض کیا فرمائیے اس رات میں کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "اس رات میں اولاد آدم میں سے جو ہلاک ہونے والا ہوتا ہے۔ اس کا نام لکھا جاتا ہے اور اس رات میں اُن کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں اُن کے رزق نازل ہوتے ہیں"۔

جنت کا داخلہ

اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے عرض کیا:۔

مَامِنْ اَحَدٍ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ | کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت داخل ہو؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

مَامِنْ اَحَدٍ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثَلٰثًا۔ | کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل اور یہ جملہ آپ نے تین بار ارشاد فرمایا۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا۔

وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ | کیا آپ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہ جا

آپ نے اپنا دست مبارک سر پر رکھ کر ارشاد فرمایا:۔

وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِرَحْمَتِہٖ | اور میں بھی نہ جا سکوں گا مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ڈھانپ لے۔

یہ جملہ بھی آپ نے تین بار ارشاد فرمایا۔

شب برات کی خصوصیات

مسلمانو! یہ ہیں وہ احادیث جن میں شب برات کے بارے میں یہ چند با سے بیان کی گئی ہیں۔ (۱) شب برات شعبان کی پندرھویں شب میں ہوتی (۲) اس مبارک رات میں مشرک اور کینہ ور کے سوا سب کی مغفرت کا اعلان ہوتا ہے۔ (۳) اس شب میں آسمان اللہ تبارک و تعالیٰ غروب آفتاب کے بعد ہی سے توجہ فرماتے ہیں۔ (۴) اسی رات میں سال بھر کے مرنے والوں اور ہونے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (۵) اسی شب میں انسانوں کے تمام اعمال کا جائزہ لیا جاتا ہے اور تمام اعمال

سامنے پیش ہوتے ہیں۔ (۶) اس رات میں انسانوں کے رزق کا اندازہ نازل کیا جاتا ہے (یعنی جو فرشتے اس کام
مقرر ہیں ان کے سپرد کیا جاتا ہے)

اعمالِ شب برأت

اور ان ہی احادیث کی روشنی میں اس رات کے اعمال بھی متعین ہو جاتے ہیں۔ سنئے اس رات کے اعمال کیا ہیں۔ (۱) اس رات میں نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ (۲) قبرستان
میں مرنے والوں کی مغفرت کے لئے جانا چاہئے۔ (۳) دن میں روزہ رکھنا چاہئے۔

اللہ والوں کی شب برأت

حضرات! یہ ہے شب برات کی شرعی حیثیت جو میں نے احادیث نبویہ کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا یہ آپکی
شب برأت ہے؟ یہ آپ کی شب برات نہیں...... یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شب برات ہے
صحابِ کرام کی شب برأت ہے...... اہلِ بیت رسولؐ کی شب برات ہے.... جیلانی چشتی اور تمام
اولیاء اللہ کی شب برات ہے (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

اور آپ کی شب برات تو وہ ہے جس میں پٹاخے چھوڑائے جائیں۔ خوشبو کی بجائے گندھک اور شورے
کی بدبو سے تمام فضا کو مکدر کر دیا جائے تاکہ اللہ کی رحمت آپ کی طرف رخ نہ کر سکے، اور ملائکہ رحمت آپ پر لعنت
بھیجتے ہوئے واپس لوٹ جائیں۔

نجات کی رات

مسلمانو! یہ بزرگوں اور اللہ والوں کی شب برات یعنی نجات کی رات ہے۔ گناہوں کی قید سے آزاد ہونے کی رات... عذاب سے محفوظ ہونے کی رات اور نوازش و انعام باری
کی رات.... لیکن آپ کے لئے یہ شب برات ہے یعنی دھوم دھام کی رات... شور وغل کی رات......
تباہی اور گناہوں کی رات۔

اسی لئے ان پر اسی رات میں رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور تم پر بند کر دیئے جاتے ہیں
ان کی مغفرت ہوتی ہے اور تمہاری بلاؤں میں اضافہ.... ان کی نجات ہوتی ہے اور تمہاری قید اور گرفتاری

اعمال تمام

مسلمانو! وہ دیکھو اللہ کے یہاں سال تمام کا دن آگیا۔ تمام حساب کتاب مکمل کئے جا چکے۔ آئندہ کیلئے روزیوں کے چیٹھے کٹ رہے ہیں۔ مرنے والوں کی فہرست مرتب کی جا رہی ہے۔ اور پیدا
ہونے والوں کی لسٹ بن رہی ہے۔ آج رحمتوں کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ مغفرتوں کا خصوصی انتظام ہے۔
کے لئے.... کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ "آؤ میرے بندو آؤ رحمتوں کے خزانے کھلے ہوئے ہیں جس قدر
اپنے دامنوں میں بھر سکو بھر لو"
کبھی یہ اعلان کیا جاتا ہے "آؤ اسے رزق کے طلب گارو آؤ جلدی آؤ اپنا راشن لے جاؤ۔ ایک دن کا

نہیں ، دو دن کا نہیں ۔ ایک مہینہ کا نہیں دو مہینہ کا نہیں بلکہ پورے سال کا اور مکمل ایک برس کا "
اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ آؤ آؤ شفاخانہ رحمت کھول دیا گیا ہے اپنی بیماریاں دور کرلو اور اپنی ہر قسم
تکلیفوں کی بے خطا دوائیں لے جاؤ "

اور کیا چاہیئے ؟

اس کے بعد اور کیا چاہیئے ۔ دین بھی ملا دُنیا بھی ملی ۔ یعنی مغفرت بھی ہوئی اور روزی
ملیں اور تکلیفیں الگ دُور ہوگئیں ۔ مولیٰ نے کیا کمی کی ۔ جو مانگا وہ دیا ۔ تم نے ہاتھ
اس نے دامن بھر دیئے ، تم نے زبان ہلائی اس نے گناہوں سے پاک کردیا ، تم نے چند آنسو بہائے اس
ساری کلفتیں دُور کردیں ۔

اللہ والوں کے کانوں میں یہ آوازیں جیسے ہی گونجنی شروع ہوئیں ، داتا کے دروازے پر پہنچ گئے ا
پر اپنا دامن پسار کر کھڑے ہو گئے ۔

کرم والے نے کبھی بھی مایوس نہیں کیا تھا ۔ آج کیونکر خالی ہاتھ واپس جانے دیتا ۔ اُنہوں نے دامن بھ
اور خوب دامن بھرے ۔ ان کا تو سودا ہوگیا ۔ یہ تو مالا مال ہوگئے ۔ نہال ہوگئے ، لیکن ان ہی میں کچھ ایسے
تھے ۔ جن کے کان بہرے ہو گئے تھے ۔ آنکھیں پھوٹ چکی تھیں ۔ ہاتھ پیر شل ہو چکے تھے ۔ یہ ویسے
ہی رہ گئے ۔

آوازیں رات بھر آتی رہیں ۔ لیکن بہ کب سُننے والے تھے یہ جہاں تھے وہیں رہے ۔
صبح ہوئی تو پانے والے سب کچھ پا چکے تھے ۔ اور غافل اور بد کردار محروم ۔

محرومی

انہوں نے سال بھر کا راشن لے لیا اور ان کو ایک دن کی بھی روزی نہیں ملی ۔
اب ان کا یہ عالم ہے کہ انسانوں سے راشن مانگ رہے ہیں ، سڑے ہوئے گیہوں ، کچے
چاول ۔ بیکار قسم کے غلے ناپ ناپ کر مل رہے ہیں اور یہ چیزیں بھی اطمینان سے نہیں ملتیں ۔ ان کے
بھی دھکے کھانے پڑتے ہیں ۔ کہیں اس آفس میں کہیں اُس دفتر میں تب جاکر شنوائی ہوتی ہے ۔
ایک مصیبت ہو تو کہی جائے ۔ ایک آفت ہو تو رویا جائے ، آئے دن کی مصیبتیں ، آئے دن کی
جان ضیق میں ہے ۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ یہ سب کچھ اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے ۔

فیصلہ

رحمتوں والی رات آئی ، رحمتوں والے دن نے اپنا سایہ ڈالا ۔ انعام والی ساعتوں نے اپنے
کھول دیں ۔

یہ کھیل کود میں مصروف تھے ۔ اپنی دولت اپنے ہی ہاتھوں پھونک رہے تھے ، غافل تھے ، بد
اور بدکاریوں میں مبتلا تھے ۔

ین اسی موقعہ پر دربار احکم الحاکمین سے حکم ہوا ۔ لاؤ فلاں فلاں کے اعمال نامے پیش کرد۔ حکم کی دیر تھی نامے پیش کئے گئے۔

حکم ہوا ان کو میری مغفرت کی حاجت نہیں۔ ..... میری رحمت کی ضرورت نہیں ..... اور یہ میرے سے بے نیاز ہیں ...... بند کرو ان پر رحمت کے دروازے اور بلائیں ان پر مسلط کر دو۔ انکی ن بھی تنگ کر دو۔

اب تم بتاؤ جو بلائیں خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے اوپر لائی گئی ہوں۔ وہ کیسے دُور ہوں۔ جب تک توبہ یا ئے اُن بد اعمالیوں سے باز نہ آیا جائے اور اپنی مکمل اصلاح نہ کی جائے۔

آپ کی نیکیوں میں اضافہ کے لئے میں آخر میں ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔

ۃ الخیر سیدی و مولائی سیدنا عبد القادر جیلانی غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب نیۃ الطالبین" میں شب برات کے اعمال کے سلسلہ میں ایک نماز کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

الصَّلٰوۃُ الوَارِدَۃُ فِی لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ ان فَھِیَ مِائَۃُ رَکْعَۃٍ بِاَلْفِ مَرَّۃٍ قُلْ اللّٰہُ اَحَدٌ فِی کُلِّ رَکْعَۃٍ عَشْرَ مَرَّاتٍ وَ ی ھٰذِہِ الصَّلٰوۃُ صَلٰوۃُ الْخَیْرِ ٥

وسط شعبان کی رات میں سو رکعتیں نماز کی پڑھی جاتی ہیں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد (پوری سورت) پڑھی جاتی ہے یعنی ہر رکعت میں دس مرتبہ۔ اور اس نماز کا نام نماز خیر ہے۔

....

یلت آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں :۔

وِیَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ حَدَّثَنِی ثَلٰثُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَنْ صَلّٰی ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ نَظَرَ اللّٰہُ اِلَیْہِ نَظْرَۃً وَقَضٰی کُلِّ نَظْرَۃٍ سَبْعِیْنَ حَاجَۃً اَدْنَاھَا الْمَغْفِرَۃُ

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے تیس اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص اس رات میں یہ نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر نظریں فرماتا ہے اور ہر نظر میں اس کی ستر حاجتیں پوری فرماتا ہے اُن تمام حاجتوں میں سب سے ادنیٰ درجہ کی حاجت بخشش اور مغفرت

خری گذارش اس سے قبل میں نے اعمال شب برات کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کی ہیں۔ اُن کو سامنے رکھئے اور شب برات سے پورا پورا فائدہ حاصل کیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مُبارک آپ پر سایہ فگن ہو اور آپ بے خبری اور غفلت میں اس کو گنوا دیں، یا کھیل کود میں آپ مشغول رہ کر آیت کے مصداق بن جائیں جس سے یہ خطبہ شروع ہوا ہے۔

اُٹھئے اور اپنے اعمال کی فکر کیجئے۔ اللہ ہماری اور آپ کی مدد فرمائے۔ آمین۔

نرخنامہ اشتہارات

اندرونی صفحات

پورا صفحہ روپے 35/-	نصف صفحہ معہ ۱۸/-
چوتھائی صفحہ ۱۱/-	۱/۸ صفحہ ۶/-

ٹائیٹل کے صفحات

پچاس فیصدی اضافہ کے ساتھ ۔ اُجرت ہر حال میں پیشگی ایک سال کیلئے معاملہ کرنے پر پچیس فیصدی رعایت ۔ فحش، غیر مہذب اور رسالہ کی دینی پالیسی کے خلاف اشتہار نہیں لئے جائیں گے ۔

(مینیجر عدل)

ں کیلئے

فرض شناسی کی ایک مثال

(جناب مولانا عبدالسلام صاحب قدوائی)

سلطان عماد الدین زنگی تاریخ اسلام کے ان نامور اشخاص میں ہیں جن کا نام قیامت تک روشن رہے گا۔
ان کے کارنامے ہمیشہ دنیا سے خراج تحسین حاصل کرتے رہیں گے اور مسلمان تو اس کے احسان سے
سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ جس زمانہ میں دنیائے اسلام پر صلیبی حملوں کا زور تھا اور یورپ کی مسیحی قوتیں
ان کو دنیا سے نیست و نابود کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ عباسی خلفا کمزور ہو چکے تھے۔ سلجوقیوں کا
ہو چکا تھا، ساری دنیائے اسلام میں کوئی نظر نہ آتا تھا جو مسلمانوں کے سر پر ہاتھ رکھے، انہیں صلیبی
آوروں کے ظلم و ستم سے بچاتے اور مقامات مقدسہ کو ان کی دست و برد سے محفوظ رکھے۔ لوگوں
کا ہیں "مردے از غیب" کی منتظر تھیں، عین اس پریشانی اور اضطراب کے عالم میں اللہ تعالٰی نے
لطان عماد الدین اور اس کی اولاد کو توفیق بخشی کہ وہ دین کی بقا اور مسلمانوں کی عزت و ناموس
حفاظت کے لئے میدان میں آئے۔

بیس سال کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے بعد ۵۴۱ھ میں سلطان کا انتقال ہوا۔ انتقال کے
اس کا لڑکا سیف الدین غازی پایۂ تخت موصل میں تھا، اور دوسرا لڑکا نور الدین باپ کے ساتھ
ان جنگ میں تھا مصلحت وقت کا لحاظ کرکے نور الدین نے فوراً باپ کے بجائے اپنی حکومت
علان کر دیا، دوسری طرف پایۂ تخت موصل میں وزیر زین الدین علی نے سیف الدین کی تخت نشینی
علان کیا۔ دونوں کے اعلان فرماں روائی کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرح کا اختلاف پیدا ہو گیا
ف الدین موصل میں مقیم تھا اور نور الدین نے حلب کو اپنا مرکز بنا لیا تھا۔ سلطان عماد الدین کی
ت کی وجہ سے صلیبی حملہ آوروں کی ہمتیں بلند ہو گئی تھیں۔ ایک مشہور عیسائی امیر جوسلن سب سے
پیش تھا۔ رہا کا شہر جسے سلطان عماد الدین زنگی نے بڑی جانفشانی سے فتح کیا تھا جوسلن
چاہتا تھا کہ اس پر پھر قبضہ کرے لیکن سلطان نور الدین آگے بڑھا اور اس نے جوسلن کو راہ فرار اختیار
نے پر مجبور کیا اور رہا پر قبضہ کر لیا، اس کے کارنامہ سے مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی بڑے بھائی سیف الدین

غازی کو بھی مسرت ہوئی وہ شام آیا اور نورالدین کو ملاقات کے لئے بلا بھیجا، نورالدین کو خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو علیحدہ اعلانِ فرماں روائی پر وہ ناراض ہو اور کوئی سخت کارروائی کرے اس لئے اسے آنے میں تامل ہوا لیکن جب سیف الدین غازی نے بہت اصرار کیا تو حاضرِ خدمت ہوا۔ سیف الدین نے اس کے کارنامہ پر مبارک باد دی اور گلے لگالیا، اور اپنی جانب سے پورا اطمینان دلایا اور محبت و اخلاص کا یقین دلاکر حلب واپس جانے کی اجازت دی رخصت کرتے وقت اس نے نورالدین سے جو الفاظ کہے ان میں مسلمان امیروں اور فرماں رواؤں کے لئے قیامت تک کے لئے بہترین ہدایت ہے، اگر مسلمان امراء اور حکام اس زریں مثال کو اپنے سامنے رکھتے تو اُمّتِ اسلامیہ کو کبھی زوال کا مُنہ دیکھنا نہ ہوتا۔ سیف الدین غازی نے کہا:۔

" نورالدین! تمہیں بُلانے اور تم سے ملنے کی صرف یہ غرض تھی کہ دُشمنوں اور فرنگی حکمرانوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ ہم دونوں کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے بلکہ ہم ایک جان دو قالب ہیں۔ اگر کوئی ہم میں سے کسی ایک کے ساتھ کسی بُرائی کا ارادہ کرے گا تو وہ ہمیں اکیلا نہیں پائے گا بلکہ ہم دونوں ایک دوسرے کی پُوری مدد کریں گے اور آپس میں ایک دل ہوکر متفقہ قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے"۔

مذکورۂ بالا الفاظ کو پھر ایک بار پڑھئے دیکھئے ان کے اندر فرض شناسی کا کیسا گہرا احساس ہے اور کس طرح دشمنوں کے مقابلہ میں اتحاد و اتفاق کا ولولہ نظر آتا ہے۔ یہی وہ اعلیٰ جذبات تھے جنہوں نے ایک زمانہ میں مسلمانوں کو سارے عالم میں سر بلند کر رکھا تھا اور انہیں کو چھوڑ کر وہ قعرِ مذلت اور ذلت و خواری سے دوچار ہوئے۔ (تعمیر لکھنؤ)

بقیہ: تاریخ کا ایک عجیب عبرتناک واقعہ کی جو توہین کی گئی اُس جگہ دُوسروں کے سر نظر آئے ہوتے بے کسی اور عبرت کے عالم میں نظر آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ "ذوانتقام" بھی ہے اور سریع الحساب" بھی۔

بقیہ: بھاگو نہیں:۔ تابندہ روایات کو بدنام نہ کرو۔ اللہ کی رسّی کو مضبوط تھام لو۔ پچھلے گناہوں سے توبہ کرو آئندہ معاصی سے بچنے کا عزم کرو اور اللہ و رسُول کی اطاعت کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دو پھر تم [illegible]

بچوں کیلئے

تاریخ کا ایک عجیب اور عبرتناک واقعہ

(ترجمہ رفیق محترم جناب عبدالرزاق سعید صاحب)

کہتے ہیں کہ مظلوم کا خون رنگ لاتا ہے اور خونِ ناحق اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا، تاریخ عالم میں یوں تو بہت سے واقعات تلاش کرنے سے ملیں گے لیکن دنیا کی تاریخ میں شہید راہِ حق، حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعۂ شہادت، ایک عالمگیر شہرت رکھتا ہے۔ اس واقعہ پر، سینکڑوں برس بیت گئے لیکن اس کی یاد، ابھی تک لوگوں میں ایسی تازہ ہے جیسے کل ہی یہ حادثہ ہوا ہو،

عبدالملک ابن عمیر نے، اس سلسلہ میں، تاریخ کے عجیب تر اتفاقات کے طور پر، ذیل کی روداد نقل کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "میں کوفہ کے شاہی محل میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ابن زیاد (بنی اُمیہ کے زمانۂ حکومت کا مشہور گورنر) حاکم بنا بیٹھا ہے اور لوگ اُس کے اردگرد جمع ہیں اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک اُس کے داہنی جانب طشت میں رکھا ہوا ہے۔

ایک عرصہ کے بعد میں کوفہ کے اُسی شاہی محل میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مختار ثقفی حاکم بنا بیٹھا ہے، اُسی طرح لوگ جمع ہیں اور اُسی طرح اُس کی داہنی جانب ابن زیاد کا سر کٹا ہوا رکھا ہے۔

پھر ایک عرصہ کے بعد میں کوفہ کے اُسی شاہی محل میں، داخل ہوا تو دیکھا کہ مصعب ابن زبیر حاکم بیٹھے ہیں اور مختار ثقفی کا سر اُسی جگہ پر اُس کی داہنی جانب رکھا ہوا ہے اور لوگ جمع ہیں۔

پھر ایک عرصہ کے بعد چوتھی بار مجھے کوفہ کے شاہی محل میں جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ عبدالملک بن مروان خلیفۂ وقت موجود ہے اور مصعب ابن زبیر کا سر اُسی طرح اُس کی داہنی جانب کٹا ہوا طشت میں رکھا ہے اور لوگ آس پاس جمع ہیں۔

چنانچہ گذشتہ چاروں مناظر جو میری آنکھوں نے دیکھے تھے میں نے خلیفہ سے بیان کر دیئے تو وہ بے اختیار بول اُٹھا "لَا اَرَاكَ اللّٰهُ الْخَامِسَ" "اللہ تجھے پانچویں بار ایسا منظر نہ دکھائے۔ (یعنی میرا سر بھی کٹا ہوا کہیں اور کے آگے تو نہ دیکھے) یہ کہا اور حکم دیا کہ کوفہ کا یہ شاہی محل منہدم کر دیا جائے۔ شاید اس واقعہ سے کسی کا خیال اُس محل یا اُس جگہ کی نحوست کی طرف جائے، لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ بدشگونی کوئی چیز نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مظاہرہ تھا کہ مظلوم شہید کربلا کے سرِ مبارک

بچوں کے لئے

شبِ برآت

(مولانا محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی)

اے شب برات عمر ہے تیری بہت بڑی
ہیں سن و سال تیرے کہاں تک کروں شمار

ہے ہجرتِ رسول کو یہ چودھویں صدی
اور تو ہر ایک سال میں آتی ہے ایک بار

دیکھا ہے تو نے آنکھ سے اسلام کا عروج
تجھ کو تو خوب یاد ہے تاریخِ روزگار

کرتا ہوں اک سوال مجھے تو جواب دے
پہلے بھی تھا یہ فرقۂ اسلام کا شعار

کیا اُمتِ نبی کی یہی رسم و راہ تھی !
کیا اہل بیت کا تھا چلن اور یہی تھا کار

بول اُٹھ جو تو نے دیکھی ہو اگلے زمانے میں
حلوے کی چاٹ اور اناروں کی یہ بہار

ہے فرضِ عین آج پٹاخوں کا چھوڑنا
یہ شغلہ نہ ہووے تو بچے ہیں بےقرار

حلوہ نہ کھائے جو وہ مسلمان ہی نہیں
چھوڑے نہ جو انار وہ کاہے کا دیندار

سامان کوئی گھر میں میسر نہ ہو اگر !!
حلوائی اور بنئے سے لے آتے ہیں اُدھار

بھجوائیں دے کے فاتحہ مُردوں کے واسطے
اسلام کا ہے اب تو اسی رسم پر مدار

بولی شب برات ، کہ میں کیا جواب دوں
لوگوں کے سر پہ جب سے جہالت ہوئی سوار

اسلام کے طریقے سے بس ہو کے منحرف !
کر بیٹھے ہیں مراسم بیہودہ اختیار

یہ قوم آج اہل جہاں کی نگاہ میں
بد رسمیوں سے آپ ہے اپنی ذلیل و خوار

اسلام میں پتا بھی نہ تھا جن رسوم کا
اب جاہلوں نے اُن کو کیا دین میں شمار !

(الحسنات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمان ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

ماہنامہ عدل

ادارۂ تحریر :—

اعزازی (مولانا) ودود الحی ندوی ؛ مسئول :- خلیل احمد حامی

جلد ۳	بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ مطابق جولائی ۱۹۵۰ء	شمارہ ۲

بدل اشتراک
سالانہ ... پانچ روپے
ششماہی ... تین روپے
فی پرچہ ۸؍
بیرون ہند
ساڑھے آٹھ روپے

مضامین
ایڈیٹر کے نام
؎
ارسال زر
مینیجر عدل کے نام
ہونا چاہئے

فہرست

تبذرات

ولنا مودودی اور ان کے رفقا کی رہائی

۲۵ر مئی ۵۵ء کو مولنا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور اُن کے دو نا رفیقوں کو، تقریباً بیس ماہ نظر بند رکھنے کے بعد حکومت ستان نے رہا کردیا اور اگر وہ ایسا نہ کرتی، تب بھی مولنا مع اپنے رفقاء کے عدالتی کارروائی کے بعد رہا ہوجاتے مولنا اور ان کے رفقاء کی رہائی پر نہ صرف پاکستان۔ بلکہ بیرون پاکستان سے بھی، بکثرت مبارکباد کے تار رخطوط، مرکز جماعت اسلامی کو بھیجے گئے، اخبارات و رسائل نے بھی خصوصی طور پر اس سلسلہ میں تہنیات سپرد قلم ، اس سے مولنا کے کام کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس بات کا بھی کہ مستقبل قریب میں صورت حال کیا ہوگی اس موقع پر جبکہ مولانا رہا ہو چکے ہیں، ہمیں اُن اخبارات و رسائل سے، جو تحریک اسلامی سے بالواسطہ یا ، راست تعلق رکھتے ہیں، یہ عرض کرنا ہے کہ خصوصی طور پر افراد حکومت پر، طنز و اعتراض کے بجائے اُس عمد کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جائے جو اس تحریک کا منشا ہے تو زیادہ مناسب ہوگا، وہ لوگ جو غیر اسلامی فضا پلے اور بڑھے ہیں اور اب اسلامی عادات و اطوار سے گریز ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے، اُن سے، طنز و تراض کے حربوں سے صورت کے بجائے حقیقت اسلام کی توقع کرانا کہاں تک درست ہے؟ اسے آپ خوب نتے ہیں — پھر اس صورت حال کی ذمہ داری اُن لوگوں پر کتنی ہے جن پر اعتراض کیا جاتا ہے اور ان لوگوں ن، جن پر اُن کی اصلاح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، خیال آتا ہے کہ جماعت اسلامی ہند کے امیر نے اپنے کسی ن یا تقریر میں فرمایا تھا، مفہوم غالباً یہ تھا کہ:-

"اسلام انسانیت سے، نفرت نہیں محبت کی تعلیم دیتا ہے ..... اور .... وہ لوگ جن کی بے عملی اور اعمال و اراسلامی سے ان کی دوری، ان پر اعتراض کا سبب بنتی ہے۔ اعتراض خواہ کتنا ہی درست کیوں نہ ہو لیکن لوگوں پر اصلاح و تبلیغ کی ذمہ داری ہے۔ سوال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو کس حد تک پورا کیا؟

زد ازدواج اور لادینی حکومت

ہندوستان کی حکومت لادینی حکومت ہے" اس کا مطلب اب تک یہ سمجھا گیا تھا، کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں اور نہ وہ کسی خاص مذہب کی پرستی کریگی، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ افراد حکومت کا کوئی مذہب نہ ہوگا، یا ہند میں بسنے والی قومیں اور ، اپنا کوئی مذہب نہ رکھیں گی بلکہ ہر ایک قوم اپنے مذہب و کلچر کے بارے میں پورے طور پر آزاد ہوگی۔ اور ی حفاظت کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوگی اور حکومت کسی فرقہ کے مذہب و کلچر میں کوئی مداخلت نہیں کریگی۔

لیکن یہ معلوم کرکے حیرت ہوتی ہے کہ تعدادِ ازدواج کی مخالفت کا قانون جو متعدد صوبوں میں اب تک صرف ہندوؤں کے لئے بن رہا تھا اور صوبہ بمبئی میں بھی یہ صرف ہندوؤں کے لئے ہی بن رہا تھا کہ اب یکایک حکومت بمبئی اس قانون کے قانون بن جانے کے بعد، تمام فرقوں پر لاگو کردینے پر آمادہ نظر آتی ہے اور تعجب ہے ہندکی لادینیت ہی کو وہ اپنے اس ارادہ کو جائز ثابت کرنے لئے استعمال کررہی ہے ۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو نہیں کہا جاسکتا کہ مذہبی گروہوں اور جماعتوں کو کیسی کیسی صورتوں کا سامنا کرنا پڑے گا ؟

دنیائے دین میں دو حادثے

اوائل مئی میں، دین کی دنیا میں، دو اہم حادثوں کا علم ہوا، پہلا حادثہ جماعت ہدایت المسلمین بھوپال کو حکومت بھوپال نے نیم سیاسی جماعت قرار دیدیا ہے اور ملازمین حکومت کو ہدایات دیدی گئی ہیں کہ وہ اس جماعت کے کاموں میں کوئی حصہ نہ لیں ۔

دوسرا حادثہ : ۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے خطبات جو الگ الگ کتابی شکل میں، حقیقت اسلام، حقیقت نماز وغیرہ کے ناموں سے دس بارہ سال میں متعدد بار ہندوستان کے مختلف شہروں اور بالخصوص جماعت اسلامی کی طرف سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ ابھی حال میں، ان خطبات کے بعض حصوں کو حکومت نے ضبط کرلیا، مدیر الحسنات، عبدالحی صاحب، مدیر فردوس، محمد جلیل خاں صاحب اور لکھنؤ کے ایک مخلص دینی کارکن مولوی عبدالغفار صاحب ندوی کو جو ان خطبات کی طباعت میں کسی نہ کسی شکل میں حصہ لے رہے تھے، گرفتار اور مچلکہ اور ضمانت پر رہا کیا گیا اور یہی معاملہ اس پریس مینجر کے ساتھ بھی کیا گیا۔ جہاں یہ خطبات چھپ رہے تھے ۔
ہدایت المسلمین نے اپنے اخبار "نشانِ منزل" بھوپال کا خاص طور پر ضمیمہ شائع کیا اور اس میں حکومت کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی خاطر ضروری تفصیلات پیش کیں، دیکھئے حکومت کیا اثر لیتی ہے؟ ۔ اسی طرح خطبات کی اشاعت کے سلسلہ میں جو حضرات ضمانت پر ہیں ان کے اور ان کی کتاب کے بارے میں حکومت کیا کارروائی کرتی ہے، ابھی تک کوئی علم نہ ہوسکا۔

عدل کے بارے میں ایک ہمدرد معاصر کا مشورہ

عدل کے مضامین، اس کی کتابت و طباعت اور اس کے سائز وغیرہ کے بارے میں ہم کئی اشاعتوں میں لکھ چکے ہیں۔ آخری بار تو ہم نے بہت سی تفصیلات پیش کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ اصحاب علم، ہمارا ہاتھ نہیں بٹاتے اور مضامین کے سلسلہ میں ہمیں کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسی لئے ہم عدل کو اس معیار پر نہیں پہنچا سکے جو ہمارے پیش نظر ہے۔ پھر بھی ہمارے ایک مخلص و ہمدرد معاصر نے عدل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ :۔
"مضامین میں تازگی، شگفتگی، تاثیر اور گہرائی کی جانب ابھی مزید توجہ کی ضرورت ہے"
مشورہ بالکل درست۔ لیکن ایک تو ہماری وہی معذوری ہے جس کا ذکر ابھی ہوا، دوسری بات جس کی جانب ... ہے کہ عدل جس ادارہ کا ترجمان ہے، اس کا ایک خاص حلقہ ہے، جو کافی جدوجہد کے

بعد بنا ہے ۔ "ھدیٰ" کے اجراء کے وقت ، بڑی حد تک ، اسی حلقہ کی دینی حالت اور روحانی و ذہنی کیفیت کو پیش نظر رکھا گیا ہے ۔ بمبئی میں دینی کام کرنے والوں کے متعدد حلقے ہیں ، ان حلقوں کے بعض مخصوص حضرات (جنہوں نے ذاتی تعلق کی بنا پر حصہ لیا) کے سوا کسی نے کوئی اشتراک ہم سے نہیں کیا ۔ بعضوں سے بار بار عرض بھی کیا گیا ۔ اس کے باوجود ہماری درخواست درخور اعتنا نہ بن سکی ۔ اور کام کی سست رفتاری کی یہ ایک بہت بڑی وجہ ہے ، اور بمبئی کے دینی کاموں کے منتشر اور غیر موثر ہونے کی بھی اگرچہ یہاں کے کارکن ، اس کے احساس کی کوشش نہیں کرتے ۔

ائمہ مساجد کی خدمت میں بہت سی مساجد میں ، حضرات ائمہ ، خطبہ ماثورہ کے ساتھ ساتھ ، ان آیات و احادیث کا ترجمہ و تشریح بھی کرتے ہیں ، جو خطبہ میں پڑھی جاتی ہیں ، ایسے بزرگوں سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اور اپنی مسجد کے تفصیلی پتہ سے مطلع فرمائیں ، نیز اپنے خطبات کا اختصار بھی (اگر ممکن ہو تو) ہمیں بھیجنے کی زحمت گوارا فرمائیں ، بشرط گنجائش ہم ھدیٰ میں شائع کرتے رہیں گے قارئین ھدیٰ سے بھی گذارش ہے کہ جہاں جہاں انہیں ، اس قسم کی مساجد کا علم ہو ۔ ان کے پتوں سے دفتر ھدیٰ کو مطلع فرمائیں ۔

انجمن محافظ اسلام بمبئی بمبئی کی مشہور و معروف سیرگاہ ۔ مالابار ہل کی ساحلی سڑک کے کنارے ، سفیر افغانستان کے بنگلے کے قریب ، ایک عرصہ سے ، محافظ الاسلام کے نام سے ایک انجمن قائم ہے مالابار ہل ، اگرچہ دولت مندوں کا گڑھ ہے لیکن اس انجمن کا کاروبار ، غریب و مزدور پیشہ مسلمانوں کی بدولت چلتا ہے ۔ اس مسجد و مکتب کی یہاں کس قدر ضرورت ہے اور اس کام کو یہاں اور کتنا پھیلایا جا سکتا ہے ۔ اس کو یہاں کی مسلمان آبادی اچھی طرح جانتی ہے ۔ مگر پھر بھی بہت کم لوگ ہیں جو انجمن کے کام سے دلچسپی لیتے ہیں ۔ خدا کرے کہ اب مسلمانوں کو اس نیک کام سے دلچسپی پیدا ہو جائے اور وہ اس میں حصہ لینے لگیں ۔

بقیہ تعارف کتب و جرائد

کے لئے تازیانۂ تنبیہ ، جو دینی تعلیمات کو خشک اور ٹھوس علمی زبان یا غیر مانوس ترکیبوں اور جملوں ہی میں محصور رکھنا چاہتے ہیں ۔

ماہنامہ ہادی :- مدیر :- انعام الٰہی صاحب ۔ قیمت سالانہ للعہ ر فی کاپی ۱۲ر
پتہ :- دفتر ماہنامہ ہادی ، دیوبند ضلع سہارنپور ۔

ماہنامہ ہادی بھی ایک دینی پرچہ ہے جس کا مقصد اسلامی تعلیمات کو دل نشین پیرایہ میں پیش کرنا ہے ۔ اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہے ۔

قدیم و جدید دونوں مدرسوں کے اصحاب علم ، ہادی کے مضامین نگار ہیں ، شعرا میں حضرت احسان دانش اور حضرت انور صابری کے اسماء گرامی ، ہادی کی منظومات کی بلندی کی ضمانت ہیں ۔

روزہ

جناب قاری ودود الحق صاحب ندوی

٭

مقصدِ اسلام

مقصدِ اسلام

جس عظیم الشان مقصد کو لے کر دنیا میں آیا وہ ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ یعنی اچھائیوں کو پھیلانا۔ نیکیوں کو فروغ دینا۔ برائیوں کو مٹانا اور بدیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا۔ اسلام کے اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے جب کوئی شخص یا جماعت آگے بڑھتی ہے تو شیطان اپنی ساری طاقتیں اس کو ناکام بنانے میں صرف کرنا شروع کر دیتا ہے اور اس شخص یا جماعت کو ہر ممکن طریقہ پر شکست دینے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی تو خواہشات نفسانی میں گرفتار کر کے مقصد سے دور لے جانے کی کوشش کرتا ہے کبھی خواہشات شکم میں پھنسا کر غافل کرنے کی جدوجہد کرتا ہے کبھی دوسری قسم کی آسائشوں میں گرفتار کر کے ذمہ داریوں سے بے خبر کرنے کی سعی کرتا ہے۔ اس لئے اس شخص یا جماعت کو صبر و تحمل، برداشت، جرأت ہمت اور ہر قسم کے اخلاقی ہتھیاروں سے مسلح رہنے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ شیطان کے ہر حربہ کا کامیاب مقابلہ کر کے اس کو ہمیشہ کے لئے شکست دے سکے اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے آگے بڑھتا چلا جائے۔

اس سلسلہ میں روزہ ہی ایک ایسا تیر بہدف اور مجرب نسخہ ہے جس کے استعمال سے اسلام کے سپاہی میں شیطان کے ہر حملے کے مقابلے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے وہ نہ بھوک سے ڈرتا ہے نہ پیاس سے وہ نفسانی خواہشات کا شکار رہتا ہے اور نہ دنیا کے دیگر لذائذ میں گرفتار ہوتا ہے اور شیطان کے ہر حربے کا بے دھڑک جواب دیتا ہے اور بالآخر وہ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کر کے رہتا ہے۔ اب اگر کوئی مسلمان روزہ کا منکر ہے تو کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ میں اسلام کے مقصد سے واقف ہوں؟

رمضان کی فضیلتیں

قرآن کا نزول | شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ ط (ترجمہ) ماہ رمضان ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا

ارشادات نبویؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "روزہ قیامت کے دن تمہیں دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور ڈھال کا کام دے گا۔

فرمایا :- روزہ دار کو ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری پروردگار سے ملاقات کے وقت ہوگی۔ (بخاری)

فرمایا :- جو شخص رمضان کے پورے روزے رکھے اور پھر چھ روزے شوال کے رکھے تو اس کو سال بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ (مسلم)

فرمایا :- اس مہینہ میں ایک خاص رات ہے جو اکثر آخری عشرہ میں آتی ہے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ میں سے کوئی ایک بھی۔ اس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ہے (بخاری و مسلم)

فرمایا :- رمضان میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان بھی قید کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

روزے کے احکام

حکم :- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ

حکم :- یہ آیت شعبان ۲ھ میں نازل ہوئی۔ اسی سے رمضان کے روزے فرض ہوگئے۔ اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی رمضان کا ایک روزہ بھی ترک کر دے تو عمر بھر کے روزے اس کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے۔

حکم :- مسافر کو روزہ ترک کرنا جائز ہے اور بعد میں اس کو پورا کر سکتا ہے اور اگر سفر میں کوئی خاص تکلیف نہ ہو تو بہتر ہے کہ روزہ رکھ لے (بخاری)

حکم :- وہ بیمار جو روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا روزہ رکھنے سے مرض کے لاعلاج یا سخت ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایسا مریض روزہ نہ رکھے اور بعد صحت اس کی قضا پوری کرے۔

حکم :- عورتیں حالت حیض و نفاس میں روزہ نہ رکھیں۔ بعد میں قضا پوری کریں۔ حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت اگر روزہ رکھنے سے اپنی جان یا بچے پر کسی قسم کی تکلیف اور مضرت کا خوف رکھتی ہو تو روزہ نہ رکھے، اور بعد میں قضا پوری کرے۔

حکم :- ایسا بوڑھا کمزور آدمی جس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور نہ آئندہ کی امید ہو۔ یا ایسا مریض جس کی حالت نازک اور خراب ہو چکی ہو۔ وہ بھی روزہ نہ رکھے اور کفارہ دے دے تو جائز ہے۔

:۔ ایسا بوڑھا ہر روزہ کے عوض کسی مسکین کو کھانا کھلادے یہ اس کا فدیہ ہے۔ جس کی مقدار فطرہ کے برابر غلہ یا قیمت ہے۔

:۔ روزوں کی قضا سال بھر میں جب آسانی ہو، کرسکتے ہیں۔ قضا میں لگاتار روزے رکھنا بھی شرط نہیں

:۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کھانا وغیرہ کھاکر روزہ توڑ دے یا بیوی سے ہمبستری کرے تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں یعنی :۔

کفارہ :۔ ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے اور اگر یہ بھی نہ کرسکتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے (یہ کفارہ ایک روزہ کا ہے)

:۔ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہئے۔ اگر گرد و غبار کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو اور چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرکے روزہ رکھنا چاہئے۔

رمضان کے چاند کے لئے ایک سچے مسلمان کی شہادت کافی ہے۔ بالشرطیکہ آسمان صاف نہ ہو۔ اور اگر صاف ہو تو بہت سے لوگوں کی شہادت کے بغیر رویت صحیح نہ ہوگی۔ چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھنی سنت ہے :۔

اللّٰھُمَّ اَھِلَّهُ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ۞

ترجمہ :۔ اے اللہ دکھلا ہم کو یہ چاند امن اور ایمان کے ساتھ اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ، اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے

روزہ رکھنے کی نیت :۔ اَللّٰھُمَّ اَصُوْمُ غَدًا لَّكَ عَنْ اَدَاءِ صَوْمِ رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ۔

ترجمہ :۔ یا اللہ روزہ رکھتا ہوں میں صبح کو تیرے لئے رمضان المبارک کا روزہ ادا کرنے کی غرض سے

روزے کے مسائل

مسئلہ :۔ فرض روزے کی نیت صبح صادق سے قبل کرلینا افضل ہے اور اگر کسی وجہ سے رات کو نیت نہ کی تو زوال تک بھی نیت ہوسکتی ہے۔

مسئلہ :۔ روزے کی حالت میں جس طرح کھانا پینا اور عورت سے ہم بستری کرنا منع ہے، اسی طرح جھوٹ چغلی، غیبت اور منہیات سے بھی بچنا ضروری ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی شخص بھول کر کھا پی لے یا خود بخود قے ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ لیکن اگر جان بوجھ کر قے کرے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ :۔ روزہ کی حالت میں مسواک کرنا، کلی کرنا، سرمہ لگانا، سر میں تیل لگانا عطر ملنا جائز ہے۔ اس سے

روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح اگر دانتوں یا مسوڑھوں سے خون نکلے یا نکسیر پھوٹے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ:۔ روزہ کی حالت میں احتلام سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سحری

مسئلہ:۔ سحری کھانا سنت ہے۔ مگر سحری اتنی جلدی نہ کھائے کہ پھر سو جائے بلکہ سحری صبح صادق سے آدھ گھنٹہ پہلے کھائے۔ حضور سحری کھا پی کر پچاس آیتیں تلاوت فرماتے تب جاکے صبح ہوتی۔

افطار

مسئلہ:۔ افطار میں تاخیر نہ کرو۔ حضور نے اس سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ:۔ افطار کے وقت یہ دعا پڑھنی سنت ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ ۝ (ترجمہ) اے اللہ تیرے لیے میں نے روزہ رکھا۔ تجھ پر ایمان لایا اور تیرے رزق سے روزہ کھولا۔

مسئلہ:۔ افطار کرنے اور کھا پی لینے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیئے:۔

ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ۔ (ترجمہ) پیاس چلی گئی۔ رگیں تر ہوگئیں اور انشاء اللہ اجر بھی ثابت ہو چکا۔

تراویح

مسئلہ:۔ نماز تراویح سنت ہے جس کو نہایت خشوع و خضوع سے ادا کرنا چاہیئے۔ بیس[۲۰] رکعتیں دو دو کرکے پڑھنا چاہیئے۔

شب بیداری

مسئلہ:۔ رمضان کے آخری عشرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی جاگتے رہتے تھے اور گھر والوں کو بھی جگایا کرتے تھے اور ساری ساری رات عبادت میں صرف کر دیا کرتے تھے۔ اگر ممکن نہ ہو تو کم از کم رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ میں خصوصیت سے عبادت اور شب بیداری کا التزام کرنا چاہیئے۔

اعتکاف

لہ :۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حضور ہمیشہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اسی لئے اس کو سُنّت موکدہ کفایہ کہتے ہیں۔ یعنی اگر ساری لستی میں کوئی ایک بھی اعتکاف میں بیٹھ جائے۔ تو سنّت ادا ہوجائے گی۔ ورنہ اس لستی کے سب ہی لوگ ترک سُنّت کے مجرم ہوں گے۔
اعتکاف کے لئے بیسویں تاریخ غروب آفتاب سے تیسویں یا انتیسویں تاریخ کو چاند دیکھنے تک

ملہ :۔ مسجد میں بیٹھنا ضروری ہے۔ عورتوں کے لئے مسجد کی حاضری ضروری نہیں وہ اپنے اپنے گھروں کی مسجد میں اعتکاف کریں اور اگر گھر میں مسجد نہ ہو تو کوئی جگہ معین کرلیں۔
اعتکاف والا پیشاب یا پاخانے کے لئے باہر جاسکتا ہے اور اگر ایسی جگہ معتکف ہو جہاں جمعہ

ملہ :۔ نہ ہوتا ہو تو جامع مسجد میں جمعہ کے لئے بھی جاسکتا ہے لیکن کسی اور غرض کے لئے جانا منع ہے۔ اس کا کھانا پینا۔ اُٹھنا بیٹھنا بھی مسجد ہی میں ہوگا اور اسے اپنا تمام وقت عبادت اور ذکر الٰہی میں گزارنا ہوگا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

زکوٰۃ وخیرات کا مصرف

اِدارہ تبلیغ الاسلام بھی ہے

کیونکہ ادارہ تبلیغی و تعلیمی سلسلہ میں، مدرسہ اصلاح کے طلبہ کو وظائف دنیا اور ضرورت مندوں کی امداد کرتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا بہترین زمانہ، ماہ رمضان المبارک ہے کیونکہ اور دنوں کے مقابلہ میں، اس ماہ میں ہر عبادت کا بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔
آپ اپنی زکوٰۃ، خیرات اور ہر قسم کے عطیات کو ادارہ تبلیغ الاسلام کے ذریعہ اطمینان بخش طریقہ پر صرف کرسکتے ہیں۔

(ناظم ادارہ)

روزے کے اُخروی فوائد!

حضور کا ارشاد:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (بخاری و مسلم) (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے روزہ رکھا اس حال میں کہ اس کے دل میں ایمان ہو اور اللہ سے اجر پانے کا خیال رکھتا ہو اس کے سارے پچھلے گناہ بخشے جائیں گے اور جو شخص رمضان کی راتوں میں عبادت کرے اس حال میں کہ ایمان دار ہو اور ثواب پانے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے بھی تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس شخص نے شب قدر میں قیام کیا اس حال میں کہ ایمان والا ہو اور اللہ سے اجر پانے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے بھی سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

بہت بڑا انعام:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِمِائَۃِ ضِعْفٍ (قَالَ تَعَالٰی) اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (ترجمہ) فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے یہاں سے انسان کے ہر نیک عمل کا کئی گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔ ہر نیکی کم از کم دس درجے بلکہ اور سات سو گنے تک بھی اللہ نیکی کا اجر بڑھا دیتا ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) سوا روزے کے کیونکہ وہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا (بروایت دیگر) میں ہی اس کا بدلہ ہوں۔

شرائط ایجنسی

(۱) بمبئی میں کم سے کم پانچ اور بمبئی سے باہر دس پرچوں سے کم منگانے والے کو ایجنسی نہیں دی جائیگی۔

(۲) کمیشن پچیس فیصدی۔ (۳) رقم پیشگی لی جائے گی۔

(۴) غیر فروخت شدہ پرچے واپس نہیں لئے جائیں گے۔

(۵) روانگی کے اخراجات بذمہ دفتر ہوں گے۔

(۶) کم سے کم پچیس پرچے منگانے والے ایجنٹ کو سول ایجنسی دی جائیگی اور کمیشن ۳۳ فیصدی۔

(مینیجر عدل)

ترانۂ سحری

لدہ جہاں کو پھر ملنے لگیں مسرتیں! | نورِ ازل کی بارشیں روح فضا لطافتیں
ں بھری فضاؤنمیں بھیگی ہوئی ہواؤنمیں | چھائی ہوئی ہیں برکتیں جھوم رہی ہیں رحمتیں

پہلا پہر ہے رات کا

ٹھ کے خدا کے گیت گا!! | حمد و ثنا میں ڈوب جا
سلم نیک کار اُٹھ نغمہ سرا سرش ہو | مومن روزہ دار اُٹھ وقت طعام و نوش ہے

فلک ہے خندہ زن چاندنی کے نقاب میں | جھوم کے پی رہا ہے مے خمکدۂ سحاب میں
کی ہوئی دعاؤں کے قافلہ غریب کو! | فرصتِ عیش مل گئی جادۂ کامیاب میں

ست و خنک تجلیات

ں بنا رہی ہے رات! | جاگ اُٹھی ہے کائنات
ستِ مئے حجاز اُٹھ نغمہ سرا سرش ہو | حالِ سو نو سُنا اُٹھ وقت طعام و نوش ہے

سبق ۴۴

گواہی

(از جناب مولانا قاری ودود الحق صاحب ندوی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسلمانوں کی حالت

مسلمانو! تم نے دیکھا نفل عبادت جیسے مفید عمل میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں کہ وہ طاقت سے زائد کیا جائے اور اعتدال کو اس میں باقی رکھا جائے۔ پھر زندگی کے تمام شعبوں کو اعتدال کی حد بندیوں سے کیونکر آزادی دی جا سکتی ہے۔ آج مسلمانوں کی ساری زندگی بے اعتدالیوں سے لبریز ہے۔ کسی چیز میں کوئی اصول نہیں اور نہ کسی چیز کی کوئی حد ہے کہ چیز کو کریں گے تو حد سے بڑھ جائیں گے اور اگر نہ کریں گے تو بالکل نہ کریں گے۔

آیت کی ہمہ گیری

اس لحاظ سے اس آیت کے شروع میں ایک ایسا قاعدہ اور اصول بتا دیا گیا ہے۔ جو کہ ساری زندگی کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔ اور زندگی کا کوئی حصہ اس سے خارج نہیں ہوتا۔ گویا اس ایک فقرہ میں دینی و دنیاوی معاملات، کل کے کل شامل ہیں۔

دنیا کی پریشانیاں

اگر آج مسلمان اس حکم کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کا عہد کر لیں تو خدا علیم و دانا ہے ان کی بہت سی بے قراریاں ختم ہو جائیں، آج ساری دنیا کی پریشانیاں خواہ وہ اقتصاد سے متعلق ہوں یا زندگی کے کسی شعبہ سے وابستہ ہوں وہ سب اسی لئے تو ہیں کہ ان میں عدل و انصاف نام تک نہیں ہے۔ کاش دنیا اس حقیقت کو سمجھتی اور اس پر کاربند ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا لیتی۔

شُہَدَاءَ لِلّٰہِ

کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ کے بعد ہی ارشاد فرمایا شُھَدَاءَ لِلّٰہِ یعنی اللہ کے گواہ بنو اور دینی و دنیاوی تمام معاملات میں اللہ کے لئے گواہی دو نیک کو نیک اور بد کو بد اور اس معاملہ میں صداقت اور راست بازی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

عظیم الشان مجاہد

اس فقرے کے بعد مسلمانوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے اور جو مسلمان اس ارشاد کے مطابق اپنی زندگی کو استوار کرتا ہے اور اس حکم کی تعمیل کرتا ہے وہ چونکہ بہت سے دہ مہالک کو حق گوئی و بے باکی کے مقابلہ میں دعوت دیتا ہے اور اللہ کے لئے وہ ہر بڑی سے بڑی مصیبت آزمائش کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ ایک عظیم الشان مجاہد کی حیثیت سے دنیا میں اپنی زندگی بسر

کوئی دوسرا نہیں

سچ تو یہ ہے اس عظیم الشان اور گرانبار ذمہ داری کا حامل اور اٹھانے والا اگر کوئی گواہ عالم میں کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف مسلمان ہے۔ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا امتی ہے اور ایک قرآن پر ایمان رکھنے والا سچا مومن ہی ہے۔ اس کے سوا کسی دوسرے میں یہ تاب و طاقت نہیں کہ وہ اس گرانقدر فریضہ کی ادائیگی کے لئے ہر وقت تیار رہے۔

راف

آج دنیا میں بہت سی قومیں، اور جماعتیں آباد ہیں۔ دنیا جانتی ہے جب کبھی اس قسم کے مواقع ان پر آ پڑتے ہیں جن میں حق گوئی اور سچی گواہی سے ان کا نقصان ہوتا ہے تو وہ اس صفائی سے جاتی ہیں کہ دیکھنے اور سننے والا حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے پاس طاقت بھی ہوتی ہے، دولت بھی ہوتی ہے اور اپنے نقصانات سے بچنے کے وسائل بھی ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ راست بازی، اور سچی شہادت سے منحرف ہو جاتی ہیں۔

انگریز کی چابکدستی

تاریخ گواہ ہے کہ اس قسم کے مظاہرے اکثر یورپ نے کئے ہیں، اور انگریز تو اس عالم میں بڑے چابکدست ہیں وہ اپنے مطلب کے مقابلہ میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے، ہندوستان کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے پر ہے۔ جو تاریخ داں حضرات سے پوشیدہ نہیں۔

حق کی گواہی

دوستو! اس کے مقابلہ میں ایک گواہی وہ بھی ہے جو محض اللہ کے لئے دی گئی جس کے ساتھ کوئی فوجی طاقت نہیں کوئی دولت کا زور نہیں، جس سے بہتر اور بلند دنیا میں کوئی اور گواہی آج تک دی ہی نہیں گئی۔ آپ دریافت کریں گے وہ کونسی گواہی ہے؟ جس سے بلند دنیا میں کوئی دوسری گواہی نہیں۔

مسلمانو! وہ گواہی اللہ کی توحید کی گواہی ہے اللہ کی ربوبیت کی گواہی ہے اور اس کی حکومت کی گواہی ہے۔

اللہ کے لاکھوں گواہ

جس کو اللہ کے لاکھوں سچے گواہوں نے اپنی دنیا کے سامنے پیش کیا اور جس کو سب سے آخر میں رب العالمین کے سب سے محبوب اور دلارے گواہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر ظاہر کیا، جہاں غیر اللہ کی خدائی رچائی گئی تھی اور جہاں بتوں کا راج اپنے پورے شباب پر تھا۔

آخری گواہی

حالیؒ کی زبان سے سنئے:۔

نہ واقف تھے انساں قضا و جزا سے — نہ آگاہ تھے مبداء و منتہیٰ سے!
لگائی تھی اک اک نے لو ماسوا سے — پڑے تھے بہت دور بندے خدا سے
یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا
یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق ! زباں اور دل کی شہادت کے لائق !
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق ! اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق !

لگاؤ تو لَو اُس سے اپنی لگاؤ !
جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ !

اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم ! ! اُسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم !
اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم ! ! اُسی کی طلب میں مرو جب مرو تم !

مبرّا ہے شرکت سے اُس کی خدائی
نہیں اُس کے آگے کسی کو بڑائی !

خرد اور ادراک رنجور ہے واں مہ و ماہ ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاں دار مغلوب و مقہور ہیں واں نبی اور صدیق مجبور ہیں واں ! !

نہ پرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں !

عظیم تر گواہی

حضرات ! یہ گواہی اور شہادت دُنیا بھر کی تمام گواہیوں سے عظیم تر ہے۔ اس سے دُنیا میں اور کوئی گواہی نہیں۔ دُنیا کی اور تمام گواہیاں یا تو اپنے خلاف ہوتی ہیں عزیز و اقارب کے خلاف ہوا کرتی ہیں۔ ان گواہیوں کا تکلیف دہ اثر بہت کم ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی گ سے والدین مخالف ہوگئے تو وہ بیٹے کو بہت کم ستا سکتے ہیں۔ ایسا ہی دیگر اعزا و اقارب کا معاملہ لیکن جس گواہی کی طرف میں آپ کو متوجہ کر رہا ہوں وہ اکثر ساری دُنیا کے خلاف ہوا کرتی ہے اور اس کی گواہی دینے والا بیک وقت ساری دنیا کو اپنا مخالف بنا لیتا ہے۔

ایسی صورت میں بالکل ظاہر ہے کہ یہ شخص ساری دُنیا کا نشانہ بنتا ہے اور رُوئے زمین کی ساری طاقتیں ہمیشہ خیالف ہیں اور اس کا آخر دم تک مقابلہ کرتی رہتی ہیں لیکن بالآخر فتح اسی شاہد کی ہوتی ہے اور کامیابی کا سہرا اسی قدوسی گواہ کے سر پر بندھتا ہے۔ (باقی پھر)

نذرِ عقیدت

(زائرِ حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی)

میری نذرِ عقیدت لئے جا — سلام و پیامِ محبت لئے جا

ئے چشم بصیرت لئے جا — یہ جتنے ہیں اشکِ ندامت لئے جا

یں کا جوشِ لطافت لئے جا — میرے دردِ دل کی امانت لئے جا

آرزوئیں میری التجائیں! — بدرگاہِ ختمِ رسالت لئے جا

ا مدینے کی اِک اِک گلی میں — یہ گلہائے داغِ محبت لئے جا

کار کیا اس کو قلبِ حزیں سے — یہ جو کچھ ہے سامانِ راحت لئے جا

ں آبِ زمزم کے چھینٹوں سے ہوگا — مرے سوزِ دل کی حرارت لئے جا

ہ اگر ہے طوافِ حرم کا! — مرے اشک بھی ابرِ رحمت لئے جا

ب کی بشارت مجھے آ کے دینا — مرا ذوق و شوقِ زیارت لئے جا

ینہ کی صبحِ تجلی کا صدقہ — سوادِ غمِ شامِ فرقت لئے جا

ے دیدہ و دِل کا اللہ مالک — مرے دیدہ و دِل کی حسرت لئے جا

میں کیا قبۂ نور کے بعد دیکھوں

مری چشمِ نم کی بصارت لئے جا!

ماہنامہ عدل

کی

اشاعت کو آپ حسبِ ذیل طریقوں سے بڑھا سکتے ہیں

(۱) اپنے احباب کو اس کا خریدار بنائیے۔

(۲) اپنے شہر کے اداروں، محفلوں، انجمنوں اور لائبریریوں کو خریدار بننے کی ترغیب دیجئے۔

(۳) اگر آپ صاحبِ استطاعت ہیں، تو دینی اداروں، لائبریریوں اور غیر مستطیع دین داروں کے نام عدل کو جاری کرا دیجئے۔

(۴) اگر آپ کے شہر میں، اخباری ایجنسیاں ہیں تو انہیں عدل کی ایجنسی لینے پر آمادہ کیجئے۔

(۵) اگر آپ کے شہر میں کچھ لوگ ایسے ہوں جو عدل خریدنا چاہتے ہوں مگر یکمشت قیمت نہ ادا کر سکتے ہوں تو کسی شخص کو آمادہ کیجئے کہ وہ بقدرِ ضرورت تعداد ہم سے منگالے اور ایسے لوگوں سے مہینے کے مہینے قیمت وصول کر کے ہمیں بھیج دیا کرے۔

(۶) ریلوے بک سٹالوں کے کنٹریکٹر سے اگر آپ کا تعلق ہو تو اُسے عدل کی ایجنسی لینے پر آمادہ کیجئے۔

(۷) عدل کی دینی پالیسی کے پیشِ نظر اپنے اپنے شہروں سے عدل کو اشتہارات دلوائیے۔

(۸) اگر آپ کے شہر میں ایڈورٹائیزنگ ایجنسیز ہیں، تو ان کے منتظمین سے عدل کا تعارف کرائیے اور آمادہ کیجئے کہ مناسب شرائط کے ساتھ عدل کے لئے اشتہارات مہیا کیا کریں۔

(۹) جو مخیر اور دین دار لوگ تبلیغ دین کی خاطر، مطبوعہ دینی لٹریچر خرید کر مفت تقسیم کرتے ہیں ان لوگوں کو ترغیب دیجئے کہ وہ عدل کو بھی تقسیم کرائیں یا اپنی طرف سے کچھ لوگوں یا دینی اداروں، انجمنوں اور لائبریریوں کو خریدار بنائیں۔

(۱۰) آپ کے پاس جو عدل پہنچتا ہے اُسے خود پڑھ لینے کے بعد اپنے احباب کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔

(۱۱) جو مضمون آپ کو پسند آئے اُسے زیادہ سے زائد لوگوں کو سنائیے ممکن ہو تو کسی مسجد یا محفل میں ...

(۱۲) عدل کے اضافۂ اشاعت کی یہ چند صورتیں آپ کے سامنے ہیں ان میں جو آپ کے امکان میں ہو اس کو عمل میں لائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا ...

اقبال کا نظریۂ تعلیم

(از جناب عبدالمجید صاحب ایم اے لکچرار اردو)

(گذشتہ سے پیوستہ)

لیکن اقبال ہم کو بتاتا ہے کہ ایک عملی شخصیت کی نشوونما صحیح طور پر اسی وقت ممکن ہے جب ہم کسی متحرک ماحول سے واسطہ رکھیں"
[اقب]ال افلاطون کو ؎ راہب اول فلاطون حکیم از گروہ گوسفندان قدیم ، کہتا ہے۔ کیونکہ وہ زندگی کے اہم فلسفۂ عمل یا
[کشمک]ش حیات کے خلاف ہے اور کہتا ہے کہ تمام دنیا کے شور و غل سے الگ ہو کر گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کے خدا کے خیال میں مستغرق ہونا
[ک]مال پیدا کرتا ہے۔ اقبال نے لکھا ہے ؎

فکر افلاطون زیاں را سود گفت　　حکمت او بود را نابود گفت

بس کہ از ذوقِ عمل محروم بود　　جانِ او وارفتۂ معدوم بود!

قوم ہا از سکر او مسموم گشت　　خفت و از ذوقِ عمل محروم گشت

اقبال کا خیال ہے کہ اسی فلسفہ انکار خودی نے اہل مشرق کو پستی، تنزل اور ذلت و خواری کے غار میں پھینک دیا ہے وہ
[خو]دی کی مکمل تعلیم دے کر ان کے خیالات میں ایک نئی برقی چمک اور جوشش پیدا کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس موجودہ دور میں جو
[عا]لم دلمل کی جولانگاہ ہے جد و جہد کرنے کا نام ہی زندگی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان نے اپنے کو خطرہ میں ڈال کر ایک آزاد شخصیت
[ح]اصل بنایا ہے اور وہ مکمل طور پر اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب دنیا کے مصائب و آلام، خطرات و تفکرات اور عیش و نشاط غرض
[تم]ام انسانی جد و جہد میں مبتلا کی جائے۔ اگر انسان دنیا کے ہر کام میں ہر جگہ اس فلسفۂ خودی کو پیش نظر رکھے اور پھر اپنے کو کشمکش حیات
[م]یں ڈال دے تو وہ یقیناً کامیاب ہوگا۔ اگر وہ خود کو اس کشمکش سے علیحدہ کرے گا۔ تو اسے اپنی قوتوں کا احساس نہیں ہوگا، اس کی
[ق]وتیں مردہ ہو جائیں گی، اس طرح افراد کی ترقی سے قوم کا عروج ہوگا ؎

ہے معرکۂ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں　　جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

ہم کو اس طرح زندگی کی خطرناک جنگ کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔ یہ ہے اقبال کا فلسفۂ خودی جس کو وہ تمام معاشرتی
[و]تعلیمی کوششوں کی منزل مقصود اور زندگی کا انجام سمجھتا ہے۔ غرض علامۂ اقبال کا فلسفۂ خودی ہر جگہ حاوی ہے اور یہی اقبال کے
[خی]الات و جذبات، تخیلات اور تعلیم کا نچوڑ ہے، خودی کے ذریعہ انسان کا خدا تک پہنچنا ممکن ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی کی موت

انسان کی موت ہے ۔ خودی قوائے فطرت کی تسخیر سے کمال حاصل کرتی ہے ۔ ایک ماہر تعلیم کی رائے ہے کہ اگر اقبال خودی کو محض قوت اور حکومت حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیتا تو اس کا درجہ مغرب کے ان مفکرین سے بلند نہ ہوتا جنہوں نے اہل یورپ کو بے روک خودی کی تعلیم دی ہے جس کی وجہ سے وہاں باہمی جنگوں اور سرمایہ دارانہ نظام کا وہ طوفان برپا ہے جس نے وہاں کے بہترین دماغوں کو اس تہذیب کے مستقبل کی طرف سے مایوس کر دیا ہے ۔ اقبال نے سائنس اور عقلیت کے اس "بے مہار" دور میں دنیا کو یہ پیغام دیا کہ اگر محض عقل کو انسانی اعمال کی سرکردگی سپرد کی جائے تو اس کا انجام بخیر نہ ہوگا ۔ اس نے علم کے ساتھ عشق اور خبر کے ساتھ نظر کی حقیقت پر زور دیا اور بتایا کہ جب تک انسان اس عشق یا نظر یا دل کو اپنا رہبر نہیں بنائے گا وہ ہرگز خود غرضی ، خودپسندی ، ظلم اور تعدی کے چکر سے نہیں نکلے گا ۔ اقبال اتنا زبردست مفکر ہے کہ ؎

مقام عقل میں آساں گذر گیا اقبال !
مقام عشق میں کھویا گیا وہ فرزانہ !

کیا اقبال کا یہ فلسفۂ خودی اپنی جگہ پر اس قدر اہم اور ضروری نہیں ؟ ڈاکٹر اقبال کا خیال ہے کہ خودی کی صحیح نشوونما ہی نے انسانی قوتوں کو درجۂ کمال تک پہنچایا ہے ۔ چنانچہ وہ انسانی قوتوں کا حیرت انگیز افسانہ اور خودی کی شان کو یوں کہتا ہے ؎

تو شب آفریدی چراغ آفریدم ۔۔۔ سفال آفریدی ایاغ آفریدم
بیابان و کہسار و راغ آفریدی ۔۔۔ خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم

خودی کی انتہا ہے کہ انسان خدا کا مقابلہ کرے ۔ اقبال خودی کی ارتقاء کے بعد انسان کا رتبہ اور اس کی حقیقت کو یوں معراج پر دکھلاتا ہے کہ ؎

خدائی اہتمام خشک و تر ہے ۔۔۔ خداوندا خدائی درد سر ہے
ولیکن بندگی استغفر اللہ ۔۔۔ یہ درد سر نہیں درد جگر ہے

دورِ حاضر نے انفرادیت کو اتنی زیادہ اہمیت دی ہے اور اقبال نے بھی ، جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ذکر کیا گیا ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرد اور ملت کا تعلق کس قسم کا ہے ؟ کیا خودی کی تخلیق اور ارتقاء اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ ہر تعلیم یافتہ مرد اور عورت اپنی معاشرتی پابندیوں اور ان کلچرل کامیابیوں ([illegible]) کو جو انہیں ملت سے حاصل ہوتی ہیں بالکل چھوڑ دیں ؟ فرد اور جماعت جس کا وہ رکن ہے ، ان دونوں کی اہمیت کیا ہے ؟ کیا فرد کی ترقی کو زندگی کے تمام کاموں کا منشاء نتیجہ سمجھ لینا چاہئے اور حکومت کو فرد کی ترقی کا ایک آلہ ؟ یا ہم ہیگل کے اس نظریہ کو دیکھیں کہ حکومت فرد سے علیحدہ ایک چیز ہے جس کی قوت اور دیانت داری افراد کے حقوق سے زیادہ اہم ہیں ؟

اقبال نے، جیسا کہ ہم نے دیکھا، انفرادیت کو زبردست وقعت دی ہے لیکن یہ اس کا فلسفیانہ نظریہ ہے وہ اپنے اس نظریہ کا اس قدر سختی سے پابند نہیں کہ حکومت اور معاشرہ کی اہمیت کو نظرانداز کر دے بلکہ وہ معاشرتی زندگی کی ضرورت کو بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ چند جدید ماہرین تعلیم نے انفرادیت کو تعلیمی زندگی کا انجام اور معاشرتی اداروں کی منزل مقصود بنایا ہے۔ اقبال بھی یہ کہتا ہے لیکن ان جدید ماہرین تعلیم کی طرح اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کرتا کہ ایک مکمل اور آزاد شخصیت کی ترقی اسی وقت ممکن ہے جب کہ فرد اپنی جماعت کی تہذیب سے روحانی غذا حاصل کرے۔ قدرتی طور پر ان جدید عالموں کا یہ نظریہ حکومت کو بالکل علیحدہ کر دیتا ہے اور انفرادیت کی ترقی پر زور دیتا ہے۔ اقبال نے اس مسئلہ پر مکمل حیثیت سے اپنی کتاب "رموز بے خودی" میں بحث کی ہے جس میں اس نے انفرادیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ فرد اور ملت کی تہذیب و تمدن میں زبردست ربط و اتحاد دکھایا ہے۔ فرد اکیلا رہ کر ضعیف و کمزور رہتا ہے۔ اس کی ذہنی قوتیں منتشر ہوتی ہیں۔ اس کے مقاصد تنگ اور مبہم ہوتے ہیں۔ صرف ایک جوشیلی اور مرکزی قوت رکھنے والی ملت کا رکن بن کر ہی وہ قوت حاصل کر سکتا اور اپنے بڑے مقصد کو معلوم کر سکتا ہے جس سے اس کی شخصیت اور خودی کی صحیح تربیت اور ارتقا ممکن ہے۔ اقبال کہتا ہے کہ کامل نشوونما جماعت ہی میں ممکن ہے اور حیات اجتماعی کے مقاصد و معیار کا تعین خالی عقل اور منطق سے ممکن نہیں ہے

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اقبال کہتا ہے کہ فرد اور ملت کا رشتہ بہت مستحکم ہونا چاہئے۔ جب ہی کامیابی ہو سکتی ہے۔

فرد می گیرد ز ملت احترام ملت از افراد می یابد نظام
فرد تا اندر جماعت گم شود قطرۂ وسعت طلب قلزم شود
در دلش ذوق نمو از ملت است احتساب کار او از ملت است

اس چیز کو سمجھا کر کہ کس طرح فرد کی تمام قوتیں اور مقاصد زیادہ جوشیلے اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس وقت جب کہ وہ ملت سے صحیح ربط پیدا کر لیتا ہے، وہ نصیحت کرتا ہے

چوں گہر در رشتۂ او سفتہ شو ورنہ مانند غبار آشفتہ شو

وہ فرد جو خود کو ملت میں کھو دیتا ہے اور اس کے عظیم مقاصد اور نصب العین کے حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے درحقیقت وہی صحیح ارتقا کا بانی ہوتا ہے اور صحیح زندگی میں داخل ہوتا ہے۔

ربط ملت کے لئے صحیح بنیاد کیا ہے؟ وہ کون سا مستقل تعلق ہے جو اس کی زندگی کو یکرنگی دیتا ہے اور اس کے ارکین کو ایک ناقابل تقسیم نظام میں جکڑ دیتا ہے؟ موجودہ دور میں حب الوطنی اور قومی تعصب کو مختلف قوموں نے نہایت گرم جوشی سے ہاتھ میں لیا ہے۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی کی قومی تحریکات نے ایک محدود حب الوطنی کا احساس پیدا کر دیا ہے اور قبل اس کے کہ موجودہ بین الاقوامی اجتماعیت کی تحریکیں ان مذہبی تعصبات کو ختم کر سکیں، فسطائیت اور نازیت کے جدید اصول اپنی قومی عظمت و احترام اور غیر ملکیوں کی نفرت کے ساتھ زیادہ زور و شور سے دنیا پر مسلط ہو رہے ہیں۔ اس تاریک نظریہ کے خلاف اقبال کے فلسفہ کا

مطالعہ نہایت دلچسپ ہے۔ جو درحقیقت اسلام کا سیاسی فلسفہ ہے۔ وہ نہایت شدت سے نسل، رنگ و نسل قومیت اور محدود حب الوطنی کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ اس سے صحیح انسانی ترقی میں رکاوٹ ہوتی ہے اقبال کے لئے جغرافیائی پالیسی اکائی حقیقت نہیں رکھتا یہ تو صرف وقت اور جگہ کا امتیاز ہے نہ کہ ایک قوم کی یکرنگی کی حقیقی و پائیدار بنیاد۔ دراصل جذبات، نظریات، مقاصد اور کوششوں کا اتحاد ہی ہے جو مختلف افراد کو ایک صحیح نصب العین پر پہنچنے میں مدد دیتا ہے اور پھر ان کو متحد و متفق کرکے ایک اچھی قوم بنا دیتا ہے ؎

ملت از یکرنگی دلہاستے — روشن از یک جلوہ سیناستے
قوم را اندیشہ ہا باید یکے — در ضمیرش مدعا باید یکے
ملت ما را اساس دیگر است — ایں اساس اندر دل ما مضمر است

اور اقبال ملت کو نفسیاتی پہلو سے یوں بیان کرتا ہے کہ ؎

چیست ملت اے کہ گوئی لا الٰہ — با ہزاراں چشم بودن یک نگاہ
اہل حق را حجت و دعویٰ یکے است — خیمہ ہائے ما جدا دل ہا یکے است
ذرہ از یک نگاہی زندہ شو — بگذر از بے مرکزی پائندہ شو
وحدت افکار و کردار آفرین — تا شوی اندر جہاں صاحب نگیں

ان لامحدود قوتوں والے نظریات اور اصول سے جدا ہو کر ملت غیر منظم۔ کمزور اور مردہ ہو جاتی ہے ؎

زندہ فرد از ارتباط جان و تن — زندہ قوم از حفظ ناموس کہن
مرگ فرد از خشکی رود حیات — مرگ قوم از ترک مقصود حیات

درحقیقت یہ نظریات اور جذبات کا اتحاد بذاتہ ایک سرچشمۂ قوت ہے جس سے بڑے سے بڑا مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس قوت کی اخلاقی قدر و قیمت کا انحصار خیالات اور نصب العین کی اس فطرت پر ہے جس سے یہ ہم آہنگ ہیں۔

عہد جدید کے چند مفکرین کے خلاف جو ماضی اور اس کی تہذیب کو بالکل ترک کرکے دور حاضر کی رنگینیوں میں گم ہیں۔ اقبال ماضی کی قوتوں کو خوب محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے کہ کسی قوم کی ترقی کے لئے ماضی کی تاریخ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ وہ کہتا ہے ایک قوم اپنے کو مکمل طور پر اس وقت تک نہیں سمجھ سکتی جب تک وہ اپنی ماضی کی تاریخ اور انقلاب کا بہترین مطالعہ نہ کرے اپنے دور ماضی کے تاریخی انقلابات کے بہت سے نکتوں کو سمجھنے کے بعد ہی ہم صحیح ترقی کر سکتے ہیں ؎

ملت نوزادہ مثل طفلک است — طفلکے کو در کنار مادر است
بستہ با امروز او فردائش نیست — حلقہ ہائے روز و شب در پائش نیست
طفلکے از خویشتن نا آگہے — گوہر آلودۂ خاک رہے!

چشم ہستی را مثال مردم است | غیر را بینندہ و از خود گم است
صد گرہ از رشتۂ خود وا کند | تا سر تار خودی پیدا کند
گرم چوں افتد بکار روزگار | ایں شعور تازہ گردد پایدار
سرگذشت او گر از یادش رود | باز اندر نیستی گم می شود!

لیکن وہ تاریخ جس کو اقبال تعلیم میں اتنی اہمیت دیتا ہے، صرف ایک دل کو خوش کرنے والا پرکیف افسانہ نہیں جس میں
[کچھ] دلچسپ واقعات کو پیش کیا گیا ہو بلکہ ماضی کی تاریخ وہ ہے جو صاف طور پر ماضی کا آئینہ آپ کو دکھائے، جو قوم کی تہذیب
وسائل اور کامیابیوں کا صحیح نقشہ پیش کرے اور لوگوں کے طرز عمل، بود و باش اور تہذیب تمدن کے متعلق آپ کو آگاہ کرے تاریخ
کی زندہ جاذبیت ہم کو طاقت اور خود اعتمادی کا ایک تازہ خیال دے گی اور ہماری شخصیت کو دوبالا کرے گی ؎

چیست تاریخ اے ز خود بیگانہ؟ | داستانے قصہ افسانہ؟
ایں ترا از خویشتن آگہ کند! | آشنائے کار و مرد رہ کند
چشم پرکارے کہ بیند رفتہ را! | پیش تو باز آفریند رفتہ را
ضبط کن تاریخ را پایندہ شو | از نفس ہائے رمیدہ زندہ شو
سر زند از ماضیٔ تو حال تو | خیزد از حال تو استقبال تو
مشکن ار خواہی حیات لازوال | رشتۂ ماضی و استقبال و حال
موج ادراک تسلسل زندگی است | مے کشاں را شور قلقل زندگی است

اقبال یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ خاص طور سے زوال اور تباہی کے وقت اگر کوئی قوم اپنے ماضی کی تہذیب سے مدد لیتی ہے تو وہ پھر کمال
عروج حاصل کر لیتی ہے اور اسے تازہ طاقت اور جوش حاصل ہو جاتا ہے۔ دور حاضر کی اس کشمکش میں وہ ارتقائے خودی اور خیال کی
آزادی پر زور دیتا ہے ؎

مضمحل گردد چو تقویم حیات | ملت از تقلید می گیرد ثبات
راہ آبا رو کہ ایں جمعیت است | معنیٔ تقلید ضبط ملت است
اجتہاد اندر زمان انحطاط | قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہاد عالمان کم نظر | اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

یہاں اقبال نے صرف اسی چیز پر زور دیا ہے کہ ماضی کی تاریخ کا مطالعہ اور اپنے زوال اور انحطاط کے زمانہ میں اس چیز کی تجدید
بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اگر اقبال کے مکمل نظریہ کو لیا جائے تو یہ ہی نظر آتا ہے کہ گزشتہ اور کارنامے کی طرح وہ بھی ملت
[کے] ارتقا، عروج اور کامیابی کی کلید اصل اور تخلیقی انفرادیت کی ترقی سمجھتا ہے جس سے معاشرتی نظام مضبوط اور

منتقل ہوتا ہے اور جس میں انقلاب پیدا کرنا بہت دشوار ہوتا ہے اس لئے ایسے افراد جو آزاد خیال اور اپنے خاص نظریوں کے حامل ہوں اس معاشری نظام کو تبدیل کر سکتے ہیں اور ایک انقلاب عظیم پیدا کر سکتے ہیں اور جب کوئی قوم ناکارہ ہو سست اور کوشش سے عاری ہو انقلاب سے متنفر ہو جاتی ہے ؎

سست و بے جان تار و پود کار او　　ناگشودہ غنچۂ پندار او!

جان او از محنت کوشش رم زند　　پنجہ در دامانِ فطرت کم زند

تو قوم میں ایک ایسی زبردست شخصیت کا ظہور ہوتا ہے جو قوم کا بیڑا پار لگاتی ہے اور مردہ قوم میں جان ڈال دیتی ہے ؎

تا خدا صاحب دلے پیدا کند　　کو ز حرفے دفترے املا کند

ساز پردازے کہ از آوازۂ　　خاک را بخشد حیات تازۂ

تازہ انداز نظر پیدا کند　　گلستاں در دشت و در پیدا کند

یہ خیال اقبال کی شاعری میں اکثر مقامات پہ آیا ہے اور اس کی شروع اور آخر کی تصنیفات میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

فرد بر می خیزد از مشتِ گلے　　قوم زاید از دلِ صاحب دلے

اسی لئے وہ لکھتا ہے کہ ؎

مرد حق از آسماں افتد چو برق　　ہیزم او شہر و دشت و غرب و شرق

ما ہمہ با سوز او صاحب دلیم　　ورنہ نقش باطلِ آب و گلیم!

یہاں اقبال کسی فاتح اعظم سے مراد نہیں لیتا۔ بلکہ اس کی مراد ایسا فرد ہے جو وسیع النظر ہوتا ہے اور جس کے دل میں جذبات اور احساسات کی فراوانی ہوتی ہے جو ہمارے نظریات اور خیالات کو بہت وسیع کر دیتا ہے۔ قدیم اداروں کے حاملوں کو ما کر دیتا ہے اور قوم کو ایک جدید امید اور تخلیقی زندگی کا پیغام دے کر ابھارتا ہے۔ لوگوں کے دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ اقبا کے اس اصول کو صرف تحریری یا تعلیمی مقالہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی بعد کی تصنیفات میں تو اس نے صاف صاف اثبات کی بنیاد پر ایک نہایت تیز عمل انقلاب لانے پر زور دیا ہے۔ اور اس کی دو وجہیں بتائی ہیں ایک تو یہ کہ اس کی نظر میں گذر دو صدیوں سے قوم مسلم پر جو تباہی و بربادی اور زوال کے بادل چھا رہے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ اس میں سچے رہنما مفقود تھے دوسرے یہ کہ یورپ کی چند سیاسی تحریکات نے جو انفرادیت کو بالکل مٹا دینے اور ایک اجتماعی زندگی کا نظام پیدا کرنے کی انتھک کی ہیں، ان کے انجام کو دیکھتے ہوئے خودی کی قدر و قیمت سمجھنے کی طرف سے مزید غفلت نہیں برتی جا سکتی۔ وہ سمجھتا ہے کہ کا راز خودی کی نشو و نما میں ہے۔ اپنے لکچروں میں اقبال نے اس مسئلہ پر اکثر مقامات پر روشنی ڈالی ہے۔ تیرھویں صدی میں بغداد کی تباہی کے ضمن میں دلچسپ بحث کرتے ہوئے اقبال نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی تباہی کی خاص وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ کے پست خیال مفکرین نے اپنی ساری توجہ اور کوششیں اس چیز پر مصروف کیں کہ فرد کی قوت کو نظر انداز کر کے معاشرتی زندگی کا

اکر لینا چاہئے اور اس میں تمام تبدیلیات اور انقلابات کو دیرپا سمجھنا چاہئے۔ ان کا رہنما ایک خاص معاشرتی نظام تھا اور اگرچہ یہ
خیال کسی قدر درست تھا۔ کیونکہ نظام کسی حد تک زوال کی قوتوں کے خلاف جد و جہد کرتا ہے لیکن انہوں نے یہ نہیں دیکھا جیسا کہ
ہمارے موجودہ علماء بھی نہیں دیکھتے کہ کسی قوم کی صلاحیت اور ترقی کا انحصار اتنا زیادہ نظام پر نہیں جتنا کہ انفرادی طور پر ہر شخص
کی اہمیت اور طاقت پر ہوتا ہے۔ ایک ضرورت سے زیادہ منظم جماعت میں انفرادیت بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ فرد سارے معاشری
خیالات اپنے گرد جمع کر لیتا ہے اور اپنی ذات کو بالکل بھول جاتا ہے۔ چنانچہ تاریخ ماضی کی جھوٹی وقعت اور اس کا بنیادی طور پر
رائج کرنا جیسا کہ آجکل ہم بہت سے مشرق اور مغرب کے ملکوں میں دیکھتے ہیں۔ قوم کی تباہی اور بربادی کا علاج کبھی نہیں
ہو سکتا۔ وہ موثر قوت جو درحقیقت زوال کی قوتوں کو کچلتی ہے اور بربادی اور تباہی سے نجات دلاتی ہے مختلف افراد کی صحیح
پرورش اور تربیت ہے۔ ایسے افراد ہی زندگی کی گہرائیوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ نئی نئی باتیں پیدا کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے
کہ پرانا ماحول قطعی طور پر قابل احترام اور ناقابل شکست و ریخت نہیں ہے بلکہ اس میں انقلاب کی ضرورت ہے۔ یورپ میں آج
بہت سی حکومتیں ایسی ہیں جنہوں نے خود کو ضرورت سے زیادہ منظم کر لیا ہے۔ جو ماضی کی تاریخ کو جھوٹی وقعت دیتی
ہیں اور جنہوں نے بنیادی طور پر اسے رواج دے رکھا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسی حکومتوں نے اپنی آزاد خیالی کو مردہ کر دیا ہے
اور انسانی ترقی کو بالکل روک دیا ہے۔

اقبال نے ایک موجودہ تاریخ داں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ تاریخ کا صحیح فیصلہ یہ ہے کہ قدیم اور متروک خیالات اس
قوم میں کبھی نہیں پنپتے جس نے ان کی جانب سے غفلت اور بے نیازی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔

ایسے اصولوں کی روشنی میں یہ غلط ہوگا کہ ہم اقبال کو انسانی تہذیب کے اس پرسکون نظریہ کو لینے کی وجہ سے بلکہ
اس لئے کہ خودی کا ارتقاء درحقیقت یہ ہے کہ خیالات میں تحریک پیدا ہو۔ جوش ہو۔ ولولہ ہو جس کے بغیر انسانی روح کے
اجزاء ناکارہ ہیں اور وہ قدیم و پارینہ ناکارہ خیالات کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

نتیجہ کے طور پر اقبال کا یہ فلسفۂ خودی اور نظریۂ رشتۂ فرد و ملت بہت زیادہ اہم اور قابل احترام ہے اس کے علاوہ اقبال
نے حقیقت اور نصب العین کا فرق، ارتقائے خودی فلسفۂ عقل و عشق اور عقل کامل کے خلاف بغاوت، فلسفہ نظریہ اخلاق
فلسفۂ ارتقائے تخلیقی، اسلام کا معاشرتی نظام تعلیم کا تخلیقی پہلو وغیرہ مختلف موضوعوں پر بحث کی ہے جو سب کے سب فلسفۂ تعلیم
سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کی اہمیت تعلیم میں بہت زیادہ ہے۔ ان کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ اقبال کے فلسفہ خودی ہی کو اگر
ہم مکمل طور پر سمجھ کر اس پر عمل کریں اور اپنے موجودہ تعلیمی نظام میں اس کا صحیح استعمال کریں تو قوم تباہی اور بربادی سے نکل کر معراج
کمال پر پہنچ سکتی ہے اور چونکہ اس فلسفۂ خودی اور رشتۂ فرد و ملت کا تعلق غیر معمولی طور پر تعلیم و تربیت سے ہے اس لئے بلاشبہ وہ
قوم زندہ رہ سکتی ہے جس کا تعلیمی اور معاشرتی نظام اقبال کے اس فلسفہ کی روشنی میں آگے بڑھنے کی کوشش کریگا وہ اب بھی اگرچہ
تباہ و برباد ہو رہی ہے لیکن سنبھل کر بام ترقی پر جا سکتی ہے۔ اقبال نے ملت: معاشرہ، حکومت غرض کہ تمام سارے نظام کا انحصار فرد
اور ارتقائے خودی پر رکھا ہے کیا یہ اقبال کا نظریۂ تعلیم قابل ستائش نہیں؟ اور کیا ہم اس کو صحیح معنی میں ایک بلند خیال اور روشن
دماغ ماہر تعلیم نہیں کہہ سکتے؟

ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

یہ

خالص تبلیغی و اصلاحی ادارہ ہے

اس کے

تبلیغی اسباق و خطبات اور قرآنی اسباق صوبہ بمبئی میں کافی شہرت
حاصل کر چکے ہیں !!

یہ

سارا کام، آپ جیسے مخیر اور دیندار مسلمانوں کی امداد اور توجہ سے چلتا ہے

یقیناً

آپ فراموش نہ فرمائیں گے، کہ آپکو اس ادارہ کی بھی امداد کرنا ہے

مکلف

ناظم ادارۂ تبلیغ الاسلام ۱۲۱، ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ بمبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک ضروری استفسار اور اس کا جواب

(حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہ)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک تاجر ہے جس کے پاس کچھ کوٹھیاں ہیں جن کا کرایہ آتا ہے۔ اچھا بڑا کاروبار ہے۔ کچھ روپیہ بنک میں بھی جمع رہتا ہے۔ ہزاروں روپیہ کا مال تجارت کے خیال سے خرید کر گودام میں بھرا رہتا ہے۔ مثلاً بوتلیں وغیرہ جس میں وہ اپنے یہاں کے سامان فروخت کرتا ہے۔ بسلسلہ تجارت کچھ اس کا روپیہ دوسروں پر قرض رہتا ہے اور کچھ اس پر دوسروں کا قرض رہتا ہے۔ چند حصے اس نے بڑی بڑی کمپنیوں میں خرید رکھے ہیں جن کا نفع وغیرہ آتا رہتا ہے۔ اور گھر میں عورتوں کے پاس زیورات اور قیمتی ملبوسات بھی ہیں۔ کچھ برتن ایسے بھی ہیں جو کبھی کام میں نہیں آتے اور زید اس نے اپنا بیمہ بھی کرایا ہے جس میں کئی ہزار روپیہ دے چکا ہے، زید مذکور اپنے مال کی زکوٰۃ نکالنا چاہتا ہے اس کو کس صورت سے زکوٰۃ نکالنا چاہئے یعنی کس طرح اپنے مال کا حساب لگائے۔ مذکورہ بالا چیزوں میں سے کن کن چیزوں پر زکوٰۃ ہے۔ اور کن پر نہیں۔ کیا وہ اپنے کل تجارتی مال کی بھی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ اور زکوٰۃ کا روپیہ کن کن لوگوں پر صرف کر سکتا ہے؟ کیا اس روپیہ سے مشرک اور کافر کی بھی مدد کر سکتا ہے؟ اگر زید نے کسی شخص کی نقد ضمانت کی ہے تو کیا اس پر بھی اس کو زکوٰۃ دینا ہوگی؟ زکوٰۃ کا روپیہ امام کی تنخواہ یا مؤذن کی تنخواہ میں دیا جا سکتا ہے؟ اگر کسی مال پر ایک سال کامل نہیں گذرا ہے اور وہ اس کے پاس میں موجود ہے تو کیا حساب کے وقت آسانی کے لئے وہ مال بھی شامل کر لیا جائے گا؟

المستفتی، عبدالرحمٰن
بذریعہ ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی خوجہ مسجد ٹن ٹن پورہ
اسٹریٹ بمبئی ۹

الجواب

زید پر مال تجارت اور اس کے متعلقہ اموال مثلاً شیشیوں کی جو مال تجارت میں کام آتی ہیں اور

اس میں چیز بند کرکے فروخت کی جاتی ہے اور اس روپیہ کی جو اس کا لوگوں کے ذمے قرض ہے۔ مال تجارت جس قدر موجود ہو اور اس روپیہ کی جو بنک میں اس کے نام سے جمع ہے۔ اور چاندی یا سونے کے زیور کی جو اس کی ملکیت میں ہو۔ اور اس رقم کی جو کمپنیوں کے حصوں میں دی گئی ہے یا اپنے نام میں جمع کرائی ہے اور اس رقم کی جو اپنے قبضے میں موجود ہو زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہے۔ ہاں جس قدر قرض اس کے ذمے ہو وہ مستثنیٰ کردینا چاہیئے۔ زکوٰۃ کی رقم فقراء اور مساکین کا حق ہے۔ مدرسہ دینیہ میں دی جاسکتی ہے، جو رقم اس نے کسی کی ضمانت میں دی ہے اس پر بھی زکوٰۃ ہے۔ ہاں جب تک قرض اور ضمانت کی رقم وصول نہ ہو اس وقت تک زکوٰۃ ادا کرنی واجب نہیں۔ زکوٰۃ کی رقم امام و موذن کو امامت و اجرت اذان میں دینی درست نہیں۔ وہ تو محض لوجہ اللہ دینی چاہیئے۔

جس مال پر سال پورا نہیں گذرا ہے وہ بھی مال زکوٰۃ کے مجموعے میں شمار کرکے سب کی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

قوم کی ترقی کا راز ؟

(از حکیم سید مصطفےٰ میاں صاحب)

برادرانِ اسلام ! ملتِ اسلام کے حق میں چونکہ یہ دور نہایت نازک و پُر آلام و مصائب و پُر آشوب ہے۔ اس لئے تبلیغ دینِ متین و احکامِ شریعتِ مطہرہ کی ذمہ داریاں بھی نہایت درجہ بڑھ گئی ہیں۔ علماء کی جماعت سے گذر کر جو لکھے پڑھے سمجھ دار اور سنجیدہ مزاج ہیں اور زمانہ کی روش کو جنہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ ان پر یہ فریضہ منجانب اللہ عاید ہو رہا ہے کہ وہ اپنی ناواقف و جاہل اور غفلت زدہ قوم کو راہِ عمل پر لگائیں اور انہیں پوری کوشش سے وہ باتیں بتاتے رہیں جن کے ذریعہ قوم میں بیداری پیدا ہو اور انحطاط دور ہو جائے اور نیک اعمال کا شوق ان کے قلوب میں جاگزیں ہوتا رہے۔ قوم کے ہمدردوں، قوم کے ترقی پسند افراد اور قوم کے غمخواروں کو اب یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہر قوم میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں ان تینوں سے قوم بنتی ہے اور انہی تین سے قوم تباہ و برباد بھی ہوتی ہے یہ تینوں قوم کی جان کے ہیں یہ اگر بیدار ہیں اور ان کے دلوں میں قوم و ملت کا درد باقی ہے تو قوم تباہ نہیں ہو سکتی اور اگر تینوں نے قوم کی فلاح و بہبودی کا خیال دل سے نکال دیا تو قوم صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ پہلا گروہ تعلیم یافتہ اصحاب کا ہے۔ دوسرا متمول و مالداروں کا ہے اور تیسرا نوجوانوں کا ہے۔ خدا کرے ہماری قوم کے ان تینوں گروہوں کے دلوں میں وہ تڑپ پیدا ہو جائے جو آج دوسری اقوام میں نظر آرہی ہے۔ ہم اس بات کو اور زیادہ واضح پیرایہ میں آپ حضرات کے سامنے بیان کئے دیتے ہیں تاکہ آپ بخوبی ان کی اہمیت اور ان کی ذمہ داریوں اور اس تعلق کو جو قوم کو ان سے ہے سمجھ لیں پہلا گروہ جو تعلیم یافتہ کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ اپنے علم اور اپنی معلومات اور تجربات کو لیکر اٹھتا ہے اور قوم کے سامنے آتا قوم کو جگاتا ہے اور اس کے کانوں میں وہ باتیں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے جن کے ذریعہ قومیں معراجِ ترقی پر پہنچی ہیں ان کی آواز میں وہ تاثیر ہے کہ قوم کا بچہ، بوڑھا اور جوان تڑپ اٹھتا ہے اور بے چین ہو کر میدانِ عمل میں کود پڑنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ دوسرا گروہ دولت مندوں کا ہے جس کے ذمہ قوم کی ضروریات کے سلسلہ میں دولت کی فراہمی ہے وہ جب تک اپنے مال و دولت کو فلاحِ قوم کی قربان گاہ پر بھینٹ نہ چڑھائے گا قوم پنپ نہیں سکتی، قوم کی تعلیم قوم کی تجارت و صنعت کے پہلو کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔ تیسرا گروہ نوجوانوں کا ہے جو قوم کے حق میں آہنی دیوار اور فولادی قلعہ کا کام دیتا ہے جب قوم کے نوجوانوں میں غیرت و حمیت کا جذبہ کارفرما ہو وہ قوم صفحۂ ہستی سے نہیں مٹ سکتی اور نہ اس کو کوئی طاقت مٹا سکتی ہے یہی نوجوان قوم کی خرابیوں کمزوریوں کو دور کرتے ہیں۔ قوم کی شوکت و عظمت کا صحیح معنوں میں

...دار ہے۔ قوم کی حفاظت و ترقی کا خیال اور تڑپ اس کے دل میں باقی رہے گی تو قوم میں کمزوری و تنزل و انحطاط
...انہ ہوگا۔ اس کے دست بازو میں بڑی سے بڑی طاقت کو بے بس کردینے کی فولادی طاقت ہے۔ اور قوم کو نوجوان
...تنا قریبی تعلق ہے جتنا کہ جسم کو جان سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ نوجوان ہی قوم کا رکھوالا، قوم کا مالی قوم کا ناخدا
...بان ہوتا ہے۔ خدا کرے کہ ہماری قوم کا نوجوان قوم کے لئے اپنی زندگی وقف کردے اور اس کے دل کی آگ اس وقت
...جھے جب تک کہ پوری ملت کو اسلامی تعلیمات کا پابند نہ بنالے۔ عزیزو! دوستو اور بھائیو! اٹھو اور کمر ہمت
...کر اٹھو اور ملت اسلام کی لاج رکھ لو، سب سے پہلے حق سبحانہٗ تعالیٰ کا خوف اور اس کے احکام کی عزت اپنے
...بیں جاگزیں کرلو پھر اس کے بعد قوم کی اصلاح و تعمیر کو اہم ترین فریضۂ حیات سمجھ لو اور اس وقت تک چین نہ لو جب تک
...امن و سکون اور راحت و اطمینان کا گہوارہ نہ بن جائے۔ اس کی کمزوریاں دور نہ ہوجائیں اس کی اخلاقی خرابیاں
...ہ جائیں لیکن ان تمام باتوں کا اولین ذریعۂ کامیابی نیک اعمال کی پابندی، فسق و فجور سے بچنا، اور حق سبحانہٗ تعالیٰ
...اور دینی و دنیوی میں تعلق جوڑ لینا ہے اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں !!!

بقیہ مسجد نبوی کی تعمیر:- حق میں حاصل کرسکتے ہیں۔ اگر وہ دین کے لئے ہجرت کو اپنی زندگی کا جزو بنالیں۔ جماعت کے یہ تبلیغی سفر اور منزل سفر کے لوگوں کا
...جماعتوں کو خیر مقدم کہنا۔ حقیقتاً اسی ہجرت و نصرت کو اور اسی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ و
...قرار رکھنا ہے ـــ بہر حال مسجد نبوی تعمیر ہوگئی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں۔ کھجور کے پتوں کی چھت، کھجور کے تنوں
...کے ستون اور کچی مٹی کا فرش تھا۔ اس فرش خاک پر جبینیں جھکیں گی، انصاریوں کی جبینیں، قیامت تک اہل ایمان
...کی جبینیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ جبین مقدس، جس کی سجدہ ریزی یہاں نور ایمان عام کرگئی،
...اور وہاں شفاعت عام کردے گی۔

پہلے اس مسجد کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا کہ بحکم الٰہی قبلہ وہی تھا۔ پھر اس کا رخ بیت الحرام کی طرف
...دیا کہ اللہ کا حکم یہی ہوگیا۔ مسجود وہ ایک ذات واحد ہے اسی نے جس طرف رخ کرکے سجدہ کرنے کا حکم دیا،
...اسی طرف متوجہ ہوکر اس کے بندے سربسجود ہوگئے۔ اب بھی مسجود وہی ہے حکم ہے کہ بیت اللہ کی طرف رخ
...کرکے سجدہ کرو۔ اسی لئے دنیا کی تمام مسجدوں کا رخ اسی طرف ہے۔ تمام نمازی اسی طرف ہاتھ باندھے کھڑے ہیں
...کی طرف جھک رہے ہیں۔ اسی طرف اپنی پیشانیاں زمین پر رکھ رہے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا
...ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے جب وہ نماز میں مصروف ہوجاتا ہے تو اس کے اور کعبہ کے
...درمیان اللہ ہوتا ہے۔ (نشان منزل)

ترجمانِ
اِدارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

اور

آپ کا دینی رسالہ

ماہنامۂ "عدل"

اس وقت تک نقصان سے چل رہا ہے

اگر

آپ چاہتے ہیں، کہ یہ دین کا داعی برابر آپ تک اللہ کا پیام پہنچاتا رہے، تو اسکے جاری اور باقی رہنے کی ابھی سے فکر کیجئے اس کے خریدار بنائیے، اشتہارات دلوائیے۔

اور

اِمداد کی جو شکل آپ مناسب سمجھیے، اس سے دریغ نہ کیجئے

مینیجر ماہنامہ عدل، ۱۰۱، ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ، کھڑک، بمبئی

مسجدِ نبوی کی تعمیر

انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ
ہے کہ میزبان دو عالم ان کے مہمان ہیں۔ مدینہ کے دوران قیام میں سب سے پہلا کام جو رسول خدا
وسلم نے انجام دیا وہ تعمیر مسجد تھی۔ اب تک تو کچھ ایسا رہا کہ جہاں موقع ملا حضور اکرم وہیں نماز پڑھ لیتے
تھے۔ کبھی حضرت ارقم کے مکان میں، کبھی حضرت علی رضہ کے ساتھ، کبھی پہاڑ کے غار میں، کبھی مویشی
کبھی غار ثور میں۔ اور قبا کے مکانوں میں نماز اور صرف نماز کے لئے کوئی مخصوص، معلوم، معین جگہ نہ
پہلی مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔ اب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی بستی میں ایک مسجد کی تعمیر سے اپنے
راحم کی پہل فرمانا چاہتے ہیں۔ یہ مسجد مدینہ کی پہلی مسجد ہے مدینہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہے۔ مدینہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی قیام گاہ ہے، یہی وہ مقام ہے جس کو تا قیامت
بننا ہے۔ یہیں سے پیغام رسالت عام ہوتا ہے۔ اسی جگہ سے نور ہدایت کی تقسیم ہونے والی ہے۔ فرزندان
لئے یہی مقدس مقام، دلوں کی راحت اور روحوں کی تسکین بننے والا ہے۔ رحمت عالم یہاں قیام
شافع روز جزا اس جگہ جلوہ فرما ہوں گے۔ اس قطعۂ زمین کو گہوارہ بننا ہے۔ اس نور مجسم کے لئے
لئے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ :-

عليهم إن صلاتك سكن لهم

اے نبی تم اپنے صحابیوں کے لئے دعا کرو تمہاری دعا ان کے لئے سرو سامان تسکین ہے۔

مقام ہے جہاں حلقہ بگوشوں کے درود پیش ہوں گے اور جہاں ہفتہ میں دو بار امت کے اعمال پیش
گے۔ مدینہ طیبہ کی یہ پہلی مسجد ہے جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تعمیر فرمانا چاہتے ہیں۔
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب ایک زمین تھی جس میں کچھ قبریں تھیں، کچھ
درخت تھے۔ یہ زمین بنو نجار کی تھی۔ آپ نے قبیلہ بنو نجار کے لوگوں کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ میں اس
ریدنا چاہتا ہوں قیمت لے لو اور یہ زمین مجھ کو دے دو۔ قبیلہ والوں نے عرض کیا کہ ہم بھی اس کی قیمت
تے ہیں۔ لیکن آپ سے نہیں بلکہ اللہ عزوجل سے، معلوم ہوا کہ زمین کے مالک دو یتیم ہیں۔ آپ نے
ایا۔ وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ اپنی کائنات حضور پر نثار کر دیں۔ لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو
فرمایا۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے زمین کی قیمت ادا کر دی اور اس کے بعد اسی زمین پر مسجد کا کام شروع کرایا

سب سے پہلے قبریں کھدوا کر زمین ہموار کردی گئی۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے سا
مزدور بن کر تعمیر مسجد کے کام میں شریک ہوگئے۔ صحابہ کرام پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے
ہر ایک اپنے آپ کو مزدور بنا دینا زندگی کی سعادت و شرافت سمجھ رہا ہے۔ لو اللہ سے لگی ہوئی ہے اور ر
صورت میں ان قدوسیوں کی زبان پر اشعار جاری ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آواز میں آوا
فرمارہے ہیں۔ کہ :۔

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

(اے اللہ! بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے۔ اے اللہ انصار اور مہاجرین کی بخشش فرمادیئے
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک معروف دعا ہے۔ دعا اُن کے حق میں ہے جو انصار
اور اُن کے لئے جو مہاجر ہیں۔ رسول اللہ کی دعا ہے اور اس وقت کہ انصار و مہاجر رسول اللہؐ کے مو
تعمیر مسجد کے لئے مزدور بنے ہوئے ہیں۔ دُنیا کے مزدور اپنا پسینہ بہا کر چند پیسے حاصل کرتے ہیں۔ مسجد نب
مزدور رسول اللہؐ کی دعا حاصل کر رہے ہیں۔ آخرت کی بھلائی اور اللہ کی مغفرت اُن کا نصیب بن رہی ہے
بظاہر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا مخصوص اور محدود ہے۔ وہ صرف انصاریوں کے لئے
تعلق صرف مہاجرین سے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر اُن کے ہاتھوں انجام پا رہی ہے
وہ سب جٹے ہوئے ہیں پسینہ وہ بہا رہے ہیں، حضور کے ایماء و منشاء کی تعمیل میں وہ مصروف ہیں۔ دعا بھی
لئے ہونا چاہئے تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دُعا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض اثر سے ہو رہی
اس کے پہلے مستحق انصار و مہاجر ہیں اور ہونا چاہیئے تھا لیکن حضور کی دعا عام ہے اس کا فیضان عام ہے
طالب صادق ہے تو آج بھی اپنے آپ کو اس دعا کا مستحق بنا لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے"
کے لئے دو ہی قسم کے خادم مطلوب ہیں۔ یا وہ مہاجر ہوں، یا وہ انصار ہوں اس پیغام رسانی کے لئے
چھوڑنے والے ہوں۔ یا اس مقصد کے لئے گھر بار چھوڑنے والوں کا استقبال و خیر مقدم کرنے والے ہوا
ہجرت کرے۔ کوئی نصرت کرے۔ کوئی سفر کرے۔ کوئی ایسے مسافر کی اعانت کرے۔ اگر دین کی راہ میں اور
کو پورا کرنے کے لئے اُمت کے افراد میں یہ نقل و حرکت بھی عام ہوجائے۔ ان کی پیشوائی اور پذیرائی
تو سمجھو کہ ہجرت و نصرت کا ایک رحمت اندوز مظاہرہ ہوگا۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ
وہ اس دعا کا مستحق بن جائے گا ، یا انصاری بن کر آیا یا مہاجرین کر، اس لئے کہ الفاظ دعا یہ نہیں ہیں
[illegible] کی مغفرت فرمائے۔ بلکہ الفاظ دعا یہ ہیں کہ اے اللہ انصار و مہاجر کی مغفرت فرمائے ا
[illegible] استحقاق دعا [illegible] نہیں بلکہ نصرت اور ہجرت ہے۔ دین کو اس ہجرت و نصرت کی ہر دور
رہی۔ آج بھی ضرورت ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ اس لئے تا قیامت ہر دور والے اس دعاءِ رسو

اِدارۂ تبلیغ الاسلام

کا

تبلیغی لٹریچر کافی تعداد میں موجود ھے

جو

بخیر مسلمان، رمضان کے متبرک مہینے میں دینی کتابیں، تبلیغ دین کی خاطر، مفت تقسیم کراتے ہوں، وہ ازراہِ ہمدردی اسلامی، ادارہ کا تبلیغی لٹریچر، ضرور خریدیں اور مفت تقسیم کریں۔

ایسے حضرات کو، ادارہ اپنا لٹریچر، ۲۵ فیصدی کمیشن کیساتھ دے گا

ادارہ کا تبلیغی لٹریچر زیادہ سے زیادہ خرید کر مفت تقسیم کرائیے کہ اشاعت دین کی یہ بھی ایک صورت ھے۔

ناظم ادارۂ تبلیغ الاسلام ممبئی ۹

یتیم خانہ و مدرسہ اشرف العلوم

دلون، پوسٹ لوناؤلا ضلع پونہ۔

اس کا قیام، اس کی ضرورت، اس میں غیر معمولی کام اور ترقی کی گنجائش

مدرسہ و یتیم خانہ کا قیام آج سے چار پانچ برس پہلے، بمبئی اور پونہ کے درمیان، آمد و رفت کے سلسلہ حاجی احمد اسماعیل صاحب کا، بارہا اس بستی (دلون) سے گذر ہوا اور اس ا و قدیم مسجد میں نماز پڑھنے کا بھی اتفاق ہوا جس کے چاروں طرف اب یتیم خانہ و مدرسہ اشرف العلوم کی نئ عمارت کھڑی ہے اور جس میں اب بھی اضافہ کی بہت کچھ گنجائش ہے۔

ایک ایسی نماز بھی حاجی صاحب موصوف نے اس مسجد میں ادا کی، کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں، غیر آباد مسجد کو آباد کرنے کا خیال ڈال دیا جس کے نتیجہ میں یتیم خانہ و مدرسہ اشرف العلوم کا قیام عمل پز مولانا عبدالحق صاحب مدنی کے ہاتھوں اس مدرسہ کا افتتاح ہوا، مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی مولانا صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند اور مولانا محمد عمران خاں صاحب مہتمم دارالعلوم ندوہ جیسے متبرک حضرات اپنی تشریف آوری سے اس مدرسہ کو بابرکت فرما چکے ہیں۔ نیز بہت سے اہل خیر اور اہل دل حضرات اسماء گرامی اس وقت مستحضر نہیں اس ادارہ کو اپنے معاونوں اور دعاؤں سے سرفراز فرما چکے ہیں۔

ابتدا میں اس یتیم خانہ و مدرسہ کے تمام مصارف۔ حاجی صاحب موصوف تن تنہا برداشت کرتے تھے، کچھ موصوف کے بعض اعزا اور احباب نے بھی حسب استطاعت، اس میں حصہ لینا شروع کیا، ایک دو ما کچھ جائدادیں بھی وقف کی ہیں۔

ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی کے قیام بعد سے، اس یتیم خانہ و مدرسہ کا کافی پروپاگنڈہ ہوا اور عام مسلما بھی حسب استطاعت، اس کی امداد میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے لیکن یہ کل آمدنیاں، اخراجات ک میں بہت کم ہیں اور اس کمی کو حاجی صاحب موصوف پورا کرتے ہیں۔

انتظامی اور کسی ادارہ کے بقا و تحفظ کی جو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے بعض پر عمل کرتے ہوئے حا اس کا ایک ٹرسٹ بند بنا کر، رجسٹرڈ کرا دیا ہے۔ تعلیم کی نگرانی جناب مولانا محمد علی صاحب کے سپرد

ملات کو، حاجی صاحب موصوف اور ان کی غیر موجودگی میں حاجی ابراہیم روشن صاحب گھڑیالی اور حاجی
حب ناخدا بیڑی، انجام دیتے ہیں۔

وتیم خانہ کی ضرورت

بمبئی سے اسی میل کے فاصلہ پر، پونہ کے راستہ میں، سطح سمندر سے ۲۰۳۶ فٹ بلند، ایک پر فضا پہاڑی مقام لوناؤلا ہے۔ اس کا ایک چھوٹا سا محلہ ولونڈے
لا سے ایک میل اور وہ بالکل دیہاتی فضا رکھتا ہے) اسی جگہ پر یہ مدرسہ اور یتیم خانہ قائم کیا گیا ہے۔ پونہ
قریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ لوناؤلا میں مسلمانوں کے سات آٹھ سو گھر ہوں گے مگر دینی تعلیم کا کوئی
ں، اس مدرسہ کے قیام سے جہاں یہ مطلب ہے کہ اس آبادی میں دینی تعلیم و دینی زندگی کا رجحان پیدا کیا جائے
یہ ساتھ، ایک بنیادی خیال یہ بھی ہے کہ اس ادارہ کو تحتانی اور وسطانی دینی علوم و صنعت کا مرکز اور
سگاہ کی حیثیت سے چلایا جائے، جس کے لئے یہ جگہ بہت موزوں اور اس کی فضا بڑی سازگار ہے۔
وقت تک چار پانچ سال ترمیم و اضافہ کے مختلف تجربات میں گذر گئے اور اب امید بندھ چلی ہے کہ،
ہربانی سے، کام اب صحیح رخ پر پڑ جائے گا۔ بمبئی کے حالات کے لحاظ سے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو
، انگریزی اور صنعت و حرفت کا ایک نصاب تعلیم تیار کیا گیا تھا۔ امید ہے کہ اسی کو سامنے رکھ کر آئندہ سے
کا آغاز ہوگا۔

کام اور ترقی کی گنجائش

اس ادارہ کو بہت کچھ ترقی دی جاسکتی ہے، زمین اور روپیہ سب کچھ حاصل ہوسکتا ہے کر
حاجی احمد اسمٰعیل صاحب نے جس دریادلی کے ساتھ اخراجات کی ذمہ داری
رلی ہے اس سے کام میں آسانیوں کے پیدا ہونے کی بہت کچھ توقع ہے لیکن کام صرف زمین اور روپیہ سے
ہیں، اس کے لئے اچھے کام کرنیوالوں کی موجودگی بھی ناگزیر ہے لیکن بتوفیق الٰہی یہ مشکل بھی حل ہوجانے کی
میں پیدا ہوچلی ہیں۔
ضرورت ہے کہ بمبئی اور پونہ کے اہل علم و خیر حضرات، اس ادارہ سے تعاون کریں اور اس ادارہ کو مرکزی
تک پہنچانے میں، ان کی جس قسم کی امداد کی ضرورت پیش آئے، اس سے دریغ نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ
بہت بڑا اجر عنایت فرمائے گا۔ آخر میں یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ اس مدرسہ کی عمارت پر ایک لاکھ
یب صرف ہوا ہے، جس کو حاجی احمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی جیب سے خرچ کیا، مدرسہ و یتیم خانہ کے اخراجات
بشمول تنخواہ) تقریباً پانچسو روپئے ماہوار کے قریب ہیں۔ امدادی آمدنی کا حساب لگایا جائے تو سو روپیہ ماہوار
مدد نہ ہوگی۔ باقی رقم حاجی صاحب موصوف دیتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو جو اس مدرسہ و یتیم خانہ سے کسی قسم کی بھی ہمدردی رکھتے ہیں، انہیں دینی و دنیوی
مراد کام فرمائے۔ آمین،

خادم ملت خلیل جامعی

فہرست معاونین از اگست ۱۹۴۵ء لغایت دسمبر ۱۹۴۹ء مع تصریح امداد

اسمائے گرامی معطیات	جائے سکونت	روپے	آنہ	پائی	اسمائے گرامی معطیات	جائے سکونت	روپے	آنہ
جناب حاجی شیخ احمد اسمٰعیل صاحب مہتمم	بمبئی	۲۰۰۱	۰	۰	جناب شیخ احمد اسمٰعیل صاحب	بمبئی	۲۰۰۱	۰
جناب محمد یعقوب صاحب	کماٹھی پورہ	۵۰۰	۰	۰	جناب حاجی قدرت اللہ صاحب	”	۵ عدد تہمان	برائے طلبہ
جناب محمد بھائی	بمبئی	۱۵۰	۰	۰	عابدہ بی اہلیہ سیٹھ محمد حسن صاحب	ناگپاڑہ	۱۰۰	۰
آمنہ بی اہلیہ محمد حسین مرحوم	بمبئی	۹۱	-	-	جناب سیٹھ عبد الکریم صاحب داول	شولاپور	۲۰۰	۰
صابرہ بی زوجہ مہتمم مدرسہ ہذا	بمبئی	۱۲۹			جناب محمد حسین اسمٰعیل اینڈ کمپنی	بمبئی	جوتے ٹوپیاں	
” ” ” ”	بمبئی	۱۸۲	۸	-	جناب احمد نور حاجی محمد حنیف بیکری والا	”	۱۰۰	-
آمنہ بی زوجہ محمد حسین مرحوم	بمبئی	۹۱	۴	-	جناب محمد ضیف صاحب	بمبئی	۵	-
جناب عبد الوحید و عبد الحفیظ صاحبان	پونہ	۱۰۰	۰		جناب محمد سلیمان رحمان جی پینٹر	شولاپور	گیہوں ۱ من	۰
جناب عبد الوحید و عبد الحفیظ ”	”	۵۰	-	-	جناب بانگی صاحب مدرس مدرسہ ہذا	ورزیکہ	۱	۴
جناب حاجی شیخ احمد اسمٰعیل صاحب	بمبئی	۱۵۰۰	-	-	جناب شیخ عبد الرحمٰن مستری	داول	۳	۱۲
جناب محمد بھائی	”	۱۵۰	-	-	جناب محمد ابراہیم صاحب	”	۳	۲
جناب عبد اللہ بھائی	”	۱۷	۸	۰	جناب سید حقی صاحب	رنادل	۵	۸
جناب حاجی شیخ احمد اسمٰعیل صاحب	”	۱	۸	۰	جناب سید یوسف علی صاحب	بمبئی	۱۰	-
جناب ماسٹر عبد الرزاق صاحب	کرلا	۵۱	-	۰	جناب ماسٹر عبد الرزاق صاحب	کرلا	۵۰	-
جناب سیٹھ حاجی محمد ابراہیم صاحب روشن کمپنی	بمبئی	۲۵۱	-	۰	جناب محمد خاں عبد اللہ خاں	بمبئی	۱۵۰	۰
جناب شیخ احمد اسمٰعیل صاحب	”	۶۲	۱۲	-	یکے از اہل خیر	”	۱۰	۰
جناب حکیم عبد الکریم عبد الرحیم صاحبان	رنادل	۵۰	-	۰	جناب حاجی محمد خان عبد اللہ خان صاحب	”	۴۵	۰
آمنہ بی زوجہ جناب محمد حسین	بمبئی	۹۰	۸	۰	جناب احمد میاں عبد العزیز صاحب سیکل والے	بمبئی	۴۰	۰
جناب حاجی قدرت اللہ صاحب	”	۴۰ عدد کمبل برائے طلبہ			جناب حاجی شیخ احمد اسمٰعیل	بمبئی	۱	۱۴
جناب مولوی صغیر الحسن صاحب	”	نسخہ مشکوٰۃ المصابیح			جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مستری	داول	۳	۰
جناب سیٹھ محمد بشیر صاحب	”	۱۶	-	۰	جناب حاجی شیخ احمد اسمٰعیل	بمبئی	۱۲۰	۰
جناب مولانا محمد صابر صاحب سابق پروفیسر	اعظم گڈھ	۵	-	-	یکے از باشندگان بمبئی	بمبئی	۲	۰
جناب سیٹھ احمد عثمان صاحب	بمبئی	۱۵	-	-	شیخ محمد عثمان ساڑی والے	پونہ	۴۰۱	۰

نام	مقام	روپیہ	آنہ	پائی
…عبدالرحمٰن مستری	ویرول	کھال بکرا (ایک فرد)		
…محمد ابراہیم صاحب …شمی	بمبئی	۵	-	
…شیخ احمد اسماعیل صاحب	"	کھال بکرا (۵ فرد)		
…الدین و حافظ عنایت اللہ صاحب	"	کھال بکرا (۲ فرد)		
…محمد بشیر صاحب قریشی	"	کھال بکرا (۳ فرد)		
…شراوف محمد عثمان	"	کھال بکرا (۲ فرد)		
…عبدالوحید صاحب	پونہ	۴	-	-
…عبدالوحید عبدالحفیظ صاحبان	"	۵۰	-	-
…عبدالغنی صاحب	"	۱۰	-	-
حاجی محمد سلیم صاحب	"	۵	-	-
شیخ عبدالرحمٰن صاحب مستری	ویرول	۵	-	-
شیخ محمد ابراہیم صاحب	بھاونگر	۲۰۰	-	-
…اللہ حکیم محمد یعقوب صاحب	"	۲۰۰	-	-
…عبدالحمید صاحب و مصطفیٰ صاحب	مالیگاؤں	۵۰۱	-	-
…برکت اللہ خدابخش	"	۵۱	-	-
…[illegible] الاراکین	لوناؤلہ	۲۵	-	-
شیخ عبدالرحمٰن صاحب معمار	ویرول	۳۰	-	-
…جبان	مالیگاؤں	۱۰	-	-
محترمہ جناب مسٹر عبدالرزاق صاحب	کرلا	۱۰۰	-	-
…ڈاکٹر محمود صاحب	بمبئی	۲۰	-	-
…[illegible] کھان بمبئی	[illegible]	۱۰	-	-
…سائیکل والا	اگری پاڑہ	۲۵	-	-
…جعفر صاحب	بمبئی	۱۰	-	-
…اسماعیل محمد صاحب	بمبئی	۷۰	-	-
…کملان بمبئی	بمبئی	۲۰	-	-
…محمد صالح صاحب	بمبئی	کھال بکرا (۲ فرد)		

نام	مقام	روپیہ	آنہ	پائی
معین الحق صاحب	بمبئی	کھال بکرا (ایک فرد)		
ابراہیم عبدالکریم صاحب	ڈونگری	۱	۱۲	
شمس الدین بھائی	[illegible]	۷	-	-
حاجی داؤد صاحب	بمبئی	کھال بکرا (۲ فرد)		
جناب بشیر احمد صاحب	بمبئی	۶۰	-	-
حاجی قدرت اللہ صاحب	بمبئی	۱۰۰	-	-
حاجی عبداللطیف سائیکل والا	آگری پاڑہ	[illegible]	-	-
محمد جعفر صاحب توکل اسٹور	بمبئی	بیس تولہ بام روغن		
عبدالرزاق صاحب	بمبئی	شیان ۳ عدد		
معین الحق صاحب	[illegible]	۱۲	-	-
جناب اسماعیل ابراہیم صاحب	[illegible]	۲۵	-	-
احمد نور علی محمد صاحب	بمبئی	۵	-	-
سلیمان ولی محمد صاحب	[illegible]	۲۰۰	-	-
حاجی غنی کالا صاحب	بمبئی	۱۵	-	-
جناب عمر بھائی ولی محمد صاحب	"	۱۷	-	-
" " "	"	۳	-	-
جناب عظمت اللہ صاحب	کھڑک	۱۰	-	-
جناب منشی عبداللطیف صاحب	بمبئی	۴	-	-
جناب رمضان پیر محمد صاحب	[illegible]	۱۰	-	-
جناب عبدالرحمٰن حاجی میاں صاحب	کھڑک بمبئی	۶	-	-
جناب بالا رحیم خاں صاحب	"	۲	-	-
جناب سردار محمد صاحب	"	۱	-	-
جناب محمد بھائی جعفر بھائی	بمبئی	۴	۸	-
جناب حسین بھائی عبداللہ صاحب	کھڑک بمبئی	۳	۱۲	
جناب احمد اسماعیل صاحب	"	۴	۸	-
جناب رحمان سلونی	بمبئی	۲	۴	-

مدرسہ اصلاح

ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی!

یہ

ایک دینی مدرسہ ھے

جو

مخیر مسلمانوں کی امداد سے چلتا ہے

اس

مدرسہ میں ضرورت مند طلبا کو وظیفے بھی دیئے جاتے ہیں

آپ

اس کی امداد کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

ملتمس

ناظم ادارۂ تبلیغ الاسلام ۱۰۲، ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ کھڑک بمبئی ۹

نقشہ افطار و صوم (مطابق اسٹینڈرڈ ٹائم) ادارۂ تبلیغ الاسلام ٹن ٹرا پور

یوم	تاریخ قمری	تاریخ شمسی	ابتداء صوم منٹ	ابتداء صوم گھنٹہ	ختم صوم منٹ	ختم صوم گھنٹہ	طلوع آفتاب منٹ	طلوع آفتاب گھنٹہ	
سنیچر	۳۰ شعبان	۱۷ جون	۰	۰	۰	۰	۳	۶	
اتوار	۱ رمضان	۱۸	۲۳	۷	۳۸	۴	۳	۶	
پیر	۲	۱۹	۲۳	۷	۳۸	۴	۳	۶	
منگل	۳	۲۰	۲۳	۷	۳۸	۴	۳	۶	
بدھ	۴	۲۱	۲۳	۷	۳۸	۴	۳	۶	
جمعرات	۵	۲۲	۲۴	۷	۳۸	۴	۳	۶	
جمعہ	۶	۲۳	۲۴	۷	۳۹	۴	۴	۶	
سنیچر	۷	۲۴	۲۵	۷	۳۹	۴	۴	۶	
اتوار	۸	۲۵	۲۵	۷	۳۹	۴	۴	۶	
پیر	۹	۲۶	۲۵	۷	۳۹	۴	۴	۶	
منگل	۱۰	۲۷	۲۵	۷	۴۰	۴	۵	۶	
بدھ	۱۱	۲۸	۲۵	۷	۴۰	۴	۵	۶	
جمعرات	۱۲	۲۹	۲۵	۷	۴۱	۴	۶	۶	
جمعہ	۱۳	۳۰	۲۵	۷	۴۱	۴	۶	۶	
سنیچر	۱۴	۱ جولائی	۲۵	۷	۴۱	۴	۶	۶	
اتوار	۱۵	۲	۲۵	۷	۴۱	۴	۶	۶	
پیر	۱۶	۳	۲۶	۷	۴۲	۴	۷	۶	
منگل	۱۷	۴	۲۶	۷	۴۲	۴	۷	۶	
بدھ	۱۸	۵	۲۶	۷	۴۲	۴	۷	۶	
جمعرات	۱۹	۶	۲۶	۷	۴۲	۴	۷	۶	
جمعہ	۲۰	۷	۲۶	۷	۴۳	۴	۸	۶	
سنیچر	۲۱	۸	۲۶	۷	۴۳	۴	۸	۶	
اتوار	۲۲	۹	۲۶	۷	۴۴	۴	۹	۶	
پیر	۲۳	۱۰	۲۶	۷	۴۴	۴	۹	۶	
منگل	۲۴	۱۱	۲۶	۷	۴۴	۴	۹	۶	
بدھ	۲۵	۱۲	۲۶	۷	۴۵	۴	۱۰	۶	
جمعرات	۲۶	۱۳	۲۶	۷	۴۵	۴	۱۰	۶	
جمعہ	۲۷	۱۴	۲۵	۷	۴۶	۴	۱۱	۶	
سنیچر	۲۸	۱۵	۲۵	۷	۴۶	۴	۱۱	۶	
اتوار	۲۹	۱۶	۲۵	۷	۴۶	۴	۱۱	۶	

(۱) رمضان میں نیکیوں کا ثواب اور د
کی نسبت زیادہ ملتا ہے۔

(۲) رمضان ۲ھ میں زکوٰۃ کا
نازل ہوا۔

(۳) رمضان میں روزے رکھ کر
جس طرح آپ اپنے جسم کو مادی کثـ
سے اور روح کو نفسانی آلودگیوں سے
صاف کرتے ہیں، اسی طرح آپ اـ
مال کی زکوٰۃ رمضان ہی میں نکال کر
پاک کیجئے تاکہ رمضان کے بعد آپ
جسمانی اور مالی آلائشوں سے محفوظ

(۴) چونکہ انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کر
ملت کو کوئی اجتماعی فائدہ نہیں پہنچتا
اجتماعی فوائد حاصل کرنے کے لئے آپ کو ز
نظم قائم کرنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں ا
تبلیغ الاسلام بہت سی مفید مشورے دا

باسمہ تعالیٰ

جوانی میں بڑھاپا

اگر نزلے کی وجہ سے آپکے بال وقت سے پہلے سفید ہونا شروع ہوگئے ہوں اور جوانی یا بچپن ہی میں آپ بڈھے معلوم ہونے لگے ہوں ۔

اگر جوانی ڈھلنے کے بعد آپ اپنے بالوں کو تیزی کے ساتھ سفید ہونے سے روکنا چاہتے ہوں ۔

اگر آپ نزلے یعنی سردی کے بار بار حملے سے عاجز آچکے ہوں اور اس موذی مرض سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہوں ۔

اگر آپ اپنے بالوں کی ہر خوبی کی حفاظت کرنا چاہتے ہوں ۔

اگر آپ اپنے بالوں کو دراز ، دماغ کو طاقتور اور آنکھ کی روشنی کو محفوظ کرنا چاہتے ہوں .... تو

خوشبودار سرخ تیل اور محافظ جوانی

ضرور استعمال کیجئے

انشاءاللہ اس قسم کی تمام شکایتیں ان دونوں دواؤں کے استعمال سے چند دنوں میں دور ہوجائیں گی ۔ چالیس دن کے ایک کورس کی قیمت مبلغ بیس روپے (علاوہ محصول ڈاک)

ہر آرڈر کے ساتھ چوتھائی قیمت پیشگی آنا ضروری ہے

چونکہ یہ دوائیں سال میں ایک ہی بار تیار ہوسکتی ہیں اس لئے آرڈر دینے میں جلدی کیجئے اگر دوائیں ختم ہوگئیں تو پورا ایک سال آپ کو انتظار کرنا پڑے گا ۔

ملنے کا پتہ - ایس وی حق - ۱۳۸ ذکریا مسجد اسٹریٹ پہلا منزلہ بمبئی ۹

ضرور پڑھیئے

عدل کا رجسٹرڈ نمبر

حاصل کرنے کے لئے ، پوسٹ ماسٹر جنرل بمبئی کو ، درخواست دی گئی ہے ، درخواست کے ساتھ عدل کے خریداروں میں سے چند کے نام بھی بھیجے گئے ہیں ، تاکہ پوسٹ آفس اگر چاہے تو تصدیق کر سکے ۔

اگر آپکے نام ، تصدیق کی خاطر پوسٹ آفس خط بھیجے تو آپ بے تکلف اس کا جواب دے دیجیئے تاکہ ہمیں جلد سے جلد رجسٹرڈ نمبر حاصل ہوجائے ۔

(مینیجر عدل)

اسلام ایک جمہوری نظام ہے

(مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

اسلام کے متعلق یہ فقرہ آپ اکثر سنتے رہتے ہیں کہ یہ ایک جمہوری نظام ہے" پچھلی صدی کے آخری دور
اس فقرہ کا بار بار اعادہ کیا جا رہا ہے مگر جو لوگ اس کو زبان سے نکالتے ہیں مجھے یقین ہے کہ ان میں سے
فی ہزار بھی ایسے نہیں ہیں جنہوں نے اس دین کا باقاعدہ مطالعہ کیا ہو اور یہ سمجھنے کی کوشش کی ہو کہ اسلا
جمہوریت کس حیثیت سے ہے اور کس نوعیت کی ہے۔ ان میں سے بعض لوگ تو اسلامی نظام جماعت کی
ظاہری شکلوں کو دیکھ کر اس پر جمہوریت کا نام چسپاں کر دیتے ہیں، اور اکثر ایسے ہیں جن کی ذہنیت کچھ اس
بنی ہے کہ دنیا میں (اور خصوصاً ان کے حکمرانوں میں) جو چیز مقبول عام ہو اس کو کسی نہ کسی طرح اسلام
موجود ثابت کر دینا ان کے نزدیک اس مذہب کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ شاید وہ اسلام کو اس یتیم بچے
سمجھتے ہیں جو ہلاکت سے بس اسی طرح بچ سکتا ہے کہ کسی با اثر شخص کی سرپرستی اس کو حاصل ہو جائے۔
غالباً ان کا خیال یہ ہے کہ ہماری عزت محض مسلمان ہونے کی حیثیت سے قائم نہیں ہو سکتی، بلکہ صرف اس
قائم ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے مسلک میں دنیا کے کسی چلتے ہوئے مسلک کے اصولوں کی جھلک دکھا دیں۔ اسی ذ
کا نتیجہ ہے کہ جب دنیا میں اشتراکیت کا غلغلہ بلند ہوا تو مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے پکارنا شروع کیا
تو محض اسلام ہی کا ایک جدید اڈیشن ہے، اور جب ڈکٹیٹرشپ کا آوازہ اٹھا تو کچھ دوسرے لوگوں نے اطا
اطاعت امیر کی صدائیں بلند کرنی شروع کر دیں، اور لگے کہنے کہ یہاں سارا نظام جماعت ڈکٹیٹرشپ ہی
ہے۔ غرض اسلام کا نظریۂ سیاسی اس زمانہ میں ایک چیستان، ایک چوں چوں کا مربہ بن کر رہ گیا ہے
سے ہر وہ چیز نکال کر دکھا دی جاتی ہے جس کا بازار میں چلن ہو۔ ضرورت ہے کہ باقاعدہ علمی طریقہ سے ا
تحقیق کی جائے کہ فی الواقع اسلام کا سیاسی نظریہ ہے کیا۔ اس طرح نہ صرف ان پراگندہ خیالیوں کا خ
جو ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ اور نہ صرف ان لوگوں کا منہ بند ہو جائیگا جنہوں نے حال میں علی الاعلان یہ
اپنی جہالت کا ثبوت دیا تھا کہ "اسلام سرے سے کوئی سیاسی و تمدنی نظام تجویز ہی نہیں کرتا" بلکہ درحقیق
تاریکیوں میں بھٹکنے والی دنیا کے سامنے ایک ایسی روشنی نمودار ہو جائیگی جس کی وہ سخت حاجتمند ہے، اگر
اس حاجتمندی کا شعور اسے نہیں ہو رہی ہے۔

نظامِ اسلامی نظریات کی اساس

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اسلام محض چند منتشر خیالات اور منتشر طریق ہائے عمل کا مجموعہ نہیں ہے جس میں اِدھر اُدھر سے مختلف چیزیں لا کر جمع کر دی گئی ہوں، بلکہ یہ ایک باضابطہ نظام ہے جس کی بنیاد چند مضبوط اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ اس کے بڑے بڑے ارکان سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے جزئیات تک ہر چیز اس کے بنیادی اصولوں کے ساتھ ایک منطقی ربط رکھتی ہے۔ انسانی زندگی کے تمام مختلف شعبوں کے متعلق اس نے جتنے قاعدے اور ضابطے مقرر کئے ہیں ان سب کی رُوح اور ان کا جوہر اس کے اصول اولیہ ہی سے ماخوذ ہے۔ ان اصول اولیہ سے پوری اسلامی زندگی اپنی مختلف شاخوں کے ساتھ بالکل اسی طرح نکلتی ہے جس طرح درخت میں آپ دیکھتے ہیں کہ بیج سے جڑیں اور جڑوں سے تنہ اور تنہ سے شاخیں اور شاخوں سے پتیاں پھوٹتی ہیں، اور خوب پھیل جانے کے باوجود اس کی ایک ایک پتی اپنی جڑ کے ساتھ مربوط رہتی ہے۔ پس آپ اسلامی زندگی کے جس شعبے کو بھی سمجھنا چاہیں آپ کے لئے ناگزیر ہے کہ اس کی جڑ کی طرف رجوع کریں، کیونکہ اس کے بغیر آپ اس کی رُوح کو نہیں پا سکتے ؛ (فاران)

ادارۂ تبلیغ الاسلام کے سستے مگر مفید

دینی اسباق ؛ تبلیغی خطبات

قرآنی اسباق

دوسری دینی کتابیں منگوا کر ادارہ کو دینی کاموں کے کرنے کا موقع دیجئے

کتابوں کے ملنے کا پتہ

ادارۂ تبلیغ الاسلام ۱۰۲ ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ کھڑک بمبئی ۹

مصنوعی مکھن کی فروخت

بےگناہ لوگ مجرم قرار دیئے جاتے ہیں

میونسپلٹی کے قانون کے مطابق مصنوعی مکھن بنانا یا فروخت کرنا جرم ہے اور مجرم کو اس جرم میں عدالت سزائیں دیتی ہیں۔

صحیح مجرم کون ہے ؟ عوام اور خاص طور پر مالکان ہوٹل اس جرم کی زد میں آتے ہیں کیونکہ مکھن والے انھیں سستے مکھن کے خریدنے کی ترغیب دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں۔ پس اس آفت سے بچنے کا ایک ہی علاج ہے کہ آپ ذیل کے پتہ سے خالص مکھن یا گھی خریدیں اور ہم یقین دلاتے ہیں کہ اس دکان پر آپ کو مکھن یا گھی کے بارے میں کبھی دھوکا نہ ہوگا۔

پتہ :- محمد طاہر ابراہیم گوکھلے دکان نمبر ۱۹۶ ڈونگری اسٹریٹ، نل بازار بمبئی ۳

قبرستان کا متولّی!

(از جناب عبدالفتاح صاحب)

زندہ باد اور پائندہ باد کے فلک شگاف اور ایمان شکن نعروں کی ہولناک گونج میں اس کی لے لیٹسٹ، ([illegible]) کی کارستانی ہوئی رائفل کی گولی کی رفتار سے عقاب کی طرح ناک کر ہو اڈہ کے جانب جارہی تھی، اس کو بہت سے ضروری اور اہم امور طے کرنے تھے۔ جن کی بدولت وہ عالمی سیا والوں کی صف اوّل میں شمار کیا جاتا اور اتنی دیر میں کہ وہ موٹر میں ذرا سا ستالے اس نے آیندہ کے پروگرا غور کرنا شروع کیا اور اپنے منصوبوں کی کامیابی پر دل ہی دل میں خوش بھی ہوا۔ اور ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس موٹے موٹے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ اس کا سگریٹ اس کے عزائم سے تھرتھرا اٹھا۔۔۔ اس نے اس کی گرفت مض اور پھر سوچنے لگا۔ اتنے میں اس کی کار ہوائی جہاز کے قریب ہی جا کھڑی ہوئی۔ اور جب اس نے اپنی مڑ کلائی پر سنہری تسمہ سے بندھی ہوئی ویسٹ اینڈ واچ کو دیکھا اور اس کی گوری جلد سیاہ گھنے بالوں سمیت اس کو کچھ اس طرح دکھائی دی جیسے وہ کسی معاہداتی دستاویز کا بنڈل ہو جو اس کے دستخط کا محتاج ہے ایک مرتبہ پھر زندہ باد کی گڑگڑاتی ہوئی آواز اس کے کانوں کو بھلی معلوم ہوئی۔ وہ جلدی سے اتر پڑا اور معززین نے جلد جلد مصافحہ کیا۔ آخر وقت میں اس نے بعض بہت ہی اہم باتیں آہستہ آہستہ کہیں اور چند فیصلے کرتے ہوئے وہ ہوائی جہاز کی طرف بڑھا۔ گویہ امر یقینی تھا کہ ہوائی جہاز بغیر اس کے منشاء و حکم کے پر ہلا سکتا۔ مگر اس نے پھر ایک بار گھڑی کے نوکدار کانٹوں کو دیکھا جو وقت کی چیر پھاڑ میں مصروف تھے۔ اس کو خوشی ہوئی کہ وہ زیادہ دیر سے نہیں آیا۔ چھوٹی سی ولایتی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے اس نے سب خدا حافظ کہا اور ولولہ انگیز، جذباتی نعروں کی گونج میں اس نے نرم نرم لچکدار ربر کی سیٹ پر اپنے ہوئے جسم کو گرا دیا اور خوشبو میں بسی ہوئی دستی سے پسینہ کے ان چند قطروں کو خشک کیا جو اس کی چمک رہے تھے۔ قبل اس کے کہ اس کا پسینہ بھی خشک ہو سکے وہ فضا میں کافی بلند ہو چکا تھا۔ مشین جہاز کے ہلکے ہلکے جھکولے یوں معلوم دے رہے تھے جیسے مدھم لوریاں دی جا رہی ہوں اور اس کے خیالات بکھرنے لگے۔

ہوائی جہاز ایک جگہ اترا۔ اس نے بھی اترنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جہاز کا دروازہ کھلا اور وہ ہیٹ ہاتھ میں لئے استقبال کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اتر پڑا مگر اس کے تعجب کی کوئی

جب اس کو کسی قسم کے استقبالی نعروں کی گونج سے فضا خالی ملی اور یہاں کے لوگ بھی کچھ عجیب شانِ استغنا
آ رہے تھے۔ اس کو احساس ہوا کہ کسی اجنبی مقام پر اتر پڑا ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ یہاں جہاز کو کیوں
ہے۔ ایک افسر نے آکر اطلاع دی کہ یہاں جب تک اس بات کی پوری پوری تحقیقات نہ کر لی جائے کہ جس
آپ لوگ سفر کر رہے ہیں اس کو پورا کرنے کی آپ میں اہلیت و قابلیت بھی ہے یا نہیں اس وقت تک
سے کسی کو بھی آگے جانے کی اجازت نہیں دی جائیگی۔ اس بات پر اس کو بہت غصہ آیا۔ وہ پوری قوم
تھا۔ عوام نے اپنے ووٹ سے اس کو اس منصب پر بٹھایا تھا کہ وہ تمام اہم امور میں عالمی رہنمائی کے
رہ سکتا تھا۔ اس کی قابلیت مسلمہ تھی۔ افسر نے اس کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ آپ عوام کو
ع دکھلاتے ہیں اور وہ بہک جاتے ہیں اور کبھی وہ آپ کو سمجھاتے ہیں اور آپ وہی کرتے ہیں تاکہ آپ کی
تم نہ ہو جائے۔ کیونکہ جب کبھی آپ عوام کے منشاء کے خلاف کام کرتے ہیں تو پھر وہ آپ کو باہر نکال
ہیں جس طرح آپ اپنے مقاصد کے تحت عوام کو نکال پھینکتے ہیں۔ غرض آپ ایک دوسرے کے ساتھ
ح کی آنکھ مچولی کھیلتے رہتے ہیں اور اس کھیل میں دونوں ہی ہارتے ہیں۔ یہاں بس اس ہی چیز کی جانچ
آیا آپ نے اپنے فرائض دیانتداری سے ادا کئے ہیں یا گمراہی کے چکر میں آپ بھی شریک ہیں۔ وہ بری
ان تھا کہ کن خدائی فوجداروں میں پھنس گیا ہے۔
ن عہدہ دار نے ان میں سے سب کے ہاتھ میں ایک ایک پرچہ دے دیا جس میں پوری کارروائی کی تفصیلات
ہیں۔ چاروناچار روتے جھینکتے وہ اس مرحلہ کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ اب یہ سب ایک بڑے دالان میں
گئے۔ ان سب کو ایک کمرے میں انٹرویو کے لئے جانا تھا۔ وقت کاٹنے کے لئے وہ دیوار پر ٹنگے ہوئے
ں کو دیکھنے لگا۔ ایک فریم کو دیکھ کر وہ مبہوت سا رہ گیا۔ دنیا کے نقشے میں جا بجا ہزارہا قبریں بنی ہوئی
ر وہ خود ان قبروں کے درمیان گھومنے میں مصروف تھا۔ وہ حیرت سے اس عجیب و غریب نقشے
ہی رہا تھا کہ اس کی باری آ گئی اور وہ اس کمرے کی جانب چلا گیا۔
یہاں تعارف کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس کے سامنے اس کا پورا سابقہ ریکارڈ رکھ دیا گیا۔ اور اس میں
اپنے پورے قول و فعل کے جائزہ لینے کا موقع مل گیا۔ اس کی نظر اس طویل فہرست پر پڑی جن میں اس
ال کو "بمد فضول" جمع کر دیا گیا تھا۔ کارآمد و مفید اعمال ایک دوسرے کالم میں درج تھے جو بہت ہی
تھے۔ اور اس میں بھی برائے نام و نمود شہرت اجلب منفعت اور دیگر عنوانات کے تحت بھی متعدد کالم
خانہ اقوال کے مقابلہ میں اس کا خانہ عمل بہت ہی مختصر سا تھا۔ اس نے ایک ہی نظر میں ان تمام چیزوں
لیا اور اس کی توجیہہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔
سامنے بیٹھے ہوئے ججوں نے اس کے سامنے اس کارنامہ پر کوئی دوائی چھڑکی۔ اس کو یہ دیکھ کر بہت حیرانی

ہوئی کہ جن کاموں کی پبلک نے بڑی تعریف کی تھی اور جن کی بدولت اس کو بین الاقوامی مراتب حاصل ہو
چکے وہ سب کے سب مٹتے جا رہے ہیں۔ اس کو اس محنت کے برباد ہو جانے کا بڑا افسوس ہوا۔ کہیں ا
کام بھی نظر آتے تھے جو عادتاً یا عوام کو اپنے سے منحرف ہونے سے روکنے کے لئے وہ کیا کرتا تھا۔
تمام خیالات اور ایسے تمام نظریات جن پر اس کو ناز تھا سب مٹ گئے۔ اس پر وہ اپنی کم علمی اور بے لغ
کا افسوس کرنے لگا۔ اب اس کو تعصب اور جانبداری کا پہلی مرتبہ احساس ہوا۔ اس کو اپنی قابلیت پر ناز تھ
اب اس کو معلوم ہوا کہ تکبر خواہ وہ کسی میدان میں ہو ہمیشہ ہر کام پر پانی پھیر دیتا ہے۔

اس پر بھی وہ مایوس نہیں ہوا۔ اس نے سوچا اگر میں نے کام تھوڑا سا کیا ہے تو صلہ بھی تو کم ہی لیا ہے
بیشتر اپنی سادگی کا خیال رہتا تھا کہ وہ باوجود سخت محنت و مشقت کے بہت ہی کم معاوضہ لیتا تھا اور بہت
زندگی بسر کرتا تھا۔ اس خیال کا آنا ہی تھا کہ کمرہ کی دیوار شفاف ہو گئی۔ اور اس کو ایسا معلوم ہوا گویا ایک
غریب چڑیا خانہ ہے جس میں ہر قسم کے جانور موجود ہیں۔ پرندے چرندے، تمام آبی اور خاکی جانور موجود
بہترین چمن بندی کی ہوئی ہے وہ اس منظر کو دیکھ کر اپنی تھکن اور افسردگی کو دور کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے
کہ ایک کالا ہرن، اپنے خوبصورت سینگوں اور گٹھے ہوئے جسم کے ساتھ منہ جھکائے اس کی طرف آ رہا ہے۔
اس کو یاد آیا کہ آج صبح ہی اس نے ہرن کے کباب کھائے تھے اور اس کی خوشبو سے اس کا دماغ معطر تھا
ذائقہ زبان پر تھا۔ اس کو پھریری سی آئی "اچھا تو یہ مزدوری اور اُجرت ہے"۔ ہرن نے اپنی بڑی بڑ
سے لبریز آنکھوں سے اس کو الزامی انداز میں گھورا جیسے وہ کہہ رہا ہو "ہاں یہ اُجرت ہے جو تم کو زندہ
سلامت رکھنے کے لئے ادا کی گئی۔ ہم کو اپنی جانیں پیاری تھیں۔ ہم نے اپنی جانیں مفت میں اس لئے نہیں
کہ ہم اس کے عوض ان چند ناکارہ کاغذ کے پلندوں پر اتراتے اس کے سامنے قول و فعل کا پورا چارٹ ا
لمحہ بہ لمحہ دھندلا ہوتا جا رہا تھا۔ پھر جیسے ہرن نے کہنا شروع کیا۔ ہم کو خدا کی دی ہوئی جان پیاری تھی
ہی حکم پر ہم سر تسلیم خم کرتے تھے۔ خدا کی وسیع زمین پر جنگلوں اور بنوں میں رہتے۔ اس کے دئیے ہوئے سو
گرمی پاتے۔ صبح کا لطف اٹھاتے اور موجوں کے تھپیڑوں سے اڑتے ہوئے پانی کا غسل کرتے اور بغیر کسی
دیئے اپنی زندگی گذارتے۔ ہم کو اس کا اقرار ہے کہ ہم ناچیز ہیں۔ ہم کو کسی قسم کی بڑائی یا عظمت کا دعوٰ
ہے۔ لیکن یہ حضرت اشرف المخلوقات جو یہاں تشریف فرما ہیں۔ اگر یہ ثابت کردیں کہ ان کا وجود ا
میں اس قدر قیمتی تھا کہ ہم سب جوان کی دسترخوان کی زینت بنے رہے اور بلا چوں و چرا ان کی مرضی و
تعمیل کرتے رہے۔ ان کے وجود کو برقرار رکھنے میں ہمارا استعمال حق بجانب تھا تو ہم راضی برضا ہ
ہم خوب سمجھتے ہیں کہ ہمارا بہت غلط استعمال کیا گیا۔ اور ہم کو افسوس ہے کہ ہم ایسے نکمے آدمی کے جزو
جس کو خواہ مخواہ اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔

س کے ساتھ ہی کہکشاں کی طرح لامتناہی سلسلہ کی صورت میں گویں بجھڑے ، بھیڑ بکری ، سانبھر چیتل
ں ، بطخ ، تیتر ، بٹیر ، قاز ، چھوٹی چڑیاں ، فاختہ ، چکور اور سارس کلنگ ، ہرن ، ہرنے گے الزمول
ے سُن رہے تھے اور اس کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے ۔ مچھلی رہو ۔ جھینگا ۔ سینگ ۔ بام ۔ پاپلیٹ کیکڑا
ں کے شاکی تھے اور دوسری طرف پیلی پیلی سرسوں ، سُرخ سُرخ بادام ، سنہرے گیہوں ، سبز پٹ سن پانٹ
فیاس کے بکھرے ہوئے باغیچے خاموشی سے اس سب کارروائی کو دیکھ رہے تھے ۔
جب ہرن کا بیان ختم ہوگیا تو گائیں اس کی تائید میں چلائیں ۔ چڑیوں نے شور وغل مچایا ۔ مچھلیوں نے
پھڑائے سب کا چہرہ مارے غصہ کے سُرخ ہوگیا ۔ ترکاریوں اور کھیتوں نے غصہ سے بھری بھری سی لی
پ اس کی طرف متانت آمیز غیظ و غضب سے دیکھنے لگے ۔ وہ عجیب پریشانی میں مبتلا تھا ۔ ایسا عالم
ا جیسے خود اس کو اس ساری خونخواری کا احساس ہے اور وہ خود کو مجرم محسوس کرنے لگا ۔ وہ سوچنے
اس کا وجود درحقیقت اتنا ہی فضول اور غیر ضروری رہا ہے ۔ وہ سوچتا رہا اور اس کا کوئی جواب اس سے

پڑا ۔
اتنے میں پھر زندہ باد اور پائندہ باد کے حیات بخش نعرے بلند ہوتے سنائی دیئے اور اس کو کچھ ڈھارس
اس کا خوف کم ہونے لگا ۔ ایک جانی پہچانی آواز نے اس کو آکر سلام کیا ۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ
دامیں اترا ۔ معززین سے اس کا تعارف کرایا گیا " آپ آپ ہیں " اور " آپ آپ ہیں "
" کیا جناب میرے ساتھ چاء نوشی فرمائیں گے آپ سے میں کچھ دیر دینی گفتگو کرنا چاہتا ہوں "
مجھے آپ کے ساتھ چاء پی کر بڑی خوشی ہوتی ۔ مگر مجھے ایک جلسہ کی صدارت کرنی ہے اس لئے معافی چاہتا

ہ ۔
اور وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اس دنیا کے کاروبار سے اتنی فرصت ہی کہاں ملتی ہے جو انسان آخرت
متعلق بھی سوچ سکے ۔
مگر اس کو معاً اس اجنبی تفتیش گاہ کا خیال آیا جہاں اس کے جرائم کا پورا ریکارڈ موجود تھا ۔ اور وہ
نامعلوم خوف سے کانپ گیا ۔ مگر لوگ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ اسے سردی ہو رہی ہے ۔ حالانکہ اس کی
ں پر موٹے موٹے پسینے کے قطرے جمع ہوگئے تھے ۔ (حیات نو)

عدل کا جولائی نمبر ، رمضان کی مصروفیت اور بعض مضامین کی وجہ سے کچھ پہلے شائع کیا جارہا ہے
نوٹ کرلیجئے کہ یہ جولائی نمبر ہے ۔
خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے ۔ (منیجر)

تعارف کتب و جرائد

نماز اور ترقی کی تین راہیں:- مصنف مولانا محمد علی ایم اے۔ قیمت ۴ر صفحات ۵۶۔ پتہ:- دار الکتب اسلامیہ۔ نمبر ۱۰۱ (اے کلاس) محلہ اعظم پورہ۔ حیدرآباد دکن۔

یہ کتاب مولانا محمد علی ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کی ایک تقریر ہے جسے دار الکتب اسلامیہ نے کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ اس کتاب میں نماز کی دعاؤں کی اہمیت بہت دل نشیں انداز میں پیش کی گئی جس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس خوبی کے ساتھ، اس مختصر سے کتابچہ میں، کئی سقم بھی ہیں وہ امیر جماعت بیچ بیچ میں، اپنی جماعت کے مخصوص عقائد کی بھی تبلیغ کرنے گئے ہیں۔ در آنحالیکہ تقریر اور کتابچہ، دونوں تمام مسلمانوں کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے اور کتابی شکل بھی اس کو اس لئے دی گئی ہے

جہانِ نو" افسانہ نمبر:- مرتبہ:- جناب اسعد گیلانی و جناب محمد صدیق حسن صاحب قیمت؛ پتہ:- جہانِ نو (ہفتہ وار) یعقوب خاں روڈ، کراچی،

جہانِ نو اپنی دینی خدمات کے پیش نظر جانا پہچانا اخبار ہے۔ اس کا افسانہ نمبر، اپنی چند در چند خصوصیات کے لحاظ سے، ایک قابل ذکر اور قابل فخر کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔

ایسے دور میں، جس میں "ادب لطیف" یا "ادب جدید" کے ناموں سے۔ ذہن و دماغ کو ماؤف کر کے رجحانات کو مسموم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے علی الرغم جہانِ نو کا یہ ادبی شاہکار، صحیح و حقیقی خیالات ابھارنے اور دماغ کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دینے کی کامیاب کوشش ہے۔

ماہنامہ "انوار" کا ادبیات نمبر:- مرتب:- اصغر علی صاحب عابدی۔ قیمت ۸ر پتہ:- دفتر ماہنامہ انوار ۱۳۹، کاشانہ محلہ یحییٰ گنج

ماہنامہ انوار، تحریک اسلامی کا علمبردار، ایک خالص دینی پرچہ ہے، جو اسلامی تعلیمات کو، مختلف اصناف کے ذریعہ، پیش کرتا ہے۔

اس نے اپنا ادبیات نمبر شائع کر کے۔ اس خیال کو چیلنج کیا ہے کہ ادب، صرف نا و نوش اور تفریح ہی کا آلہ نہیں ہے بلکہ بلند پایہ صحیح تعلیمات کے پیش کرنے کا بھی ایک ذریعہ بن سکتا ہے۔ اسی کے ساتھ ان لو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمان ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

ماہنامہ

عدل

ادارۂ تحریر

اعزازی / مولانا ودود الحق ندوی ٭ مسئول خلیل احمد جامعی

بدل اشتراک
سالانہ - پانچ روپے
ششماہی - تین روپے
فی پرچہ ۸ ر
بیرون ہند
ساڑھے آٹھ روپے

مضامین
ایڈیٹر کے نام
٭
ارسال زر
مینجر عدل کے نام
ہونا چاہئے

جلد ۲ | بابت ماہ شوال المعظم ۱۳۶۹ھ مطابق اگست ۱۹۵۰ء | شمارہ ۴

فہرست

خلیل احمد جامعی اڈیٹر و پبلشر نے اجمل پرنٹنگ پریس بمبئی میں چھپوا کر دفتر عدل ادارہ تبلیغ الاسلام ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ بمبئی سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

عید الفطر

یہ کا دن بڑی خوشی کا دن ہوتا ہے، اس خوشی میں وہ بھی حصہ لیتے ہیں، جنہوں نے پورے رمضان کے روزے رکھے، تراویح باجماعت ادا کی اور قلب کو آلودگیوں سے پاک کرنے کی کوشش کی، وہ بھی جنہوں نے رمضان کا ایک روزہ نہیں رکھا، تراویح کا تو ذکر ہی کیا اور حتیٰ کہ وہ بھی جنہوں نے عید کی بھی نماز نہیں ادا کی، شمار لگایا جائے تو روزہ رکھنے والوں کی تعداد ایک فیصدی سے زائد نہ ہو اور ان میں بھی، نفس کے پورے احتساب کے ساتھ روزہ رکھنے والے تو خال خال ہی ہونگے۔ اسی کے ساتھ اس کا بھی اضافہ کر لیجئے کہ اس متبرک مہینے میں ہوٹلوں اور ماکولات کی دکانوں کی گرم بازاری سابق بدستور تھی مسلمان بڑی بیباکی کیساتھ دکانوں میں بے جھجک آتے جاتے دیکھے گئے۔ اسی طرح ممنوعات کا استعمال سر بازار، بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ہوتا رہا، حتیٰ کہ اس وقت بھی، جب کہ لوگ نماز عید کے لئے جا رہے تھے اور اس وقت بھی جب عید کی نماز پڑھ کر لوگ مسجدوں سے نکل رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان بے چاروں کو روزوں کی اہمیت کا کوئی علم ہے نہ نماز کے احترام کی کوئی فکر۔

یہ تو دین سے بیگانوں کا حال تھا لیکن وہ جنہیں کسی درجہ میں دین سے تعلق ہے اور اس کے احترام کے قائل ہیں، ان میں بھی اس متبرک مہینے کے اثرات نظر نہیں آئے، دوسروں کا تو ذکر کیا خود اپنا یہ حال ہے کہ ماہ صیام کے مخصوص وظائف ادا کرنے کے سوا قلب میں کوئی نمایاں فرق پیدا نہ ہوا۔

جب صورت حال یہ ہو تو روزوں کے ان ثمرات وکیفیات کی توقع کرنا، جن کا خالق کائنات نے روزہ دار سے وعدہ کیا ہے، اپنے متعلق غلط قسم کی خوش گمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ فیاض مطلق اس پر بھی کچھ عنایت کردے تو یہ صرف اس کی ذرہ نوازی ہے۔

کچھی حلائی جماعت اور جماعت سنگتراشاں

بمبئی کے رہنے والے ان دونوں جماعتوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان دونوں جماعتوں نے جماعتی طور پر، دین کی اشاعت وتعلیم میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ خدا کرے کہ بمبئی کی دوسری جماعتیں بھی دین کے کاموں کی طرف متوجہ ہوجائیں کہ اس وقت دنیا کے سارے کاموں کے مقابلہ میں، صرف یہی ایک کام ہے، جسے مسلمانوں کو کرنا چاہئے اس کام کو دلی جوش وخروش کے ساتھ صحیح طور پر انجام دینے سے ہی، انہیں دنیا وآخرت کی فلاح نصیب ہوگی۔

تعارف

مدیر :- مولانا حامد الانصاری غازی ۔
ۂ جمہوریت
پتہ :- قاسم بلڈنگ، پائیکلہ اسٹیشن روڈ بمبئی ۱۱
، روزنامہ، گذشتہ مہینہ سے نکلنا شروع ہوا ہے اور اُردو صحافت میں، ایک قابلِ فخر اضافہ ہے۔ قابلِ ذکر
کہ چند ہی دنوں میں، اس نے مسلمانوں کے سیاسی، معاشی اور اخلاقی پہلوؤں پر بڑی بے باکی اور آزادی
ۂ تبصرہ کیا ہے اور ہم اسی کی توقع بھی کرتے تھے، کیونکہ جمہوریت کے نکالنے میں جن لوگوں کا ہاتھ ہے
ہ آزادی کی جنگ میں بڑی پامردی کے ساتھ حصّہ لیا ہے۔
ۂ جمہوریت کی خوش قسمتی ہے کہ اُسے مولنا حامد الانصاری غازی جیسا کہنہ مشق اور صاحبِ فکر انشا پرداز
موصوف ایک ایسی بزرگ شخصیت کے سپوت ہیں جو حضرت شیخ الہندؒ کے قابلِ ذکر تلامذہ اور رفقاء کار
، تھے اور جنہوں نے ہندوستان کی آزادی اور ملتِ مسلمہ کی بہبودی کی خاطر جلاوطنی اختیار کی۔
ہم توقع کرتے ہیں کہ جمہوریت مسلمانوں کو اس راہ کی نشان دہی کرتا رہے گا جو دنیا و آخرت دونوں کی فلاح
ن ہو۔

ترتیب دینے والے :- محمود فاروقی اور محمد رونق جہان۔
تِ نو کا خاص نمبر
پتہ :- غریب خانہ، گوشہ محل روڈ، حیدرآباد دکن
اتِ نو (ہفتہ وار) کئی سال سے، حیدرآباد سے نکل رہا ہے، اپنے مخصوص اندازِ نگارش اور اظہارِ رائے کے
ے بلند درجہ رکھتا ہے، جماعتِ اسلامی کے نقیب اور دینِ قیم کے داعی ہونے کے باعث، دین کی دنیا
اس کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی ہے، ان خوبیوں کے ساتھ، زبان و ادب کے لحاظ سے بھی، یہ ایک معیاری اخبار ہے
پیشِ نظر خاص نمبر دین کے مختلف عنوانوں کو معیاری ادب کی زبان میں پیش کر کے، اس بات کا ثبوت فراہم
ہے کہ دین کو ایک خشک اور جامد شے کہنے والے، سوءِ ظن میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ حیاتِ نو کے ترتیب
الوں کے دینی جذبات و افکار کو استحکام و ترقی سے نوازتا رہے۔

ادارۂ تحریر :- آباد شاہ پوری، اور عاصی ضیائی رام پوری۔
م رحیل
پتہ :- لیعقوب خان روڈ، کراچی، سالانہ چندہ پانچ روپیہ۔ بیرون ملک سات روپیہ۔
، دین کا داعی اور اسلامی ادب کا علمبردار ہے۔ اس کا ادارۂ تحریر، اس راہ کا پرانا مسافر، اس کے لکھنے والے، دین کے معاملہ
یا سمجھوتہ کے قائل نہیں اور اسلام کے وفادار سپاہی ہیں، دیا ان کی کوششوں کی قدر کرے یا نہ کرے، وہ اور خلوص کے ساتھ دین کی

خدمت کرنے والے ہمیشہ اس سے بے نیاز رہے ہیں) لیکن خدا کے یہاں وہ اجر عظیم پائیں گے - پیش نظر رسالہ اگرچہ رجبل کا ہے لیکن
مگر ترتیب اور مضامین کی علبندی و شگفتگی کے لحاظ سے وہ اسلامی ادب کے معیار پر پورا اترتا ہے -

ماہنامہ عارف

مدیر :- عبدالرحمٰن صاحب شوق - پتہ :- اشاعت منزل ، ایل روڈ ، لاہور ، سالانہ چندہ تین روپیہ
بیرون ملک پانچ روپیہ -

عارف ایک دینی پرچہ ہے ، اس کے مدیر ایک تجربہ کار شخصیت کے مالک ہیں ، اظہار خیال و رائے میں بہت
رسالہ میں تفسیر و حدیث کے ساتھ ساتھ مختلف ادبی عنوانوں پر بھی مفید مضامین ہوتے ہیں -

ماہنامہ الاصغر

مدیر مسئول ، سید جلیل حسین صاحب .
پتہ :- دیوبند ضلع سہارنپور ، سالانہ چندہ ہند و پاکستان سے تین روپیہ ، دیگر ممالک پانچ

سرزمین دیوبند ، اپنے دارالعلوم کے باعث ، تمام عالم اسلامی میں مشہور ہے ، اسی دارالعلوم میں ، اپنے وقت کی ایک
کمالات شخصیت ، مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ کی ذات گرامی بھی تھی جس کے روحانی فیوضات و برکات کا ہر شخص معترف تھا ،
رسالہ انہیں کی یادگار کے طور پر نکالا گیا ہے جس کا مقصد خدمت دین ہے تاکہ حضرت مرحوم کی صحیح یادگار بن سکے -
خدا کرے کہ یہ رسالہ اپنے عزائم میں کامیاب ہو -

★ حجاجِ کرام کیلئے ضروری اعلان

(۱) جن حجاج کرام کے خطوط اور تار "حجاج منزل" کے ذریعہ آئیں گے اُن کے لئے اس کا انتظام کر دیا گیا ہے کہ اُن کو اپنی ڈاک مکہ معظمہ اور مدینہ
میں وقت پر ملتی رہے - جو حجاج کرام اپنی ڈاک ادارہ "حجاج منزل" کے توسط سے منگائیں وہ براہ کرم جدہ پہنچ کر دفتر "حجاج منزل"
اس سے مطلع فرما دیں (۲) — جدہ پہنچکر براہِ راست مدینہ منورہ جانے والے حجاج کرام کو ہمیشہ اپنے زائد سامان کی حفاظت کی
ہوتی ہے - اُن کی سہولت کیلئے "ادارہ حجاج منزل" نے سامان کی حفاظت کا انتظام کر دیا ہے حجاج کرام اس سے فائدہ اُٹھائیں اور
کے وسیع گودام میں جو سامان بطور امانت داخل کریں اس کی رسید دفتر سے حاصل کر لیں سامان امانت رکھنے اور اس کی حفاظت کا کوئی معاوضہ
(۳) — "حجاج منزل" میں قیام کرنے والے تمام حجاج کرام سے کسی ملازم چوکیدار ، یا جاروب کش وغیرہ کو کوئی رقم یا کوئی چیز
(جس کو اس ملک میں بخشش کہا جاتا ہے) ہرگز نہ دیں - ادارہ کی جانب سے اس کی سخت ممانعت ہے "حجاج منزل" کی حدود میں کوئی
بطور انعام یا معاوضہ کچھ طلب کرے تو براہ کرم اس کی اطلاع فوراً دفتر کو کر دیجئے جس کے لئے عہدہ داران ادارہ آپ کے شکر گزار ہوں گے

تار کا پتہ :- MANZIL JEDDAH — مدیر "حجاج منزل" جدہ

ہلالِ عید

(از علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ)

غرۂ شوال! اے نورِ نگاہِ روزہ دار
آ! کہ تھے تیرے لئے مسلم سراپا انتظار

تیری پیشانی پہ تحریرِ پیامِ عید ہے
شام تیری کیا ہے صبحِ عیش کی تمہید ہے

سرگذشتِ ملتِ بیضا کا تو آئینہ ہے
اے مہِ نو! ہم کو تجھ سے الفتِ دیرینہ ہے

جس علم کے سائے میں تیغ آزما ہوتے تھے ہم
دشمنوں کے خون سے رنگیں قبا ہوتے تھے ہم

تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی رایت کی ہے
حسنِ روز افزوں سے تیرے آبرو ملت کی ہے

آشنا پرور ہے قوم اپنی، وفا آئیں ترا
ہے محبت خیز یہ پیراہنِ سیمیں ترا

اوجِ گردوں سے ذرا دنیا کی بستی دیکھ لے
اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے

قافلے دیکھ! اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ
رہروِ درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ

دیکھ کر تجھ کو افق پر ہم لٹاتے تھے گہر
اے تہی ساغر! ہماری آج ناداری بھی دیکھ

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
اپنی آزادی بھی دیکھ، ان کی گرفتاری بھی دیکھ

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ!
بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ!

بارشِ سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو
اُمتِ مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

ہاں، تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو
اور جو بے آبرو تھے ان کی خودداری بھی دیکھ

جس کو ہم نے آشنا لطفِ تکلم سے کیا
اس حریفِ بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ

سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سن
اور ایراں میں ذرا ماتم کی تیاری بھی دیکھ

چاک کردی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا　　سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

صورت آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ!
شورشِ امروز میں محوِ سرودِ دوش رہ!

تبریکِ عید

ان حالات میں، کہ اسلام کے نام لیوا، اور اس نام سے فائدہ اٹھانے والے، اس کی حقیقت سے ناآشنا اور اسلامی، کیرکٹر سے کوسوں دور ہو چکے ہیں، اسی لئے، عید اور عید جیسی تمام تقاریب ہر سال اپنی مقررہ تاریخوں میں منائی جاتی ہیں، لیکن جس مقصد کی خاطر، یہ تقریبیں وجود میں آتی تھیں،

وَاحَسْرَتَا وَوَااَسَفَاً

کہ ہم اُن سے یا تو قطعی بے خبر ہیں یا بے خبر رہنا چاہتے ہیں۔

اِن حوصلہ شکن حالات میں "تَبْرِیکِ عِیْد" کی جُرأت صرف، اُن حوصلہ افزا اقدامات کے پیشِ نظر کیجاتی ہے جو دُنیا کے مختلف گوشوں میں اللہ کے سپاہیوں نے "دِیْنِ حَقْ" کی سربلندی اور اس کو مقبول عام (اور درحقیقت وہ اس کا مستحق بھی ہے) بنانے کے لئے کر ڈالے ہیں۔ اے اللہ! تمام انسانوں کے دلوں کو ان اقدامات کو قبول کرنیکی توفیق عطا فرما۔ آمین

عیدُ الفطر

(حضرت مولنا ابوالکلام صاحب آزاد مدظلہ)

عید آمد و افزود غمم را غم دیگر!
ماتم زدہ را عید بود ماتم دیگر!

دنیا کی ہر قوم کے لئے سال بھر میں دو چار دن ایسے ضرور آتے ہیں جن کو وہ اپنے قومی جشن کی یادگار سمجھ کر عزیز رکھتی ہے اور قوم کے ہر فرد کے لئے ان کے دورۂ عیش و نشاط کا دروازہ کھول دیتے ہیں، مسلمانوں کا جشن اور ماتم، خوشی اور غم، مرنا اور جینا جو کچھ تھا خدا کے لئے تھا:-

قُل اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین لَا شَرِیکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ اُمِرتُ وَاَنَا اَوَّلُ المُسلِمِین

کہہ دے کہ میری نماز میری تمام عبادت، میرا مرنا، میرا جینا، جو کچھ ہے خدا کے لئے ہے، جو تمام جہاں کا پروردگار ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں، مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہوں

اوروں کا جشن و نشاط لذائذ دنیوی کے حصول اور انسانی خواہشوں کی کامجوئیوں میں تھا مگر جن کے دل مشیئت الٰہی کے ماتحت اور خواہشیں رضائے الٰہی کی محکوم تھیں ان کے لئے سب سے بڑا ماتم یہ تھا کہ دل یاد سے غافل۔ اور زبان اس کے ذکر سے محروم ہو جائے اور سب سے بڑا جشن یہ تھا کہ سر اس کی طاعت میں جھکا ہو اور زبان اس کی حمد و تقدیس سے لذت یاب ہو۔

اِنَّمَا یُؤمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِینَ اِذَا ذُکِّرُوا بِھَا خَرُّوا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوا بِحَمدِ رَبِّھِم وَھُم لَا یَستَکبِرُونَ تَتَجَافٰی جُنُوبُھُم عَنِ المَضَاجِعِ یَدعُونَ رَبَّھُم خَوفًا وَّطَمَعًا ۝

ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور کسی طرح کا تکبر اور بڑائی نہیں کرتے راتوں کو سوتے ہیں تو ان کے پہلو بستر سے آشنا نہیں ہوتے اور امید و بیم کے عالم میں اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں

ان کو پیش گاہِ الٰہی سے اطاعت و شکر گزاری کے جشن کے لئے دو دن ملے تھے پہلا دن (عید الفطر) یہ اس ماہِ مقدس کے اختتام پر افضال الٰہی کے دورِ جدید کے اولین یوم کا جشن تھا جس میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام سے ان کو مخاطب فرمایا۔

شَھرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنزِلَ فِیہِ القُراٰن

رمضان شریف کا مہینہ جس میں قرآن کریم اول اول نازل

اسی مہینہ کے آخری عشرے میں سب سے پہلے انہیں وہ نورِ صداقت اور کتاب مبین دی گئی جس نے انسانی عقائد و اعمال کی تمام ظلمتوں کو دُور کیا اور ایک روشن اور سیدھی راہ دُنیا کے آگے کھولدی ہے۔

قد جاءکم من اللّٰہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللّٰہ من اتبع رضوانہ سبل السّلام | بیشک خدا کی طرف سے تمہارے پاس (قرآن) ایک روشن اور کھلی کھلی ہدایت بخشنے والی کتاب پہنچی گئی۔ اللہ اس کے ذریعہ اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی کی راہوں پر ہدایت کرتا ہے (۵ - ۸۱)

انسانی ضمیر کی روشنی جب کہ ظلمتِ ضلالت سے چھپ گئی تھی۔ فطرت کے حسن اصلی پر جب انسان نے بدعملیوں کے پردے ڈال دیئے تھے۔ قوانینِ الٰہی کا احترام اُٹھ گیا تھا اور طغیانِ سرکشی کے سیلاب میں خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہہ رہی تھیں۔

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس | خشکی اور تری دونوں میں انسانوں کے اعمال بد کی وجہ سے فساد پھیل گیا (۳۰ : ۴)

اس وقت یہ پیغام صداقت دُنیا کے لئے نجات اور ہدایت کی ایک بشارت بن کر آیا۔ اس نے جہل و باطل پرستی کی غلامی سے دنیا کو دائمی نجات دلائی، افضال و نعائم الٰہیہ کے فتح باب کا مژدہ سنایا، نئی عمارت گو خود نہیں بنائی مگر پُرانی عمارتوں کو ہمیشہ کے لئے مضبوط کردیا، نئی تعلیم گو نہیں لایا لیکن پرانی تعلیموں میں تمام تر نئی رُوح پھونک دی۔ مختصر یہ ہے کہ فطرت اور نوامیس فطرت کی گم شدہ حکومت پھر قائم ہو گئی۔

فطرت اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون | یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردو بدل نہیں ہوسکتا یہی دراہ فطرت دین کا سیدھا راستہ ہے مگر اکثر آدمی ہیں جو نہیں سمجھتے (۳۰ - ۲۹)

یہی مہینہ تھا، جس میں دُنیا کے رُوحانی نظام پر ایک عظیم الشان انقلاب طاری ہوا اسی مہینہ میں وہ عجیب و غریب رات آئی تھی جس نے اس انقلاب عظیم کا ہمیشہ کے لئے ایک اندازۂ صحیح کر کے فیصلہ کر دیا تھا اور اسی لئے وہ (لیلۃ القدر) کہلائی۔ اس کی نسبت فرمایا کہ وہ گذشتہ رسُولوں کی ہدایتوں کے ہزار مہینوں سے افضل ہے کیونکہ ان مہینوں کے اندر دنیا کو جو کچھ دیا گیا تھا وہ سب کچھ مع خدا کی نئی نعمتوں اور عطا کردہ فضلوں کے اس رات کے اندر بخش دیا گیا۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر | قرآن کریم نازل کیا گیا تھا لیلۃ القدر میں اور تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے وہ ایک ایسی رات ہے کہ جو دنیا کے ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے (۹۷ : ۱)

یہی رات تھی جس میں ارضِ الٰہی کی رُوحانی اور جسمانی خلافت کا ورثہ ایک قوم سے لے کر دُوسری قوم کو دیا گیا۔ اور یہ اسی قانونِ الٰہی کے ماتحت ہوا جس کی خبر داؤد علیہ السلام کو دی گئی تھی۔

لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض | اور ہم نے (زبور) میں پند و نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ بیشک زمین کی

یرثھا عبادی الصٰلحون | خلافت کے بہانے صالح بندے وارث ہوں گے۔ (۲۱ - ۱۰۵)

اس قانون کے مطابق دو ہزار برس تک (بنی اسرائیل) زمین کی وراثت پر قابض رہے اور خدا نے ان کو ان کے ملکوں۔ اور ان کے خاندان کو تمام عالم پر فضیلت دی۔

یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم و انی فضلتکم علی العالمین۔ | اے بنی اسرائیل! ان نعمتوں کو یاد کرو جو ہم نے تم پر انعام کیں (نیز) ہم نے تم کو (اپنی خلافت دیکر) تمام عالم پر فضیلت بخشی (۲)

یہی مہینہ اور یہی لیلۃ القدر تھی جس میں الہٰی قانون کے مطابق نیابت الہٰی کا ورثہ (بنی اسرائیل سے لے کر) کو سپرد کیا گیا۔ وہ پیمانِ محبت جو خداوند نے بیابان میں (اسحاق) سے باندھا تھا۔ وہ پیغام بشارت جو (لیف) کے گھرانے کو کنعان سے ہجرت کرتے ہوئے سنایا گیا تھا۔ وہ الہٰی رشتہ جو (کوہ سینا) کے دامن میں خدا نے ابراہیم اسحاق کے خلف صدق (بزرگ موسیٰ) کی اُمت سے جوڑا تھا اور سرزمین فراعنہ کی غلامی سے ان کو نجات دلائی خدا کی طرف سے نہیں بلکہ خود ان کی طرف سے توڑ دیا گیا تھا (داؤد) کے بنائے ہوئے (ہیکل) کا دورِ عظمت ہوچکا تھا اور وقت آگیا تھا کہ اب (اسمٰعیل کی چنی ہوئی دیواروں پر خدا کا تختِ جلال و کبریائی بچھایا جائے۔ یہ وعزل، عزت و ذلت، قرب و بعد اور ہجر و وصال کی رات تھی جس میں ایک محروم اور دوسرا کامیاب ہوا۔ دائمی ہجر کی سرگشتگی اور دوسرے کو ہمیشہ کے لئے وصل کی کامرانی عطا کی گئی۔ ایک کا بھرا ہوا دامن خالی ہوگیا۔ مگر دوسرے کی آستینِ افلاس۔ بھر دی گئی۔ ایک پر قہر و غضب کا عتاب نازل ہوا۔

ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وبآءو بغضب من اللہ۔ | بنی اسرائیل کو (ان کی نافرمانیوں) کی سزا میں ذلت اور محتاجی میں مبتلا کردیا گیا اور وہ اللہ کے بھیجے ہوئے غضب میں آگئے (۱)

لیکن دوسرے کو اس محبت کے خطاب سے سرفراز کیا۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم | تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل بھی اچھے کئے خدا کا ان سے وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت بخشے گا جس طرح ان سے پیشتر قوموں کو اس نے بخشی تھی۔ (۲۴ - ۵۴)

یہ اس لئے ہوا کہ زمین کی وراثت کے لئے عبادی الصٰلحین کی شرط لگا دی تھی۔ بنی اسرائیل نے خدا کی قدر نہ کی۔ اس کی نشانیوں کو جھٹلایا اس کے احکام سے سرتابی کی۔ اس کی بخشی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کو اپنے ذلیل کی بتلائی ہوئی ادنیٰ چیزوں سے بدل دینا چاہا۔

اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر۔ | کیا تم خدا کی بخشی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کے بدلے تم ایسی چیزوں کے طالب ہو جو ان کے مقابلہ میں نہایت ادنیٰ ہیں۔

خدائے قدوس کی زمین کثافت اور گندگی کے لئے نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جماعتوں کو چن لیتا ہے
کی طہارت کے لئے ذمہ دار ہوں لیکن جب خود ان کا وجود زمین کی طہارت و نظافت کے لئے گندگی ہو جاتا
غیرت الٰہی اس بار آلودگی سے اپنی زمین کو ہلکا کر دیتی ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے عصیان و تمرد سے ارض الٰہی
ت کو جب داغ لگا دیا تو اس کی رحمت غیور نے کوہ سینا کے دامن کی جگہ بو قبیس کی وادی کو اپنا گھر بنایا اور
کے مرغزاروں سے روٹھ کر حجاز کے ریگستان سے اپنا رشتہ قائم کیا تاکہ آزمایا جائے کہ یہ نئی قوم اپنے اعمال سے
ب اس منصب کی اہلیت ثابت کرتی ہے؟

علنا کم خلائف فی الارض لننظر من بعد | اور بنی اسرائیل کے بعد پھر ہم نے تم کو زمین کی وراثت دی تاکہ
یف تعملون۔ | دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں؟ (۱۰-۱۵)

پس یہ مہینہ بنی اسرائیل کی عظمت کے اختتام اور مسلمانوں کے اقبال کا آغاز تھا اور اس نئے دور اقبال کا
ینہ (شوال) سے شروع ہوتا تھا اس لئے اس کے یوم ورود کو (عید الفطر) کا جشن ملی قرار دیا تاکہ افضال
ظہور اور قرآن کریم کے نزول کی یاد ہمیشہ قائم رکھی جائے اور اس احسان و اعزاز کے شکریہ میں تمام ملت مرحوم
کے سامنے سر بسجود ہو۔

روا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض | اور اس وقت کو یاد کرو۔ جب مکہ میں تم نہایت کم تعداد اور کمزور تھے
ن ان یتخطفکم الناس فاوٰکم وایدکم | اور ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں زبردستی پکڑ کر اڑا نہ لے جائیں لیکن
ہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون | خدا نے تم کو جگہ دی۔ اپنی نصرت سے مدد کی عمدہ رزق تمہارے لئے
مہیا کر دیا اور یہ اس لئے تھا کہ تم شکر ادا کرو۔ (۸-۲۶)

مگر یہ عید الفطر کا جشن ملی! یہ ورود ذکر و رحمت الٰہی کی یادگار! یہ سربلندی و افتخار کی بخشش کا یادآور!
کامرانی و فیروزی و شادمانی! اس وقت تک کے لئے عیش و سرور کا دن تھا جب تک ہمارے سر تاج خلافت
ربلند ہونے کے لئے تھے اور جسم خلعت نیابت سے مفتخر ہونے کے لئے۔ عزت و عظمت جب ہمارے ساتھ
ور اقبال و کامرانی ہمارے آگے دوڑتی تھی۔ خدا کی نعمتوں کا ہم پر سایہ تھا اور اللہ کی بخشی ہوئی خلافت کے
جلال پر متمکن تھے۔ لیکن اب ہمارے اقبال و کامرانی کا تذکرہ صفحات تاریخ کا ایک افسانہ
ہ کر رہ گیا ہے۔

دنیا کی اور قومیں ہمارے لئے وسیلۂ عبرت تھیں لیکن اب خود ہمارے اقبال و ادبار کی حکایت اوروں کے لئے
باعث عبرت ہے۔ ہم نے خدا کی دی ہوئی عزت و کامرانی کو ہوائے نفس کی بتلائی ہوئی راہ مذلت سے بدل لیا۔ اس کے
کئے ہوئے منصب خلافت کی قدر نہ پہچانی اور زمین کی وراثت و نیابت کا خلعت ہم کو راس نہ آیا۔ اب ہماری

عید کی خوشیوں کے دن گئے۔ عیش و عشرت کا دور ختم ہوگیا اب عید کے عیش و طرب کی صحبتیں ان قوموں کو مبارک ہوں جن کی عبرت و تنبیہہ کے لئے اب تک ہمارا وجود بار زمین ہے۔ ان کو خوش نصیب سمجھئے جو دورِ اقبال کے ساتھ خود بھی مٹ گئے۔ ہمارا اقبال جا چکا ہے۔ مگر ہم خود اب تک دنیا میں باقی شاید اس لئے کہ غیروں کے طعنے سنیں اور اپنی ذلت و خواری پر آنسو بہا کر قوموں کے لئے وجہِ عبرت ہوں۔۔ درکارما ست نالۂ دمن درہوائے او ؏ پروانۂ چراغ مزار خودیم ما!

اس دن کی یادگار ہمارے لئے جشن و طرب کا پیغام تھی کیونکہ یہی دن ہمارے صحیفۂ اقبال کا صفحۂ اولین، اور اسی تاریخ سے ہمارے ہاتھوں قرآنی حکومت کا دورِ جدید قلوب و اجسام کی زمین پر شروع ہوا تھا۔ اس دن کا طلوع ہم کو یاد دلاتا تھا کہ بداعمالیوں نے کیونکر بنی اسرائیل کو دو ہزار سالہ عظمت سے محروم کیا اور اعمالِ حسنہ کے شرف و افتخار نے کیونکر ہمیں برکات الٰہی کا مہبط و مورد بنایا؟ اس دن کا آفتاب جب نکلتا تھا تو ہمیں خبر دیتا تھا کس طرح خدا کی زمین نافرمانیوں کی ظلمت سے تاریک ہوگئی تھی۔ اور پھر کس طرح ہمارے اعمال کی روشنی عالم پر نیرِ درخشاں بن کر نمودار ہوئی تھی! لیکن ۔

فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰۃ ، واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے خدا کی عبادت ترک کر دیا اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پس بہت جلد ان کی ان کے آگے آئیگی۔ (۱۹ - ۶)

اب یہ روز یادگار اگر یادگار ہے تو عیش و شادمانی کے لئے نہیں بلکہ حسرت و نامرادی کے لئے۔ اگر واقعات ہیں تو عطا و بخشش کی فیروزمندی کے لئے نہیں بلکہ ناقدری و کفرانِ نعمت کی مایوسی و حسرت سنجی کے۔ پہلے اس کامرانی کی یاد تھا کہ ہم دولتِ قبولیت سے سرفراز ہوئے۔ مگر اب اس نامرادی کی حسرت کو تازہ کرتا ہے ہم نے اس کی قدر نہ کی اور ذلت و عقوبت سے دوچار ہیں پہلے اس وقت سعادت کی یاد تازہ کرتا تھا جو دولت و اقبال کا آغاز تھا۔ اور اب اس دورِ مسکنت و ذلت کا زخم تازہ کرتا ہے جو ہماری عزت و کامرانی ہے۔ پہلے یکسر جشن و نشاط تھا مگر اب یکسر ماتم و حسرت ہے۔ جشن تھا تو قرآن کریم کے نزول کی یادگار پہلے ہی دن اعلان کر دیا تھا۔

یا ایھا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا

اے مسلمانو! اگر تم خدا سے ڈرتے رہے (اور اس کے احکام سے روگردانی نہ کی) تو وہ تمام عالم میں تمہارے لئے ایک امتیاز ...

اور اب ماتم ہے تو اسی قرآن کی اس پیشین گوئی کے ظہور کا کہ

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا

اور جس نے ہماری یاد سے روگردانی کی اس کی زندگی دنیا میں تنگ ...

پہلے اس بشارت کو یاد کر کے جشن مناتے تھے اور اب وہ وقت ہے کہ اس کی وعید کے نتائج کو گرد و پیش [illegible]کر عبرت پکڑیں۔ اب عید کا دن ہمارے لئے عیش و نشاط کا دن نہیں رہا۔ البتہ عبرت و موعظت کی ایک [illegible]ہ ضرور ہے۔

[illegible]انزلناہ قرآناً عربیاً وصرفنا فیہ من الوعید لعلھم یتقون او یحدث لھم ذکریٰ

اسی طرح ہم نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کیا اور اس میں طرح طرح کی وعیدیں درج کیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا اس کے ذریعہ سے ان کے دلوں میں عبرت اور فکر پیدا ہو (۲۰ - ۱۱۳)

دنیا میں عیش کی گھڑیاں کم میسر آتی ہیں پھر سال بھر کے اس تنہا جشن کو کیوں نہ عزیز رکھا جائے؟ میں [illegible]ی نہیں چاہتا کہ آپ عید کی خوشیوں میں سرمستِ عیش و نشاط ہوں اور میں افسانۂ غم چھیڑ کر آپ کے لذتِ عیش [illegible]منغص کر دوں مگر یقین کیجئے کہ اپنے دلِ اندوہ پرست کی بے قراریوں سے مجبور ہوں۔ قاعدہ ہے کہ ایک غمگین دل [illegible]لئے عیش کی گھڑیوں سے بڑھ کر اور کوئی وقت غم کے حوادث کا یاد آور نہیں ہوتا ایک غم زدہ ماں جو سال بھر [illegible]در اپنے کئی فرزندوں کو کھو چکی ہو اگر عید کے دن اس کو اپنی بقیہ اولاد کے چہرے دیکھ کر خوشی ہوگی تو ایک ایک کر [illegible]س کے گم گشتہ لختِ جگر بھی سامنے آجائیں گے۔ ایک بدبخت جو اپنا تمام مال و متاعِ غفلت و بے ہوشی میں ضائع [illegible]ر چکا ہو۔ عید کے دن جب لوگوں کی زریں قباؤں اور پرجواہر کلاہوں کو دیکھے گا تو ممکن نہیں کہ اس کو اپنی کھوئی [illegible]وئی دولت کے ساز و سامان یاد نہ آجائیں۔ دیکھتا ہوں تو یہ جشن کی عیدیں۔ عیش و مسرت کا پیام نہیں بلکہ یاد آور [illegible]د حسرت ہیں۔ آہ! کیا دنیا میں غفلت و سرشاری کی حکومت ہمیشہ ایسی ہی رہی ہے۔ کیا دنیا میں ہمیشہ نیند زیادہ [illegible]بیداری کم رہی ہے؟ یہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایک دن کی خوشیوں میں بے خود ہو کر ہمیشہ کے ماتم و اندوہ کو بھول [illegible]؟ بزمِ جشن کی تیاریاں کس کے لئے ہیں جبکہ دنیا اب ہمارے لئے ایک دائمی ماتم کدہ بن گئی ہے؟ عیش و نشاط کی [illegible]ہوں کو آگ لگا دیجئے۔ عید کے قیمتی کپڑوں کو چاک چاک کر ڈالئے۔ عطر کی شیشیوں کو اپنے بخت زبوں کی طرح [illegible]ٹ دیجئے اور اس کی جگہ مٹھیوں میں خاک و گرد بھر بھر کر اپنے سر و سینہ پر اڑایئے، زریں کلاہوں اور ریشمیں قباؤں [illegible]ے پہننے کے دن اب گئے ؎

ما خانہ رسیدگان ظلمیم!
پیغام خوش از دیار مانیست!

قومی زندگی کی مثال بالکل افراد و اشخاص کی سی ہے، بچپنے سے لے کر عہدِ شباب تک زمانہ ترقی و نشو و نما اور [illegible]ط کا دور ہوتا ہے۔ ہر چیز بڑھتی ہے اور ہر قوت میں افزائش ہوتی ہے جو دن آتا ہے طاقت و توانائی [illegible]پیام لاتا ہے طبیعت جوش و امنگ کے نشہ میں ہر وقت مخمور رہتی ہے اور اس کی خوشی و سرور میں جس طرف [illegible]ے فرحت و انبساط کا ایک بہشت زار سامنے آجاتا ہے۔ اس عالم [illegible] انسان سے یا ہر نہ غم کا وجود

اور نہ نشاط کا البتہ ہمارے پاس دو آنکھیں ضرور ایسی ہیں جو اگر غمگین ہوں تو کائنات کا ہر ذرہ غم آلودہ ہے او
مسرور ہوں تو ہر منظر موقع انبساط ہے ۔ عہد شباب و جوانی میں آنکھیں مست ہوتی ہیں اور دل جوش امنگ
غم کے کانٹے بھی تلوے میں چبھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فرش گل پر سے گذر رہے ہیں ۔ خزاں کی افسردگی بھی سا
آتی ہے تو نظر آتا ہے کہ عروس بہار سامنے آکھڑی ہوگئی ہے ، دل جب خوش ہو تو ہر شے کیوں نہ خوش نظر آ
لیکن بڑھاپے کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے پہلے جو چیزیں بڑھتی تھیں اب روز بروز گھٹنے لگتی ہیں جن
میں ہر روز افزائش ہوتی تھی ۔ اب روز بروز اضمحلال ہوتا ہے ۔ طاقت جواب دے دیتی ہے اور عیش و مسرت
ہوجاتے ہیں جو دن آتا ہے ، موت و فنا کا ایک نیا پیغام لاتا ہے اور جو دن گزرتا ہے حسرت و آرزو کی ایک یاد
جاتا ہے ۔ دُنیا کے سارے عیش و عشرت کے جلوے جو دل کی عشرت کامیوں سے تھے لیکن دل کے بدلنے سے آ
بھی بدل جاتی ہیں ، پہلے غم کی تصویر بھی شادمانی کا مرقع نظر آتی تھی ۔ اب خوشی کے شادیانے بھی بجتے ہیں تو
سے درد و اندوہ کی صدائیں سُنائی دیتی ہیں ۔ قوموں کی زندگی کا بھی یہی حال ہے ۔ ایک قوم پیدا ہوتی ہے ۔
عہد بے فکری سے کاٹ کر جوانی کی طاقت آزمائیوں میں قدم رکھتی ہے یہ وقت کاروبار زندگی کا اصلی دور ا
صحت و تندرستی کا عہد نشاط ہوتا ہے ۔ جہاں جاتی ہے ۔ اوج و اقبال اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس طرف قد
ہے دُنیا اس کے استقبال کے لئے دوڑتی ہے لیکن اس کے بعد جو زمانہ آتا ہے اس کو "پیری صد عیب" کا زمانہ
کہ قوتیں ختم ہونے لگتی ہیں اور چراغ میں تیل کم ہونا شروع ہوجاتا ہے ۔ طرح طرح کے اخلاقی و تمدنی عوارض
بروز پیدا ہونے لگتے ہیں ۔ جمعیت و اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے ساجتماعی قوتوں کا اضمحلال نظام ملت کو ضعف
و کمزور کر دیتا ہے وہی زمانہ جو کل تک اس کی جوانی کی طاقت کے آگے دم بخود تھا ۔ آج اس کے بستر پیری
ضعف و نقاہت کو دیکھتا ہے تو ذلت و حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے (قرآن کریم) نے اسی قانون خلقت کی ط
اشارہ کیا ہے ۔

اَللّٰهُ الَّذِی خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ

" اللہ وہ قادر مطلق ہے جس نے تم کو کمزور حالت میں پیدا
بچپنے کی کمزوری کے بعد جوانی کی طاقت دی پھر طاقت کے بعد
کمزوری اور بڑھاپے میں ڈال دیا وہ جس حالت کو چاہتا ہے پ
ہے اور وہی تمہاری تمام حالتوں کا علیم اور ہر حال کا ایک اند
کرنے والا ہے " (۳۰ - ۴۳)

شاید ہماری جوانی کا عہد ختم ہوچکا ۔ اب "صد عیب" پیری کی منزل سے گزر رہے ہیں ۔ ہمارا بچپن جب
حیرت انگیز اور جوانی کی طاقتیں جب درجہ زلزلہ انگیز تھیں دیکھتے ہیں تو بڑھاپے کے ضعف و نقاہت کو بھی اند

رہ پاتے ہیں شاید اس کے بعد اب منزل فنا درپیش ہے۔ چراغ تیل سے خالی ہوتا جاتا ہے اور جو لھا خاکستر ہوتا جاتا ہے۔ گذشتہ باتوں کی صرف ایک یاد رہ گئی ہے اور جوانی کے افسانے خواب وخیال معدوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہمیں مٹنا ہی ہے تو مٹنے میں دیر کیوں ہے؟ صبح فنا آگئی ہے تو شمع سحر کو بجھ ہی جانا چاہیئے جب بزم اقبال فلک میں اب ہمارے لئے جگہ نہیں رہی بہتر ہے کہ اوروں کے لئے اسے خالی کر دیں۔

رات کے پچھلے پہر کی تاریکی اور سناٹے میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔ میرا قلب مضطر اور آنکھیں اشکبار ہیں، آفتاب عید کے اشتیاق میں خفتگان انتظار کروٹیں بدل رہے ہیں مگر میری نظر ایک ٹمٹماتے ہوئے رہے ہے۔ دیکھتا ہوں تو یاس و ناامیدی کی رات گو تاریک ہے مگر پھر بھی ہماری اُمید کے افق پر ایک آخری ستارہ جھلملا رہا ہے جن آنکھوں سے ہم نے خشک درختوں کو کٹتے دیکھا ہے انہیں آنکھوں نے خشک درختوں کو سرسبز و شاداب بھی ہوتے دیکھا ہے۔

ومن آیاتہ: یریکم البرق خوفاً وطمعاً و ینزل من السماء ماءً فیحیی بہ الارض بعد موتھا ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون۔

اور خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ وہ تم کو بجلی ڈرنے اور اُمید کرنے کے لئے دکھلاتا ہے پھر آسمان سے پانی برساتا اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ بیشک عقلمندوں کے لئے ان باتوں میں قدرت الٰہی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں

سلام

بحضور خیر الانامؐ

(از زائرِ حرم جناب حمید صدیقی لکھنوی)

✕

زائرو پیش کرو جب شہِ ذیشاں کو سلام
ہم غریبوں کا بھی سلطانِ غریباں کو ~

عرض کرنا بجمالِ ادب و شوق نیاز
قبلۂ اہلِ وفا، کعبۂ ایماں کو ~

یاد رکھنا حرمِ پاک کے جانے والو
مجھ گنہگار کا اُس رحمتِ یزداں کو ~

بھول جانا نہ کہیں وقتِ تلاوت بخدا
مہبطِ رُوحِ امیں، حاملِ قرآں کو ~

خوابگاہِ شہِ کونینؐ پہ ہر لحظہ درود!
سحر و شام مرے حاصلِ ایماں کو ~

گوشہ گوشہ پہ شبستانِ رسالت کے درود
روضۂ و منبر و محرابِ درخشاں کو ~

قبۂ نور پہ ہوتے ہیں جو قرباں ہمہ شب
ان ستاروں کو سلام اس مہِ تاباں کو ~

فرشِ پا ہوتی ہے جو صحنِ حرم میں ہر سو
اس شبِ ماہ اور اس صبحِ درخشاں کو ~

جس سے ہوتی ہیں مری ہجر کی راتیں روشن
حرمِ قدس کی اس شمعِ شبستاں کو ~

گنبدِ سبز کا ہر روز جو کرتی ہیں طواف
اُن شعاعوں کو اور اُس مہرِ درخشاں کو ~

جس سے روشن ہوئے دل ہم سے سیہ کاروں کے
اس درِ پاک کی قندیلِ فروزاں کو ~

روضۂ خلد میں جو محوِ عبادت ہوں گے
ان کے حسنِ نظر و چہرۂ تاباں کو ~

درِ اقدس پہ جو مصروفِ گہرباری ہو!!
نگہِ شوق کا اس دیدۂ گریاں کو ~

وہ جو احساسِ ندامت سے ہو طوفاں بکنار
ڈبڈبائی ہوئی اس چشمِ پشیماں کو ~

گم جو ہو جلوۂ بے رنگ کے نظارے میں
دلِ مشتاق کا اس دیدۂ حیراں کو ~

باصد اخلاص و باندازِ غلامی کہنا!!
حرمِ پاک کے ہر خادم و درباں کو ~

دل کو دلِ چشم توجہ سے بنایا جس نے!
میرے اُس راہبرِ منزلِ عرفاں کو ~

جو پھرا کرتے ہیں مستوں کی طرح گلیوں میں
اُن سگانِ درِ شاہِ رسولاں کو ~

جن کو حاصل ہے شرف آپ کی پابوسی کا — اس گلی کوچے کے ذراتِ درخشاں کو سلام

نگہِ سرورِ کونین پڑی ہے جن پر !! — جادۂ و منزل و کہسار و بیاباں کو سلام

اک نظر کوہِ احد پہ مری خاطر پہلے — پھر اُسی وادئ فردوس بداماں کو سلام

محوِ آرام ہیں جس خاک پہ اصحابِ احد — ایک مہجور کا اُس گنجِ شہیداں کو سلام

جس میں ہے خلد در آغوش قبا کی مسجد — اس خیاباں کو سلام، اس چمنستاں کو سلام

رنگ و نکہت پہ شمیمِ چمنِ خلد نثار — غنچۂ و لالہ و گل، سنبل و ریحاں کو سلام

جس میں ہر لحظہ مہکتی ہے نسیمِ رحمت ! — اس گلستاں کو سلام، اہلِ گلستاں کو سلام

سازِ دل گونج اٹھا کیفِ نواسنجی سے ! — چمنِ طیبہ کے مرغانِ خوش الحاں کو سلام

جن کے صدقے میں خلش ہوتی ہے اب تک دل میں — سنگریزوں کو اور اُن خارِ مغیلاں کو سلام

کیف و مستی میں فراموش نہ ہو جائے کہیں — قافلے والوں کو اور اُن کے حدی خواں کو سلام

جس جگہ کرتے ہیں حجاج پہنچ کر منزل — ان مقامات کو، اُن کوہ و بیاباں کو سلام

مست و سرشار نظر آئیں جو کچھ ناقہ سوار — ان کے بکھرے ہوئے گیسوئے پریشاں کو سلام

پاپیادہ جو ملے راہ میں دیوانۂ شوق !! — اس غریب الوطن و بے سر و ساماں کو سلام

غازۂ خاکِ رہِ شوق ہو جس کے رخ پر — اس کے ذوقِ طلب و رنگِ پریشاں کو سلام

نعت پڑھتا ہوا مل جائے جو کوئی یمنی ! — غائبانہ مرا اُس مست و غزل خواں کو سلام

ان کی رحمت سے میسر ہوں وہ دن کاش حمید
خود کریں عرض شہنشاہِ رسولاں کو سلام

(ندائے حر

اللہ اپنے بندوں سے کیا چاہتا ہے؟

(از رفیق محترم جناب محی الدین صاحب ایوبی)

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک باپ اپنے بچہ کی پرورش کر کے جب شعور اور تمیز کی عمر کو پہنچا دیکھتا ہے
ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اور زندگی کے معاملات میں اس کے مشورہ پر عمل پیرا ہو ۔ وہ اس بات کو
برداشت نہیں کر سکتا کہ بچہ اس کی محنت اور مشقت کی بدولت پلے ، بڑھے اور سن شعور کو پہنچ کر کہا کسی اور کا
سنے ۔ چاہے دوسرے کی اطاعت کرتے وقت وہ لاکھ زبان سے باپ کے باپ ہونے کا اقرار کرتا رہے
اسی طرح ایک شوہر اپنی بیوی کو نان نفقہ دے کر اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ وہ اس کی تابعداری کرے
گھر کا نظم اُسی کی مرضی کے مطابق برقرار رکھے ۔ وہ یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ نان نفقہ وہ دے اور بیو
اطاعت اور فرمانبرداری کسی اور کی اختیار کرے ۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ تو اس بات کا بھی طالب رہتا ہے کہ ہم
اطاعت وفرمانبرداری سے آگے بڑھ کر محبت وانسیت میں بھی اس کی برابر کسی اور کو شریک نہ ٹھیرائے ۔ یہ بات
قوت برداشت سے باہر ہے کہ عورت اپنی آنکھ کے کسی معمولی سے گوشے میں بھی کسی اور کی محبت کو جگہ دے
اور آگے بڑھئے ۔ ہم کسی حکومت کی رعایا ہیں ۔ یہ حکومت امن وامان برقرار رکھنے کے فرائض انجام دیتی
تاکہ ہم سکون کے ساتھ اپنے اپنے کاروبار انجام دے سکیں اور زندگی راحت کے ساتھ گذاریں ۔ اس کام کے
میں یہ حکومت ہم سے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ ہم اس کے قوانین پر چلیں اور وفاداری و اطاعت شع
میں کسی دور کے تو کیا پاس پڑوس کے ملک سے بھی تعلقات قائم نہ کریں ۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کی
بڑی خوشامدوں اور رشوتوں کے باوجود اسے نفقتہ کا لمسٹ ہونے کے جرم سے بری نہیں کیا جا سکتا ۔

یہ باپ ، یہ شوہر اور یہ حکومت اپنی کامل اطاعت کا مطالبہ کس بنیاد پر کرتی ہیں ؟ کیا ضروریات ک
جو انہوں نے اپنے ذمے لی ہے ان کے اپنے بس کا کام ہے ، اگر خالق کائنات انہیں اس کے مواقع ف
نہ کرے اور یہ تمام ذرائع و وسائل اُن کی امانت میں نہ سونپے !! حقیقت یہی ہے کہ جن جن قوتوں کے
یہ سب ہم سے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا مطالبہ کرتے ہیں وہ سب کی سب اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہ
پھر کیا ہماری عقل یہ مان سکتی ہے کہ وہ خدا جو ہمیں اور انہیں سب کو پال پوس رہا ہے ہماری ان گنت

پورا کرنے کا سامان فراہم کر رہا ہے۔ ہم سے اپنی کامل اور خالص و بے میل اطاعت و فرمانبرداری کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ اگر ایک باپ بیٹے کی حکم عدولی کو، ایک شوہر بیوی کی غیر سے التفات کو، اور ایک حاکم دوسروں سے وفاداری اور اطاعت کیشی کی پینگوں کو برداشت نہیں کر سکتا تو کیا خدا اس بات کو خوشی اور رضامندی کی نگاہ سے دیکھے گا کہ ہم اس کی ہوا، اس کے پانی، اس کی روشنی، اسی کے پیدا کردہ زمین و آسمان اور ان کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں اور اس کی کامل و بے میل اطاعت کو چھوڑ کر زندگی کے معاملات میں جس کی اطاعت چاہیں کرتے پھریں! درحقیقت اللہ کی غیرت بھی، جو سب غیرتوں سے بڑھ کر ہے، اس کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قرآن شریف میں صاف صاف بیان فرما دیا گیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط (بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ (کسی اعتبار سے بھی) کسی کو شریک ٹھیرایا جائے اور اس کے علاوہ (اور گناہوں کو) جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔) (النساء آیت ۵۱) اور ایک جگہ کہا گیا۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔ بے شک شرک (یعنی اللہ کے ساتھ ذات، صفات یا اطاعت کسی اعتبار سے بھی کسی کو شریک ٹھیرانا) بڑا ہی ظلم ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ دنیا میں کوئی ذات یا شخصیت اس بات کا حق نہیں رکھتی کہ اس کی اطاعت ہر قسم کی قید اور شرط سے آزاد ہو کر کی جائے۔ ہاں زندگی کے معاملات کو انجام دینے کے لئے جہاں جہاں جس جس کی اطاعت کرنی پڑے گی وہ سب کی سب اللہ کے حکم کے تحت تو ہو سکتی ہے مگر اس سے آزاد ہو کر نہیں ہو سکتی۔ مثال کے طور پر ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کا حکم ماننے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ لیکن جب یہی والدین اللہ کے حکم کے خلاف کوئی حکم دینے لگیں تو کیا وہاں بھی ان کی اطاعت کی جائے گی؟ اس سوال کا جواب قرآن مجید خود دیتا ہے :- وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط "اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے حسن سلوک کی سخت تاکید کی ہے لیکن اگر وہ تیرے ساتھ اس بات کی کوشش کرنے لگیں کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھیرائے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو تو ان کی اطاعت نہ کر" (عنکبوت) اسی طرح دوسرے تمام انسانوں کی فرمانبرداری کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اصولی ارشاد فرمایا۔ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ۔ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

اللہ کی کامل و خالص اطاعت و فرمانبرداری کو قرآن مجید میں مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ اسی چیز کو انسان کی زندگی کا اصل مقصد بتایا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ہ میں نے جن اور انسانوں کو سوائے اس کے کہ میری ہی عبادت کریں (کسی اور مقصد کے لئے) پیدا نہیں کیا۔

عبادت کا مطلب بھی دراصل کامل اطاعت و بندگی ہے اس لئے کہ عبادت کا لفظ عبد سے نکلا ہے اور عبد عربی زبان میں بندہ اور غلام کو کہتے ہیں ۔ غلام کا کام آقا کی اطاعت اور اس کا حکم ماننا ہے ۔ جب تک وہ اس کی غلامی میں ہے اس کا کام آقا کا حکم بجا لانا ہے ۔ چونکہ انسان اللہ کا بندہ پیدا ہوا ہے اور پیدائش سے موت تک ساری عمر وہ کسی طرح بھی بندہ ہونے کی حیثیت سے آزاد نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا کام ساری عمر اللہ کی اطاعت و بندگی یعنی عبادت کرنا ہی ٹھیرا ۔ غلطی سے ہم نے صرف نماز روزہ ، حج اور زکوٰۃ ہی کا نام عبادت رکھ چھوڑا ہے ۔ حالانکہ اس کا مفہوم ساری زندگی پر حاوی ہے ۔ انسان کی ساری زندگی جو خدا کے احکام کے دائرے میں ہو سرتاپا عبادت ہے ۔ یہ بات اگر ہم نماز روزہ ہی پر غور کریں تو آسانی سے ہماری سمجھ میں آسکتی ہے اگر صرف نماز پڑھنے کا فعل ہی حقیقی عبادت ہوتا تو صبح سورج نکلتے وقت اور زوال کے وقت اور شام کو سورج ڈوبتے وقت بھی نماز پڑھنا عبادت ہی ہوتا ۔ حالانکہ اس کی ادائیگی ثواب کے بجائے عذاب کا موجب ہے ۔ اسی طرح عید کے دن کا روزہ بھی ناجائز ہے ۔ دراصل چیز اللہ کا حکم ہے اس نے حکم دیا کہ فلاں وقت نماز پڑھو تو ہم نماز پڑھتے ہیں اس نے حکم دیا کہ فلاں اوقات میں نماز نہ پڑھو تو ہم نہیں پڑھتے اور یہ حکم بجا لانا ہی دراصل عبادت ہے ۔

ہر شخص یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف نماز ، روزہ ، حج اور زکوٰۃ ہی کا حکم نہیں دیا ہے (حالانکہ بہت بڑی اکثریت ان فرائض کو بھی ادا نہیں کرتی ہے) بلکہ اس نے رسولِ اکرم صلعم کے ذریعہ ہم تک پوری زندگی کے متعلق اپنے احکام پہنچا دیئے ہیں شخصی اور ذاتی معاملات کے بارے میں بھی ، آپس کے تعلقات اور دوسروں کے معاملات سے متعلق بھی ۔ غرض زندگی کا کوئی معاملہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اس نے اپنی پسند اور ناپسند کے کام نہ بتا دیئے ہوں پس انسان کا کام یہی ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ان حکموں کو بجا لائے اور اگر کسی وجہ سے ایسا نہ کر سکتا ہو تو اس مجبوری سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرے ۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنا اور ماننے کا نام ہی دراصل اسلام ہے اس لئے کہ عربی میں اسلام کے معنی بھی سر تسلیم خم کر دینے اور اپنے آپ کو سپرد کر دینے کے ہیں ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اپنی تمام خواہشوں اور پسندیدگیوں کو اس کی مرضی اور ہدایت کے سپرد کر دے اور اسی کی طرف سے آئے ہوئے حکموں کی پیروی اختیار کرلے ۔ اسی لئے اس کے بھیجے ہوئے حکموں کو ماننے کا تہیہ کرنے کو ہم کہتے ہیں کہ " اسلام لے آئے " پھر اللہ تعالیٰ کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ صرف دن کے چار گھنٹوں میں اس کی بات مانو بلکہ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ پوری زندگی میں اسی کے احکام پر عمل کرو ۔ چنانچہ کہا گیا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً " اے ایمان لانے والو ! اسلام یعنی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں پورے کے پورے داخل ہو "

غرض اللہ کی کامل و خالص اطاعت ، اپنے خیالات ، عمل اور معاملات یعنی زندگی کے ہر ردیہ

احکام کی پیروی خدا کا دین ہے۔ یہی اسلام ہے اور یہی عبادت ہے۔ یہی انسانوں سے مطلوب ہے۔ اسی میں خدا کی خوشنودی مضمر ہے اور اس اہم فریضہ کی ادائیگی کے بغیر دین و دنیا میں سرخروئی کی امید ایک وہم کے سوا کچھ نہیں۔ ساتھ ہی یہ بات بھی ہمیں ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ یہ کام صرف ایک دو آدمیوں سے مطلوب نہیں ہے بلکہ ہر انسان سے مطلوب ہے۔ زید سے بھی، بکر سے بھی، مجھ سے بھی اور آپ سے بھی۔

ہر سمجھدار شخص اس بات سے اتفاق کرے گا کہ ہمارے تمام کام اس وقت تک ٹھیک ٹھیک انجام نہیں پاسکتے جب تک کہ وہ تمام لوگ جن سے ہمیں کسی حیثیت سے بھی واسطہ پڑتا ہے ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہوجائیں ایک شخص ایمان داری برتنا چاہے اور دوسرا بے ایمانی اور دغابازی پر تُلا رہے۔ ایک سب کے حقوق ادا کرنا چاہے دوسرے اس کے حقوق غصب کرنے کے پروگرام پر عمل کرتے رہیں تو اطاعتِ الٰہی کا نفاذ پوری زندگی میں قدر مشکل ہوجاتا ہے اسی لئے اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ ے دوسرے بندوں کو بھی اس کی اطاعت پر آمادہ کیا جائے انہیں بھی اس حقیقت سے آگاہ کیا جائے جسے ہم نے ہے۔ ہم میں سے ہر شخص جھوٹ، مکاری، دغابازی، چوری اور بدکاری کو بُرا کہتا اور بُرا سمجھتا ہے لیکن یہی برائیاں ں بدولت قومیں کی قومیں تباہی و ہلاکت میں گر چکی ہیں ہم میں بھی برابر فروغ پاتی چلی جارہی ہیں۔ اس کی وجہ کے سوا کیا ہے کہ ہم اپنے فرض کو نہیں پہچان رہے، اللہ کے احکامات کو دوسروں تک پہنچانے اور انہیں یکی اور خیر پر آمادہ کرنے کی جیسی کرنی چاہئے ویسی کوشش نہیں کررہے ہیں بلکہ ان کاموں کو دوسروں پر تے چلے جارہے ہیں۔ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ کام قوم کے چند بے کاروں کا مشغلہ یا زیادہ سے زیادہ انہی کا فرض ذ ہماری بہت بڑی اکثریت اس فرض سے سبکدوش ہے۔ حالانکہ قرآنِ مجید نے یہ ذمہ داری ساری اُمت پر ڈالی تھی اور ان کی صفت یہی قرار دی تھی۔

خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (ترجمہ: بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لئے برپا کیا گیا ہے۔ تم بھلائیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر رکھتے ہو" صرف اتنا ہی نہیں بلکہ دوسرے تمام انسانوں میں حق و صداقت کی گواہی دینے کے لئے انہی کو مقرر یا۔ وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

ہیں ہم نے اعتدال پر قائم رہنے والی اُمت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسُولؐ تم پر گواہ رہیں" گویا اللہ نے اب رسُول صلعم کے بعد پوری اُمت کو اپنا گواہ بنایا ہے تاکہ یہ قول اور عمل سے اس بات کی گواہی کہ دُنیا کی بھلائی اللہ کی اطاعت اختیار کرنے ہی میں ہے اور پھر آخرت میں بھی اس کو گواہی دینی پڑے گی کہ آیا نے جیسا کہ اللہ کے پیغام کو پہنچانے کا حق تھا اسے لوگوں تک پہنچایا یا نہیں۔

ہم میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام شاید کسی ایک آدھ آدمی یا گروہ کے کرنے کا ہے حالانکہ یہ ہم میں سے

ہر شخص کا فریضہ ہے۔ کیونکہ آج وہ نظم، ضبط اور باقاعدگی ملت مسلمہ میں باقی نہیں رہی ہے۔ جو حضور صلعم کے بعد کافی عرصہ تک اُمت میں پائی جاتی تھی۔ آج برائیوں اور خدا کی نافرمانیوں نے چاروں طرف سے لوگوں کو، آگھیرا ہے۔ ہر جگہ کفر و شرک اور خدا سے بغاوت و نافرمانی کا زور ہے گویا ہماری مثال اس بستی والوں کی سی ہے جہاں سے امن و امان رخصت ہو گیا ہو۔ اور چور اور ڈاکو دن دہاڑے ڈاکے ڈال رہے ہوں۔ ایسی حالت میں ہر شخص کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے گھر کی حفاظت کے لئے آرام کو ترجیح دے اور گھر سے باہر نکل آئے اور ہر امکانی حفاظتی تدبیر اختیار کرے۔ دین و ایمان پر یورش و یلغار اس زمانہ میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خود اطاعت الٰہی پر آمادہ ہو اور دوسروں کو بھی اللہ کی کامل اطاعت پر اکسانے کی پوری پوری کوشش کرے کہ اسی میں اس کی اور سب کی حقیقی فلاح و بہتری ہے۔

نرخنامہ اشتہارات!

اندرونی صفحات
پورا صفحہ :- ۳۵/- روپے
نصف صفحہ :- ۱۸/- روپے

چوتھائی صفحہ :- ۱۰/- روپے ؛ ⅛ صفحہ :- ۶/- روپے

ٹائٹل کے صفحات :- پچاس فیصدی اضافہ کے ساتھ اجرت ہر حال میں پیشگی

ایک سال کے لئے معاملہ کرنے پر پچیس فیصدی رعایت،

فحش، غیر مہذب اور رسالہ کی دینی پالیسی کے خلاف اشتہارات نہیں لئے جائیں گے۔

(مینجر عدل)

سبق ۳۲

گواہی

(از جناب مولنا قاری ودود الحی صاحب ندوی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضورؐ کی زندگی سرکار رسالت مآب علیہ السلام والصلوات کی پوری زندگی آپ کے سامنے ہے آپ نے مکہ کی سرزمین پر اس گواہی کا اظہار فرمایا اور اسی مقدس و بابرکت گواہی کی بدولت ی دنیا آپ سے جنگ پر آمادہ ہوگئی اور ہر طرح آپ کی اس گواہی کو جھٹلانے کی کوشش کرتی رہی لیکن رب العالمین ق کو حق اور باطل کو باطل کر کے دکھا دیا۔

سید عالمؐ روحی فداہ نے کبھی اس گواہی کو اہل کتاب کے سامنے یوں پیش فرمایا۔

یَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ پارہ ۳ سورہ ال عمران	آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ سوا اللہ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کو چھوڑ کر، پھر اگر وہ نہ مانیں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں

کبھی آپ نے اس طور پر یہ گواہی پیش کی۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۞ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۞ پارہ ۸ سورہ اعراف رکوع ۲۰	آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو مالک سارے جہاں کا اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا۔ اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

کبھی اس انداز میں گواہی دی۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ۞ هُوَ اللَّهُ الَّذِي	وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے پاک ہے، سالم ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰىؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ پارہ ۲۸ سورہ حشر

زبردست ہے۔ خرابی کا درست کر دینے والا ہے۔ بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہ معبود ہے پیدا کرنے والا ہے۔ ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے۔ صورت بنانے والا ہے اُس کے اچھے اچھے نام ہیں۔ سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے

کبھی زبان نبوت یوں گویا ہوئی ہے:-

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ٘ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ٘ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

پارہ ۳ سورہ آل عمران

آپ یوں کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے تو ملک جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے جس کو تو چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے پست کر دیتا ہے۔ تیرے ہی اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے تو رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتا ہے اور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرما دیتا ہے۔

شاہد کا مبارک خطاب

حضرات اگر میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تمام گواہیاں پیش خدمت کروں گا تو سارا قرآن حکیم ختم ہو جائے گا اور آپ کی گواہیاں ختم نہ ہوں گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو قرآن حکیم میں شاہد کا مبارک خطاب ان ہی جیسی صفات کے ماتحت مرحمت فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝

(پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب)

اے نبی بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا نبی بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہیں اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

خطرناک حالات

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ یہ ساری گواہیاں اکثر و بیشتر اُن خطرناک حالات میں دی گئی ہیں جب کہ طاقت اور قوت ظاہری کا شائبہ تک نہ تھا۔ حضور کے گرد و پیش دشمنوں کا ایک انبوہ اور ہجوم تھا، جو اس مقدس گواہی کے جھٹلانے پر ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہا تھا۔ لیکن اللہ کا یہ سب سے محبوب اور مقدس بندہ اپنی جگہ پر جما ہوا تھا۔ شیطان کی کسی طاقت نے اس کو گواہی سے باز نہیں رکھا

...نیا کی کوئی لالچ اس کی حقانی زبان نہ بند کر سکی۔ صلوٰت اللہ وسلامتہ علیہ۔

...تاج کرامت

مسلمانو! اگر تم یہ خیال کرو کہ یہ گواہی اسی زمانہ کے لئے تھی اور اب اس کی ضرورت نہیں تو تمہارا یہ خیال صحیح نہیں، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ عظیم الشان گواہی بالخصوص تمہارے حصہ ...آئی۔ اس نعمت غیر مترقبہ کے تم ہی حقدار قرار دیئے گئے ہو اور شہادت حق کا تاج کرامت تمہارے ہی ...وں پر رکھا گیا ہے۔

...ئہ شہادت

کبھی تم نے غور کیا کہ کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے کیا معنی ہیں؟ تم ہی بتاؤ آج وہ کونسا مسلمان ...ہو اس کلمہ کا اقرار نہ کرتا ہو، اذانوں میں، اقامتوں میں، اور نمازوں میں یہی کلمہ نہ دہراتا ہو۔ آبادیوں اور ویرانوں میں، شہروں اور دیہاتوں میں پہاڑوں پر چٹیل میدانوں میں اور بازاروں میں اور گھروں میں ...میں اور دنوں میں، گرمیوں میں اور سردیوں میں ہمیشہ اسی کلمہ کا اعلان نہ کرتا ہو۔

خدا کی قسم یہی وہ گواہی ہے جو سب سے پہلے سرکار حرمین محبوب رب المشرقین والمغربین کی زبان اقدس سے ادا ہوئی جس کے معنی یہ ہیں کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد لاشریک کے سوا ...معبود نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ...اور یہی عظیم الشان وراثت تمام مسلمانوں کے حصہ میں آئی ہے۔

آپ اس مہتمم بالشان گواہی کی اہمیت اس حدیث سے لگائیے:-

...عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ...تُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ...شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا ...سُوْلُ اللّٰهِ، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (رواہ مسلم)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو گواہی دے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد یقیناً اللہ کے رسول ہیں اللہ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے، یعنی وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔

...دتوں کا مقصود

تمام عبادتوں اور طاعتوں کا مقصود اس کے سوا اور کیا ہے کہ ایک مسلمان اللہ کی خوشنودی حاصل کر کے جنت میں داخل ہو جائے اور عذاب جہنم سے بچ جائے۔ اس حدیث میں ...یز کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے یعنی اگر اس گواہی کو اس کے پورے حقوق کے ساتھ دنیا میں پیش کیا ...تو بالآخر گواہی دینے والا عذاب جہنم سے محفوظ رہے گا۔

(باقی آئندہ)

آئینۂ عید

خطبۂ عید الفطر یکم شوال المکرم مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۵۰ء

(از جناب قاری سید داؤد الحق صاحب ندوی)

خوشی کا دن

لوگ کہتے ہیں کہ آج عید ہے۔ یعنی آج خوشی کا دن ہے۔ مسرت کا دن ہے۔ مبارک سلامت کا دن اور اُن کا ایسا کہنا بظاہر صحیح بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آج ہر ایک نے اپنے مقدور اور اپنی طاقت سے سامانِ مسرت بھی فراہم کئے ہیں۔ نئی نئی شیروانیاں۔ انواع و اقسام کی جدید اور رنگ برنگی ٹوپیاں، طرح طرح کے لباس لپٹانے والے پاک عطروں اور مشکوک سینٹوں میں لبسے ہوئے ہیں۔ یہ ہیں وہ سامانِ عیش و نشاط جن سے معلوم ہوتا۔ واقعی آج خوشی اور مسرت کا دن ہے۔ آج بچے بھی شاد، جوان بھی مسرور اور بڈھے بھی زیرِ لب مسکرا رہے ہیں۔ ہر گھر خرمے اور سوئیاں تیار کی جا رہی ہیں۔ عمدہ قسم کے ظروف اور اچھے قسم کے برتن الماریوں سے نکال کر تھالوں اور سینیوں میں رکھے ہیں۔ اعزا اور احباب کے یہاں ان ہی میں عید کی سوغاتیں بھیجی جائیں گی۔ بچے جو جلد سو جانے اور دیر سے اٹھنے کے عادی ہیں۔ پچھلی شب میں وہ دیر سے سوئے اور آج بہت سویرے اٹھ بھی بیٹھے۔ کوئی اپنی شیروانی مانگ رہا ہے تو کوئی کوٹ طلب کر رہا ہے۔ کوئی چھپنے رومال کا تقاضہ کر رہا ہے تو کوئی اپنے موزے اور بنیائن کی فکر میں ہے۔ چھوٹے بڑوں سے ہنس کر عیدی کا تقاضا کر رہے ہیں اور بڑے، بزرگ دعائیں دے دے کر ان کی جیبوں کو پیسوں اور روپوں سے بھر رہے۔ غرض جس طرف دیکھئے دھوم ہی دھوم ہے۔

یہ خوشی کس لئے

حضرات یہ تو صحیح ہے کہ آج مسرت و شادمانی کا دن ہے لیکن کوئی یہ نہیں بتاتا کہ یہ خوشی کیوں عام شادمانی اور ہر چہار جانب خوشی کے آثار کیوں نظر آرہے ہیں۔ کیا آج کے دن کسی عظیم الشان شخص کی پیدائش ہوئی ہے؟ یا کوئی زبردست لیڈر پیدا ہوا ہے؟ اگر یہ نہیں تو کیا آج کے دن تاریخ اسلام میں کوئی ملک فتح یا کسی قوم کو محکوم بنایا گیا تھا؟ اگر یہ نہیں تو کیا آج کے دن مسلمانوں کو کسی عالمگیر مصیبت سے نجات حاصل ہوئی تھی یا کسی دکھ سے چھٹکارا نصیب ہوا تھا۔ اگر یہ بھی نہیں تو کیا آج ہی کے مبارک دن میں سید عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش ہوئی تھی یا اسلام کی تکمیل ہوئی تھی۔

حیرت تو یہ ہے کہ ان میں سے ایک بات بھی اس دن میں واقع نہیں ہوئی نہ اس تاریخ میں کسی بڑے لیڈر

ظیم الشان ملک فتح ہوا۔ نہ مسلمانوں کو کسی خطرناک مصیبت سے نجات ملی، حضور کی ولادت باسعادت اس تاریخ سے
تی ہے اور نہ اسلام کی تکمیل ہی اس تاریخ میں ہوئی۔ کسی قوم کے لئے اسی قسم کے اسباب، خوشی اور شادمانی کا سبب
ہیں اور آج اس قسم کا ایک بھی سبب موجود نہیں تو پھر یہ خوشی یہ عالمگیر مسرت کس لئے ہے؟ اور اس دن کو عید
ہتے ہے؟

فطر

آپ فرمائیں گے کہ آج کی خوشی اس دن کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ آج کے دن کو عید الفطر کہتے ہیں۔ آج
ہم پر سے وہ پابندیاں دور کر دی گئیں جو ایک ماہ کامل ہم پر عائد رہی ہے اب ہم ہر وقت کھا پی سکتے ہیں۔
روزے کی دیگر پابندیوں سے آج ہم آزاد ہیں۔ آج ہم میں ہر ذی استطاعت اور صاحب حیثیت تقریباً دو سیر
اس کے دوگنے جو غریبوں اور مسکینوں کو عیدگاہ آنے سے قبل بانٹتا ہے یا اس کی قیمت فقراء اور مسائین کو دیتا ہے
صدقۃ الفطر کہتے ہیں۔ یہ خوشی اور یہ مسرت ہم کو اسی لئے ہے۔

یا زحمت

دوستو! اب معلوم ہوا کہ آپ کی خوشی کا سبب کیا ہے۔ اور آپ آج کے دن مسرور کیوں ہیں یعنی آج
آپ روزے کی پابندیوں سے آزاد ہوئے ہیں۔ اور آج آپ کے وہ بندھن توڑ دیئے گئے جن میں ایک ماہ
لے رہے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ رمضان ایک مصیبت بن کر آیا تھا جس کے گذر جانے کے بعد آپ نے ایک ٹھنڈی
ہے یا دوسرے معنوں میں رحمت کے مہینے کو آپ نے زحمت کا مہینہ تصور کیا۔ انعام و اکرام کی گھڑیوں کو آپ نے ظلم و جبر
میں شمار کیں۔ اگر اس حیثیت سے آپ کو خوشی ہے تو یہ خوشی آپ ہی کو مبارک ہو۔ اسلام کا اس خوشی میں کوئی حصہ
ہے۔

ومن

حضرات آپ یہ سن کر حیرت کریں گے کہ آج جس طرح عوام خوش ہیں اسی طرح ایک مرد مومن بھی مسرور ہے
لیکن ان دونوں کی خوشیوں میں فرق ہے۔ عوام تو بقول ان کے اس لئے خوش ہیں کہ آج ان پر سے ایک ماہ
بندشیں دور ہو گئیں اب وہ آزاد ہیں۔ لیکن ایک مومن اس لئے خوش ہے کہ گیارہ مہینے کی پیہم مصروفیتوں میں گھر سے
وجہ سے پروردگار عالم کی اطاعت میں جو ہلکا سا ضعف پیدا ہو گیا تھا وہ آج دور ہو گیا۔ ایمان کی روشن چنگاریوں پر غفلت
پڑی تھی رحمت کے اس جھونکے نے اسے اڑا دیا اور اب وہ چنگاریاں پہلے کی طرح پھر جگمگانے لگیں یعنی عوام تو اس لئے
کہ ان پر سے بندشیں دور ہوئیں اور ایک مومن اس لئے خوش ہے کہ بندگی کی حسین اور روح افزا بندشیں قبول کرنے کا
اس میں پیدا ہو گیا، وہ اس لئے مسرور ہے کہ پابندیاں ختم ہوئیں اور یہ اس لئے خوش ہے کہ اب بندشوں
کی طاقت اس میں پہلے سے زیادہ پیدا ہو گئی۔ ایک مومن پہلے روزے کی سحری ہی کے وقت جانتا تھا کہ اس کو
کا کیوں حکم دیا گیا ہے، اس نے قرآن میں یہ آیت پڑھی تھی۔

ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب | مسلمانو! جس طرح ان لوگوں پر جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں روزہ

عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ | فرض کردیا گیا تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کردیا گیا ہے پرہیزگاری پیدا ہو۔

اس آیت کے بعد اس کی نظر روزوں کی بندشوں پر نہ تھی بلکہ روزے کی غرض وغایت پر تھی۔ وہ جانتا تھا کے حکم سے پروردگار عالم کا یہ مقصود نہیں کہ انسان فاقہ کرے اور اپنے جسم کو تکلیف ومشقت میں ڈالے بلکہ اس کا منشا کہ نفس انسانی کی تہذیب اور اس کی اصلاح ہو۔ پرہیزگاری کی قوت پیدا ہو۔ نفسانی خواہشوں کو قابو میں رکھنے کا جیسا کہ لعلکم تتقون کے جملے سے صاف ظاہر اور واضح ہے۔

ایک مومن رمضان بھر اسی مقصد کو حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے، عید کا دن حقیقتاً اس کے انعام کا دن ہوتا مہینہ بھر امتحان کے نتیجہ کا دن ہوتا ہے، اس کی مسلسل سعی وکوشش کے ثمرات کا دن ہوتا ہے۔ آج وہ اپنے میں روحانی طاقت محسوس کرتا ہے اس کا ایمان، گناہ کی آلودگیوں اور کثافتوں سے پاک صاف ہو کر از سر نو تازہ ہو جاتا اس کو مسرت ہوتی ہے اس موقعہ پر اس کی ربانی فطرت اس سے کہتی ہے کہ تم کو اتنی بڑی دولت ملی ہے تو کچھ تم بھی سرفراز ہوئے ہو تو دوسروں کو نوازو بھی، صدقۃ الفطر اسی تقاضے کی گویا تعمیل ہے۔

دونوں کا فرق

اب آپ خود فرمائیے کہ اس خوشی اور اُس خوشی میں کتنا بڑا فرق ہے۔ اس خوشی سے اطاعت ا بڑھتا ہے اور اُس خوشی سے گھٹتا ہے۔ اس سے بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اور اس ہوتا ہے۔ اس سے اسلام کے دوسرے تقاضوں کو پورا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُس سے اللہ کے حکموا کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آج اصل خوشی اور حقیقی مسرت کا اُسی کو حق حاصل ہے جس نے روزوں کے جانا اور رمضان کی اس حقیقت کو پہچانا۔ ان کے علاوہ جتنے لوگ ہیں اس موقعہ پر ان کی خوشی کی کوئی وجہ معلوم

بے مقصد جماعت

حضرات یہ ایک مثال تھی اس حقیقت کی کہ آج مسلمان دین سے کس درجہ ناواقف۔ حقائق سے کہاں تک نابلد ہے۔ اس قسم کی غلطیوں میں وہ ایک عرصے سے مبتلا ہے نے کہ دین سے جو فوائد اُسے حاصل ہونے چاہئیں وہ نہیں حاصل ہوتے۔ آج دنیا کے پردے پر یہی ایک ایسی جماعت ہے کا کوئی مقصد نہیں۔ جس کو یہ نہیں معلوم کہ وہ دنیا میں کیوں ہے۔ اس کی امتیازی خصوصیات اور اس کی ذمہ داریاں مسلمان ہونے کے کیا ہیں؟

خواص

ایک طرف عوام کا تو یہ حال ہے کہ وہ دین کے حقائق سے ناواقف ہیں دین کے تقاضوں کو پہچانے دین سے نابلد ہیں۔ اور روح اسلام سے کوسوں دور ہیں اور دوسری طرف وہ خواص ہیں جن کے اس وقت ان کی قیادت جو ان کے راہنما ہیں ہادی اور رہبر ہیں۔ اُن کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے اپنے حجروں اور معتکف ہیں۔ انہوں نے وہاں سے نکلنے کی گویا قسم کھالی ہے، اگر وہ اپنے مقامات پر خالی بیٹھے ہی رہتے۔ جب ہم

فسوس تو یہ ہے کہ اُن میں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی اپنی جگہوں پر ایسی زمین دوز UNDER GROUND سازشوں میں
ری طور پر لگے ہوئے ہیں جس سے خطرہ ہے کہ ملت کا سفینہ بہت جلد غرق ہو جائے گا۔ وہ اپنی دکانوں کے سجانے میں مصروف
ان کو اس سے غرض نہیں کہ اسلام پر اور مسلمانوں پر کیا گذرتی ہے۔ ان کو تو اپنے اغراض کی فکر ہے، اگر ان کے مقاصد
کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے پورے ہوتے ہیں تو اُن کو اس کا مطلقاً رنج نہیں۔ اگر ان کے قتل عام سے ان کے چہروں پر
آتی ہے اور اُن کا خون ان کے رخساروں کا غازہ بنتا ہے تو یہ اس کے لئے بالکل تیار ہیں۔

ق اکبر کا مشورہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو ایک جماعت نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ امیر المومنین نے اصحاب رائے کو جمع فرما کر مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔ ان میں اکثر حضرات نے
کے پیش نظر یہ مشورہ دیا کہ فی الحال ان سے کوئی تعارض نہ کیا جائے۔ اگر ایسی صورت میں جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
موجود نہیں ہیں ان کو چھیڑا گیا تو مبادا اس کا اثر دوسرے لوگوں پر نہ پڑے اس لئے بہتر یہی ہوگا کہ اس وقت خاموشی
کی جائے۔

ت دینی

امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا تَمَّ الدِّیْنُ وَانْقَطَعَ الْوَحْیُ اَیُنْقَصُ وَاَنَا حَیٌّ۔ سنو۔ دین مکمل ہو چکا ہے اور حضور کے بعد وحی کا سلسلہ موقوف ہو چکا اب جبریل اللہ کی طرف
اری رہنمائی کے لئے نہ آئیں گے ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناقص ہوتا جائے اس میں
پیدا ہوتے رہیں اور ہم یوں ہی تماشہ دیکھتے رہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے تو میں تنہا
ے ان باغیوں سے جنگ کروں گا۔ اس سلسلہ میں اگر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کر دیئے جائیں تو مجھے پرواہ نہیں۔
ر وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا جب تک زکوٰۃ کا ایک ایک حبہ ان سے نہ وصول کر لوں۔

کیا ہمارے خواص کے لئے صدیق اکبر کے اس واقعہ میں کوئی بصیرت نہیں۔ کیا عائشہؓ کے باپ ابوبکرؓ کی غیرت ایمانی سے
دتھوڑا سا بھی حصہ نہیں ملا۔

ا کا حال زار

آج ان حالات میں جب کہ نمازیں ختم ہو رہی ہیں۔ روزہ خوری کی عام عادت ہو رہی ہے۔ زکوٰۃ کا نظام درہم برہم ہو رہا ہے۔ دین کا احترام اٹھ رہا ہے۔ قرآنی احکامات پامال کئے جا رہے ہیں۔ مدینہ والے
رشتے توڑے جا رہے ہیں۔ مسجدوں میں اللہ کے نام کے سوا غیر اللہ کے نام پکارے جا رہے ہیں۔ مدرسے مٹ رہے ہیں
اللہ اور قال الرسول کے فردوسی نغموں سے خانقاہیں خالی ہو کر ڈھول ہارمونیم اور طبلوں کی تھاپوں سے گونج رہی ہیں۔ کیا
سے زیادہ کسی اور نازک دور کے وہ منتظر ہیں۔ آخر وہ کب اپنے حجروں اور اپنی آرام گاہوں سے باہر آ کر اللہ کے
کی طرف لوگوں کو بلائیں گے؟

طین پر قبضہ

مسلمان اس موقعہ پر کان کھول کر یہ بھی سُن لیں کہ قسطنطنیہ میں جب مسلمانوں کا لشکر داخل ہوا تو

تو عیسائی علماء اپنے گرجوں میں بیٹھے ہوئے اس بات پر تو تو میں میں کر رہے تھے کہ جس دن حضرت مسیح کو چاہنے والی تھی، اس روز انہوں نے کس قسم کی روٹی کھائی تھی۔ ادھر وہ اس قسم کے مباحثوں میں مصروف تھے اور دو مسلمان شہر پر قبضہ کر رہے تھے۔

انقلاب بغداد

بالکل یہی صورت اُس وقت پیدا ہوئی جب کہ مسلمان دین کے اصل تقاضوں کو بھلا بیٹھے دین سے غافل ہو گئے اور دنیاوی عیش و عشرت میں پھنس کر اپنی ذمہ داریوں سے دُور اس وقت بغداد میں ان کے علماء ایک دُوسرے کو کافر بنا رہے تھے۔ مناظرے اور مباحثے کے زبردست اکھا کر رہے تھے۔ ملک کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹ رہے تھے اور چنگیزی لشکر بغداد پر قبضہ کر کے ان کو تہہ تیغ اس موقعہ پر صرف بغداد میں ستّر ہزار مسلمان تہہ تیغ کئے گئے تھے۔ دنیائے اسلام میں دُوسری جگہ مسلمان قتل کئے گئے ان کی تعداد اس میں شامل نہیں۔

تاریخ کی کروٹ

حضرات! بدقسمتی سے تاریخ نے ایک بار پھر اُسی قسم کی کروٹ لی ہے۔ آج دُنیا میں دین خداوندی کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے، کمیونزم جو خالص بے دینی تحریک ہے اور جس کا منشاہی یہ ہے کہ روئے زمین سے مذاہب عالم کو فنا کر دیا جائے۔ آج وہ پوری شدت دنیا پر چھاتا چلا جارہا ہے۔

کوریا کی جنگ

کون کہہ سکتا ہے کہ کوریا کی جنگ کے یہ شعلے مستقبل قریب میں براعظم ایشیا کو اپنے لپیٹ نہ لے لیں گے، اگرچہ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ جنگ عارضی طور پر ختم ہو جائے لیکن یہ ہے کہ افق عالم پر اس وقت جو بے دینی کے بادل چھا چکے ہیں بغیر برسے ہوئے نہ چھٹیں گے۔

مؤدبانہ سوال

اس موقعہ پر میں اپنے بزرگوں سے مؤدبانہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ان عالمگیر خطرات کرنے کے لئے انہوں نے کیا تیاریاں کی ہیں۔ کیا معمولی معمولی مسائل میں ایک دوسرے آنے والے خدشات کو ٹالا جا سکے گا۔ کیا حجروں میں بیٹھ کر اور اپنے نازک ہاتھوں کو چھپا کر اس طوفان کا رخ کیا جا سکے گا، اگر نہیں تو پھر وہ دن کب آئے گا جب کہ آپ بے تابی کے ساتھ میدانوں میں نکلیں گے اور نصرت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں گے۔

ہوشیار باش

خوب یاد رکھئے اگر یہی لیل و نہار رہے تو وہ وقت دُور نہیں جب کہ آپ کی یہ بھی ختم ہو جائے گی اور دنیا آپ کی طرف مُنہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے گی۔ اس وقت آپ ہوں گے مجبور ہوں گے، آج حالات بہت کچھ قابو میں ہیں اس لئے ان سے صحیح فائدہ اٹھانا آپ کا کام۔

ے ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں   مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے

حقیقت اس حقیقت سے آپ بھی انکار نہیں کرسکتے کہ دور حاضر میں بے دینی کی جتنی تحریکیں چل رہی ہیں۔ ان کے مقابلہ کے لئے کسی مذہب میں دم نہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی نظام نہیں وہ زائد سے زائد چند رسومات کا ایک الجھا ہوا مجموعہ ہیں اور جو طوفان ان کو مٹانے کے لئے ابھر رہا ہے وہ نظام کے اعتبار سے بہت منظم اور طاقتور ہے۔ ان حالات میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تنہا ہیں آکر شیطان کی ان تمام تحریکات کا مقابلہ کرکے ان کو ہمیشہ شکست دے سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہی وہ دین ہے پاس انسانی زندگی کا سب سے بہتر خدائی نظام ہے۔ جو بالکل صاف، واضح اور غیر مبہم ہے۔ صدیوں کا آزمایا ہوا ہے اور تیر بہدف ہے۔ یہ انسان کی معاش اور معاد، دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کا واحد ذمہ دار ہے۔ اس لئے صرف یہی اس طوفان کا مقابلہ کرسکتا ہے۔

ڈ شا ابھی چند ہی سال کی بات ہے کہ یورپ کا مشہور مفکر اور محقق برنا ڈ شا نے کہا تھا کہ مستقبل یعنی آنیوالے زمانہ میں تمام نظام ہائے زندگی اور جملہ تحریکات فنا ہو جائیں گی اور باقی رہنے والوں میں یا تو کمیونزم ہوگا سلام۔

عبرت افسوس کہ آج یورپ کا ایک بے دین مفکر زمانے کے پردے پر اس قسم کے نقوش دیکھ رہا ہے لیکن خود اسلام کا حامل دین حق کا داعی، اپنے حجروں میں بیٹھا ہوا یا تو چند الجھے ہوئے، غیر ضروری ئل پر ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے میں مصروف ہے یا اس نے قوم کے ڈر سے اپنے منہ کو بے زبان حق گو کو مقفل یا ہے یا اس کو راضی کرنے کے لئے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کو پس پشت ڈال دیا ہے حالانکہ آج کی سخت ضرورت ہے کہ لوگوں کے قلوب واذہان کی اسلام کے صحیح علم کی روشنی میں تربیت کی جائے اور ان کو صالح کی طرف راغب کیا جائے۔ لیقین جانئے آج مسلمانوں کی یہی سب سے بڑی خدمت ہے اور یہی وقت کا سب سے اتقاضا ہے۔

متحدہ کوشش کی ضرورت برادران اسلام، یہ ہے مسلمانوں کے عوام دخواص کا حال جس کو ختم کرنے کے لئے ہم کو متحدہ طور پر مسلسل کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن افسوس کہ آج ہمارے س امر کے لئے کوئی منظم اور باقاعدہ نظام نہیں اور فی الحال ہم اس پر سوچنے کے لئے تیار بھی نہیں؟

افسوس آج ہم کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہم نمازیں کیوں پڑھتے ہیں۔ نمازوں میں کیا پڑھتے ہیں۔ روزے کیوں رکھتے اور ان کا اصل مقصد کیا ہے۔

زکوٰۃ مالداروں پر کیوں فرض ہے اور اس کے اندر ملت کی کونسی زندگی پوشیدہ ہے۔

ج کی اصل روح کیا ہے۔ قرآن دنیا میں کیا چاہتا ہے اور وہ کس قسم کے انقلاب کا مطالبہ کرتا ہے۔

مدرسے اور ادارے

مذہبی ادارے اور دینی مدارس کی موجودگی میں اس کی توقع تھی کہ آج نہیں تو کل ملت احساس ہوگا اور وہ اس ضرورت کو ان ذرائع سے پورا کرے گی لیکن بدقسمتی سے وہ چراغ سحری ہو رہے ہیں آج وہ بجھا تو کل وہ گل ہوگیا رفتہ رفتہ مذہبی ادارے اور دینی مدارس بند ہوتے جا رہے مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ شاید چند سالوں کے بعد ان مدارس اور مکاتیب کے نام ہی نام ہوں گے اور صوری حیثیت سے یہ فنا ہو چکے ہوں گے اور ان کے بعد ہمارے لئے دین کے تمام دروازے بند ہو چکے ہوں گے۔

حقیقی مسرت

مسلمانو! بتاؤ ان حالات میں جب کہ ملت کی ناؤ منجدھار میں ہچکولے کھا رہی ہو حساس دلوں کو خوشی کا ہے؟ اور ان کے لئے عید میں کیا مسرت ہو سکتی ہے؟

ہماری حقیقی مسرت تو اسی دن ہوگی جب کہ ملت کا سفینہ گرداب حوادث سے نکل کر ساحل مراد پر آ لگے گا۔

ہماری عید تو اسی دن ہوگی جب کہ دنیا یا کم از کم ہر مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے اپنے آپ کو کر دے گا۔ ہماری صحیح خوشی کا وہی دن ہوگا جس دن ایک ایک مسلمان کے دل میں اسلام کی خدمت کا صحیح جذبہ بیدار ہو جائے۔

آج تو ہماری زبانوں پر یہ شعر ہے ؎

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بے زار بیٹھے ہیں

مسلمانو! آج ہنسو نہیں بلکہ رؤ اور جی بھر کر رؤ۔ بتاؤ اس وقت تمہیں خوشی ہوگی تو کیونکر جب کہ دین پا ہے۔ تمہیں ہنسی آئے گی تو کیونکر جب کہ اسلام کا ہرا بھرا درخت کمہلا رہا ہے۔ تمہیں مسرت ہوگی تو کیونکر جب کہ سبز گ آرام فرمانے والے بے قرار ہیں۔

داتا کا دروازہ

اٹھو اور اس داتا کے دروازے پر چلو جہاں سے کوئی محروم واپس نہیں آتا۔ جہاں دوست اور سب ہی پر مہربانیاں ہوتی ہیں۔ جن کے کرم کے بغیر دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔

دعا

اُسی سے کہو اے ہمارے مالک ہم سب تیرے ہیں اور تیرے ہی کہلاتے ہیں آج ہم دکھ کے مارے کہاں جائیں کا آسرا ڈھونڈیں کون ہے جو ہم ستم رسیدوں کی مصیبت کاٹے گا۔ ارحم الراحمین ہم پر رحم فرما۔ ہماری بگڑ ہماری نیا کو پار لگا دے۔ اے اللہ ؎

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بُت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں!

اے ابراہیمؑ پر نار نمرود کو گل گلزار بنانے والے ہم پر بھی رحم فرما۔ اے نوحؑ کی کشتی کے کھیون ہار ہمارا کو بھی پار لگا دے۔

اے مچھلی کے پیٹ میں یونسؑ کی پکار سننے والے ہماری بھی سن لے۔

اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ چاہنے والے اور ہر موقعہ پر ان کی مدد فرمانے والے ہم سے

نام لیوا ہیں۔ اُن ہی کا کلمہ پڑھنے والے ہیں — مولیٰ ان کے تصدق اور اُن کے وسیلہ میں، اسلام کا بول بالا کردے۔
اے رب العالمین جب تک تیری مدد شامل حال نہ ہو ہمارا کوئی کام نہیں بن سکتا۔ مالک ہمارے اپنی مدد سے ہم کو
— تیرے آخری اور سب سے والے نبی اور تیرے بعد سب سے عزت والے رسُول، آمنہ کے لال اور عبداللہ کے جگر
سنت مٹ رہی ہے۔ مولائے کریم اس کی حفاظت فرما۔
تیرے قرآن کا احترام دلوں سے اٹھ رہا ہے۔ ا اس کی حرمت کو قائم کردے۔
آمین یا رب العالمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
وآخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین

خط وکتابت کرتے وقت پتہ صاف اور خوشخط لکھیں۔

خط وکتابت کے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور لکھیں۔ (منیجر)

کامیاب زندگی

(جناب مولانا ابو محمد امام الدین صاحب رام نگری)

غیر اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق کامیاب لوگ وہ سمجھے جاتے ہیں جو شاندار کوٹھیوں اور سر بفلک عمار
میں رہتے ہوں، خوش ذائقہ اور نفیس کھانے کھاتے ہوں۔ اعلیٰ درجے کے قیمتی لباس زیب تن کرتے ہوں۔ ن
گداز بستروں پر سوتے ہوں جن کے لئے عیش و عشرت کے دوسرے تمام سامان بھی فراہم ہوں، جن کے گ
چاندی کی تجوریاں سے مالا مال ہوں۔ بنکوں، ملوں اور کارخانوں میں جن کے حصے ہوں۔ ہزاروں مزدور، ک
اور دوسرے مفلس و محتاج انسان جن کے رحم و کرم پر جیتے ہوں۔ جن کو وقت کی حکومت میں بڑے بڑ
عہدے اور مناصب حاصل ہوں، جن کو سرکاری درباروں اور پارٹیوں کے لئے دعوت نامے ملتے ہوں ؟
رسوخ و اقتدار سے انسانوں کے کسی بڑے یا چھوٹے طبقے پر خدائی کرتے ہوں،

جہاں تک دولت و ثروت کا تعلق ہے اگر وہ حد جواز کے اندر حاصل کی جائے تو اسلامی نظام زند
اس کا مخالف نہیں بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے بہت سی سعادتیں اور نیکیاں ہیں جو دولت تموّ
ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہیں، زکوٰۃ اور صدقہ کا تمام تر دارومدار مال و دولت پر ہے۔ حج کی ادائیگی کے لئے
کی ضرورت ہے۔ مال و دولت کے بغیر زندگی کی کوئی مشنری نہیں چل سکتی، خود اسلامی نظام کو بھی اپنے
کی تکمیل کے لئے مال و دولت کی ضرورت پڑتی ہے، اسلام کو یہ بھی پسند نہیں کہ اس کے نظام کے تحت
گزارنے والے فقر و فاقہ میں مبتلا ہوں۔ محتاجی و بے چارگی کا دور کرنا، اسلام کے پروگرام کا خصوصی
اگر اس بارے میں اسلام جائز نہیں رکھتا تو اس بات کو کہ اس کا نام لینے والے اور اس کا پرچم بلند کرنے
دولت و تمول اور راحت و تعیش کو مقصودِ حیات بنالیں اور عدل و انصاف اور دیانت و راستی کی ؛
بے نیاز ہوکر دولت حاصل کریں اور جائز و ناجائز کا امتیاز ترک کرکے دادِ عیش و عشرت دیں ۔

اسلام نے زندگی کا جو نظام پیش کیا ہے اس کی رو سے زندگی اسی دنیا تک ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ وہ
کہ دنیا کے خاتمہ کے بعد زندگی کے ایک جدید دور کا آغاز ہوگا، اور اصل کامیابی اسی دورِ حیات کی کامیا
اسلام نے فلاح و کامیابی کا جو پاکیزہ اور بلند معیار مقرر کیا ہے وہ اسی نظریہ پر مبنی ہے۔ یہی وہ نقط

جس پر دنیاوی زندگی کی کامیابی و فلاح کا بھی انحصار ہے اگر آخرت کی زندگی پر یقین نہ ہو اور زندگی صرف اسی دنیا تک محدود سمجھ لی جائے تو زندگی کو سیدھی راہ پر چلانے کے لئے اس کی پشت پر کوئی مضبوط اور صحیح عقیدہ باقی نہیں رہ جاتا، اور انسان کا گمراہ ہو جانا یقینی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ انسان عدل و انصاف، دیانت و ایمان داری، اور صداقت و راستبازی کو ضروری سمجھے، اور اخلاص و نیکی اور ایثار و قربانی کو اپنی زندگی میں کوئی خاص جگہ دے، پھر تو اس کے لئے اپنی ذات اور اس کی پرستش کے سوا اس کا کوئی مقصدِ حیات باقی نہیں رہ جاتا، اس مقصد کے حصول کے لئے وہ ہر اس چیز کو اختیار کر سکتا ہے جو مفید ہو، خواہ وہ ظلم و عدوان ہو حق کشی اور بے انصافی ہو، بے ایمانی اور بد دیانتی ہو، فساد اور خوں ریزی ہو، مکر و فریب، و کذب بیانی اور بدعہدی ہو، چنانچہ آج عام طور پر دنیا کا یہی حال ہے، دنیا کی بڑی بڑی مہذب اور شائستہ قومیں جو اپنی وحشیانہ طاقت اور حرام وسائل سے فراہم کی ہوئی دولت کے ذریعہ اقوام عالم کی امامت و پیشوائی کر رہی ہیں ان تمام مفاسد و نتائج کا مرکز و مرجع بنی ہوئی ہیں اور سارا عالم انسانی فتنہ و فساد، ظلم و عدوان، تصادم و تنازع اور جنگ و پیکار کا میدان بن گیا ہے لیکن اسلام اس اصولِ زندگی کا سخت مخالف ہے وہ جس زندگی کا داعی و معلم ہے، اس کا نقشہ قرآن مجید نے اٹھارھویں پارے میں اس طرح پیش فرمایا ہے :-

قَد اَفلح المؤمنون، اَلّذِین ھُمْ فی صَلٰوتِھِم خَاشِعُون، والّذین ھُمْ عَنِ اللّغوِ معرِضون والّذین ھُم لِلزکوٰۃِ فاعِلون، والّذین ھُم لِفروجھم حافظون اِلّا علٰی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین، فمن ابتغٰی وراءَ ذالکَ فاولٰئکَ ھم العادون، والّذین ھُم لِاَمانَاتِھِم وعھدِھم راعون، والّذین ھُم علٰی صَلَوٰتِھِم یُحافظون، اولٰئکَ ھُم الوارثون الّذین یرثون الفردوس، ھم فیھا خالدون ۝

(پ ۱۸ مومنون)

بلاشبہ ایمان لانے والے کامیاب ہوئے (کون ایمان لانے والے) جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع رکھتے ہیں، جو نکمی باتوں سے رُخ پھیرے ہوئے ہیں جو زکوٰۃ ادا کرنے میں سرگرم ہیں، جو اپنے ستر کی نگہداشت سے کبھی غافل نہیں ہوتے، ہاں اپنی بیویوں سے زن و شوہر کا علاقہ رکھتے ہیں۔ یا ان سے جو ان کی ملکیت میں آگئی ہیں (یعنی غلامی کی حالت میں پڑی ہوئی عورتیں جو ان کے نکاح میں آگئیں) تو ان سے علاقہ رکھنے پر ان کیلئے کوئی ملامت نہیں اور جو کوئی (اس معاملہ میں) اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نکالے تو ایسی صورتیں نکالنے والے ہی ہیں، جو حد سے باہر ہو گئے۔ نیز جن کا حال یہ ہے کہ اپنی امانتوں اور عہدوں کا پاس رکھتے ہیں، اپنی نمازوں کی حفاظت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے، تو یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنا ورثہ پانے والے ہیں۔ یہ فردوس کی زندگی میراث میں پائیں گے ہمیشہ کے لئے اس میں بسنے والے۔

اس کامیاب زندگی کی نشان دہی انتیسویں پارے سورۂ معارج میں مزید تفصیلات کے ساتھ کی گئی ہے۔

ان الانسان خلق ھلوعا ، اذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا الا المصلین الذین ھم علی صلوتہم دائمون ، والذین فی اموالھم حق للسائل والمحروم والذین یصدقون بیوم الدین والذین ھم من عذاب ربھم مشفقون ان عذاب ربھم غیر مامون ۔ والذین ھم لفروجھم حٰفظون ، الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک ھم العادون والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون والذین ھم بشھاداتھم قائمون ، والذین ھم علی صلوتھم یحافظون اولئک فی جنٰت مکرمون (معارج پ ۲۹)

بلاشبہ انسان بڑا پست حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے مگر وہ نماز گزار جو اپنی نمازوں کی مداومت رکھتے ہیں اور جن کے مال میں سائل اور محروم کا حصہ بھی مقرر ہوتا ہے اور جو روز جزا کو سچ سمجھتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں۔ بیشک ان کے پروردگار کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے بے خوف نہ ہوا جائے، اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا (منکوحہ لونڈیوں) سے کہ ان کے پاس جانے پر) انہیں کچھ ملامت نہیں ، اور جو لوگ ان کے سوا اوروں کے خواستگار ہوں وہ حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت و اکرام سے سرفراز کئے جائیں گے۔

قرآن مجید کی تفصیلات و توضیحات کے مطابق کامیاب ترین اسلامی زندگی کی خصوصیات یہ ہیں :۔

(۱) نماز میں خشوع و خضوع ، یعنی ایسی حالت سے نماز پڑھنی کہ قلب پر اللہ کی ہیبت و جلالت اور عجز و نیاز کا احساس و اثر طاری ہو اور قیام و قعود اور نشست و برخاست کے انداز سے اس کا اظہار ہو۔

(۲) بے ہودہ اور فضول کاموں سے اجتناب و پرہیز ،

(۳) زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام ،

(۴) زنا اور بدکاری سے اجتناب اور اپنی شرم گاہ کی نگہداشت

(۵) امانت داری اور ایفائے عہد کا پاس و لحاظ ۔

(۶) نماز کی نگہداشت اور محافظت ۔

(۷) اپنی کمائی سے سائلوں اور محتاجوں کی امداد و اعانت ،

(۸) یوم آخرت کی تصدیق

(۹) خدا کی عقوبت و سزا کا خوف ،

(۹) خدا کی عقوبت و سزا کا خوف۔ (۱۰) قیام علی الشہادۃ۔ (شہادت حق)

اعمالِ اخلاق کے عملی نمونے

نماز میں خشوع و خضوع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ وصف نمایاں طور پر پایا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نماز اور تلاوت میں اس قدر روتے تھے کہ غیر مسلم عورتوں اور بچوں تک پر اثر پڑتا اور وہ بے چین ہوجاتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نماز میں آیت اِنَّما اشکو بثی وحزنی الی اللہ (میں اپنی حالت اور اپنے غم کو اللہ ہی سے بیان کرتا ہوں) پڑھتے تو اس قدر زور زور سے روتے کہ حضرت عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ میں پچھلی صف میں ہونے کے باوجود ان کے رونے کی آواز سنتا،

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ، نے ایک بار تہجد میں یہ آیت پڑھی، تو صبح تک اس کی تکرار کرتے اور روتے رہے

ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین امنو وعملوا الصلحت سواء محیاھم و مماتھم ساء ما یحکمون (پ ۲۵ جاثیہ)

جن لوگوں نے برائیاں کمائیں کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا بنادیں گے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے، اور ان سب کی زندگی اور ان سب کی موت یکساں ہوگی وہ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ، رکوع کے بعد قیام میں اور دونوں سجدوں کے درمیان اس قدر دیر لگاتے کہ دیکھنے والوں کو گمان ہوتا کچھ بھول گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر نماز میں کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ ستون کھڑا ہے۔ ایک دن رکوع میں اس قدر جھکے رہے کہ ایک شخص نے بقرہ، آل عمران، نساء اور مائدہ جیسی طویل سورتیں ختم کر ڈالیں لیکن آپ نے اس عرصے میں رکوع سے سر نہ اٹھایا۔

صحابہ کرام کے بعد بھی خاصانِ امت میں اس وصف کا فقدان نہیں رہا۔ امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں نمایاں طور پر یہ کیفیت پائی جاتی ہے۔

ابراہیم بصری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام صاحب نماز فجر پڑھ رہے تھے میں بھی شریک جماعت تھا، جب آپ اس آیت پر پہنچے وَلَا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظٰلمون (خدا کو ظالموں کے کاموں کی طرف سے غافل نہ سمجھنا) اس پر آپ کو اس درجہ رقت طاری ہوئی کہ تمام بدن بید لرزاں کی طرح کانپنے لگا۔

زائدہ کہتے ہیں کہ مجھ کو ایک ضروری مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ نماز عشاء میں شریک ہوا اور منتظر رہا کہ نوافل سے فارغ ہوں تو ایک مسئلہ دریافت کروں، آپ قرآن پڑھتے ہوئے اس آیت پر پہنچے

ووقانا عذاب السموم | تو بار بار اسی آیت کی تکرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

اور آپ اسی آیت کی تکرار کرتے رہے تھے۔ ایک مرتبہ نماز ہی میں جب اس آیت پر پہنچے :-

بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھٰی وامر | قیامت گنہگاروں کا وعدہ ہے اور وہ سخت مصیبت انگیز اور ناگوار چیز ہے۔

تو اس کی تکرار شروع کردی، اور برابر اسی کو پڑھے جا رہے تھے، آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیل رواں جاری تھا، پوری رات یہی آیت پڑھتے اور روتے گذار دی۔

یزید بن کمیت ایک مشہور عابد اور امام صاحب کے ہمعصر تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ نماز عشاء میں امام ابو حنیفہ رحؒ کے ساتھ شریک تھا۔ امام صاحب نے سورۂ اذا زلزلت الارض پڑھی، لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے میں ٹھہرا رہا، امام صاحب کو دیکھا کہ بیٹھے ٹھنڈی سانسیں بھر رہے ہیں، یہ دیکھ کر میں اٹھ آیا، کہ آپ کے اوقات میں خلل نہ ہو صبح کو مسجد میں گیا تو دیکھا کہ غمزدہ بیٹھے ہیں، داڑھی ہاتھ میں ہے، اور بڑی رقت سے کہہ رہے ہیں ــ " اے وہ جو ذرہ بھر نیکی اور ذرہ بھر بدی کا بدلہ دے گا، اپنے غلام نعمان کو آگ سے بچانا "

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بڑے مرتبہ کے تابعی تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، اور متعدد صحابہ سے فیض یاب ہوئے تھے۔ قرآن مجید کے ممتاز مفسرین میں سے تھے۔ رات کو ایک ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کردیتے، اور موعظت آموز آیتوں کو بار بار دہراتے، سعید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حالت امامت میں سعید بن جبیر کو آیہ کریمہ ،- (ترجمہ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی اور

ان الاغلال فی اعناقھم والسلاسل یسحبون فی الحمیم | کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے گھسیٹے جائیں گے۔

کو بار بار دہراتے سنا ہے۔

حضرت ثابت بن اسلم بنانی تابعی اور بصرہ کے ممتاز علماء میں سے تھے وہ تہجد کی نماز میں یہ آیت پڑھ گئے ... الذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ | کیا تو اس کا انکار کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا۔

اس آیت کی بار بار تکرار کرتے اور زار زار روتے۔
حضرت زین العابدین بن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کے بدن پر لرزہ طاری ہوجاتا، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔ تم کیا جانو میں کس کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی کرتا ہوں۔

بیہودہ کاموں سے اجتناب صحابہ کرام کو اس بارے میں اتنا اہتمام ملحوظ تھا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ طبل کی آواز سنی تو کان بند کرلئے اور فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ آپ ایک بار کہیں جا رہے تھے، چرواہے کی بانسری کی آواز سنائی دی، آپ نے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور راستے کو تبدیل کردیا، پھر بھی اپنے غلام نافع سے پوچھتے جاتے تھے کہ ابھی آواز آرہی ہے؟ جب انہوں نے کہا کہ نہیں، تو کانوں سے انگلیاں نکالیں اور فرمایا کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے خاندان میں سے کسی کو نرد کھیلتے دیکھتے تو اسے مارتے اور نرد توڑ ڈالتے۔

ایک بار کسی گھر میں تقریب تھی، ایک شخص گردن ہلا ہلاکر گا رہا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو فرمایا۔ اُف یہ شیطان ہے، اسے نکالو،
حضرت عائشہ رضؓ اونٹ کے گلے کی گھنٹی سننا بھی پسند نہ فرماتی تھیں اگر سامنے سے گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں ذرا ٹھہر جاؤ، تاکہ یہ آواز سننے میں نہ آئے، اور اگر پاس آجاتی تو فرماتیں تیزی کے ساتھ نکل جاؤ تاکہ میں اس کی آواز کو نہ سن سکوں۔
لیکن آج مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ جن لوگوں کو آزاد خیالی اور ترقی پسندی کا دعویٰ ہے ان کے نزدیک رقص و سرود ایک شریف ترین فن ہے جس کے بغیر ایک سماج مہذب اور ترقی یافتہ کہلانے کے قابل ہی نہیں ہوسکتا، لیکن دینداری کے مدعیوں نے بھی مختلف حیلوں اور بہانوں سے گانے بجانے کو داخلِ دین کرلیا ہے۔ لیکن اسلام اس نفس پرستانہ ترقی پسندی اور دینداری کا روادار نہیں ہے۔)
اہل عجم حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے تو اپنے ساتھ عجمی کھیل بھی لیتے آئے لیکن حضرت عائشہؓ ان کھیلوں کی سختی سے مخالفت کرتی تھیں۔ ان کے مکان میں کچھ کرایہ دار رہتے، ان کے بارے میں حضرت عائشہ رضؓ کو معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں تو بہت برافروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ نرد کے پانسے باہر پھینک دو، ورنہ میں تمہیں اپنے گھر سے نکال دوں گی،
ایک بار حضرت علی رضؓ نے کچھ لوگوں کو شطرنج کھیلتے دیکھا تو فرمایا ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون۔ یہ کیسی تصویریں ہیں جن کے سامنے تم سر جھکائے بیٹھے ہو؟
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شاعری میں ہجوگوئی کی ممانعت فرمادی تھی۔ ایک بار نجاشی نے تمیم بن مقبل کی ہجو کی اور انہوں نے حضرت عمر کی خدمت میں استغاثہ کیا۔ تو آپ نے ایک شعر پر نجاشی کو کوڑے اور قید کی سزا دی۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام

حضرات صحابہ کرام زکوٰۃ کی ادائیگی میں نہایت سرگرم تھے، کھجوروں کی فصل تیار ہوتی تو صحابہ زکوٰۃ کی کھجوریں لا کر حضور رسالت میں ڈھیر کر دیتے ۔

عورتوں کو زیور بہت عزیز ہوتے ہیں، اپنی بچیوں کے زیور کو وہ بالخصوص عزیز رکھتی ہیں۔ لیکن مردوں کی طرح انہوں نے بھی اللہ کو اپنا حاکم اور رب ماننے کے بعد اپنی تمام مرغوبات و مطلوبات کو اللہ کی مرضی پر قربان کر دیا۔ چنانچہ ایک بار ایک صحابیہ اپنی لڑکی کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے۔ حضور نے دریافت فرمایا ۔ تم کنگن کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے عرض کی نہیں حضور نے فرمایا، کیا تمہیں اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے روز اس لڑکی کے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے انہوں نے یہ سنتے ہی لڑکی کے ہاتھوں سے کنگن نکال کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے اور عرض کی ۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ہیں ۔"

زنا اور بدکاری سے اجتناب

اسلام سے پہلے عرب میں زنا اور بدکاری پر نہ صرف کوئی پابندی تھی بلکہ وہ معاشرت کا ایک عام جزو تھا۔ لیکن اللہ و رسول پر ایمان لانے کا اثر ہوا کہ لوگوں کی زندگی کا رُخ ہی بدل گیا اور وہ سراپا پیکر عفت و اتقاء بن گئے۔ چنانچہ یا تو وہ نفسانی حظ کے لئے خطرات کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ یا اب انہیں اپنے کو خطرات سے بچانے کے لئے بھی زنا کا ارتکاب گوارا نہ تھا۔

حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی کے ذمہ یہ خدمت سپرد تھی کہ ہجرت کے بعد جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے ان کو مکہ سے نکال کر مدینہ لے جائیں۔ وہ ایک بار اسی غرض سے چھپ کر مکہ آئے ہوئے تھے ۔ ان کی زمانہ جاہلیت کی آشنا طوائف عناق نے رات میں ان کو دیکھ لیا، اور بڑی آرزو سے کہا، آج کی شب میرے یہاں رہ جاؤ۔ حضرت مرثد نے جواب دیا کہ اب زنا حرام ہو چکا ہے۔ لہذا یہ نہیں ہو سکتا، عناق نے ان کو گرفتار کرانے کے لئے شور مچانا شروع کیا، وہ بھاگے، مشرکین نے تعاقب کیا مگر وہ بچ کر نکل گئے۔

مردوں کی طرح عورتوں کی زندگی پر بھی اسلام نے عفت آفریں اثر ڈالا تھا، اسلام سے پہلے ایک خاتون کے اخلاق اچھے نہ تھے۔ قبول اسلام کے بعد کسی نے ان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا، انہوں نے کہا ۔ "چپ رہو، وہ زمانہ رخصت ہو گیا اب اسلام کا زمانہ ہے ۔" اسلام نے اپنے قائم کئے ہوئے معاشرہ سے اس فحش اور بدکاری کو جس طرح نیست و نابود کر دیا تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے عہد کی پوری تاریخ دیکھ جائیے مشکل سے اس سلسلے کے دو چار واقعات آپ کو دستیاب ہو سکیں گے ۔

امانت داری اور ایفائے عہد

امانت داری اور ایفائے عہد اسلامی زندگی کے امتیازی خصائص میں سے ہیں، امانت کے بارے میں ارشاد الہی ہے ۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا | اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو ادا کر دو۔

ایفائے عہد کے بارے میں ارشاد ہے :۔

اَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا | اپنے عہد و اقرار پورے کیا کرو، کیوں کہ قیامت کے دن اس کے بارے میں سوال ہوگا۔

امانت داری حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی خصوصیت تھی کہ منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے ہی قوم آنحضرت کو امین کے لقب سے ملقب کرنے لگی تھی۔ بعد میں بھی جو لوگ آنحضرت کی نبوت کا انکار کرتے تھے وہ بھی آپ کی امانت داری کے بدستور قائل تھے۔ چنانچہ ہجرت کے وقت تک اہل مکہ کی امانتیں آپ کے پاس جمع تھیں۔ آپ نے اس نازک موقع پر بھی اپنی امانت داری کے علم کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ مشرکین مکہ کے خفیہ مشورے کے مطابق ایک جماعت نے شب میں نبوت کدہ کو گھیر رکھا تھا کہ آنحضرت صبح کے جھٹپٹے میں نماز کو نکلیں تو آپ کا کام تمام کر دیا جائے۔ لیکن اللہ تعالے نے آنحضرت کو مشرکین کے ارادے سے مطلع فرما کر حکم دے دیا کہ آپ اسی شب کو مدینہ ہجرت کر جائیں۔ اس پُرخطر حالت میں بھی حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے بستر پر سو رہیں اور صبح لوگوں کی امانتیں ادا کر کے مدینہ کا سفر کریں۔

صحابۂ کرام امانت کے معاملے میں اتنا اہتمام رکھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے ایک بار خراج کا تعین کرنا چاہا تو صحابہ کو بھی بلا لیا اور فرمایا۔ میں نے آپ لوگوں کو صرف اس لئے تکلیف دی ہے کہ آپ میری امانت میں شریک ہوں۔

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اصبہان سے بہت سا سامان آیا، آپ نے اس سامان کو ایک شخص کی حفاظت میں رکھوا دیا تھا، حضرت ام کلثوم نے ان کے پاس سے ایک مشکیزہ شہد اور ایک مشکیزہ گھی منگوا لیا حضرت علیؓ نے سامان دیکھا تو اس میں دو مشکیزے کم تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو مشکیزے حضرت ام کلثوم نے منگوائے ہیں۔ آپ نے دونوں مشکیزوں کو واپس طلب فرمایا اور ان میں تین درہم کا مال کم ہو گیا تھا تو وہ تین درہم بھی آپ نے حضرت ام کلثوم سے وصول کئے۔

پابندی عہد کے معاملے میں بھی صحابۂ کرام کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ موجود رہتا تھا۔ غزوۂ بدر کا زمانہ تھا اور حضرت ابو حذیفہ بن الیمان اور حضرت ابو حسل رضی اللہ عنہما مکہ سے مدینے آ رہے تھے، راستے میں کفار سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے روکا، کہا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امداد کو جا رہے ہو دونوں صاحبوں نے کہا کہ وہ جنگ میں کوئی حصہ نہ لیں گے، ان دونوں آدمیوں نے میدان بدر میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت حال عرض کی، اس وقت دو آدمیوں کی شرکت جنگ بھی کچھ کم قیمتی نہ تھی، مگر آنحضرتؐ نے ان کو شرکت جنگ کی اجازت نہیں دی اور فرمایا۔ "ہمیں صرف اللہ کی مدد چاہیئے"۔

اسی طرح صحابہ کرام نے بھی نازک سے نازک حالات میں بھی معاہدہ کی رعایت ملحوظ رکھی، امیہ بن خلف
سلام کا سخت دشمن تھا اس سے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ سے کسی وقت کا معاہدہ تھا کہ مکہ میں وہ آپ
ن کی حفاظت کرے گا اور مدینہ میں آپ اس کی جان کی حفاظت کریں گے، بدر کی جنگ مشرکین مکہ کی حملہ آورانہ
نگ تھی جس میں اُمیہ بھی آیا ہوا تھا، اگر ایسے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف امیہ سے کئے ہوئے معاہدے کو
ِانداز کر دیتے تو دنیا کا کوئی ضابطۂ اخلاق آپ پر الزام عائد نہیں کر سکتا تھا، لیکن سچی اسلامی زندگی نے صحابہ
رام کا معیار اخلاق اتنا بلند کر دیا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس حالت میں بھی اس معاہدے کو ملحوظ
ھا اور امیہ کو لے کر ایک پہاڑ پر چلے گئے، تاکہ وہ بچ کر نکل جائے لیکن حضرت بلال ؓ کے ذریعہ صحابہ کو خبر
ہوئی اور وہ اس پر ٹوٹ پڑے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس کو زمین پر لٹا کر اپنے آپ کو اس کے اوپر
ال دیا، صحابہ نے آپ کی ٹانگوں کے اندر سے اسے قتل کر دیا۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی سعی
ں کوئی کوتاہی نہیں کی، یہاں تک کہ آپ کے پاؤں میں زخم آگئے۔ جن کا نشان عرصہ تک باقی رہا۔
(باقی آئندہ)

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

(از حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی صدر مرکزی جمعیۃ علماءِ اسلام)

(نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، جمعہ وعیدین کے خطبات میں، خطبہ ماثورہ کے ساتھ ساتھ، مقامی زبان میں تشریح و بیان اور ضروری امور کا تذکرہ، یہ اور اسی قسم کے بہت سے مسائل ہیں، جن پر خاص خاص موسموں اور حالات میں گرم گرم بحثیں ہو جاتی ہیں، زور دار مضامین، سپرد قلم ہو کر، اخبارات و رسائل میں، کبھی کبھی کتابچوں کی شکل میں شائع ہو جاتے ہیں اور کچھ دنوں بعد پھر وہی خاموشی طاری ہو جاتی ہے اور مسئلہ زیر بحث جیسا کا تیسا، اپنی جگہ پر تشنۂ تشریح و تکمیل پڑا رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے گروپ بن جاتے ہیں، ہر گروہ اپنے مفروضہ پیشوا کی بات پر اڑا رہتا ہے۔ نہ جانے کتنے مسائل ہیں، جو ناطے شدہ حالت میں پڑے ہوئے ہیں، یعنی ان کے متعلق ہر طبقۂ خیال کے علماء نے باہم بحث و مذاکرہ کے بعد کوئی متفقہ فیصلہ نہیں کیا ہے جو اجماعِ امت کی ایک شکل ہے۔

البتہ کچھ ایسا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ، ناجائز ناجائز اور مکروہ، مباح بن جاتے ہیں۔ کچھ ایسی ہی صورت لاؤڈ اسپیکر بر نماز کے متعلق بھی پیش آ رہی ہے، برسوں پہلے، یہ مسئلہ زیر بحث آیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک، کوئی متفقہ فیصلہ، اس کی بابت نہ ہو سکا، ہاں یہ ضرور ہوا کہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد علماء کرام نے انفرادی طور پر، قول سے نہیں، اپنے عمل سے اس کے جواز کا فتویٰ ضرور دیا۔

ممکن ہے کہ دنیا کے مختلف حلقوں میں یہ انفرادی عمل، عملاً اجماعی فیصلہ کی شکل اختیار کر لے، جیسا کہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کے سفرنامہ حجاز "مطبوعہ نخ اشے حرم" کراچی کے ایک ضمنی عنوان سے ظاہر ہوتا ہے اور جو ذیل میں درج ہے۔ (مدیر)

نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال

نماز کے بعد چائے نوشی کے ساتھ ساتھ مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ مولوی احتشام الحق کیرانوی سلمہ، نے نماز وعیدین میں لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے کا سوال اٹھایا اور کہا کہ آپ نے تو اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے جو اخبارات میں بھی آگیا ہے۔ مگر ضرورت اس کی ہے کہ اپنی جماعت کے سب علماء کا متفقہ فیصلہ ہو جائے تاکہ اختلاف کی نوبت نہ آئے کیونکہ بہت لوگ اب تک حضرت حکیم الامت کے فتوے پر قائم ہیں اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا حضرت حکیم الامت نے اس بارے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں فرمایا بلکہ جواز و عدم جواز کا

مدار اس پر رکھا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے امام ہی کی آواز بعینہٖ بلند ہوتی ہے یا صدائے بازگشت کی طرح یہ دوسری آواز ہے۔ پھر حضرت نے سائنسدانوں کے مختلف اقوال نقل کرکے فیصلہ میں تردد ظاہر فرمایا اور تردد کی صورت میں احتیاط یہی ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کیا جائے مگر مجھے اب ماہرین سائنس سے محقق ہوگیا ہے کہ یہ آواز امام ہی کی آواز ہے صدائے بازگشت نہیں اس لئے مجھے تردد نہیں رہا اور چونکہ اس تحقیق کا مدار خود علماء کی رائے پر نہیں بلکہ سائنس کی تحقیق پر ہے تو علماء کا اتفاق دشوار معلوم ہوتا ہے اسی لئے میں نے متفقہ فتویٰ کی کوشش نہیں کی۔ حج سے واپسی پر معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اس کے متعلق مفصل فتویٰ مرتب فرمایا ہے۔

کوائف ادارہ

ہ صیام و قرآن: پورے رمضان میں، انفرادی و اجتماعی طور پر، تعلیم قرآن اور تعلیم دین کی اشاعت اور اس کے انتظام و اہتمام کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ کیا جاتا رہا۔ بعض ؤں کو اس کوشش سے متاثر بھی پایا گیا،

مدرسہ اصلاح کا قیام مچھی حلائی جماعت، ہماری گذارشات سے خاص طور پر متاثر ہوئی اور رمضان ہی کے متبرک مہینہ میں، اپنی جماعت کا بڑے اہتمام کے ساتھ جلسہ کیا اور اسی جلسہ ں، فی الوقت ایک ابتدائی دینی مدرسہ کے قیام کا اعلان کیا اور دوسرے ہی دن سے مدرسہ دینیات کھول دیا یہ جماعت شہر کے دوسرے حصّوں میں بھی دینی مکاتب کھولنے کی فکر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے ان لوگوں کو نوازے۔ ادارہ تبلیغ الاسلام، ایسے تمام مکاتب کی تعلیمی نگرانی اور ہر قسم کی امکانی امداد رے گا۔

ترجمۂ قرآن جماعت سنگ تراشان نے، اپنی مسجد، واقع ناگ پاڑہ میں بعد نماز عشا ترجمہ قرآن کا انتظام کیا ہے، ادارہ تبلیغ الاسلام کی طرف سے یہ خدمت ناظم ادارہ کے سپرد کی گئی ہے۔ ترجمہ شروع ہو چکا ہے۔ اہل محلہ بہت ذوق و شوق سے شریک درس ہوتے ہیں۔

مدرسہ اشرف العلوم ہمدردانِ ادارہ، اس مدرسہ سے واقف ہیں۔ یہ قصبہ لوناوُنا ضلع پونہ میں قائم ہے اور ادارہ اس کی تعلیمی نگرانی کرتا ہے، اس مدرسہ کا نیا نصاب تعلیم مرتب ہو گیا ہے۔ ور اسی کے مطابق تعلیم کا آغاز بھی، اس مدرسہ کے متولی جناب حاجی احمد اسمٰعیل صاحب نے اُمید دلائی ہے ر چند ماہ میں، اس کی آمدنی میں سہ چہار چند اضافہ ہو جائے گا، اضافہ آمدنی کے بعد، اِن شاء اللہ مدرسہ کا ترقی اور اس کو مفید بنانے کی مزید شکلیں عمل میں لائی جائیں گی۔

ایک اور وظیفہ کا اضافہ مدرسہ اصلاح نے جو حدود ادارہ میں قائم ہے اپنے سابقہ وظیفوں کے علاوہ گذشتہ ماہ سے، مالی دشواریوں کے باوجود ایک نیا وظیفہ مقرر کیا ہے۔

اظہار تشکر کارکنانِ ادارہ، اُن تمام حضرات کے متشکر ہیں، جنہوں نے ادارہ اور مدرسہ کی امداد کی۔ اللہ تعالیٰ اِن حضرات کو جزائے خیر دے اور اُن حضرات کو بھی، جنہوں نے ادارہ اور مدرسہ کے لئے کوشش کی، اس سلسلہ میں ایک بندۂ خدا کے لئے بھی دل سے دعا نکلتی ہے جس نے گمنام رہ کر، ایک سال

کے لئے ادارہ کو، ماہوار، ایک بڑی رقم دینے کا وعدہ کیا ہے اور جو دو ماہ سے برابر ادارہ کو مل رہی ہے۔

معاونین ادارہ (۱) سید محمد عبدالقادر حاجی اسماعیل، کھٹک (۲) محمد صاحب نانقانی (۳) حمید اللہ دوٹانکی (۴) محمد عثمان بھائی شانچی۔ (۵) الحمید خطیب صاحب ڈانڈا ضلع قلابہ (۶) قمر الدین اللہ رکھے کھیم جی۔ (۷) الحاج عبدالرزاق سعید صاحب۔ (۸) بندۂ خدا ذریعہ اکبر بھائی۔ (۹) عبدالرحمٰن توکل اسٹور (۱۰) عظمت اللہ ذریعہ لیننگ مین ورکس چیچ بندر۔ (۱۱) رسول میاں عبدالرحمٰن۔ حاجی عبدالکریم عبدالرسول۔ (۱۳) اللہ کا بندہ ذریعہ اکبر بھائی۔ (۱۴) حاجی احمد سیٹھ۔ (۱۵) اسحٰق مکلا ٹمبر مرچنٹ۔ (۱۶) محمد حنیف صاحب۔ (۱۷) ملا عنایت حسین۔ (۱۸) قاسم چھوٹو ماسٹر۔ (۱۹) بدرال میاں۔ (۲۰) کالو میاں غیاث الدین۔ (۲۱) غلام حسین محمد یوسف (۲۲) حافظ محمد احمد پٹیل (۲۳) نیزہ صالح بھائی (۲۴) سلطان حاجی صالح (۲۴) اسماعیل بھائی۔

معاونین مدرسہ اصلاح (۱) محمد سلیمان صاحب حاجی ملی محلہ (۲) اسماعیل محمد صاحب (۳) عبدالرزاق صاحب توکل اس (۴) حاجی احمد حاجی قاسم صاحب (۵) بندۂ خدا ذریعہ اکبر بھائی۔ (۶) ابراہیم صاحب (۷) حاجی محمد جعفر توکل اسٹور (۸) حاجی عبدالرحمٰن توکل اسٹور (۹) خوب میاں رحمانی پریس (۱۰) حافظ محمد یونس لکھنؤ زردہ ورکس (۱۱) بندۂ خدا ذریعہ اکبر بھائی۔ (۱۲) محمد ایوب قریشی (۱۳) حاجی غنی مرحوم (۱۴) عمر ولی محمد پالکی محلہ (۱۵) عبداللطیف صاحب کہار۔ (۱۶) حاجی عبداللطیف سائیکل والے بندۂ خدا ذریعہ اکبر بھائی۔

نوٹ:۔ مصلیان سنی خوجہ مسجد نے دو جمعوں اور عید کے دن ادارۂ اور مدرسہ اصلاح کو جو امداد دی، مذکورہ فہرستوں کے علاوہ ہے۔

شکریہ معاونین عدل فہرست معاونین عدل کی ایک قسط، اگست کے پرچہ میں شائع ہو رہی ہے اقساط، آئندہ پرچوں میں شائع ہوں گی، اس سلسلہ میں اس بات کا اظہار ہے کہ جناب عبدالرزاق سعید صاحب، حاجی عبدالقیوم صاحب کراچی والا، حاجی محمد خاں صاحب بیڑی وا حاجی احمد اسماعیل صاحب نے عدل کے ابتدائی انتظامات کے لئے معقول رقمیں عنایت کیں اور آئندہ بھی حضرات سے بہت کچھ توقعات ہیں، معاونین عدل کے سلسلہ میں ابراہیم خاں قمر الدین خاں صاحب، شیخ محمد عثمان، عباس فتح محمد صاحب، عمر داؤد مقدم صاحب، اکبر بھائی حاجی محمد حسین توفیق صاحب اور محمد صاحب گوٹھے کا خصوصیت کے ساتھ شکریہ ادا کرنا ضروری، جنہوں نے عدل کی توسیع اشاعت میں غیر انہماک سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔

عدل کے ہمدرد

ذیل میں ہم اُن ہمدردوں کے اسماء گرامی شائع کر رہے ہیں، جنہوں نے، عدل کی توسیع اشاعت میں، صرف اس لئے حصہ لیا کہ وہ "عدل" کو ایک دین کا خادم سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان ہمدردوں کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

نام	مقام	ضلع	نام	مقام	ضلع
مولوی محمد معین الحق صاحب	چکلہ اسٹریٹ	بمبئی	حسین کرم علی صاحب نامقانی ایڈووکیٹ	دھوبی تالاب	بمبئی
محمد یونس صاحب فیضی مینٹل ورکس	چاوڑی بازار	دہلی	عظمت اللہ برکت اللہ صاحب	پنچ بندر	بمبئی
محمد ابراہیم صاحب معتقادم	امبیا اسٹریٹ	بمبئی ۸	حاجی مرزا حسین بیگ صاحب	دادر	بمبئی
جمیل احمد صاحب مختار احمد	بھنڈی بازار	بمبئی	حاجی میاں زینو میاں ٹوپیا	کالوپور	احمد آباد
زین الدین صاحب کشائی مارکہ زردہ فیکٹری	محمد پور	اعظم گڑھ	رحمانی پرنٹنگ پریس	[illegible]	بمبئی
نذیر احمد صاحب تمباکو مرچنٹ	نظام اسٹریٹ	ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی	شرف الدین پان والے	نوابی پاڑہ	بمبئی
قادری محمد یونس صاحب تمباکو مرچنٹ	نل بازار	بمبئی	محمد اسماعیل حاجی غنی تیل والے	″	بمبئی
منشی عبدالرشید صاحب رنگکاری	ڈونگری	بمبئی ۹	علی محمد حسین صاحب	″	بمبئی
محمد بھائی بیڑی مرچنٹ	چور بازار	بمبئی ۳	محی الدین خان	آگ بندر نگر	بمبئی
عبدالقیوم صاحب کراچی والا	چکلہ اسٹریٹ	بمبئی ۳	عبدالغفور بہادر دین ایم سلیمان اینڈ سنس	حاجی علی ناکہ	تھانہ
کے ایم کاپڑیا	بھنڈی بازار	بمبئی ۳	حاجی اسماعیل پٹیل صاحب	ڈلائل روڈ	بمبئی ۸
محمود خاں	واکولا	بمبئی ۲۵	سید محمد ذوقی شاہ صاحب	لیلی روڈ	کینٹ کراچی
عبدالرزاق سعید صاحب سلفی اولن مرچنٹ	چکلہ اسٹریٹ	بمبئی ۳	حمید اللہ عبداللہ خاں صاحب	ڈنکن روڈ	بمبئی
اق صالح محمد صاحب شفیع مکلائی	گھوگھاری محلہ	بمبئی	حاجی عبدالرحمن صاحب توکل اسٹور	پائیدھونی	بمبئی
عبداللہ صاحب پاٹلی والا	محمد علی روڈ	بمبئی	اسحاق برادرس	پنچ بندر	بمبئی
قاری عبدالاحد صاحب	مرغی محلہ	بمبئی	غلام نبی شمس الدین صاحب	ٹائنڈیل اسٹریٹ ڈونگری	بمبئی
سلیمان عظیم الدین صاحب	حاجی علی ناکہ	تھانہ	سید احمد شیر محمد صاحب	بھنڈی بازار	بمبئی

نام	محلہ	شہر
علی احمد خاں صاحب	محلہ غوث نگر	شاہجہان پور
عبدالرشید صاحب صدیقی	بی آئی ٹی بلاک	بمبئی
نورا بھائی نگ ساز	ڈنکن روڈ	بمبئی
محمد قاسم گابا کلاتھ مرچنٹ	ارسکن روڈ	بمبئی
محمد مرغوب صاحب قریشی	ڈونگری	بمبئی
محمد صدیق صاحب	ڈونگری	بمبئی
عبدالصمد عبدالقادر صاحبان	کالوپور روڈ	احمد آباد
عبدالقادر الیاس صاحب	زکریا مسجد	بمبئی
مستری شبن خاں صاحب	ڈونگری	بمبئی
محراب خان نائے وہاب خاں سرگروہ	مین پاڑہ روڈ	بمبئی ۸
علی خان دوست خان سرگروہ	نشان پاڑہ	بمبئی
ابراہیم خاں قمرالدین خاں صاحب	کھڑک	بمبئی
رحمت اللہ حاجی احمد سیلے	نشان پاڑہ	بمبئی
باوا خان ابراہیم خاں صاحب	ٹانڈیل اسٹریٹ	بمبئی
قاسم اسماعیل پٹیل یونائیٹڈ ٹرکس	کھڑکا اسٹریٹ	فورٹ بمبئی
بدرالدین محمد ابراہیم پٹیل صاحب	قاضی اسٹریٹ	بمبئی ۳
احمد عبدالرحمن مقدم صاحب	مسجد روڈ کیماڑی	کراچی
ایم وی چوگلے	نشان پاڑہ	بمبئی
اے۔ کے شمس الدین صاحب	نولین روڈ	بمبئی
محمد حسین پٹیل	مسجد اسٹریٹ	بمبئی
عبدالرحیم خاں محمد شریف خاں سرگروہ	ڈونگری	بمبئی
سعید خاں عبدالرؤف خاں سرگروہ	نشان پاڑہ	بمبئی
عبدالقادر دادا میاں ڈانوی صاحب	حجرہ محلہ	بمبئی
عبدالرحیم ولد عبدالرحمن صاحب گوڑے	ماہم	بمبئی ۱۶
محمد حنیف صاحب استاد سائیکل شاپ	اندھیری	بمبئی
وصف [illegible] صاحب کھدر والا	امین آباد	لکھنؤ

نام	محلہ	شہر
حافظ عبدالرحیم قادری امام مسجد دھاراوی	دھاراوی	بمبئی
خوشبو علی خورشید علی صاحب	بھیم پورہ	بمبئی
بندو خان صاحب ہیڈ ماسٹر	پالی روڈ	باندرہ بمبئی
ابراہیم قاسم صاحب پارکر	اسپرٹیل محلہ	بمبئی
عبدالجبار صاحب	بھنڈی بازار	بمبئی
کیپٹن یوسف زین الدین صاحب کوچے	نشان پاڑہ	بمبئی
محمد مسعود صاحب	موضع بندھول	ضلع دربھنگہ
محمد نورالحق صاحب	ٹانڈیل اسٹریٹ	بمبئی
قاضی اسمعیل نور محمد صاحب	ڈنکن روڈ	بمبئی ۳
ٹی بدرالدین ناکھوا صاحب	سر لشکارا داولی	ضلع رتناگیری
حسن خاں علی خاں صاحب	نشان پاڑہ	بمبئی ۹
اے غفور خاں صاحب	مدنپورہ	بمبئی ۸
محمد زکریا صاحب نقالی	باندرہ	بمبئی
قمرالدین شیخ محمد صاحب	اندریا اسٹریٹ	بمبئی ۱
سرنگ عبدالحمید صاحب	ٹمبکر اسٹریٹ	بمبئی
عبدالمجید خان لقمان خاں صاحب سرگروہ	ٹانڈیل اسٹریٹ	بمبئی
یوسف خان عمر خان صاحب سرگروہ	فریر روڈ	فورٹ بمبئی
کمال خان عبدالجبار خاں سرگروہ	نشان پاڑہ	بمبئی
ایم امام عبدالقادر صاحب	نشان پاڑہ	بمبئی
ایم وائی سنتید	آغا ملیڈ لین	بمبئی
فقیر محمد جعفر صاحب	مالابار ہل	بمبئی
محمد غوث شیخ احمد صاحب	نشان پاڑہ	بمبئی
ابراہیم خاں اے ایم حسین	〃	بمبئی
ڈاکٹر کے۔ جی خاں صاحب	ٹانڈیل اسٹریٹ	بمبئی

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمان ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

ماہنامہ عدل

مضامین ایڈیٹر کے نام ☙ ارسال زر مینجر "عدل" کے نام ہونا چاہیئے

بدل اشتراک: سالانہ ... پانچ روپے، ششماہی ... تین روپے، فی پرچہ ۸ /، بیرون ہند ساڑھے آٹھ روپے

ادارۂ تحریر:-

اعزازی:- مولانا ودود الحق ندوی ☙ مسئول:- خلیل احمد جامی

جلد ۲ | بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ مطابق ستمبر ۱۹۵۰ء | شمارہ ۴

فہرست

عدل کا اگلا پرچہ:- اب آپ کی خدمت میں نومبر کے پہلے ہفتہ میں ارسال ہوگا کیونکہ:- (۱) کوشش کے باوجود، ارباب طباعت کی سرد مہریوں کے باعث عدل کی اس روش کو کہ ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے قائم نہ رکھا جا سکا۔ (۲) نیز اس اتفاقی رخصت کے زمانہ میں عدل کے لئے پوسٹ آفس سے رجسٹرڈ نمبر حاصل کرنے کی کارروائی بھی کی جا سکے گی۔ قارئین عدل نوٹ کر لیں۔ (مینیجر)

خلیل احمد جامی ایڈیٹر و پبلشر نے اجمل پرنٹنگ پریس بمبئی میں چھپوا کر دفتر "عدل" ادارۂ تبلیغ الاسلام مومن پورہ سے شائع کیا

شذرات

عیدالاضحیٰ | ادارہ کا یہ شمارہ، ایسے وقت آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا، جب اس کے چند ہی روز بعد عیدالاضحیٰ کا مبارک دن آجائے گا، وہ دن، جو تاریخ عالم میں ہمیشہ ایک یادگار دن رہا اور رہتی دنیا تک رہے گا، یہ دن تاریخ کے اس بے مثال انسان کی بے مثال قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے جس کی نظیر تاریخ انسانیت شاذونادر ہی لاتی ہے اور حق تھا کہ اس دن کو یاد رکھا جائے۔ اس لئے کہ اس دن والے نے یہ قربانی نام ونمود اپنی شہرت کے لئے نہیں کی تھی بلکہ یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا تھا کہ توحید کے دہکتے ہوئے شعلوں پر جس بربریت اور بہیمیت کی خاکستر کی تہہ پر تہہ چڑھا کر، انہیں خاموش کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی، اُسے کُرید کریدکر، نور کا موقع دیا جائے۔ اس لئے زمان ومکان کے خلاق مطلق کی، رحمت بے پایاں کا، تقاضا ہوا کہ قربانی کرنے اور اس کے اعمال کو بقاء دوام کی سند عطا کردی جائے، اور آج اس دوام کے اثرات نہ صرف نام کے مسلمان ہمارے دنیا کے سامنے ہیں۔

اس یادگار قربانی کا دن پھر آگیا اور ہم پھر اسی خیال میں غلطاں وپیچاں ہیں کہ چند بے زبانوں کا خون بہاکر اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل ہو جائے گی۔ کیا ابراہیم خلیل اللہ کی قربانی اور اسمٰعیل ذبیح اللہ کے ایثار واستقلال کا مطالبہ صرف اس قدر ہے کہ ہماری نظریں صرف ایک بکرے، صرف ایک مینڈھے، صرف ایک گائے اور صرف ایک اونٹ پر ٹھہری رہیں۔ کیا اللہ کے خلیل کی قربانی ہم سے ہماری مرغوبات کی قربانی کا مطالبہ نہیں کرتی؛ دولت اور سامان عیش وراحت کی قربانی کا مطالبہ نہیں کرتی، دل ودماغ اور تمام قوائے جسمانی کی قربانی کا مطالبہ نہیں کرتی۔ اہل وعیال اور خویش واقارب کو اللہ کی راہ میں تج دینے کا مطالبہ نہیں کرتی، لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جن کے سامنے قربانی کا یہ مفہوم اور اس کے یہ مطالبات ہوں۔ اللہ ہمیں، ان کو سمجھنے اور اپنی مرضیات کے مطابق عمل کی توفیق دے۔

تحریک اسلامی کے خلاف ایک نئی مہم | معاصر چراغ راہ (کراچی) نے سوچ بچار کے تحت اُن تمام کوششوں کا جو معترضین کی طرف سے تحریک اسلامی کو بدنام اور عوام سے غیر مقبول کرنے کے لئے کی جارہی ہیں، جائزہ لیا ہے" اور معترضین کے اعتراضات حسب ذیل ہیں:-

(۱) جماعت اچھے لوگوں پر مشتمل ہے، تنظیم بھی اچھی ہے۔ ایک ضخیم لٹریچر اس کے پاس ہے۔ مگر...." کوئی پروگرام نہیں رکھتی۔

(۲) اخلاص ہے مگر عقل سے کورے، اسی لئے مسائل حیات کا سلجھاؤ ان کے بس کا نہیں۔ اس لئے کہ تاریخ

ماحول، اور عوامی تقاضوں سے بے خبر ہیں۔

(۴) ملائیت اور قدامت پرستی۔

ان مخالفانہ مہموں میں قابل غور بات یہ ہے، کہ ہر مخالف مہم کا رُخ "جماعت اسلامی" اور اس کے محدود دامکان کی طرف ہے۔ اسلام اور تعلیمات اسلام کو دانستہ چھوا تک نہیں گیا بلکہ جماعت اسلامی کی آڑ لے کر، اُس سے گریز کی راہ نکالی گئی ہے۔

جماعت اسلامی نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ قرآن وحدیث سے زائد کوئی چیز ہے، یہ تو ہو سکتا ہے کہ ان کی توجیہ و تشریح سے اختلاف کیا جا سکے لیکن اسلامیت کے مدعیوں کے لئے چھبیس سو برس کے بعد بھی اسکی گنجائش نہیں نکل سکتی کہ وہ اسلامی رُوح کو نظر انداز کر کے اسلام کے نام پر من مانی کارروائی کرتے رہیں اور جب کبھی اُنہوں نے ایسا کیا اور آئندہ کبھی جب وہ ایسا کریں گے تو ان حالات میں قرآن کا فیصلہ یہ ہے :۔

من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ۔	تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا (تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اس سے اللہ کے دین کو کوئی نقصان پہنچے گا) قریب ہے کہ اللہ ایک ایسا گروہ پیدا کر دے جنہیں خدا دوست رکھتا ہو اور وہ خدا کو دوست رکھیں گے۔

چراغ راہ نے جن اعتراضات کا ذکر کیا ہے وہ کچھ اُس کے ملک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر اُس ملک میں، جہاں مسلمان آباد ہیں، یہ وباء عام کی شکل اختیار کر چکے ہیں، جن سے نجات، توفیق الٰہی کے بغیر ناممکن اور توفیق کے حصول کا مدار ہماری طلب پر ہے اور یہ سعادت پورے اسلام کو اپنائے بغیر ملتی نہیں۔

ایک طویل تعارف آسان قرآنی کورس کا تعارف، خلاف امید کافی طویل ہو گیا ہے اور پھر تعارف بھی کتاب کے بجائے مقصد کتاب کا کرایا گیا ہے، صورت یہ ہوئی کہ جس وقت آسان قرآنی کورس کا تعارف لکھا جا رہا تھا، بالکل اتفاقی طور پر، میرے دماغ میں، اُن تمام جماعتوں کا تصور یکے بعد دیگرے آنے لگا، جو اپنی صوابدید کے مطابق، دین کی نشر و اشاعت میں لگی ہوئی ہیں اور جن کی جدوجہد کا مقصد وحید، کتاب اللہ سے تمسک اور اس کے احکامات کا فہم وتعمیل ہی ہے۔ یہ کوششیں جتنی جتنی کامیاب ہوتی جائیں گی، اتنا ہی اتنا، لوگوں کا تعلق قرآن وسنت سے بڑھتا جائے گا، ایسے وقت کے لئے ان حضرات کو، جو تعلیم قرآن کو زیادہ سے زیادہ سہل الحصول دیکھنا چاہتے ہیں، فہم قرآن کے ایسے آسان سے آسان تر وسائل کے فراہم کرنے کی جدوجہد کرنا چاہیئے جو کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کارآمد اور مفید ہوں اور اسی کے ساتھ طالب علمانہ ذوق بھی پیدا کریں۔

ہند پاک کنونشن ۲۰ ستمبر ۱۹۶۰ء کو ہونے والے ہند پاک کنونشن کی ورکنگ کمیٹی کے جنرل سکریٹری، محترم جناب شیخ مستنصر اللہ صاحب کی طرف سے، ہندوستان و پاکستان دونوں ملکوں کے احباب فکر و رائے کو شرکت اور اظہار رائے کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ دعوت نامہ مدیر عدل کے نام بھی آیا ہے۔

ں کنونشن کی صدارت شری سری پرکاسا کامرس منسٹر، گورنمنٹ آف انڈیا فرمائیں گے۔

اس کنونشن کا مقصد یہ ہے کہ نہرو لیاقت، اقلیتی معاہدہ نے کتنی کامیابی حاصل کی ہے اس کا جائزہ لیا جائے اور ہدہ کے لئے ایک ایسا عملی پروگرام مرتب کیا جائے جو اس کامیابی کو مزید تقویت پہنچائے ۔ یہ بڑی مبارک کوشش ، اور ہر انسان، اس کوشش کے کامیاب نتائج کا دِل سے خواہاں ہوگا، کیونکہ اس اجتماع کا مقصد، مخلوق خدا کی لائی اور اس کے لئے امن و سکون کا مہیا کرنا ہے اور شاید ہی کوئی ایسا ناخدا شناس اور ناخدا ترس انسان ہوگا جو ں مقصد کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھ سکے۔

اتین کی آزادی کا ڈھونگ

ایسے ممالک جہاں، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے اور وہ بھی جہاں مسلمان حکمراں ہیں۔ ان سب میں عام طور پر ایک چیز بہت نمایاں ہے اور وہ ہے رنگی تہذیب سے مرعوبیت یا اُس سے غیر معمولی دلبستگی، اس لئے کہ تہذیب مغرب کا یہ حصّہ ہمارے لئے تعیش راہیں کھولتا ہے، لیکن مذکورۂ بالا ملکوں میں، اس تہذیب کو، اُسی حیثیت سے اختیار کرنے اور عام بنانے میں امی مخالفت و ناپسندیدگی کا خطرہ بہرحال رہتا ہے، اس لئے اس کو عوام پسندی کی سند دلانے کے لئے عوامی خیرسگالی جذبات کو ہی ابھارا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کا اہم از مرکزی عنصر "صنفِ نازک" کی آزادی ہے اور اس آزادی کا مطلب قۂ نسواں کو یہ سمجھایا گیا، کہ وہ اُن تمام حدوں ہی کو توڑ کر نہیں، جن کو خاندانی روایات، آبا و اجداد کے طور طریق ر زمانۂ قدیم کے سماج نے قائم کیا تھا، بلکہ اُن حدوں کو بھی توڑ کر باہر نکل آئیں، جن کو شریعت اسلامی نے قائم کیا ہے اس کے لئے سیاست و اخلاق کے آئین و ضوابط پیش کئے جاتے ہیں۔ اور حدود شرعیہ پر "ملائیت" کا ٹھپہ رکھا جاتا ، اگر یہی لیل و نہار رہیں تو کون بتائے کہ مستقبل میں، کن تباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایمانِ خلیلؑ

ایک دِن اقبالؔ نے پوچھا کلیمؑ طور سے | اے کہ تیرے نقشِ پا سے وادیٔ سینا چمن
آتشِ نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز | ہو گیا آنکھوں سے پنہاں کیوں ترا سوزِ کہن
تھا جوابِ صاحبِ سینا کہ مُسلم ہے اگر | چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن
ذوقِ حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ | ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن
ہے اگر دیوانۂ غائب تو کچھ پروا نہ کر | منتظر رہ وادیٔ فاراں میں ہو کر خیمہ زن
عارضی ہے شانِ حاضر، سطوتِ غائب مدام | اس صداقت کو محبت سے ہے ربطِ جان و تن
شعلۂ نمرود ہے روشن زمانے میں تو کیا | "شمع خود را می گدازد درمیانِ انجمن

نورِ ما چوں آتشِ سنگ از نظر پنہاں خوش است"

(حضرت علامہ اقبالؒ)

عید قربان

(حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدظلہ)

اللہ اللہ! دو مہینے دس دن کی مدت بھی کوئی مدت ہے، بات کہتے کٹ گئی اور شوال کی پہلی کی یاد ابھی مٹنے نہ پائی تھی کہ ذی الحجہ کی دسویں آگئی وہ مسلمان کی پہلی سالانہ عید تھی یہ دوسری اور آخری۔ وہ عید الفطر تھی یہ عید قربان یا عید الاضحیٰ (غلط العوام میں عید الضحیٰ) وہ عید میٹھی تھی، آج کی عید نمکین۔ اس دن سویاں پی پلائی گئیں تھیں۔ آج قربانیاں ہوں گی وہ جشن تھا اس کا کہ طاعت اور ضبط نفس کے پورے تیس دن ختم ہوئے اور نزول قرآن کی یادگار پورے مہینہ بھر منائی جاتی رہی آج خوشی اس کی ہے کہ نصیبے والے عین مرکز اسلام میں کعبۃ اللہ کے گرد چکر پر چکر کاٹ رہے ہیں، طواف و زیارت کی دولتوں سے مالا مال ہو رہے ہیں، پروانے شمع پر نثار ہو رہے ہیں۔ مکہ کی گلیوں میں مکانوں میں، دکانوں میں مسجد حرام کے صحن میں، دالانوں میں، حاجیوں کا زائروں کا ہجوم۔ منیٰ کے میدانوں میں۔ خیموں میں مکانوں میں ذکر کی دھوم، پورے عشرہ کا عشرہ، چاند کی پہلی سے دسویں تک وقف خیر و برکت کے لئے، نزول رحمت کے لئے جس نیکی کی بھی توفیق پا جائیے، ہمیشہ سے زیادہ، معمول سے بڑھ کر ثواب لائیے، خود حاجی ہونا رہا حاجیوں کی نقل تک باعث اجر، ان کی طرح بال بڑھائیے ناخن نہ ترشوائیے۔ اس کا بھی اجر پائیے لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک! تاریخ کی زبان سے روایت یہ سننے میں آئی کہ آج سے کچھ اوپر پانچ ہزار سال قبل کلدانیہ کے ملک میں بت پرستوں کی قوم میں بت تراشوں کے گھر میں ایک مقبول اور بہت مقبول، برگزیدہ اور نہایت برگزیدہ بندہ، ابراہیمؑ نامی آباد تھے۔ یہ کلدانیہ ہے جسے انگریز کالڈیا کہتے ہیں یا آج کی جغرافی اصطلاح میں عراق۔ بندہ کے امتحانات طرح طرح کے کی طرف سے ہوئے اور ابراہیم ہر آزمائش میں پورے اترے۔ آخر اللہ کے پیغمبر ہی تھے کچھ روز بعد حکم کا ملا سرزمین شام پہنچے اور پھر مصر ہوتے ہوتے حجاز کی خشک اور پتھریلی وادی میں آئے، علاقہ ویران کا نام نہ نشان نہ سبزہ کی جگہ ہر طرف ریگستان، نیچے تپتی ہوئی زمین، اوپر دھکتا ہوا آسمان۔ حکم ملا کہ یہیں گھر بناؤ، یہی مٹی اور پتھر کا لیکن اپنے لئے نہیں۔ ہماری عبادت کے لئے، اور ہاں ذرا یہ کرنا کہ اسے منسوب ہماری جانب کر دینا۔ ہم گھر اور در کی قید سے ماوراء مکان اور چھت کی نسبت سے بھی برتر و بالا۔ لیکن

ی گھر کے ساتھ ہمارا نام ڈال تو دو۔ اور ہماری ہی بسائی ہوئی دنیا کو آواز دے دو کہ اس گھر کی طرف آجایا کرو
اَذِّن فی الناس بالحج۔ فرماں بردار بندہ نے پکار کردی اور اس وقت پکار کی جب نہ تار تھا نہ ٹیلیفون
وائرلیس، نہ لاوڈ اسپیکر، نہ لوگ نشریات (براڈ کاسٹنگ) کے قانون سے واقف تھے۔ نہ گھر گھر ریڈیو
ے ہوئے تھے، ابراہیم کی پکار خدا معلوم کس لاہوتی میٹر پر اور کس ملکوتی (WAVE LENGHTH) سے
نشر ہوئی کہ آج تک اس کی تھرتھراہٹ فضائے کائنات میں آپ خود سن رہے ہیں!

حج کی تاریخ میں ابھی ہفتوں کا نہیں مہینوں کا زمانہ باقی ہے کہ دربار کی حاضری کی تیاریاں شروع ہو گئیں
در اپنے اپنے گھروں سے چل کھڑے ہوئے۔ اپنے مالک و مولا کے متوالے دنیا کے گوشے گوشے سے، روئے زمین کے
چپہ چپہ سے کوئی کابل سے کوئی قندھار سے، کوئی دکن سے کوئی ملابار سے، کوئی چین سے کوئی جاپان سے،
کوئی مصر سے کوئی ایران سے کوئی عراق سے کوئی بخارا سے کوئی سیلون سے کوئی جاوا سے، کوئی افریقہ کے ویرانہ
سے، کوئی یورپ کے نشاط خانہ سے، غرض خلقت ہے کہ ہر چہار طرف سے امنڈی چلی آرہی ہے یاتین من
کل فج عمیق، کوئی ریل سے کوئی جہاز سے کوئی موٹر پر کوئی لاری پر کوئی پیدل کوئی سواری پر، کوئی غریب
اپنی ہی کمر کو کسے ہوئے اور کوئی صاحب اونٹ کی پیٹھ پر جمے ہوئے۔

کعبہ اسلام کا جغرافی مرکز ہے، مرکز کا ربط محیط کے گوشہ گوشہ سے دائرہ کے نقطہ نقطہ سے، دانا و
بینا جوڑنے والے نے یوں جوڑا کہ ہر صاحب حیثیت پر عمر میں کم از کم ایک مرتبہ حج فرض کردیا۔ حج اسلام کا
رکن اعظم ہے۔ نو ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں حاضری، سو وہ کل ہوگئی۔ اب آج کا دن ہے اس سعادت
کی خوشی منانے کا دن۔ کلمہ گو جہاں کہیں بھی آباد ہیں، آج جشن منائیں گے، لیکن اس مسرت کی غفلت میں
دن چڑھے تک خراٹے لینے کے بجائے آج معمول سے اور سویرے اٹھیں گے غسل کریں گے، اجلے کپڑوں کے
ساتھ بشاش چہروں کے ساتھ عیدگاہ روانہ ہوں گے، اور واپس آئیں گے، تو ان میں جو صاحب حیثیت ہیں وہ
اچھے اور پاک اور صحیح و تندرست جانوروں کی قربانی کا تحفہ اپنے پروردگار کے حضور میں پیش کریں گے خود اپنی
طرف سے اپنے عزیزوں کی طرف سے بزرگوں کی طرف سے اور جب کھانے کا وقت آئے گا تو تنہا نہیں کھائیں گے
بلکہ پہلے ایک تہائی، محتاجوں، مسکینوں، مفلسوں کی نذر کردیں گے۔ ایک تہائی دوست احباب کی خدمت میں
پیش کریں گے، جب کہیں ایک تہائی اپنے لئے رکھیں گے! عیدالفطر کے دن تاکید تھی کہ کوئی بدنصیب فاقہ سے نہ
رہ جائے۔ عید قرباں کے دن ترغیب ہے کہ غریب سے غریب بھائی کی زبان کو کھانے پینے کی لذتوں کا کچھ تو
مزہ آجائے۔

عیدالفطر سالگرہ تھی نزول قرآن کی، عید قرباں سالگرہ ہے بنیاد کعبہ کی، ابراہیم موحد تھے موحدوں کے
سردار توحید ہی کے جرم میں آگ میں جھونکے گئے، ملک سے نکالے گئے تھے، حق تھا کہ ان کی قائم کی ہوئی یادگار کے

سلسلہ میں توحید ہی کا رنگ ہر رنگ پر غالب ہو اور سب سے نمایاں۔ آج آفتاب بلند ہوا کہ لوگ عیدگاہ اور مسجدوں کی طرف چلنے۔ ہر طرف سے رب ہی بڑائی کے نعرے بلند ہونے لگے۔ سینوں کے اندر توحید کے ولولے، زبانوں پر تکبیر کے زمزمے! کیا خوب ظاہر ہے اور کیا خوب باطن۔ کیا خوب قال اور کیا خوب حال! عید کے دن یاد ہوگا کہ تکبیریں صرف نماز کے ساتھ تھیں، اور آمدورفت کے راستے میں بقرعید کے موقع پر ایک نماز، ایک وقت بلکہ ایک دن بھی اس جوش کے اظہار کے لئے کافی نہیں اب کی تکبیر شروع ہوگئی ۹ تاریخ کی فجر سے اور جاری رہے گی ہر نماز کے ساتھ۔ ابھی تین دن اور یعنی ۱۳ کی عصر تک مرکز میں آج مسلمان اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے پکارے گا۔ لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک حاضر ہے اے میرے مالک مولی، یہ غلام حاضر ہے، یہ شہادت دیتا ہوا حاضر ہے کہ حضور والا ہر قسم کی شرکت سے ماوراء اور برتر ہیں۔ حاضر ہے، حاضر ہے، یہ آداب حاضری دینے والوں کے ہوئے، مرکز سے دور باہر والے ۹ سے ۱۳ کے سہ پہر تک ساڑھے چار دن ہر نماز کے بعد پکاریں گے، اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد" بڑائی تو آپ میں ہے، صرف آپ میں ہے۔ ہمارے ہر شکر کی مخاطب آپ ہی کی ذات ہماری ہر مدح وثنا کے سزاوار آپ ہی کے کمالات۔

مسلمان قربانی کے لئے تیاری، دنوں ہفتوں مہینوں سے پیشتر سے کریگا، پاک: صاف جانور، اچھا تندرست بے عیب دیکھ کے خریدے گا پالے گا، کھلائے گا، پلائیگا، اپنے سے خوب ملائے گا، اور جب اُس سے تعلق اُنس ولنسبت کا رحمت وشفقت کا قائم ہوجائے گا، تو اپنے اور اس کے دونوں کے مالک کے حکم سے، اس تعلق پر اپنے ہاتھ سے چھری چلائے گا، پلے ہوئے جانور کو پیار کی نگاہوں سے دیکھے گا، آخر وقت تک کھلائے پلائے جائے گا لیکن جب حکم کی تعمیل میں زمین پر لٹائے گا تو قبلہ رُخ، منہ اس طرف کرکے جدھر وہ خود دن رات میں خدا معلوم کتنی بار جھکتا ہے، گرتا ہے اور زبان سے کہتا جائے گا اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ میں یہ کسی دیوی دیوتا کی بھینٹ نہیں چڑھا رہا ہوں۔ میرا رشتہ تو صرف اسی سے جڑا ہوا ہے میں تو پجاری صرف اس کا ہوں جس نے پیدا کر رکھا ہے آسمان وزمین کو، میرا دستور زندگی تو تمام تر اس کے قانون کی پیروی ہے۔ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ہ میری دعائیں اور میری عبادتیں، میری زندگی اور میری موت، نہ اپنے نفس کے لئے ہے نہ اس ملک کے چھوٹے موٹے دیوی دیوتا کے لئے ہے، بلکہ یہ سب صرف اسی واحد ویکتا معبود اعظم کے لئے ہے۔ اسی کے حکم اور قانون کے تابع ہے، جو پروردگار ہے ہر ملک کا ہر قوم کا، ساری مخلوقات کا، جمیع موجودات کا، کل کائنات کا،

ڈاکٹر جب مریض کو اپریشن کے لئے میز پر لٹاتا ہے تو پہلے اپریشن والے عضو کو دوا لگا کر سُن کر دیتا ہے یا مریض کو کلوروفارم سنگھا کر بے ہوش، مسلمان بھی جب جانور کو ذبح کے لئے قبلہ رُخ لٹا کر گلے پر چھری چلاتا ہے

تو رُوح کو ایک مختصر دو لفظی نغمہ سُناتا ہے۔ میں تجھے مُردہ اپنی طرف سے نہیں کر رہا ہوں میں تو خود تیری ہی طرح مخلوق، تیری ہی طرح بے بس، تیری ہی طرح خاکی، تیری ہی طرح فانی، میں چھُری چلا رہا ہوں اپنے اور تیرے پیدا کرنے والے کا نام لے کر، اپنے اور تیرے مالک کے قانون کے ماتحت، زندگی کا عطیہ بخشنے والا بھی وہی ابھی واپس لینے والا بھی وہی۔ جان ایک روز ڈالی بھی اُسی نے اور آج نکالی بھی اسی نے۔ بڑائی کا حقدار، حکم چلانے والا صرف وہی، سنتے ہیں کہ فوج کے سپاہی، جنگ کے میدان میں فوجی بینڈ اور وطنی ترانہ کی آواز سُن کر، ایسے مست ہوجاتے ہیں کہ جان کی پروا نہیں رہ جاتی اور بندوقوں کی گولیوں توپ کے گولوں سنگینوں کے وار کے لئے بے تکلف اپنے سر و سینہ کو پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ کے نام کی کشش کیا رُوح کے لیے اتنی بھی نہیں؟ جاننے والے تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ رُوح اسم پاک سے ایسی مست و بے خود ہوجاتی ہے کہ خود حالت طرب میں ہنسی خوشی باہر آجاتی ہے گو جسم دیکھنے والوں کی نظر میں تڑپتا لوٹتا رہ جائے آخر کلورو فارم میں بھی تو یہی ہوتا ہے کہ رگوں پر رگیں جسم کی کٹتی رہتی ہیں۔ خون پر خون بہتا رہتا ہے لیکن مریض کا احساس اذیت و کرب مردہ ہوجاتا ہے۔ اللہ ٹھنڈی رکھے حضرت اکبر کی تربت کو کیا خوب فرما گئے ہیں ؎

احساس ہی اپنا نہ ہوا، فریاد و فغاں میں کیا کرتا
آنکھ اپنی لڑی تھی قاتل سے جس وقت نہ خنجر نکلا

ابراہیمؑ کی قربانی کہتے ہیں کہ ایک بار انہیں، کعبہ کی تعمیر کرنے والے، آگ میں کودپڑنے والے، حج کی پکار کرنیوالے ابراہیمؑ نے بھی پیش کی تھی، یہ قربانی بکرے کی نہ تھی، مینڈھے کی نہ تھی، اونٹ کی بھی نہ تھی لاڈلے نور نظر اسمٰعیل کی تھی۔ خواب میں حکم، محبوب ترین ہستی کی قربانی کا۔ پیغمبر کے خواب بھی الہامی ہوتے ہیں صبح اٹھ مشورہ اسمٰعیل سے کیا۔ اس سے کیا جو آنکھوں کا تارا، بڑھاپے کا سہارا تھا۔ مشورہ خود اسی کے ذبح کے باب میں تھا، اس سے کیا، دُنیا کی تاریخ میں کب کسی عزیز نے عزیز سے اسی کے قتل و ذبح کے باب میں مشورہ کیا ہے؟

مقتول سے قتل کا مشورہ: کب کسی شفیق اور عاشق زار باپ نے اپنے لخت جگر کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے ہر صاحب اولاد ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے۔ بیٹا بھی کس باپ کا تھا۔ فوراً آمادہ ہوگیا اور عرض کیا، ابا جان آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ عین وقت پر میرا چہرہ دیکھ کر آپ کی ہمت جواب دے جائے" باپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ، اور خدا معلوم کون سے پتھر کی سل رکھ حلق پر چھری چلائی، معاً قدرت حق سے نور نظر کی جگہ ایک جنت کے مینڈھے نے لے لی۔ اور چھری کو پھیرنے والے نے چھری اسمٰعیل کے گلے پر، لیکن چلی وہ اس غیبی مینڈھے کے حلقوم پر اور اسمٰعیل علیہ السلام وفدینٰہ بذبح عظیم کا پروانہ بشارت پا، زندہ جاوید ہوگئے۔

ذبح عظیم کی یادگار:- آج کی قربانیاں یادگار ہیں اسی "ذبح عظیم" کی۔ زمانۂ قبل اسلام کو چھوڑیئے خود

ھر سال ساڑھے تیرہ سو برس کے اندر جتنی قربانیاں ہندوستان اور افغانستان، ترکی و ایران، مصر و عرب اور ساری دنیائے اسلام کے اندر ہو چکی ہیں۔ ان کا حساب و شمار ہے کسی حساب لگانے والے اور شمار کرنے والے کے بس کی بات نہ خود جسے "بڑی" قربانی کہہ کر پکارے کون اس کی بڑائی کی تھاہ پا سکے؟ کون اس کی وسعت و عظمت کی پیمائش پائے۔

کامیاب زندگی

(جناب مولانا ابو محمد امام الدین صاحب رام نگری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

نماز کی محافظت:- ایک شخص جیسے ہی اللہ کی حاکمیت و ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ اس پر نماز فرض ہو جاتی ہے ایک انسان کی جانب سے اللہ کی حاکمیت و کبریائی اور اپنے عجز و نیاز کے اظہار کا بہترین ذریعہ نماز ہے، وہ اپنے حرکات و سکنات سے، اپنے افعال و اقوال سے اور اپنے جذبات و احساسات سے اس حقیقت کا اظہار و اعتراف کرتا ہے کہ وہ سرتاپا اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے وقف ہے:-

نماز خلافتِ ربانی کے قیام کا بھی ذریعہ ہے اور اس کے بقاء و استحکام کا بھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (پ۱۸ نور)

جو لوگ ایمان لائے (اللہ کو اپنا حاکم فرماں روا تسلیم کیا) اور اس اقرار کے مطالبے اور تقاضے کے مطابق) اچھے کام کئے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں اپنی خلافت عطا کریگا جیسا وہ ان سے پہلے والوں کو خلافت عطا کر چکا ہے۔

جن اعمالِ صالحہ کی بجا آوری کو خلافت و نیابت کی بخشش کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے۔ ان کو خود آگے اللہ تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے:-

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ۝ (پ۱۸ س نور)

نماز قائم رکھو، اور زکوٰۃ دیتے رہو اور تمام معاملاتِ زندگی میں رسول کی اطاعت کرتے رہو اس طرح توقع ہے کہ تم اللہ کی مہربانی کے سزاوار بن جاؤگے۔

دوسرے مقام پر جن اعمال صالحہ کو علمبرداران حکومت الٰہیہ کا شرف و امتیاز بتایا گیا ہے ان میں اقامت نماز سب سے پہلے ذکر ہے:-

الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (پ۱۷ س حج)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم زمین میں حکومت و اقتدار عطا کریں وہ نماز قائم کریں، ادائے زکوٰۃ کا اہتمام کریں لوگوں کو حکم دیں کہ شریفانہ زندگی گذاریں اور زندگی کے برے طریقوں سے با[illegible]

نماز کی اسی خصوصیت و اہمیت کے باعث صحابۂ کرام نماز کی ادائیگی کا انتہائی اہتمام و لحاظ رکھتے تھے۔ ال[illegible]

شرکتِ جماعت کا اتنا خیال رہتا تھا کہ مسجد میں جماعت قائم ہوتی تو وہ اس طرح دوڑتے کہ شور مچ جاتا، کاروبار کی مصروفیت بھی ان کو شرکتِ جماعت سے باز نہ رکھ سکتی تھی۔ حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ کانو یتبایعون و لایدعون الصلوٰۃ المکتوبۃ فی الجماعۃِ یعنی صحابہ خرید و فروخت کرتے رہتے مگر نماز فرض کی با ادائیگی کو نہ چھوڑتے۔ مطرالوراق کا بیان ہے کہ لوگ خرید و فروخت کرتے ہوتے لیکن اس حالت میں بھی اذان سنتے کہ ترازو ہاتھ میں ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے۔ خود قرآن مجید کی شہادت موجود ہے:۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَوٰةِ (پ۱۸ نور)

وہ ایسے لوگ ہیں کہ تجارت اور بیع (جیسی مصروفیتیں بھی) اللہ کی یاد اور نماز کے قیام سے غافل نہیں کرتیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا۔ صحابہ دکانیں بند کرکے مسجد میں چلے گئے، یہ آیت انہیں لوگوں کی شان میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فجر کی نماز بھی قضا نہیں کی جس کی شب میں نماز عشاء کی امامت کرتے ہوئے آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا، اور آپ نے شہادت پائی۔ نماز فجر کے لئے آپ کو جگایا گیا تو فرمایا، ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ آپ نے اس حالت میں نماز ادا کی کہ آپ کے زخم سے برابر خون بہہ رہا تھا۔

صحابہ کرام نماز کی ادائیگی کے ساتھ اس کے وقت کا بھی اتنا لحاظ رکھتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کسی پُرخطر کام کی انجام دہی کے لئے گئے۔ مقررہ مقام کے سامنے پہنچے تو نماز عصر کا وقت ہوچکا تھا انہوں نے سوچا ایسا نہ ہو نماز میں دیر ہوجائے چنانچہ اشاروں میں نماز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے:۔

ایک بار نماز ظہر کے بعد کچھ لوگ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، آپ اٹھ کر نماز عصر پڑھنے لگے، لوگوں نے کہا۔ آپ نے بڑی جلدی کی، فرمایا، وہ منافقین کی نماز ہے، منافقین کی نماز ہے، منافقین کی نماز ہے کہ گھر میں بیٹھے رہتے ہیں، سورج زرد ہونے لگتا ہے، تو چار رکعت پڑھ لیتے ہیں اور اس میں اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے مکہ کی سکونت اس لئے ترک کردی کہ وہاں کا حاکم حجاج تاخیر سے نماز پڑھایا کرتا تھا، بعض صحابہ کو جماعت اتنی عزیز تھی کہ بیماری کی حالت میں دو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں پہنچتے تھے۔ کبھی کبھی نماز عشاء کے لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کدہ سے نکلنے میں بہت دیر ہوجاتی تھی۔ مگر صحابہ بیٹھے رہتے تھے، ایک بار کوئی ایسا ہی اہم کام پیش آگیا تھا جس کی وجہ سے صحابہ کو اتنا انتظار کرنا پڑا کہ وہ کئی بار سوئے اور جاگے، حضور تشریف لائے تو فرمایا۔ آج تمہارے سوا دنیا میں نماز کا انتظار کرنے والا کوئی نہیں۔

اسی طرح ایک بار اور حضور کے مسجد میں تشریف لانے میں اتنی دیر ہو گئی کہ صحابہ کو خیال گذرا حضور نے نماز پڑھ لی، اب مسجد میں تشریف نہ لائیں گے، اس کے بعد حضور آئے اور فرمایا، اس نماز کو اسی وقت پڑھو۔ تمہیں تمام امتوں پر اسی کی وجہ سے فضیلت ہے۔ تم سے پہلے کسی پیغمبر کی اُمت نے اس نماز کو ادا نہیں کیا۔

سائلوں اور محتاجوں کی اعانت

اللہ تعالیٰ رب العالمین اور رحمٰن و رحیم ہے، اس نے اپنے فرماں برداروں اور اطاعت گزاروں کو جو نظام زندگی عطا فرمایا ہے۔ اس میں سائلوں اور محتاجوں کی اعانت و خبر گیری پر بعید زور دیا ہے۔ ان کے اوپر خرچ کرنے کو اللہ نے اپنی راہ میں خرچ کرنا قرار دیا ہے اور اس پر بڑے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم، الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کی (نیکی کی اور نیکی کی برکتوں کی) مثال اس بیج کے دانے کی سی ہے، جو زمین میں بویا جاتا ہے (جب بویا گیا تھا تو صرف ایک دانہ تھا لیکن جب بار آور ہوا تو) ایک دانے سے سات بالیں پیدا ہو گئیں اور ہر بال میں سے سو دانے نکل آئے (یعنی خرچ کیا ایک اور بدلے میں ملے سینکڑوں) اور اللہ جس کسی کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی دگنا کر دیتا ہے وہ بڑی ہی وسعت رکھنے اور سب کچھ جاننے والا ہے، جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ لینے والے کو (اپنے قول و عمل سے کسی طرح کا دُکھ پہنچاتے ہیں تو ان کے پروردگار کے حضور ان کے عمل کا اجر ہے، نہ تو ان کے لئے کسی طرح کا ڈر ہوگا نہ کسی طرح کی غمگینی۔

ایک جگہ بنیادی عقائد اور اہم ترین اعمال کے سلسلے میں یتیموں اور مسکینوں کی امداد و اعانت کا تذکرہ فرمایا ہے اور تمام نیکیوں پر اسی کو اولیت عطا کی گئی ہے۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن

نیکی اور بھلائی (کی راہ) یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف پھیر لیا یا پچھم کی طرف کر لیا، (یا اسی طرح کی کوئی بات رسم کی کر لی) نیکی کی راہ تو ان لوگوں کی راہ ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر

السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة واٰتی الزکوٰة والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون

آسمانی کتابوں پر اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ خدا کی محبت کی راہ میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرانے کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں، اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں جب قول و قرار کر لیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں، تنگی و مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت ہر حال میں صبر کرنیوالے (اور اپنی راہ میں ثابت قدم ہونے ہیں) تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہوئے اور یہی ہیں جو برائیوں سے بچنے والے ہیں۔

مسکینوں اور محتاجوں کی امداد و خبر گیری پر قرآن مجید میں جس اہتمام سے زور دیا گیا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اسی اہتمام سے اس پر عمل فرمایا۔ بخاری اور مسلم میں حضرت جابر کا بیان ہے کہ حضور نے کسی سائل کے جواب میں کبھی "لا" نہیں فرمایا ؎

نہ رفت لاؔ بزبان مبارکش ہرگز — مگر در اشہدان لا الٰہ الا اللہ

ایک بار حضور کے پاس نوے ہزار درہم آئے، حضور نے تمام درہم تقسیم کر دیئے، کسی سائل کو واپس نہیں فرمایا، اس روز شام کو حضور کے یہاں فاقہ ہوا۔

ایک بار ایک سائل نے حضور سے سوال کیا، اس وقت حضور کے پاس کچھ موجود نہ تھا، فرمایا، اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے، میرے نام پر قرض لے لو میں ادا کر دوں گا،

حضرت جابر کا بیان ہے کہ ایک بار ایک بچہ حضور کی خدمت میں آیا، کہا میری ماں نے حضور کا پیراہن مانگا ہے۔ حضور نے فرمایا، تھوڑی دیر میں آ کر لے جانا۔ بچہ تھوڑی دیر میں پھر آیا، اور پیراہن طلب کیا، حضور اندر تشریف لے گئے اور پیراہن اتار کر بچے کو دے دیا۔ اب خود حضور برہنہ تھے۔ حضور کے پاس دوسرا پیراہن نہ تھا۔ نماز کے وقت حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ صحابہ نے کچھ دیر حضور کا انتظار کیا اس کے بعد جا کر دیکھا تو حضور برہنہ بیٹھے تھے۔

حضور کا یہ مبارک اسوہ صحابہ کرام کے پیش نظر تھا۔ اس لئے ان کی سیرتوں میں بھی یہ باب نمایاں، اور روشن نظر آتا ہے۔ دور دراز ملکوں سے لوگ اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدینہ طیبہ آتے، ان میں اکثر و بیشتر تہی دست اور بے سر و سامان ہوتے تھے، یہ لوگ اصحاب صفہ کہلاتے تھے خوش حال صحابہ ان میں سے ایک دو دو آدمی اپنے یہاں لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ حضرت سعد بن معاذ اسّی آدمیوں کو روزانہ

شام کا کھانا کھلایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا، کہ وہ کسی محتاج اور مسکین کے بغیر تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ان کے سامنے کھانا رکھا ہوتا اور کوئی معزز آدمی آجاتا تو آپ خود اسے اپنے کھانے میں شریک نہ کرتے، اپنے اہل وعیال کے ساتھ کھلا دیتے، لیکن کوئی مسکین آجاتا تو اسے خود کھانے میں شریک کر لیتے۔ آپ کی نقاہت اور لاغری کو دیکھ کر ایک بار لوگوں نے آپ کی اہلیہ سے شکایت کی کہ تم ان کی اچھی طرح خدمت نہیں کرتیں انہوں نے کہا۔ کیا کروں؟ وہ اپنے کھانے میں کسی مسکین کو ضرور شریک کر لیتے ہیں۔ آپ کے راستے میں جو فقراء اور مساکین بیٹھے رہتے۔ آپ ان کو کھانے کے لئے ساتھ لے لیتے۔ ایک روز آپ کی اہلیہ نے ان مسکینوں کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ آپ کے راستے میں نہ بیٹھا کریں۔ لیکن حضرت ابن عمر مسجد سے نکلے تو ان کو گھروں سے بلا لیا۔ اس کے بعد آپ کی اہلیہ نے ان لوگوں کو تاکید کرائی کہ وہ آپ کے بلوانے پر بھی نہ آئیں جس کا ایسا ہوا حضرت عبداللہ نے کھانا نہیں کھایا۔

ایک بار آپ کی بیماری میں آپ کے لئے انگور خریدا گیا، ایک سائل ادھر سے گزرا۔ آپ نے حکم دیا۔ یہ انگور اس شخص کو دے دو، لوگوں نے عرض کیا، اسے کچھ اور دے دیا جائے گا، لیکن آپ نہ مانے اور انگور اس کو دلوا دیئے۔

ایک بار ام المومنین حضرت عائشہؓ روزے سے تھیں، اور گھر میں ایک روٹی تھی، اسی حالت میں ایک مسکین عورت آئی۔ حضرت عائشہؓ نے لونڈی سے کہا۔ وہ روٹی دے دو۔ اس نے کہا افطار کس چیز سے کیجئے گا؟ فرمایا دے تو دو، شام کو کسی نے بکری کا گوشت بھیج دیا۔ لونڈی کو بلا کر کہا، یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔

صحابہ کرام کے علاوہ ائمہ ومشائخ فقرا ومساکین کی امداد و اعانت میں بڑے سرگرم تھے۔ امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں اور ملنے جلنے والوں میں جتنے کم استطاعت لوگ تھے آپ نے ان سب کے روزینے مقرر کر دیئے تھے، آپ کے شاگردوں میں کتنے ایسے تھے جو اپنی عسرت و ناداری کے باعث تحصیل علم کے سلسلے کو جاری نہیں رکھ سکتے تھے حضرت امام انہیں تعلیم بھی دیتے اور ان کی کفالت بھی کرتے، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ انہیں بے استطاعت لوگوں میں تھے جو امام صاحب کی امداد و اعانت سے امامت کے مرتبے تک پہنچے، باحمیت نادار لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

يحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف تعرفهم بسيماهم لا يسئلون الناس الحافا وما تنفقوا من خير فان الله به عليم۔

(پ۳ البقرہ)

ان کی خودداری کی وجہ سے نادان لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ غنی ہیں (لیکن) تو ان کی پیشانی (کے انداز) سے پہچان لے گا (کہ وہ نادار ہیں) وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگا کرتے (تم لوگوں پر) جو اچھی چیز خرچ کروگے اللہ اس کا جاننے والا ہے۔

حضرت امام اعظم لوگوں سے پوچھ پوچھ کران کی مدد کرتے اور بغیر مانگے دیتے، ایک بار کچھ لوگ آپ ے
ے آتے، ان میں ایک شخص کے چہرے سے پریشانی اور شکستہ حالی ظاہر ہورہی تھی۔ لوگ واپس جانے لگے تو آپ نے
سے روک لیا اور فرمایا ذرا جانماز تو اٹھاؤ، اس نے جانماز اٹھائی تو نیچے سے ایک ہزار درہم کی تھیلی نکلی۔ اس نے
ض کی کہ میں فارغ البال ہوں امام صاحب نے فرمایا پھر ایسی صورت کیوں بنا رکھی ہے، کہ
یکھنے والوں کو شبہ ہو۔

ایک دفعہ آپ کسی مریض کی عیادت کو جارہے تھے، دور سے ایک شخص آپ کو دیکھ کر کترانے لگا، آپ نے
ازدے کر اسے روکا اور وجہ پوچھی، اس نے کہا آپ کے دس ہزار درہم قرض ہیں، مجبوری کے باعث اب تک
ا نہ کرسکا۔ اسی سے آپ کا سامنا کرتے ہوئے شرم وندامت محسوس ہورہی تھی، امام صاحب بہت متاسف ہوئے
راسی وقت کل قرض معاف کر دیا۔

ابراہیم بن عتبہ پر لوگوں کے چار ہزار درہم قرض تھے، اور وہ اس قرض کو ادا نہیں کرسکتے تھے، جس کی
رم سے انہوں نے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا، ان کے دوستوں نے چاہا چندہ کرکے قرض ادا کردیں حضرت
اعظم صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا اتنی رقم کے لئے لوگوں کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے اور چار ہزار
ہم خود دے دیئے۔

حج کے سفر میں ایک بدو نے دوسرے بدو کو پکڑ کر امام صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ کہا دیکھئے اس
رے چالیس درہم قرض ہیں، یہ دیتا نہیں، دوسرے بدو نے اس دعویٰ کے ماننے سے انکار کیا، امام صاحب نے
مایا، افسوس حمیت کا اتنا فقدان ہوگیا ہے کہ لوگ چالیس درہم کے لئے جھگڑتے ہیں۔ اور یہ رقم اپنے پاس سے
ے دی۔

یوم آخرت کی تصدیق

صحابہ کرام کا ہر عمل یوم جزا کی تصدیق کرتا تھا، ان کو قیامت پر اس شدت سے
یقین تھا کہ وہ اس کے خوف سے کانپتے رہتے تھے، عہد رسالت کے بعد ایک بار
ایک اندھیرا چھا گیا، ایک صاحب نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا، عہد رسالت میں بھی ایسا ہوتا تھا؟ فرمایا
اذ اللہ! اگر ہوا بھی تیز ہوجاتی تو ہم سب قیامت کے خوف سے مسجد کی طرف بھاگتے تھے۔ جب آیہ کریمہ

ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیئ عظیم	لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو، حق یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔

زل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا، جانتے ہو وہ کونسا دن ہے، یہ وہ دن ہے جب
لہ تعالیٰ آدم سے کہے گا آگ کی فوج بھیجو، وہ کہیں گے، الٰہی آگ کی فوج کون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا
ار میں سے نوسو ننانوے جہنم میں جھونکے جائیں گے اور جنت میں صرف ایک، صحابہ یہ سن کر بے اختیار رو پڑے

ایک بار دو صحابیوں میں وراثت کے بارے میں منازعت ہوئی، مقدمہ بارگاہ رسالت میں آیا، شہادت کسی کی اس نہ تھی۔ حضور نے فرمایا، میں ایک انسان ہوں، ممکن ہے تم میں کوئی چرب زبان اور طرار ہو اور میں اس کے موافق فیصلہ کر دوں، لیکن اگر یہ اس کا حق نہیں ہے تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ میں نے اس کے گلے میں آگ کا طوق لٹکا دیا ہے۔ یہ سن کر دونوں شخص آخرت کے خوف سے رونے لگے، اور ہر ایک چاہتا تھا کہ اپنا حصہ دوسرے کو دے دے۔

خدا کے عذاب و عتاب کا خوف

صحابہ کرام سے بڑھ کر اللہ کی رضا جو اور نیکوکار جماعت اور کون ہو سکتی تھی؟ خود اللہ تعالیٰ نے "رضی اللہ عنہم" کے ارشاد کے ساتھ ان کو اپنی رضا جوئی و خوشنودی کی بار بار سند عطا فرمائی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب و عتاب سے اس طرح خائف و ہراساں رہتے تھے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی سختی و عقوبت پر خطبہ دیا تو صحابہ کرام چیخ اٹھے۔

ایک روز امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی خاص سرکاری کام میں مشغول تھے۔ کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے، آپ چلئے اور اس سے بدلہ دلائیے۔ اس شخص کے بے موقع آنے سے آپ کے کام میں خلل پڑ گیا۔ آپ جھنجھلا اٹھے اور اسے ایک درہ مار کر فرمایا — جب میں اس لئے بیٹھتا ہوں کہ جن لوگوں کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہو وہ آئیں، اور میں ان کی فریاد سنوں تو لوگ آتے نہیں، اور جب میں دوسرے کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تو لوگ آتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں۔

حضرت عمر کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر وہ شخص تو واپس چلا گیا لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کا مزاج ٹھنڈا ہوا تو آپ کو اپنی سختی پر بہت پشیمانی ہوئی۔ خدا کے سامنے جواب دہی کرنے کی نسبت دنیا ہی میں اس کا بدلہ ادا کرنا پسند کیا، اور اس شخص کو بلا بھیجا، وہ آیا تو آپ نے درہ اس کے سامنے رکھ دیا، اور فرمایا — یہ درہ لو، اور جس طرح میں نے تمہیں مارا تھا اسی طرح تم بھی مجھے مارو،

اس شخص نے عرض کی۔ امیر المومنین! بھلا مجھ سے ایسی جرأت اور گستاخی ہو سکتی ہے، میں نے خدا کیلئے اپنا حق معاف کر دیا" لیکن اس شخص کے معاف کر دینے پر بھی حضرت عمر کے دل کو اطمینان نہ ہوا، اسی طرح خوف خدا دامنگیر رہا۔ آپ گھر تشریف لائے۔ دو رکعت نماز ادا کی، پھر اپنے آپ کو اس طرح ملامت کرنا شروع کر دیا "اے عمر! تو نیچ تھا، خدا نے تجھے سربلندی عطا کی، تو گمراہی میں تھا، خدا نے تجھے سیدھا راستہ دکھایا، تو ذلیل تھا، خدا نے تجھے عزت دی، اور اختیار سے نوازا، تیرا یہ حال ہے کہ ایک شخص تیرے پاس فریاد لے کر آیا اور تو نے اسے مار کر بھگا دیا — کل خدا کے حضور میں اس زیادتی کی پوچھ ہوئی تو کیا جواب دیگا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور زندگی کی امید باقی نہ رہی تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

آپ کے فضائل و اعمال بیان کرکے آپ کو آخرت کی طرف سے تسکین دینے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم اگر زمین پر سونا بکھیر دیا جائے۔ تو میں اسے دے کر عذاب الٰہی سے بچنے کو ترجیح دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک بار عبید بن عمر کو یہ آیت پڑھتے سنا :-

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنابك علیٰ ھؤلاء شھیدا

(اے پیغمبر) اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے گواہ لائیں گے، اور ان سب پر تمہیں گواہ لائیں گے۔

تو آپ اس قدر رُوئے کہ داڑھی اور گریبان دونوں تر ہوگئے۔

آپ جب کبھی یہ آیت پڑھتے :-

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔

کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا یاد کے لئے ان کے دلوں میں خشوع پیدا ہوجائے۔

تو بے اختیار رو پڑتے اور دیر تک روتے رہتے۔

حضرت عمرو بن العاص نے جہاد شام میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ آپ مصری جہاد کے بھی سپہ سالار اعظم تھے، سرزمین مصر پر علم توحید نصب کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ آپ پر بھی جب آخرت کا خیال غالب ہوتا اور خدا کا عذاب یاد آجاتا تو آپ کی عجیب حالت ہوجاتی۔

لقیط کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ رات کو سُنا حضرت عمرو بن العاص نماز پڑھ رہے ہیں اور رو رو کر کہتے ہیں کہ الٰہی تو نے عمرو کو مال دیا لیکن اگر تو چاہتا ہے کہ عمرو سے مال چھین لے، اور اس کو دوزخ کی آگ سے نجات دے دے تو عمرو راضی ہے، — الٰہی! تو نے عمرو کو حکومت دی، لیکن اگر تو چاہتا ہے کہ اس سے حکومت چھین لے اور اس کو دوزخ کی آگ سے نجات دے دے تو وہ راضی ہے۔ اس سے حکومت چھین لے۔

مرض الموت میں گذشتہ واقعات زندگی یاد کرکے رویا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس عیادت کو گئے اور حالت پوچھی تو جواب دیا۔ کیا پوچھتے ہو؟ دنیا کم بنائی، دین زیادہ بگاڑا، اگر اس کو بگاڑا ہوتا جس کو بنایا ہے اور اسے بنایا ہوتا جسے بگاڑا ہے تو یقیناً کامیاب ہوتا۔ اگر اس وقت کی آرزو فائدہ مند ہوسکتی ہے تو مَیں آرزو کرتا، اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگتا، مگر اب منجنیق کی طرح زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں نہ ہاتھوں کے ذریعہ اوپر چڑھ سکتا ہوں نہ پاؤں کے سہارے نیچے اتر سکتا ہوں مجھے ایسی نصیحت کرو جس سے فائدہ پہنچے۔ حضرت ابن عباس نے مایوس کن جواب دیا تو فرمایا :- "اس وقت اسی برس سے زیادہ عمر ہوچکی ہے اور تم مجھے رحمت خداوندی سے مایوس کررہے ہو، خدایا! ابن عباس مجھے تیری رحمت سے ناامید کررہا ہے تو ابھی مجھے یہاں تک تکلیف دے کہ تو مجھ سے راضی ہوجائے۔

ابن شماسہ عیادت کو گئے، تو دیوار کی طرف منہ پھیر کر رونے لگے ۔ بیٹے نے دلاسا دیا اور رسول اللہ کی
باتیں سنائیں تو بولے، میرے پاس افضل دولت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ہے ، مجھ پر
زندگی کے تین دور گزرے ہیں۔ پہلے دور میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا ۔ اس زمانہ میں
مرجاتا تو یقیناً دوزخی ہوتا ، اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی توفیق دی ، پھر مجھے اس دور میں رسول اللہ سے زیادہ
محبوب و بزرگ نظر نہ آتا تھا ، اور انتہائی ہیبت و عظمت کی وجہ سے میں حضور کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا
اس دور میں مرجاتا تو یقیناً جنتی ہوتا ، تیسرے دور میں میں نے مختلف قسم کے اعمال کئے ۔ اب میں نہیں جانتا کہ
میرا کیا حال ہوگا ؟

موت کے وقت باڈی گارڈ کو بلایا ، جس نے اقرار کیا کہ آپ کا سلوک بہت اچھا رہا ، فرمایا ، اچھا تو اس کے
بدلے میں یہ موت جو میرے سامنے کھڑی ہے ، اس کو دور کر دو ، سب حیرت سے منہ تکنے لگے ، پھر ہاتھ
اٹھا کر بچشم نم دعا کی ۔ " خدایا میں بری نہیں ہوں کہ معذرت کر دوں ، طاقتور نہیں ہوں کہ غالب
آجاؤں ، اگر تیری رحمت نے دستگیری نہ کی ، تو میں تباہ ہو جاؤں گا "

بیٹے کے استفسار کے جواب میں کہا ۔ بیٹا ، موت کی صفت تو ناقابل بیان ہے ، تاہم اس کی تھوڑی سی
کیفیت بیان کرتا ہوں ۔ مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ جبل رضوی میری گردن پر ٹوٹا پڑتا ہے ، کھجور کے کانٹے
میرے پیٹ میں بھرے ہوتے ہیں ، گویا میری جان سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے ۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ایام موت میں نہایت سراسیمہ اور پریشان رہتے تھے ، اور آپ کا
وقت گریہ و زاری میں گزرتا تھا ، لوگوں نے رونے کی وجہ دریافت کی ، تو جواب دیا مجھے دنیا سے
جانے کا غم نہیں ہے ، مجھے موت عزیز ہے لیکن معلوم نہیں وہاں کیا پیش آئے گا " جس وقت
آپ کا دم آخر تھا آپ نے کہا " خدایا ! اپنی ملاقات میرے لئے مبارک کرنا ، کیونکہ تو جانتا ہے
میں تجھے محبوب رکھتا ہوں ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی حق کی جستجو ، دین کی خدمت اور اللہ کی رضا طلبی میں گذری
مرض الموت میں جب حضرت سعد بن وقاص آپ کی عیادت کو گئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے ،
حضرت سعد نے پوچھا ، یہ رونے کا کونسا موقع ہے ۔ آپ کو خوش ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ آپ سے بہت خوش
تھے آپ ان پر حوض کوثر پر ملیں گے ۔ دوسرے رفیقوں سے بھی ملاقات ہوگی ، حضرت سلمان نے جواب دیا ۔
خدا کی قسم میں موت سے نہیں ڈرتا اور نہ گھبراتا ہوں اور نہ دنیا کی ہوس باقی ہے ، رونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان ایک مسافر کے زاد راہ سے زیادہ نہ ہوگا
لیکن اس وقت میرے گھر میں اس قدر سانپ (یعنی سامان) ہیں ۔

حضرت سلمانؓ نے جن چیزوں کو ساتھ فرمایا تھا ، وہ ایک بڑا پیالہ ، ایک لگن تھی اور ایک تسلہ
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر خوف خدا کا اتنا غلبہ رہتا تھا کہ بازار سے گزرتے ہوئے ایک لڑکے کے پاؤں پر آپ کا پاؤں پڑ گیا اس نے چیخ مار کر کہا " تو خدا سے نہیں ڈرتا " یہ سنتے ہی امام صاحب بے ہوش ہو کر گر پڑے ۔ مشعر بن کدام ساتھ تھے ، انہوں نے آپ کو سنبھالا اور کہا ۔ کیا معاملہ تھا جو آپ پر ایک لڑکے کی بات کا اتنا اثر ہوا ۔ امام صاحب نے فرمایا ۔ ممکن ہے لڑکے کے منہ سے نکلنے والی آواز ایک غیبی صدا ہو اور اس کے ذریعہ میری تنبیہہ مقصود ہو۔

حضرت امام صاحب کپڑے کا کاروبار کرتے تھے ۔ ایک دفعہ ملازم نے آپ کے سامنے تھان رکھتے ہوئے کلمہ خیر کے طور پر کہا " اللہ تعالیٰ ہمیں جنت نصیب کرے " یہ بات سُن کر امام صاحب پر رقت طاری ہو گئی اس قدر روئے کہ جیب و دامن تر ہو گئے ، ملازموں کو دکان بند کرنے کا حکم دیا اور چہرے پر رومال ڈال ایک طرف نکل گئے ۔ دوسرے روز دکان پر گئے ، تو ملازم سے کہا ۔ بھائی ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں ۔ یہی غنیمت ہے کہ ہم اللہ کے عذاب سے محفوظ ہیں ۔

ایک بار کوئی شخص آپ سے مسئلہ پوچھنے آیا ، آپ نے مسئلہ بتا دیا ، دوسرا شخص آپ کے پاس بیٹھا تھا اس نے کہا " ابو حنیفہ خدا سے ڈر کر فتویٰ دیا کرو " یہ سن کر امام صاحب پر ایسا خوف خدا طاری ہوا کہ چہرے کا رنگ فق ہو گیا ، آپ نے کانپتے ہوئے کہا ۔ بھائی اللہ تمہیں جزائے خیر دے ، اگر مجھے یقین ہوتا کہ فتویٰ نہ دینے پر خدا مجھ سے مواخذہ نہ کریگا اور نہ کہے گا کہ تو نے علم حاصل کرکے اسے چھپایا اور لوگوں کو فائدہ نہ پہنچایا ، تو میں ہرگز فتویٰ نہ دیا کرتا ۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی گزرے ہیں ۔ ان پر ہر وقت خوف خدا طاری رہتا تھا ، چنانچہ یونس بن عبید کہتے ہیں کہ حسن آتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ وہ ایسے قیدی ہیں جس کی گردن مار دینے کا حکم ہو چکا ہے ! جب دوزخ کا ذکر کرتے تو معلوم ہوتا کہ دوزخ انہیں کے لئے بنائی گئی ہے ۔

حضرت سیدنا علی بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہما زین العابدین کے لقب سے ملقب ہیں۔ کربلا میں لٹے ئے کارواں اہل بیت رسول کے آپ کارواں سالار تھے۔ آپ پر اللہ کا اتنا خوف طاری رہتا تھا، کہ ابار آپ حج کو گئے اور احرام باندھ کر سواری پر بیٹھے، مارے خوف کے آپ کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اور ایسا طاری ہوا کہ زبان سے لبیک تک نہ نکل سکا، لوگوں نے پوچھا، آپ لبیک کیوں نہیں کہتے؟ فرمایا، ڈرتا ہوں یسا نہ ہو میں لبیک کہوں، اور ادھر سے جواب ملے۔ لا لبیک تیری حاضری قبول نہیں۔ لوگوں نے ، مگر لبیک کہنا ضروری ہے۔ لوگوں کے اصرار سے آپ نے کہا تو مگر جیسے ہی زبان سے لبیک نکلا بیہوش سواری سے گر پڑے اور حج ہونے تک یہی کیفیت طاری رہی۔

لئے شہادت

اس بارے میں صحابہ کرام کی جو حالت تھی اس کا اندازہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد مبارک سے ہو سکتا ہے۔ حضور نے ایک بار صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا

ثم ان بعدکم قوما یشہدون ولا یستشہدون یخونون ولا یؤتمنون و ینذرون ولا یوفون ہ

پھر تمہارے بعد ایک قوم آئے گی وہ شہادت دیگی مگر اس میں حق کی شہادت دینے کی طلب نہ ہوگی وہ خیانت کرے گی اور امانت ادا نہ کریگی، وہ نذر مانے گی اور اسے پورا نہ کریگی

یہ ارشاد اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابۂ کرام شہادت حق میں نہایت بے لوث اور سرگرم تھے۔ عام معاملات تو بات ہی کیا ہے، اسلامی نظام زندگی کے ان سچے علمبرداروں نے قیصر و کسریٰ اور دوسرے بادشاہوں کے بلال درباروں میں حق کی شہادت دی۔ کوئی خوف اور کوئی رعب ان کو اس فریضہ کی ادائیگی سے روک نہ سکا بی اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا۔ مشرکین مکہ کے مظالم سے تنگ آکر مسلمانوں کی ایک جماعت حبش کو ہجرت ئی۔ مشرکین مکہ کے نمائندے وہاں بھی پہنچے اور بادشاہ حبش اصحم نجاشی سے درخواست کی کہ ہماری قوم کے یہ لوگ بددین ہو گئے ہیں وہ بھاگ کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ وہ ہمارے ہی دین کے نہیں آپ کے ین کے بھی مخالف ہیں۔ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیجئے کہ ہم ان کو اپنے ساتھ واپس لے جائیں، بادشاہ نے مہاجرین کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ دربار میں آکر بیان دیں کہ آخر انہوں نے کونسا مذہب اختیار کیا ہے جو

نہ خود ان کے مذہب کے مطابق ہے اور نہ ہمارے مذہب کے مہاجرین کے لئے یہ کتنا حوصلہ آزما مرحلہ تھا
مگر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ آئے اور پوری بے باکی سے اپنے
عقائد و اعمال کھول کھول کر دربار میں بیان کر دیئے۔ بادشاہ حق پسند تھا اس نے قریش کے نمائندوں
کی درخواست مسترد کر دی کہا یہ لوگ اہلِ حق ہیں ہم انہیں تمہارے سپرد نہیں کر سکتے۔ یہ جب تک چاہیں
ہمارے ہاں رہ سکتے ہیں۔ دوسرے روز قریش کے نمائندوں نے کہا۔ بادشاہ سلامت! مسلمان حضرت
عیسیٰ کے متعلق بُرا عقیدہ رکھتے ہیں۔ آپ ان کو بلا کر تحقیق کر لیجئے۔ بادشاہ نے دوسرے روز مہاجرین کو
بلایا گیا۔ یہ مرحلہ پہلے مرحلے سے بھی سخت تھا۔ حضرت جعفر طیار نے پھر اسی حق بیانی کا ثبوت دیا اور صاف کہہ دیا کہ ہم حضرت
عیسیٰ کو خدا کا بیٹا نہیں، خدا کا بندہ اور رسول مانتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بے باپ حضرت مریم کے بطن سے
پیدا کیا جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔

سنہ ۶ھ میں حضرت داعیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عالم کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے،
دحیہ بن کلبی ہرقل قیصرِ روم کے پاس خط لے کر گئے، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ خسرو پرویز
کسریٰ ایران کے پاس گئے، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مقوقس شاہ مصر کے پاس گئے۔ ان تمام
درباروں کا قاعدہ تھا کہ جو شخص باریاب ہوتا ان بادشاہوں کو سجدۂ تعظیم کرتا۔ ان میں سے کسی بزرگ نے بھی
سجدہ نہیں کیا اور علانیہ کہہ دیا کہ اسلام میں خدا کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں، لہٰذا ہم سجدہ نہیں کر سکتے۔ اور
بڑی دلیری کے ساتھ دعوتِ حق کا فرض ادا کیا۔ شام اور فارس کی جنگوں کے دوران میں اسلامی سفراء رومی اور
ایرانی سپہ سالاروں کے درباروں میں گئے۔ اور اس جرأت و بیباکی سے ان کے سامنے حق کی شہادت پیش
کی کہ ان کے دِل دہل گئے، غرض حق کی شہادت صحابۂ کرام کے اوصاف و خصائص میں ایک نہایت نمایاں اور
ممتاز وصف تھا۔

یہ ہے کامیاب ترین اسلامی زندگی کا دلآویز مرقع، جن ارشادات ربانی کے آب رنگ سے یہ مرقع سجایا گیا ہے ان میں ایک مقام پر کامیاب لوگوں کی نسبت فرمایا گیا ہے کہ یہی لوگ فردوس کے وارث ہوں گے، اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ یہ لوگ جنت میں اعزاز و اکرام سے رہیں گے۔ پھر ان سے بڑھ کر کامیاب اور بامراد کون ہو سکتا ہے؟ لیکن کیا دنیا کی زندگی بھی اس سے زیادہ کامیاب ہو سکتی ہے، جس کا نقشہ اوپر کے صفحات میں پیش کیا گیا ہے۔ انسانی زندگی کا شرف و امتیاز، شہوت پرستی اور نفس پروری نہیں ہے، انسانیت و اخلاق ہے اور انسانیت و اخلاق کے اعتبار سے اس سے بہتر زندگی دوسری نہیں ہو سکتی۔ جس کا نقشہ پیش نظر ہے۔ اگر دنیا میں یہ زندگی عام اور غالب ہو جائے تو دنیا امن و عافیت اور راحت و آسائش کی مرتی جنت بن جائے اور یہی اسلام کا مقصد ہے، لہٰذا جو لوگ اسلام کے نصب العین پر ایمان رکھتے ہیں، اور اقرار کرتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ہی ان کا دستور حیات ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے عمل سے، اپنے ایمان و اقرار کا ثبوت دیں اور اپنے اخلاق و کردار سے اس نقشۂ زندگی کا نمونہ پیش کریں۔

اسی طرح غیر اسلامی دنیا کا بھی فرض ہے کہ وہ پوری بے تعصبی اور دیانت و سچائی کے ساتھ یہ سوچے اور پھر فیصلہ کرے کہ اسلامی زندگی کے سوا دنیا کا کوئی نظام زندگی اتنا پاکیزہ اور بلند ہے، اور کیا دنیا کے کسی انسانی نظام حیات میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ نوع انسانی اور اس دنیا کو جس میں وہ آباد ہے اس طرح نیکی و سعادت اور تہذیب و شرافت سے معمور کر دے؟؟؟

بقیہ گواہی:- (از صفحہ ۲۶) اللہ کا گواہ بن کر اس عظیم الشان شہادت کا فریضہ ادا کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں جس قسم کے مصائب بھی ہم پر ٹوٹ پڑیں ان کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے۔ ورنہ یاد رکھئے اللہ کے یہاں گواہوں کی کمی نہیں وہ جس سے چاہیں گے اپنی اور اپنے نبی کی گواہی دلوائیں گے اور جب دنیا اس گواہی کو قبول نہ کرے گی تو ان کو یہ طاقت بھی حاصل ہے کہ اس قسم کی ناپاک دنیا کو وہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں، ام اٹھئے اور اللہ کی گواہی کے لئے اپنے آپ کو تیار کیجئے۔ اللہ ہماری اور آپ کی مدد فرمائے آمین ثم آمین

آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

"اہلِ مدینہ کی عید"

(زائرِ حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی)

نصیب ہو جو یہ روزِ سعید کیا کہنا — حمید اہلِ مدینہ کی عید، کیا کہنا

نظر نواز اُحد کی فضائے رنگیں میں — ہلالِ گنبدِ خضرا کی دید کیا کہنا

وہ ہر نگاہ میں نظارہ سبز گنبد کا! — وہ باز دید کا لطفِ مزید کیا کہنا

چلو حرم میں صلوٰۃ و سلام پیش کریں — ہر اک طرف یہی گفت و شنید کیا کہنا

اُسی کے ہیں یہ دو عالم اگر میسر ہو! — مدینے میں کبھی کعبے میں عید کیا کہنا

اُٹھی صدا دلِ مومن سے یا "حبیبی" کی — ہلالِ نو نظر آیا حمید کیا کہنا

شمیم روضۂ اطہر نسیم لاتی ہے — مرے خزینۂ دِل کی کلید کیا کہنا

وہی ہے آتشِ سوزِ دلِ نظارہ طلب — وہی ہے شورشِ ہَل مِن مزید کیا کہنا

حمید کہتے ہیں سب "مرحبا مبارکباد"!

یہ نظمِ تازہ، بہ فکرِ جدید کیا کہنا!

سبق ۔ ۳۴

گواہی

(از جناب مولٰنا قاری ودود الحق صاحب ندوی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس سے بڑھ کر ایک مسلمان کی اور کیا آرزو اور تمنا ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ کو راضی کر کے عذاب جہنم سے بچ جائے یہ عظیم الشان مقصد اس گواہی سے پورا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس گواہی کے پورے حقوق ادا کئے جائیں یعنی گواہی دینے کا جو حق ہے وہ پورا کیا جائے۔

ظاہر و باطن ایک نہیں آج بھی اس قسم کی گواہیاں بکثرت دی جاتی ہیں۔ لیکن گواہی دینے والوں کا ظاہر و باطن ایک نہ ہونے کی وجہ سے اس کے وہ مبارک اثرات ظاہر نہیں ہوتے جو سلف صالحین کی گواہیوں سے رونما ہو چکے ہیں۔ اگر آج مسلمان اس مقدس گواہی کے اثرات دیکھنے کا متمنی ہے تو اُسے اپنے ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا کرنا ہوگی، یعنی جس حقیقت کی گواہی اس کی زبان سے ادا ہو رہی ہے اس کے اعمال و اشغال بھی اس گواہی میں اس کے برابر کے شریک ہوں۔ تاکہ دنیا کو یقین ہو سکے کہ یہ گواہ سچا ہے کسی نفع کی لالچ یا کسی نقصان کے ڈر سے یہ گواہی نہیں دے رہا ہے، بلکہ اس کو ایک حقیقت سمجھ کر ظاہر کر رہا ہے۔ جس سے اس کی پوری زندگی یکسا اس طور پر متاثر ہے۔

جانی گواہی حضرت یہی وہ گواہی ہے جس کی صداقت کے اظہار کے لئے لاکھوں اللہ والوں نے اپنی جانیں دے دیں۔ باطل جب حق کی اس گواہی سے انکار کرتا ہے اور اس کے جھٹلانے کی کوشش کرتا ہے تو حق کا علمبردار ہر ممکن طریقہ پر اس کو یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب وہ کسی طرح نہیں مانتا اور کوئی صورت اس کو یقین دلانے کی باقی نہیں رہ جاتی تو شاہدِ حق اپنی محبوب زندگی اس گواہی کی صداقت میں پیش کر کے جان جان آفریں کے حوالے کر دیتا ہے۔ گویا وہ باطل پر اپنے عمل سے یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ جس حقیقت کا تو انکار کر رہا ہے اس کی گواہی اب تک تو حال و قال سے دی گئی۔ اقوال و افعال سے ظاہر کی گئی لیکن اب وقت آگیا ہے اور میں اس سلسلہ میں اپنی جان بھی اس مقدس گواہی میں پیش کر رہا ہوں۔

خالق کائنات اس کی یہ گواہی قبول فرمالیتا ہے اور اس کو اپنے دربار سے "شہید" یعنی گواہ کا خطاب عطا فرما کر حیات جاوید مرحمت فرما دیتا ہے۔ اور ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں، کیونکہ شہید حق نے اپنی جان اس وقت دی ہے جب کہ اس نے اپنی آنکھوں سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو دیکھا تھا محض اپنے یقین کی بناء پر اس نے ایسا کیا ہے اس لئے ارحم الراحمین بھی اسی آن اس کو وہ زندگی مرحمت فرما دیتا ہے جس کو حیات ابدی کہتے ہیں۔ اب تک تو اس نے سن کر یقین کیا تھا لیکن اب وہ اس حقیقت کو دیکھ بھی رہا ہے اس کے قرب میں موجود ہے، خوش ہے اور اپنے رب کے انعام و اکرام سے مالامال ہو رہا ہے۔ بتائیے اب اس کے شہید ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے جس طرح کل تک وہ اس دنیا میں گواہ تھا، اسی طرح آج بھی وہ اپنے رب کی حضوری میں گواہ کی حیثیت سے موجود ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا!

آیت کا باقی حصّہ بھائیو! جو مسلمان اتنی زبردست اور عظیم الشان گواہی سے پیچھے نہیں ہٹتا اگر اس مسلمان سے یہ کہا جائے کہ تم اپنی ساری زندگی کو انصاف پر قائم رکھو اور ہر معاملہ میں اللہ ہی کے لئے گواہی دو خواہ وہ اپنے خلاف ہو یا اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کے خلاف ہو تو کوئی تعجب کی بات ہے؟ یا یہ کام کوئی مشکل کام ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ مسلمان کی ساری زندگی اسی کے لئے ہے وہ جیتا بھی اسی کے لئے ہے اور مرتا بھی اسی کے لئے ہے، اس کی زندگی کی ہر ہر سانس اسی عظیم الشان مقصد کیلئے وقف ہے وہ اس معاملہ میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔

مسلمان کا خمیر حضرات جو مسلمان اس قدر عظیم الشان گواہی سے کسی وقت ڈرتا نہیں یعنی ہر وقت اللہ کی گواہی دے کر اپنے خلاف ساری دنیا کو چیلنج کرتا رہتا ہے وہ اس سے ہلکی گواہیوں میں کیسے پیچھے رہ سکتا ہے جب وہ ساری دنیا کی مخالفت سے نہیں ڈرتا تو ماں باپ رشتہ دار اور احباب کے خلاف حق کے معاملہ میں اُسے کیوں وحشت ہونے لگی، اور ایسے موقعوں پر وہ کیوں ڈرنے لگا۔ تاریخ اسلام میں اس قسم کی سدہا گواہیاں آپ کو ملیں گی جن میں ایک بیٹا حق کے معاملہ میں باپ کے خلاف گواہی دے رہا ہے اور ایک باپ بیٹے کے خلاف گواہ بنا ہوا ہے اس لئے کہ حق کا ساتھ دینا مسلمان کے خمیر اور اس کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔

دیندار بیوی دنیا جانتی ہے کہ ایک دیندار بیوی کو اپنے شوہر سے کس قدر محبت ہوتی ہے ایک مومنہ عورت اپنی ساری راحتیں اور اپنی تمام آسائشیں شوہر پر قربان کر دیا کرتی ہے۔ وہ کسی حال میں بھی اپنے شوہر کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی لیکن جب شوہر کے مقابلہ میں حق کا معاملہ آن پڑتا ہے تو ایک

مسلمان عورت اپنے محبوب شوہر سے بے نیاز ہو کر حق کا ساتھ دیتی ہے۔

حضرت قدامہ حضرت قدامہ ابن مظعون نے ایک بار شراب پی لی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت قدامہ پر حد شرع جاری کرنی چاہی تو خود ان کی بیوی نے اس کی گواہی دی اور دین کے معاملہ میں شوہر کی پرواہ نہ کی۔

اس قسم کے نہ معلوم کس قدر واقعات تاریخ اسلام میں موجود ہیں لیکن سبق کے طویل ہو جانے کے ڈر سے میں نے صرف ایک ہی واقعہ بیان کیا ہے۔

منافقوں کا کام: قرآن حکیم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حق بات کا چھپانا اور جھوٹی گواہی دینا اصل میں منافقین کا کام ہے جیسا کہ سورۂ منافقون کی ابتدائی آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ سورہ منافقون پ ۲۸	جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔

صفات مومنین:۔ اسی کے مقابلہ میں سورہ معارج میں جہاں مومنین کی بعض صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے وہاں ان کی گواہیوں کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ پارہ ۲۹ سورۃ المعارج رکوع ۱	مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر برابر توجہ رکھتے ہیں اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے اور جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں، جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ طلبگار ہو ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ایسے لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے۔

گناہ کبیرہ

ان آیات میں ٹھیک ٹھیک گواہی دینا مومنین کی خوبی بتائی گئی ہے اور اس سے قبل کی آیت میں جھوٹی گواہی منافقین کی عادت بتائی گئی ہے اس لئے آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مومن کی جھوٹی گواہی اللہ کو کس قدر ناراض کرنیوالی ہوسکتی ہے۔ ایسا مسلمان اپنے کو کن لوگوں میں شمار کراتا ہے۔ اسی لئے جھوٹی گواہی کو بھی گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ارشاد اس موقعہ پر میں آپ کو سناتا ہوں۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قُلْنَا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَہَادَۃُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ ۰ (متفق علیہ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں ؟ ہم نے عرض کیا ہاں (حضور ضرور ارشاد فرمائیے) آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ اور ماں باپ کو ستانا اور (اس وقت تک) آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے پس آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا (غور سے) سن رکھو جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی اور اس کلمے کی اتنی تکرار کی (یعنی بار بار دہرایا) کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش (آپ) آپ خاموش ہوجاتے۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول نے صحابہؓ کرام کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں سب سے بڑے گناہ تم کو بتلائے دیتا ہوں۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے اور والدین کو ستانا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ جس وقت تک یہ جملے زبان مبارک سے ادا ہو رہے تھے آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اس کے بعد آپ ایک دم سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی بھی بہت بڑے گناہ ہیں اور اس آخری بات کو آپ بار بار دہرانے لگے یہاں تک کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمنا کرنے لگے کہ کاش حضور خاموش ہوجاتے اور اب اس کو نہ دہراتے۔

مسلمانو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹیک لگائے لگائے ایکدم سے اٹھ کر بیٹھ جانا

اس کی کیا وجہ ہے اور بار بار آخری جملوں کا دہرانا جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کی اہمیت کو کس قدر واضح کررہا ہے، اور حضور کی مبارک نظروں میں یہ چیزیں کس قدر بُری ہیں جب ہی تو صحابہ کو بار بار اس کی طرف متوجہ فرمارہے ہیں۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور نے ایک ہی مجلس میں بار بار اس کا اعادہ فرمایا ہے اس کو بھی آپ ایک دوسری حدیث سے سمجھ لیجئے۔ سنئے:-

عَنْ خُرَیْمِ بْنِ فَاتِکٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اللہُ علیہ وسلّم صلوٰۃ الصبح فلما انصرف قام فقال عُدلت شہادۃ الزور بالاشراک باللہ ثلث مرات ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للّٰہ غیر مشرکین بہ (رواہ ابوداؤد ابن ماجہ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور جب نماز سے فارغ ہو چکے تو کھڑے ہو گئے اور تین بار آپ نے فرمایا جھوٹی گواہی شرک کے برابر کی گئی ہے اس کے بعد آپ نے بطور سند قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی "پس تم گندگی سے یعنی بتوں سے کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے علیحدہ رہو اس طور سے کہ اللہ ہی کی طرف جھکے رہو اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ۔

اس حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی بات (جس میں جھوٹی گواہی بھی شامل ہے) شرک کے برابر بیان فرمائی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پر کسی ایسی چیز کے ساتھ جھوٹ بولنا جو جائز نہ ہو شرک ہے اور بندوں پر کسی ایسی چیز کے ساتھ جھوٹ بولنا جو جائز نہ ہو جھوٹی گواہی ہے، اور ان دونوں چیزوں کا حقیقت میں وجود بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے دونوں ایک ہی درجہ کی چیزیں ہیں۔ یعنی شرک میں ایک غیر خدا کو خدا بتایا جاتا ہے اور جھوٹی گواہی میں بھی غلط بات کو صحیح ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک کا تعلق اللہ سے ہے اور دوسرے کا تعلق بندوں سے ہے۔ ایک سے اللہ کا حق غصب کیا جاتا ہے اور دوسری سے بندوں کے حقوق پر ضرب لگائی جاتی ہے اس لئے ان دونوں کو برابری کے درجہ میں حضور نے بیان فرما کر قرآن مجید کی آیت بطور دلیل کے پیش فرمائی، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان دونوں کو ایک ہی جگہ پر بیان فرمایا ہے اور دونوں کی ممانعت کے لئے ایک ہی قسم کا صیغہ یعنی لفظ استعمال فرمایا ہے۔

خطرناک اثرات حضرات یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جھوٹی گواہی سے کس قدر خطرناک اثرات پیدا ہوتے ہیں اور بندگان خدا کو اس سے کیسے کیسے مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے کبھی ایک جھوٹی گواہی بڑے بڑے خاندانوں کو برباد کر دیا کرتی ہے اور عظیم ترین قومیں اس سے تہہ و بالا ہو جاتی ہیں۔ اسلام جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کا محافظ ہے اس چیز کو سختی سے روکتا ہے۔

ان کی گواہی مقبول نہیں اسلام کی جھوٹی گواہی یا مشکوک گواہی کے خطرات پر پوری پوری نظر ہے اس لئے وہ ایسے گواہوں کی شہادت ہی مقبول نہیں کرتا، جن میں اس قسم کے احتمال پیدا ہو سکتے ہیں اور خطرناک نتائج کی توقع کی جا سکتی ہو مثلاً:-

(۱) اندھے کی گواہی نہ مانی جائے گی۔

(۲) لونڈی اور غلام کی شہادت قبول نہ ہوگی۔

(۳) نابالغ لڑکے کی گواہی قابل قبول نہیں۔

(۴) ایسا شخص جس کو بہتان لگانے کی وجہ سے سزا مل چکی ہو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔

۵ - اولاد کی گواہی ماں باپ کے مقابلہ اور ماں باپ کی گواہی اولاد کے مقابلہ میں نہ مانی جائے گی۔
۶ - بیوی کی گواہی شوہر کے حق میں اور شوہر کی بیوی کے حق میں قابل قبول نہیں۔
۷ - ایک شرکت دار کی گواہی دوسرے شرکت دار کے حق میں نہ مانی جائے گی۔
۸ - مخنث (یعنی زنانہ) کی گواہی قابل قبول نہیں۔
۹ - نوحہ کرنے والی اور گانے والی عورت کی گواہی نہ مانی جائے گی۔
۱۰ - دشمن کی گواہی نہ قبول ہو گی خواہ اس کی دشمنی کسی دنیاوی معاملہ میں کیوں نہ ہو۔
۱۱ - جو عیش و عشرت کے لئے ہمیشہ نشہ پیتا ہو اور جانوروں سے کھیلتا ہو۔ جیسے کبوتر باز وغیرہ، اور جو لوگوں کو سنانے کے لئے گاتا ہو اور جو ایسا کام کرے جس پر حد شرعی یعنی سزا شرعی واجب ہوتی ہو اور جو حمام میں بلا تہہ بند نہاتا ہو۔ اور جو سود خوار ہو اور جو چوسر اور شطرنج وغیرہ بازی لگا کر کھیلتا ہو یا اس کھیل سے اس کی نماز جاتی رہی اور جو راہ چلتے کھاتا یا راہ میں پیشاب کیا کرتا ہو اور اگلے بزرگوں کو گالیاں دیا کرتا ہو۔ ان سب کی گواہیاں قابل قبول نہیں۔ یہ ایک مختصر سی فہرست میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہے۔ اگر اس سلسلہ میں اور مطلوب ہوں تو فقہ کی کتابوں میں کتاب الشہادت وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔

پیش کردہ فہرست پر آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو ان تمام لوگوں میں جو شامل فہرست ہیں کچھ نہ کچھ خرابیاں یا کمزوریاں ضرور ملیں گی۔ جو ان کو قابل اعتبار گواہ ہونے سے روکتی ہیں، یعنی ان پر بعض وجوہ کی بنا پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی ان کی گواہی کے بارے میں سچ اور جھوٹ کا احتمال ہوسکتا ہے۔ اس لئے اسلام کی عدالت ایسے گواہوں کی شہادت ہی قبول نہیں کرتی۔

سچی شہادت کا طریقہ حضرات مجھے اُمید ہے کہ آپ میری گزارشات کو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ اور اسی لئے مجھے توقع ہے کہ آپ اپنی زبان کو اس لغزش سے محفوظ رکھنے کی ہمیشہ کوشش فرمائیں گے۔ اس سے بچنے کا آسان طریقہ یہی ہے کہ آپ توحید الٰہی کی گواہی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت پر مضبوطی سے قائم ہوجائیں جب آپ دنیا میں اس عظیم الشان گواہی کے لئے تیار ہوجائیں گے تو دوسری گواہیاں آپ کو مرعوب نہ کرسکیں گی۔ جب آپ اس کے مقابلہ میں نہ کسی کی عزت و عظمت کا خیال کریں گے اور نہ کسی کی امارت و وجاہت آپ کو جادۂ حق سے ہٹا سکے گی تو آیت سبق کے آخری حصہ کا منشا۔ آپ کما حقہ پورا کرسکیں گے۔

حق کا مقدمہ ۔- آج دنیا میں جب کہ ہماری بدقسمتی سے باطل کی عدالت میں حق کا مقدمہ پیش

قربانی کی کھالیں

کہاں ؟ اور کس کو ؟ دی جائیں

جس طرح اپنے مال کو آپ بہت سوچ سمجھ کر خرچ کرتے
ر دیتے ہیں، اسی طرح اللہ کے مال کو بھی، خوب دیکھ بھال کر
ر سوچ سمجھ کر دیجئے۔

۱) آپ کے خاندان کے نادار و مفلس۔

۲) آپ کے وطن اور آس پاس کے دینی ادارے، جو غریب طلبا
کی اِمداد کرتے ہیں۔

اِن کھالوں کے زیادہ مستحق ہیں

ر یہ دونوں صورتیں آپ کے سامنے نہ ہوں، تو پھر کسی ایسے دینی
دارہ کو چرم قربانی کی قیمت بھیج دیجئے، جس پر آپ کو اعتماد ہو۔

سفرِ حج کی مشکلات

حج، مسلمانوں کے لئے ایک ایسا فرض ہے جس کی ادائیگی کے لئے، وہ مالی، بدنی اور روحانی، ہر قسم کی اور غیر معمولی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔ آج جب کہ سفر، نسبتہً آسان بتایا جاتا ہے، جب بھی اور جب سفر مشکل تھا، تب بھی، مسلمانوں نے اس فرض کی بجا آوری میں احساس فرض کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔

سوچئے تو! حج کے انتظامات کے ہوجانے اور حج کا ارادہ کرلینے کے بعد، سب سے پہلے، جو الجھن پیدا ہوسکتی ہے، وہ اہل وعیال اور خویش واقارب کی، ایک مدت کے لئے مفارقت ہے۔ جس سے ذہنی کشمکش کا پیدا ہونا، ایک فطری تقاضا ہے، پھر اس سفر میں، اپنے کاروبار کو چھوڑنا اور مصارف حج بار اٹھانا پڑتا ہے اسی کے ساتھ، اس سفر کے لئے، گھر سے قدم باہر نکالتے ہی، جسمانی راحت و آرام خیرباد کہہ دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ سفر، جس کام کے لئے اور جس سرزمین کی طرف کیا جارہا ہے اس میں جسمانی و آرام کا ذکر ہی کیا ۔۔ یہ ہے کیفیت، اس سفر کی جو حج کے نام سے کیا جاتا ہے اور اُن تکلیفوں کی، جن کو اٹھانا ہے، اور اُن کے بغیر چارہ بھی نہیں، اور اگر معاملہ، اسی حد تک رہتا تو کسی شکایت کی نوبت ہی نہ آتی، جب صورت حال یہ نہ ہو بلکہ اپنے اختیار کے ساتھ اور اپنی طرف سے، مزید تکلیفوں کا بار عازمین حجاز ڈالا جارہا ہو اور ان کو طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا کیا جارہا ہو، تو یہ صورت یقیناً ناقابل برداشت۔

سنٹرل حج کمیٹی، پورٹ حج کمیٹی صوبہ اور ضلع وار حج کمیٹیوں کا قیام، اسی لئے ہوا تھا، کہ عازمین حجاز جن تکلیفوں کو، بے وجہ اٹھانا پڑتا ہے، ان کو دور کیا جائے اور ان کو مشکلات میں نہ پڑنے دیا جائے، نہیں کہا جاسکتا کہ ان کمیٹیوں کے قیام سے پہلے اور ان کے قیام کے بعد کی تکلیفوں میں کیا نسبت ہے۔

پیش نظر صفحات میں، عدل (جنوری ۱۹۵۰ء) کا ایک شذرہ اور الانصاف (الہ آباد) کا ایک مضمون نقل جارہا ہے۔ ان مضامین کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ جمعیت علماء ہند، جماعت اسلامی ہند، تبلیغی جماعت لکھنؤ اور تمام دینی ادارے اور ذمہ دار مسلمان، ان مشکلات کو دور کرنے کی تدابیر پر، غور فرماکر کوئی قدم اٹھائیں، تاکہ آیندہ کے لئے اس کا سدِباب ہوسکے۔

دینی اخبارات و رسائل سے، درخواست ہے کہ "سفرِ حج کی مشکلات" کے عنوان سے عدل میں جو شائع کیا جارہا ہے اُسے "بشرط گنجائش" اپنے اخبار اور رسالہ میں جگہ دیں۔

(ملا پیر)

زائرین حجاز کی ناکام واپسی

ذیلقعدہ ۱۳۶۸ھ کے آخری ہفتہ میں جدہ کے لئے آخری جہاز بھی روانہ ہوگیا، اب اُن لوگوں کی بے چینی، اضطراب اور حسرت و یاس سے بھری ہوئی نگاہیں، دیکھنے کے قابل تھیں، جو جہاز راں کمپنی کے مبہم وعدوں پر بھروسہ کرکے ایک کثیر تعداد میں بمبئی پہنچ گئے تھے اور اب ایک ایک کرکے اپنے دیش کو واپس ہو رہے تھے، حقیقت یہ ہے کہ ان کی کس مپرسی پر، ہر دیکھنے والے کو رحم آرہا تھا۔

اس حادثہ کی تفصیل یہ ہے کہ مغل لائن نے، بہت سے عازمین حجاز (بہ ارادۂ حج) کو اس مضمون کے خطوط روانہ کئے، کہ موسم حج میں حجاز کو جانے والے اکثر اشخاص، جو اپنی سیٹ ریزرو کرا چکے ہوتے ہیں، وقت مقررہ پر نہیں پہنچ پاتے اور ان کی سیٹیں خالی ہو جاتی ہیں۔ یہ سیٹیں ان اشخاص کو دے دی جائیں گی جو بحیثیت امیدوار، کمپنی کی اطلاع پر بمبئی پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کچھ اُمیدواروں کو یہ سیٹیں مل بھی جاتی ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ حج کے سفر کا معاملہ ہر سال پیش آتا ہے، کرایہ کی جزوی ترمیم کے سوا، اس سفر کے تمام آئیٹم، جہاز راں کمپنیوں، پورٹ حج کمیٹی اور دوسرے متعلقہ اشخاص کے سامنے ہوتے ہیں، جہاں تک سیٹوں کا تعلق ہے، جہاز راں کمپنیوں کو، اپنے ہر جہاز کی سیٹوں کا پورا پورا علم ہوتا ہے۔ مسلسل تجربات کی بنا پر بڑی حد تک اُسے اس بات کا بھی اندازہ رہتا ہے کہ تقریباً کتنی سیٹیں خالی ہوسکیں گی۔ اس لئے معمولی فرق کے ساتھ، اس کے لئے صرف اتنے ہی اُمیدواروں کو اطلاع دینا مناسب ہے۔ یہ کہ اندھا دھند، اُمیدواروں کو بمبئی پہنچنے کی اطلاع دے دی جائے، جس کے نتیجہ میں وقت اور روپیہ کی بربادی کے علاوہ واپس جانے والوں کو جس رُوحانی کوفت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کی ساری ذمہ داری جہاز راں کمپنی پر ہے۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ جہاز راں کمپنیاں خصوصیت کے ساتھ مغل لائن آئندہ اس کا خیال رکھے گی۔ ہم پورٹ حج کمیٹی بمبئی کے ذمہ داروں سے بھی یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں پوری نگرانی رکھیں گے تاکہ عازمین حجاز پریشانیوں سے محفوظ رہیں۔ (عدل، جنوری ۱۹۵۰ء)

گذشتہ ۱۹۴۹ء بمبئی میں حاجیوں کی المناک حالت :-

(از: جناب مولوی محمد یٰسین صاحب)

(مندرجہ ذیل مکتوب میں مولانا محمد یٰسین صاحب الہ آبادی نے بمبئی میں حجاج کے چشم دید حالات تحریر فرمائے ہیں اس سے قبل بھی مولانا موصوف اپنے ایک مکتوب میں مختصراً ان حالات پر روشنی ڈال چکے ہیں لیکن اس بار آپ نے قدرے تفصیل سے کام لیا ہے۔ بہرحال اب کہ ایام حج قریب ہیں کچھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالات عوام تک پہنچ جائیں۔ ہوسکتا ہے کہ رائے عامہ کی طاقت ہی ان حالات میں کوئی تغیر پیدا کردے جو اسلام پر ایک بھرپور طنز کے مترادف ہیں ۔۔۔ ایسا طنز جس کے مصنف وہی ہیں جو اپنی زندگی کا مقصد خدمت

اسلام سمجھتے ہیں۔ (مدیر الانصاف)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔ اخبارات میں اکثر حج کے متعلق اطلاعات وغیرہ نکلتی ہیں لیکن جو سب سے تکلیف دہ واقعات صرف بمبئی میں پیش آتے ہیں اس کو دانستہ یا نادانستہ اکثر حذف نہ تو لکھتے ہیں اور نہ حج کمیٹیاں خلوص سے اس کا حل تلاش کرتی ہیں بہت معمولی قسم کی باتیں پیش ہوتی ہیں جس پاس کر کے مقامی کمیٹی برائے گفتن حاجیوں کی خدمت سمجھ کر بیٹھ رہتی ہیں اور اصل تکلیف جس کا ذکر آگے سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کے متعلق یا تو خاموشی یا مصداق بجنۃ ولا طحین (چکی کی آواز تو ہے مگر آٹا نہیں) مختلف مصالح بناء پر معاملہ جوں کا توں رہ جاتا ہے ۔

بمبئی میں یہ دیکھ کر آپ کو سخت حیرت ہوگی کہ اکثر مولانا قسم کے لوگ اور بعض خضر صورت حضرات حا[illegible] کو جہاز کا ٹکٹ دلانے میں بلیک کرتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ رشوت لیتے ہیں ۔ کچھ مقامی لوگ بھی اس میں شامل ہیں اور چند مولویوں کا تو ایک ایسا گروپ ہے کہ وہ ہر سال حج کے لئے بھی جاتے ہیں اور اس مقدس کاروبار میں بھی خاصی رقم پیدا کر لیتے ہیں ۔ اہلکاران کمپنی اور اس کے افسروں سے ان خضر صورتوں کا میل ہے یہ نفع بخش خدمت خلق اور حج بیت اللہ شریف سبحان اللہ کیا کہنا ہم خرما ہم ثواب اسی کو کہتے ہیں گو حقیقت میں یہ نہ کہنا چاہیئے نعوذ باللہ اس سے بچنا یہ ہے مال سحت اور اس کا ثمرہ ہے عذاب ۔

حجاج تو لبیک لبیک اللہم لبیک ، کے کیف آور نعروں میں مشغول اور یہ ابلیس خضر نما بلیک بلیک کے ورد میں مصروف ۔ کمپنی کے اہلکاروں سے کوئی شخص باوجود تجسس کے بھی معلوم نہیں کر سکتا کہ کس جہاز کا کتنا ٹکٹ فروخت ہو چکا اور کتنا باقی ہے ۔ غرض کمپنی کی طرف سے وہ تمام اسباب پیدا کر دیئے جاتے ہیں جس سے بلیک میں آسانی ہو ۔ پورٹ حج کمیٹی کے کچھ ممبران کا دامن بھی داغدار ہے اور معلمین کے بعض ایجنٹ کی آستیں بھی آلودہ بعض اخبارات مغل لائن کے پروپیگنڈہ میں مشغول جس کے عوض کا معاملہ بھی فاسد بعض اپنا تجارتی سامان مکہ معظمہ لے جاتے ہیں جس میں ان کو سہولت دی جاتی ہے غرض یہی حضرات متجدد اور باتوں کے انہیں وجوہ سے بھی مراحیہ سود کہ منع شراب خوارہ کنم کے عامل ہیں ورنہ یہ بالکل صحیح اور سچی بات ہے کہ اگر کمپنی نہ چاہے اور پورٹ حج کمیٹی بھی اس کے انسداد پر آمادہ ہو جائے تو بلیک کا قطعۃً قاطبۃً ختم ہو جائے ۔

بمبئی میں ۱۳ ستمبر ۱۹۵۸ء سے عام طریقہ سے ٹکٹ کا ملنا (بکنگ) بند ہو گیا تھا ۱۵ ستمبر ۱۹۵۸ء کو خسرو اور ۱۸ کو محمدی جا رہا تھا ۔ شب و روز یہ طائفہ دزدان حجاج عرب بلیک میں مشغول بعض غریب الدیار جو ایک ایک ماہ سے انتظار میں بیٹھے تھے وہ ملول و محزون واپس ہوئے اور دوسرے سرمایہ داروں نے ان کی جگہ لی ۔ بعض لوگوں کا سیرل نمبر بدل گیا ۔ بعض لوگوں کا کرایہ واپس ہوا ان کی جگہ دوسرے جدید حاجی بھیج دیئے گئے ۔ یہ سب کرامات انہیں ہمدردوں کے تصرف سے کمپنی کے دفتر سے صادر ہوتی ہیں چاہے عقبا ہاتھ پاؤں ماریئے روئیے چلایئے مگر نہیں

اور اشرپلو کے عاملین صبر کی تلقین کرتے اور اس وقت دُور کرتے تھیں عمّ بکم عمیٌ کی تصویر بنے بیٹھے رہتے ہیں)۔
اب سے تھوڑے زمانہ پہلے نہ ضلع ضلع کمیٹیاں تھیں نہ کوئی صوبہ کی کمیٹی۔ لوگ حج کے لئے جاتے تھے سچے لوگ ہر قسم کی تکلیف پر آمادہ، بلکہ اس سے ان کا ایمان اور زیادہ بقول اصغر مرحوم

آلام روزگار کو آسان بنا دیا ٭ جو غم ہوا اُسے غمِ جاناں بنا دیا

نہ راستہ میں نعرۂ تکبیر نہ پھول نہ گجرا صرف اپنے مقبولیت حج کی دعا۔ اب ایک طرف خود قدیم وجدید حاجی صاحبان ہر ہر ادا سے اپنی محبت کا مظاہرہ، شوق بیت اللہ کا اظہار کوئی کسی معلّم کو آپ کے ہمدردی کا خط دے رہا ہے۔ کوئی کسی معلّم کو تاکہ ان معلّم صاحب کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا ایجنٹ دلچسپی لے رہا ہے اور حقیقۃ سعدیؒ نے بتلائی ؎

ایں مدعیاں در طلبش بیخبر اند آں را کہ خبر شد خبرش باز نیاید

کون ان سے پوچھے حاجی صاحب! یہ بلیک کا روپیہ دے کر کسی دُوسرے کی جگہ آپ جو تشریف لئے جا رہے ہیں یا یہ طائفہ جو ہر موقعہ پر اپنے کرمِ اعلیٰ اور ملیح باتوں سے آپ سے روپیہ لے رہا ہے اور آپ شکریہ کے ساتھ دے رہے ہیں، کہیں اس سے ربّ البیت جلّ جلالہٗ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم تو ناراض نہ ہوں گے کہیں ایسا تو نہیں ہے ؎

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند تو برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

والعیاذ باللہ تعالیٰ

بجز حج کمیٹی کے ممبران ان بلیک کرنے والوں کے ایجنٹ ہیں ہر گوشہ اور ناکہ پر ان کا قبضہ ہے بلا تکلف آپ یوں سمجھ لیجئے کہ بے چارے حاجیوں کو بمبئی میں، لوٹنے، نوچنے، کھسوٹنے کے لئے ایک پوری جماعت ہے جو بظاہر مقدس آپ کی ہمدرد بنی ہے لیکن حقیقت میں ان کو نہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے تعلق، خطرناک قسم کے دیندار۔

از بروں چو گور کافر پُر حلل واندروں قہر خدائے عز وجل

حاجی صاحبان اس مسئلہ کو خوب ذہن نشین کر لیں کہ اگر کسی کے ٹکٹ کا حق مار کر اپنے سرمایہ کے زور پر آپ جا رہے ہیں تو صرف تفریح ہی ہاتھ ہے۔ مقبولیت حج اور اس پر جو رضائے حق کا ترتب اور اس کے آثار ہوتے ہیں وہ نصیب میں نہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔
مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا یعنی جو شخص دھوکا دے اس سے مجھ کو کوئی تعلق نہیں۔

حاجی جی مرجانے کی بات ہے۔

الصبر یحمد کل مواضعہا الّا علیک فانّہٗ مذموم

اور یہ کمیٹیاں جب تک اخلاص سے کام نہ کریں صرف کلاؤ دراشرپلو کی پارٹمنٹ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھے راستے کی توفیق عطا فرمائے ( ) (الانصاف الہ آباد)

تعارف

آسان قرآنی کورس کے بیس سبق

مرتبہ :- مولوی سید عبدالسبحان صاحب عظیمی (منشی فاضل)۔

ناشر :- ادارۂ بزم قرآن، کوچہ معروف صاحب، مونٹ روڈ، مدراس ۲

یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر مرتب کی گئی ہے کہ اس کو پڑھ کر قرآن پاک کے معانی و مطالب کی تحصیل میں سہولت ہو، جو لوگ معاش کی ذمہ داریوں کے ساتھ، عمر کی اس حد کو پہنچ چکے ہیں، جب کہ ان کے لئے بچپن کی طالب علمانہ زندگی میں داخل ہونا ناممکن ہے؛ نیز مدارس عربیہ میں رائج نصاب تعلیم کی تحصیل کے لئے وقت و استطاعت نہیں رکھتے، لیکن وہ کتاب اللہ کے سمجھنے کے لئے کوئی آسان راستہ چاہتے ہیں۔ آسان قرآنی کورس (دس سبق، قرآنی عربی وغیرہ کتابچے) ایسے لوگوں کی مانگ کو پورا کرتا ہے۔

یوں تو عربی ریڈروں کی ترتیب کا سلسلہ اُس وقت سے شروع ہو چکا ہے، جب کہ سرکاری مدارس میں اختیاری مضامین کے سلسلہ میں، زبان عربی کا بھی اضافہ ہوا تھا جس کا آغاز۔ اس صورت سے ہوا تھا کہ مشہور و متداول کتابوں سے، مناسب جملے، مقولے، مضامین اور قصص۔ اقتباس کر کے۔ درجات کے لحاظ سے کئی کئی حصوں میں یا ایک ہی مجموعے کی شکل میں شائع کر دیئے جاتے تھے، لیکن بعد میں زبان عربی کے مدرسین کی توجہ اس کو فائدہ بخش بنانے کی طرف مبذول ہوئی اور اس وقت سے تدریجی طور پر، اچھے اچھے عربی ریڈروں کے سلسلے سامنے آتے رہے اور عربی کا معلم، مولفہ مولانا عبدالستار صاحب: ایک بہت ہی اچھا اور مفید عربی ریڈروں کا سلسلہ، طالبان زبان عربی کے ہاتھوں میں آگیا، لیکن یہ اور تمام سلسلے، کلاسیکل حیثیت رکھتے تھے، ایسے لوگ جو کسی ایک زبان سے بڑی حد تک واقف لیکن عدیم الفرصتی یا عربی گرامر (نحو صرف) جس کو سامنے رکھ کر زبان عربی کو ایک ہوّا بنا دیا گیا تھا اور اسی قسم کے دوسرے موانعات کے باعث، قرآن فہمی کی طلب کے باوجود، فہم قرآن کے سلسلہ میں کسی قسم کی جدوجہد کی ہمت نہیں کر پاتے تھے۔ ایسے لوگوں کی تشنہ کامی کا مداوا ضروری تھا اور اللہ تعالیٰ مولٰنا عبدالسلام صاحب قدوائی کو اپنی رحمتوں سے نوازتا رہے کہ انہوں نے بتوفیق الٰہی اس مشکل کو حل کرنے کے لئے، ابتدا ہی میں (آٹھ دس برس کا عرصہ ہوا) اٹھا ہی دیا۔ جو اس سبق کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ ان اسباق کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اب تک ہزاروں آدمی اس سے استفادہ کر چکے ہیں۔

لیکن جیسا کہ قرآنی کورس کے مرتب نے، مقدمہ میں ظاہر کیا ہے۔ ان اسباق میں ابھی کچھ کمی محسوس ہوتی ہے لیکن وہ ہی کیا ہے اور اُسے کس طور پر پورا کیا جائے؟ یہ ایک غور طلب مسئلہ ہے اور سوچ بچار چاہتا ہے۔

قرآنی عربی (جس کا مقصد قرآنی فہمی ہو) کی تعلیم کے سلسلہ میں، سب سے پہلے ہمارے سامنے حسب ذیل باتیں آتی ہیں:-

(۱) قرآنی عربی کے اسباق، کی ترتیب و تدوین، ایسی ہو کہ ایک پڑھا لکھا آدمی، بڑی حد تک از خود انہیں پڑھ اور سمجھ سکے اور اس کے دماغ پر زیادہ بار بھی نہ پڑے۔ (۲) ہر سبق میں، جملوں کی ساخت ایک ہی قسم کی اور ہر سبق میں ایک ہی ساخت کی ترکیبوں کی مشق کرائی جائے۔ (۳) اسباق اس طور پر مرتب کئے جائیں کہ قرآنی جملوں اور عبارتوں کے تمام اسالیب کو محیط ہوں۔ (۴) اسباق کی ترتیب میں اس کا بھی لحاظ رکھا جائے تو بہت اچھا ہوگا اگر اسباق کے الفاظ قرآن ہی سے ماخوذ ہوں۔ قرآن میں ایسے الفاظ سینکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں جو ابتدائی ریڈروں میں بھی بے تکلف استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ (۵) گرامر حصہ (صرف و نحو) ظاہر ہے کہ ان اسباق میں بہت کم اور بقدر ضرورت ہی دیا جائے گا لیکن پھر بھی اس کا لحاظ رکھنا ہوگا کہ از خود یا استاد کی مدد سے پڑھنے والا، اپنے دماغ میں، سمجھنے کی حد تک کوئی گرانی نہ کرے (دماغ میں محفوظ کرنے کی صورت میں، معمولی سہی، مگر بار پڑے ہی گا) اسی لئے ضروری ہے کہ گرامر کا جو حصہ بھی قاعدہ دیا جائے وہ اس انداز میں اور ایسے آسان مگر مختصر الفاظ میں ہو کہ پڑھنے والے کے دماغ میں کوئی خلجان نہ پیدا ہو۔ (۶) جب قرآنی اسباق کی تدوین، مندرجہ بالا اشاروں کے لحاظ سے ہو تو ظاہر ہے کہ ان اسباق کو دس یا بیس میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں، جب یہ بات بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک ناواقف، جب کسی نئی زبان کو سیکھتا ہے تو اس کو کیا کیا الجھنیں پیش آتی ہیں اور پھر ایسی صورت میں کہ ایک ہی سبق میں ایک دوسرے سے مختلف کئی کئی باتیں بیان کر دی جائیں تو الجھن کا ہونا لازمی ہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ ایک سبق میں ایک ہی بات بیان کی جائے اور اس صورت میں یہ ہے کہ ایک دن میں، ایک آدمی دو سبق بھی پڑھ ڈالے اور پھر بھی اس کے دماغ میں انتشار نہ پیدا ہو۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود، اسباق کی تعداد کو بہت زیادہ نہیں بڑھایا جا سکتا کیونکہ پھر دوسری عربی ریڈروں کی طرح کی ایک لمبی چوڑی کتاب ہو جائے گی اور نفسیاتی طور پر بھی اس کا اچھا اثر نہیں، ساتھ تدوین اسباق میں اس کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھنا ہوگا کہ زیادتی کے باوجود، کم سے کم مدت میں ختم کئے جا سکیں۔

اگر مسلمانوں کا تعلق اور شغف قرآن سے بڑھتا رہا (اور اس کو بڑھائے بغیر چارہ بھی نہیں کہ دنیا کی فلاح اسی تعلق پر منحصر ہے) تو ایسے اسباق کا سلسلہ بھی اللہ اپنے کسی بندے سے مرتب کروا دیگا۔ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں، قرآنی تعلیم کو (اس سہل الحصول، صورت میں) عام کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، ان کی موجودگی میں یہ توقع بیجا نہیں۔

قرآنی کورس کے ابتدائی صفحات میں تقریظ کے عنوان کے ماتحت، متعدد اصحاب علم و فضل نے اس کتاب
افادیت کا یقین دلایا ہے، اس سلسلہ میں خاص طور پر افضل العلما، محترم مولانا عبدالحق صاحب پرنسپل،
مدنسی کالج مدراس کی تقریظ، کافی اہمیت رکھتی ہے اور بلاشبہ، یہ یقین دہانی صحیح بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ
بانی کی اس کوشش کو مقبول فرمائے۔

ناشر:- مرکزی مکتبہ حلقۂ ادب اسلامی کراچی۔

آرہی ہے | یہ مختصر سا پمفلٹ، جو بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ نفیس کاغذ اور کتابی
کے ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ایک ایسے جلسہ کی روداد ہے جو اسلامی ادب کے موقف کی تنقیح، توضیح اور
کے لئے پاکستان کے صدر مقامی کراچی میں منعقد کیا گیا تھا۔ جس میں اسلامی ادب سے متعلق بہر صنف سے
انہ شغف رکھنے والوں نے پورے ذوق و شوق کے ساتھ حصہ لیا۔ سرزمین پاکستان پر اپنی نوعیت کا غالباً
پہلا ہی اجلاس تھا۔

اس کتابچہ کے جستہ جستہ عنوانات یہ ہیں:-

تحریک ادب اسلامی، اسلامی ادب کی بنیادی قدریں اور تعارف، مقصد وغیرہ۔

اسلامی ادب کیا ہے اس کی کیا ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں کیا کچھ ہوا اور آئندہ کیا کرنا ہے تحریک ادب اسلامی
مقصد کیا ہے۔ ان تمام باتوں کا جواب آپ کو اس کتابچہ میں ملے گا اور اس انداز میں ملے گا، کہ کسی ایک عنوان
شروع کرنے کے بعد، آپ اس کو ختم کئے بغیر دم نہیں گے۔

یہ اور اسی قسم کی دوسری کتابیں، جو اسلامی ادب کے تعلق کے ساتھ لکھی گئی ہیں ان کی افادیت اور ضرورت کو
ثابت کرنے کے لئے صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، خواہ وہ کسی زمانہ میں
دنیا میں مبعوث ہوئے ہوں اور خواہ ان کے زمانہ میں کوئی بھی رنگ غالب رہا ہو۔ بہرحال، الٰہی تعلیم کو پیش
کرتے وقت، ان کا تخاطب، اس دور اور اس مقام کی معیاری زبان میں ہوتا تھا۔ اسلامی ادب کی تحریک اسی
اسوۂ حسنہ کے پیش نظر وجود میں آئی ہے، کراچی کا یہ اسلامیانہ ادبی اجلاس، اور اس کی وجد آفریں روداد صحیح
معنوں میں اس تحریک کا بہترین پیش خیمہ۔

ناظرین عدل اس کتابچہ کو ضرور پڑھیں۔

امان حج :- | مرتبہ و مترجم :- عبدالرزاق صاحب سعید
ناشر:- ادارۂ تبلیغ الاسلام ۱۰۲۱، ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ کھڑک ممبئی ۹ - قیمت ۸/
امان حج، محی السنہ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی کے رسالۂ حج کا سلیس اور عام فہم ترجمہ ہے۔ علامہ موصوف
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کی مستند تفصیلات، اس رسالہ میں جمع کردی ہیں جس میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی کیفیت، مناسک حج کی ادائیگی اور خطبہ حج، غرضکہ مدینہ شریف سے روانگی سے لے کر بعد ادائے حج، مدینہ منورہ کی واپسی تک کے تمام حالات، اس رسالہ میں آگئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات پر جو دعائیں فرمائی ہیں، اپنے اپنے مقام پر، وہ بھی منقول ہیں۔

رفیق محترم عبدالرزاق سعید صاحب نے اس مفید رسالہ کا ترجمہ کرکے اُردو کے دینی لٹریچر میں ایک مفید اضافہ کیا ہے۔

کتاب کے آخر میں، موصوف کی ایک طویل نظم بھی ہے جو فضائے حرمین کے نام سے علیحدہ پمفلٹ کی شکل میں شائع ہو چکی ہے اور جس میں مقامات حج کے ذیلی عنوانات دے کر، اُس موقع کے تاثرات کو نظم کا جامہ پہنایا ہے۔

ہندی ماسٹر

مرتبہ:۔ مولانا ابو محمد امام الدین صاحب رام نگری

ناشر:۔ ساہتیہ سدن، رام نگر، بنارس اسٹیٹ۔ حصہ اول ۱ر، دوم ۷ر، سوم

ہندوستان میں بسنے والوں کے لئے ہندی کا جاننا جس قدر ضروری ہوتا جا رہا ہے۔ اُس سے کون واقف نہیں، اسی ضرورت کے پیش نظر، ہندوستان کے مختلف شہروں اور تجارتی کتب خانوں سے مختلف زبانوں میں ہندی سکھانے کے لئے چھوٹی بڑی کئی درجن کتابیں لکھی اور شائع کی جا چکی ہیں ہمارے سامنے بھی، اس قسم کے کئی سلسلۂ کتب ہیں لیکن مولانا امام الدین صاحب کے تالیف کردہ سلسلۂ ہندی ماسٹر، کو ہم نے سب سے زیادہ، مختصر، آسان اور عام فہم پایا، اس میں اصول تعلیم کے ارتقائے تدریجی کا بڑی خوبی کے ساتھ لحاظ رکھا گیا ہر بات کو اس طرح سمجھایا ہے کہ پھر اس کے متعلق کوئی شک اور تذبذب باقی نہیں رہتا۔ زیر تبصرہ سلسلۂ کتب سے صرف اُردو داں طبقہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اگر ہندوستان میں بولی جانے والی مشہور زبانوں میں بھی اس سلسلہ کو منتقل کر دیا جائے تو اس سے پورے ہندوستان کے لوگ فائدہ اٹھا سکیں گے۔

تبلیغی اسباق:۔

سبق دینے والے:۔ رفیق محترم مولانا قاری سید وُدود الحق صاحب ندوی۔

ناشر:۔ ادارہ تبلیغ الاسلام، ۱۲۱ ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ بمبئی نمبر ۹۔

تیس اسباق کی قیمت:۔ پانچ روپے ۵ر

سنی خوجہ مسجد میں، دو سال سے مختلف مگر مرتب عنوانوں کے تحت، یہ اسباق دیئے جا رہے ہیں۔ رفیق قاری وُدود الحق صاحب بڑی کاوش، ذوق اور خدمت دین کے جذبہ کے ساتھ، ان اسباق کو مرتب کر کے اور پھر انہیں اسباق کا ہر جمعہ کو بعد نماز، درس دیتے ہیں۔

ان اسباق کے چند عنوان ملاحظہ فرمائیے:۔

کلمہ طیبہ، ظلم عظیم۔ اطاعت کاملہ، سمع و فرمانبرداری، ذمہ داری۔ ذکر، رب کی یاد، جائزہ، تاثیر گناہ

زنا، خوفناک انجام، بدزبانی وغیرہ۔ ان اسباق کو خلاف امید بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ چالیس پچاس مقامات پر، صرف تبلیغی مقصد کے پیش نظر، ان اسباق کو منگوایا گیا، اور اسی طرز پر، ان اسباق کا درس شروع کیا گیا، جس طرح سنی خوجہ مسجد میں ہوتا ہے۔

ایسے لوگوں کے لئے، جو ہفتہ یا مہینے میں، بہت تھوڑا سا وقت دینی معلومات کو پیدا اور دینی احساسات کو بیدار کرنے کے خیال سے نکال سکتے ہیں۔ تبلیغی اسباق کا یہ سلسلہ، ایسے لوگوں میں کام کرنے کے لئے ایک بہتر دلیل راہ بن سکنے کی پوری صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے۔

ماہنامہ چراغ راہ

مرتب:۔ جناب نعیم صاحب صدیقی۔
ناشر:۔ مکتبہ چراغ راہ لوٹیا بلڈنگ، آرام باغ، کراچی ملا
سالانہ چندہ پانچ روپے۔ فی پرچہ ۸ر

ماہنامہ چراغ راہ کی تیسری جلد کا ساتواں نمبر، ہمارے سامنے ہے۔ اس شمارہ میں سوچ بچار (یعنی شذرات) کے عنوان کے تحت، تحریک اسلامی کے مخالف عزائم اور ان کے محرکات پر تبصرہ ہے۔ قند و نمک کے تحت مختلف ذیلی سرخیوں کے ساتھ ادارۂ تحریر کی طرف سے طنز کے انداز میں ضروری وقتی مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے لیکن لیکن سنجیدگی و متانت بلکہ دیانت کا دامن، دانستہ کہیں بھی ہاتھ سے چھوٹتا ہوا نظر نہیں آتا۔

فکر و تحقیق کے عنوان سے مسائل حاضرہ اور بعض علمی افکار پر عالمانہ نقد و تحقیق پیش کی گئی ہے۔

تخلیقات ادب کے تحت، افسانے اور نظمیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر اسلامی رنگ چڑھا ہوا ہے۔

چراغ راہ، تحریک اسلامی کے شعبۂ اسلامی ادب کا نقیب اور علمبردار ہے اور ملت کے اُن نوجوانوں کے لئے جو کسی درجہ میں بھی اسلام سے اپنا رشتہ قائم رکھنا چاہتے ہیں، مشعل راہ ہے۔

چراغ راہ کے مدیر و مرتب، جناب نعیم صاحب صدیقی، تحریک اسلامی کے اُن پختہ کار، جانبازوں میں سے ہیں جن کی دین دارانہ مساعی ہمیشہ بارآور ہوا کی ہیں۔ یہ بات بھی یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ادب کو اسلامیت آمیز بلکہ اسلامی بنانے میں، موصوف ایک قابل ذکر حیثیت رکھتے ہیں۔ ایزد برتر آپ کو دین ہی کی خدمت کے لئے زندہ و باقی رکھے۔

ماہنامہ الفرقان حج نمبر

مرتب:۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی
ناشر:۔ دفتر الفرقان، گوئن روڈ۔ لکھنؤ (یو۔پی)
سالانہ چندہ پانچ روپے، فی پرچہ ۸ر حج نمبر کی قیمت ۸ر

ماہنامہ الفرقان نے گذشتہ سال بھی حج نمبر نکالا تھا جسے توقع سے زائد قبولیت حاصل ہوئی اور اس کی افادیت کے پیش نظر ہمارے بعض اکابر نے مدیر الفرقان کو مشورہ دیا کہ حج نمبر ہر سال نکلنا چاہئے۔ مولانا

منظور صاحب کا شغف دینی اور جذبۂ احیاء دین، اس مشورہ پر لبیک کہنے پر مجبور ہو گیا اور پیش نظر حج نمبر اسی شان کے ساتھ نکالا ہے جن خوبیوں کے ساتھ وہ پہلے نکلا تھا۔

پیش نظر نمبر میں، سفرِ عشق دربار نبوت کی حاضری اور اسرار حج، بہت بلند پایہ مضامین ہیں، جن کا مطالعہ ہر عازم حج کو، اس رکن کے مطالبات کی تکمیل کے لئے " دِل اور پاسبانِ عقل" کی امتزاجی کیفیت کے ساتھ آمادہ و تیار کرتا ہے۔

نشانِ منزل

ادارۂ تحریر :- مولٰنا اشفاق الرحمٰن صاحب وظہیر صاحب زید

پتہ :- جماعت ہدایت المسلمین، مسجد شکور خاں، بھوپال۔

سالانہ چندہ پانچ روپیہ۔ ششماہی تین روپے۔ سہ ماہی ایک روپیہ بارہ آنہ۔

نشانِ منزل، ہندوستان سے نکلنے والے اُن اخبارات میں سے ہے، جو صرف دین کی خدمت کے لئے جاری کئے گئے ہیں، نشان منزل جماعت ہدایت المسلمین بھوپال کا ترجمان ہے جس کی دینی خدمات کا ریاست کے ہر دیندار شخص کو اعتراف ہے، نشان منزل، اپنے قارئین کے لئے مختلف دینی عنوانوں پر مناسب ومعقول انداز میں اپنے ہر شمارہ میں مضامین پیش کرتا ہے۔

تفسیر قرآن، ترجمۂ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اسوۂ صحابہؓ وصحابیات اور حالات حاضرہ پر، دینی رنگ میں تبلیغ دین واحقاق حق کی خاطر، شستہ وپاکیزہ الفاظ ودلائل کے ساتھ؛ ایک دو مضامین، یہ اس دہ روزہ دینی اخبار کے مستقل عنوانات ہیں۔

ہر انگریزی مہینہ کی ۱۰، ۲۰ اور ۳۰ تاریخ کو کم سے کم آٹھ صفحات پر نکلتا ہے۔ ریاست بھوپال کے علاوہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں جہاں عملی تبلیغ ہو رہی ہے، یہ اخبار پڑھا اور سنا جاتا ہے۔

اس اخبار کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے، کہ اس کو حضرت مولٰنا محمد عمران خاں صاحب ندوی المتخصص جامعہ ازہر وعمید دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے۔

ماہنامہ کائنات:-

مرتبہ :- مجاہد صاحب علی پوری

پتہ :- وطن پریس، بنگلور ۲ - سالانہ چندہ تین روپیہ ۸ رفی پرچہ ۶

جنوبی ہند کے مشہور شہر بنگلور سے، مئی ۱۹۵۸ء سے، یہ رسالہ نکلنا شروع ہوا ہے، رسالہ میں، دینی، ادبی، سیاسی، اصلاحی، معاشی صنعتی، اُدب جدید اور ادب لطیف اور افسانہ، غرض کہ نظم ونثر کی ہر صنف ادب پر، بشرط گنجائش، آپ کو کائنات میں مختصر مضامین ملیں گے۔ کائنات کے اجراء کا مقصد مدیر محترم جناب مجاہد صاحب نے "دکھی انسانیت کی سچی خیر خواہی" ظاہر کیا ہے۔ خدا کرے کہ کائنات اپنے اس عزم میں کامیاب ہو۔

آخر میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ دور حاضر کے حامیانِ ادب جس رَو میں بہہ رہے ہیں۔ کائنات

کا دامن اگر اس سے پاک رکھا جائے۔ تو کائنات کی افادیت (جو اللہ کے نزدیک بھی مقبول ہوگی) بہت بڑھ جائیگی۔
(بقیہ کوائف ادارہ)

ترکیب نمازِ عیدالاضحیٰ حسب دستور امسال بھی ادارہ نے ترکیب نماز عیدالاضحیٰ، ہینڈبل کی صورت میں کافی تعداد میں طبع کرائی ہے: جہاں جہاں اس کی ضرورت محسوس کی جائے، وہاں کے لوگ، ایک کارڈ بھیج کر اس ہینڈبل کو مفت منگوا سکتے ہیں۔

عدل کے ہمدرد

ذیل میں ہم اُن ہمدردوں کے اسماءِ گرامی شائع کر رہے ہیں، جنہوں نے عدل کی توسیع اشاعت میں، صرف اس لئے حصّہ کیا کہ وہ "عدل" کو ایک دین کا خادم سمجھتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان ہمدردوں کو جزائے خیر دے - آمین - (مدیر)

(گزشتہ سے پیوستہ)

نام	مقام	ضلع	نام	مقام	ضلع
تُو صاحب کیر آف کے صبن ابراہیم	بنر کنڈرٹ پلی	سورت گیزا	عبدالشکور حاجی ابراہیم صاحب	چکلہ اسٹریٹ	بمبئی
محمد طاہر صاحب ابراہیم گوٹھے	ڈونگری	بمبئی ۹	دین محمد بیر بل	نشان پاڑہ	بمبئی ۹
محمود عبداللہ صاحب	سانکلی اسٹریٹ	بمبئی ۹	خان صاحب عبداللہ مستری	ڈونگری	بمبئی
انصار رضا صاحب	چونہ بھٹی اسٹریٹ	بمبئی ۳	فقیر محمد صاحب	باندرہ	بمبئی
عبدالقادر عظیم الدین صاحب	نل بازار	بمبئی ۳	کے، واٹی خاں صاحب	سوموار پیٹھ	پونہ
گلزار ایم حسین	ناگدیوی اسٹریٹ	بمبئی ۳	عبدالحمید خاں محمد حنیف خاں	جیل روڈ	بمبئی
کریمی پرلیس بک ایجنسی	پائیدھونی	بمبئی ۳	ولی محمد حاجی یوسف صاحب	پائیدھونی	بمبئی
فضل الٰہی سینڈو	بھنڈی بازار	بمبئی ۳	محمد بھائی داؤد بھائی بانلا والا	ٹنڈیل اسٹریٹ	بمبئی
رمضان صاحب	ماہم	بمبئی ۱۶	دولت خاں حاجی قطب الدین صاحب	اسٹیشن روڈ	سورت
عبداللہ احمد صاحب	ماہم	بمبئی ۱۶	عبداللطیف حاجی محمد صدیق	واکولہ	بمبئی
عبدالرحمٰن محمد حسین صاحب	پائیدھونی	بمبئی	عبدالقادر صاحب میراں بھائی	نارائن گاؤں	پونہ
حافظ سید مصطفیٰ علی صاحب بریلوی	کماٹی پورہ	بمبئی	حاجی نظام الدین صاحب	کھار	بمبئی
محمد اسماعیل پٹیل دودھ والا	ڈونگری	بمبئی	مولوی سید غلام حسین صاحب	سنتا کروز	بمبئی
محمد عثمان صاحب	بھنڈی بازار	بمبئی	سید محمد ابراہیم صاحب	سنتا کروز	بمبئی
محمد اسماعیل حاجی عبدالغفور صاحب	مانڈوی	بمبئی	محمد اسماعیل صاحب	سنتا کروز	بمبئی
عبدالمجید چھوٹانی صاحب	کیڈل روڈ	بمبئی	نیو محمدی رلیسٹورنٹ	جونا کھار	بمبئی
محمد حاجی حسین صاحب	ناخدا محلہ	بمبئی	شیخ داؤد	سنتا کروز	بمبئی

نام	پتہ	شہر
مشتاق احمد صاحب مدالونی	سنتا کروز	بمبئی
اسمٰعیل یوسف بھاماصاحب	کھار	بمبئی
مستری لیسین عبداللہ صاحب	سنتا کروز	بمبئی
محمد لیسین علاءالدین مستری صاحب	کھار روڈ	بمبئی
محبوب خاں اسمٰعیل خاں	جونا کھار	کھار بمبئی
ایم عمر صاحب	ریپن روڈ	بمبئی
امداد حسین صاحب	ابراہیم رحمت اللہ روڈ	بمبئی
شیخ محبوب شیخ احمد صاحب	نشان پاڑہ روڈ	بمبئی
عبدالستار صاحب	دوٹانکی	بمبئی
عبدالرشید صاحب	مسجد کراس لین	بمبئی
محمد سعید خاں صاحب	خان منزل	لکھنو
بی تاج الدین مقدم	داپولی	رتناگری
محمد خاں مومن خاں سرگرو	پینوا اگوہاگر	رتناگری
ملا ابراہیم رکن الدین صاحب		رتناگری
عبدالغفار صاحب مستری	باندرہ	بمبئی
رفیع اللہ صاحب	گولن روڈ	لکھنؤ
عبدالحمید خاں منیر خاں صاحب	پیوہ	رتناگری
عثمان عبدالرحیم صاحب	مہاہم	بمبئی
سید امیر عالم چشتی صاحب	محلہ چاہ شور	امروہہ ضلع مرادآباد
آدم ... صاحب	توکل اسٹور	بمبئی ۳
عبدالمجید صاحب	پاسیدھونی	بمبئی
اسمٰعیل یوسف تارمحمد	بھنڈی بازار	بمبئی
اکاق حاجی آدم لوہیا	ناخدا محلہ	بمبئی
ایم حنیف حاجی احمد گونڈل	بھنڈی بازار	بمبئی
محمد صدیق کاپڑیا	ارسکن روڈ	بمبئی
ملک ایم حبیب اینڈ برادرس	ارسکن روڈ	بمبئی

نام	پتہ	شہر
نور محمد عبدالرحمٰن صاحب	ارسکن روڈ	بمبئی
محمد حفیظ صاحب	جونا ناگپاڑہ	بمبئی
غلام نبی شیخ رحیم صاحب	چونا بھٹی	بمبئی
عبدالرحمٰن (ہوائی جہاز بیکنگ)	چونا بھٹی	بمبئی
حکیم مولوی حکیم مسیح الزماں صاحب	محلہ بیرونی خندق	لکھنؤ
ایم عمر اینڈ کو	امین آباد	لکھنؤ
حاجی انور حسین انصر حسین صاحب	امین آباد	لکھنو
حکیم سید محمود علی صاحب	لاٹوش روڈ	لکھنؤ
حاجی محمد اسمٰعیل صاحب	امین آباد	لکھنؤ
محمد علیم اینڈ سنز	گولن روڈ	لکھنؤ
حاجی محمد حفیظ صاحب	امین آباد	لکھنؤ
حبیب احمد خاں صاحب	مولوی گنج	لکھنؤ
حاجی عبدالرحمٰن عبدالسلام صاحب	نظیرآباد	لکھنؤ
غلام حیدر خاں صاحب	نانا پیٹھ	پونہ سٹی
جمال خاں کریم خاں صاحب	بھوانی پیٹھ	پونہ
حاجی حسن حاجی علی بھائی صاحب	گنیش پیٹھ	پونہ
عبدالنصیر خاں صاحب	رویوار پیٹھ	پونہ
سید اسمٰعیل صاحب	تابوت اسٹریٹ	پونہ
شیخ عبدالقادر صاحب شیخ حسین صاحب	رویوار پیٹھ	پونہ
شیخ اسمٰعیل صاحب حاجی قمرالدین صاحب	ڈوائٹر لین	کیمپ پونہ
عبدالحمید خاں صاحب اکبر خاں صاحب	رویوار پیٹھ	پونہ ۲
جان محمد یوسف صاحب	گنیش پیٹھ	پونہ ۲
شیخ عبدالشکور عبدالخالق صاحب	رویوار پیٹھ	پونہ
شیخ حسین حمزہ میاں	رویوار پیٹھ	پونہ
شیخ محمد صاحب شیخ امین صاحب	مچھلی مارکٹ	پونہ سٹی

(باقی آئندہ)

کوائفِ ادارہ

ترجمۂ قرآن سے بے توجہی

مولانا رومؒ نے، اس بات کو سمجھانے کے لئے کہ کوئی چیز، بغیر کوشش کے حاصل نہیں ہوتی، ایک عام فہم مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے، جو ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بچہ جب تک روتا نہیں، محبت مادری دودھ پلانے کے لئے جوش میں نہیں آتی، یہی صورت، دُنیا کی ہر اُس چیز کے سلسلہ میں پیش آتی ہے جس کے حاصل کرنے میں، سعی و کوشش کو کسی درجہ میں دخل ہو۔ ادارۂ تبلیغ الاسلام نے جمعہ کے تبلیغی اسباق کے ساتھ، درسِ قرآن، ذریعہ قرآنی عربی کا انتظام کیا جس کا مقصد یہ تھا، کہ مسلمان کتاب اللہ، براہ راست سمجھنے کی استعداد اپنے اندر پیدا کریں، جب اس درس کا آغاز ہوا تو نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے شرکت کی مگر چند ہی روز کے بعد، بتدریج یہ تعداد گھٹتی گئی۔ اور اب غیر معمولی طور پر کم ہوگئی ہے اگرچہ اس میں شک نہیں کہ جو لوگ اب تک آرہے ہیں۔ انہوں نے قابل اطمینان ترقی کی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کمی کیوں ہوئی؟ جواب ظاہر ہے کہ آنے والے یہ سمجھتے تھے کہ بغیر جد و جہد اور محنت کے ہم قرآن کا ترجمہ کرنے لگیں گے۔ حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ بغیر کوشش کے کوئی چیز حاصل ہو سکتی ہے؟ ــــ زندگی کی ایسی ضروریات جن کے حاصل کرنے کا مقصد، اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، ان کے لئے، ہم کیسے پاپڑ بیلتے ہیں مگر ان کو حاصل کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھتے، نہ حاصل ہونے کی صورت میں، ہماری کوششیں اور شدت اختیار کرلیتی ہیں۔ لیکن دین کے حاصل کرنے کے معاملہ میں، ہماری سہولت پسندی، قدم قدم پر رنگ لاتی ہے اور کبھی ایک، کبھی دو اور کبھی دس قدم چل کر ہم گریز کی راہیں ڈھونڈھنے لگتے ہیں ــــ جب نہ سہی تو اب، کیا آئندہ کے لئے آپ سے، اس سلسلہ میں خوش آیند توقعات قائم کی جاسکتی ہیں؟

ترجمۂ قرآن کا تعلیمی نظم

اگر ایک طرف ہمیں مقامی حضرات سے وہ شکوہ ہے جس کا سطور بالا میں تذکرہ ہے، تو دُوسری طرف، اس بات سے مسرت بھی کہ بیرون شہر بمبئی مختلف مقامات سے ہمارے پاس اس قسم کے استفسارات (تحریری و زبانی) آئے کہ تعلیم قرآن (مع ترجمہ) کس طور پر دی جائے کہ جس سے فہم قرآن کی استعداد پیدا ہوسکے، سردست ایک مرتب نصاب تعلیم کو (کم وقت) آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، جو تجربہ کی روشنی میں مفید ثابت ہوا ہے۔ عام فائدہ کی خاطر، اسے ذیل میں

درج کیا جاتا ہے۔
(۱) دس سبق، قرآنی عربی، آسان قرآنی کورس، ان میں سے کوئی ایک کتاب جسے پڑھنے کے سرخند اکتفا ضرور چاہیئے۔ (۲) چند سبق پڑھ لینے کے بعد حسب ذیل کتابیں، بطور خود مطالعہ (دیکھئے لب دخیرے) رکھی جائیں، جو مقام سمجھ میں نہ آئے، صرف اُسے ہی دریافت کیا جائے۔ (۳) تمرین الدروس ہر سہ حصص القصص الشہیرہ اور قصص النبیین، ہر سہ حصص۔ (۴) اسباق ختم کرنے کے بعد، قرآن شروع کرتے وقت قرآن مجید کی پہلی دوسری اور تیسری (مولفہ مولنا عبدالسلام قدوائی) کو سامنے رکھیں۔
اُمید ہے کہ وہ لوگ جو تھوڑی بہت قابلیت رکھتے ہیں اور اپنے یہاں درس قرآن شروع کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ نصاب تعلیم دلیل راہ کا کام دے گا اور تجربہ سے ان کے لئے نئی نئی راہیں کھلتی جائیں گی۔

سعادت حج کی توفیق جناب سیٹھ اسمٰعیل صاحب سرمہ والے، سنی خوجہ جماعت کے مشہور فرد ہیں موصوف کو ادارہ سے بھی کافی ہمدردی ہے امسال حج کو تشریف لے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حج کی سعادتوں سے نوازے۔

شکریہ معاونین عدل کے گذشتہ نمبر میں، معاونین ادارہ کے سلسلہ میں لے، کے، ایم کاپڑیا صاحب کا نام درج ہونے سے رہ گیا تھا اور معاونین عدل کے سلسلہ میں حسب ذیل نام رہ گئے تھے، جواب شائع کئے جا رہے ہیں (۱) شیخ عثمان شیخ چاند (۲) عبداللطیف اور محمود خاں صاحب واکولہ والے عبدالمجید صاحب توکل اسٹور (۴) قلعدار صاحب (۵) محمد جمیل صاحب لکھنوی (۶) محی الدین خاں صاحب مدرسہ لاج (۷) مولوی فرقان احمد صاحب (۸) محمد ابراہیم بھائی باندرہ والے (۹) ابراہیم صاحب کولھاپوری۔ جمعہ بھائی (۱۱) دوست محمد صاحب اور حاجی زکریا محمد صاحب۔

ر دری تصحیح مدرسہ اصلاح گھاچی حلائی جماعت میں چالیس بچے دن میں اور آٹھ دس بالغ رات میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں، اُمید کہ جماعت کے ذمہ دار مزید توجہ سے کام لیں گے طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہو۔
مسجد سنگ تراشاں میں، حسب اعلان، ترجمہ قرآن ہو رہا ہے شرکاء درس کی تعداد میں معذ برو ز الحمدللہ افزوں ہو رہا ہے۔

روانگی و آمد رئیس ادارہ جناب مولنا قاری سید ودود الحق صاحب ندوی گذشتہ مہینہ میں اپنے وطن تشریف لے گئے تھے، اُمید ہے کہ ہفتہ عشرہ میں بمبئی واپس ہوں گے، توقع ہے کہ ۲ ر ذی الحجہ مطابق ستمبر کو جو جمعہ پڑے گا، اس میں موصوف ہی نماز پڑھائیں گے اور حسب دستور درس بھی دیں گے۔
ابھی سے تیار رہیئے: ماہنامہ عدل کا یہ دسواں نمبر آپ کے ہاتھ میں ہے، مزید دو نمبروں کے بعد، سال پورا ہو جائے گا

ہم اپنے معاونین سے توقع کرتے ہیں، کہ وہ پہلے کی طرح نئے سال کے آغاز پر بھی اُسی خلوص و تندہی سے سالۂ عدل کے خریدار فراہم کریں گے، جس کا مظاہرہ وہ کرچکے ہیں، خوب یاد رکھئے آپ کی توجہ و امداد بغیر عدل جاری نہیں رہ سکتا۔ (باقی بر صفحہ ۲۴)

اطلاع:۔ اگر آپ کو پرچہ نہ پہنچے تو دفتر کو اطلاع دیجئے۔ اسی کے ساتھ اپنے حلقہ کے پوسٹ ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مضامین
ایڈیٹر کے نام!
ارسال زر
منیجر "عدل" کے نام
ہونا چاہیئے

بدل اشتراک
سالانہ پانچ روپیے
ششماہی تین روپیے
فی پرچہ ۸
بیرون ہند سے ساڑھے آٹھ روپیے

ترجمان ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی

ماہنامہ عدل

زیر ادارت: مولنا ودود الحی ندوی — مسؤل: خلیل احمد جامعی

جلد ۲ | بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳ھ مطابق نومبر سنہ ۱۹۵۵ء | شمارہ ۵

فہرست

حسینؑ

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

(منسوب بہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ اجمیری رح)

شذرات

[ی]وم عاشورہ یکم محرم الحرام، نئے اسلامی سال کا آغاز ہے۔ اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ اسلامی سال کا خاتمہ اگر ایک ایسی قربانی پر ہوتا ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی تو اس کا آغاز بھی [ا]یک ایسی قربانی سے ہوتا ہے جو بجائے خود بے نظیر ہے۔

حضرت اسماعیل علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سبط رسول حضرت امام حسین علیہ السلام نے مرضی الٰہی [کے] سامنے اپنی جان و تن کو پیش کر دیا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے دلوں میں شک و تذبذب کا معمولی سا [شائبہ] بھی نہیں پیدا ہوا۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا یا عالم شہود میں ہمارے سامنے رکھا گیا کہ حکمت الٰہیہ [ا]پنی صفت رحم کے ساتھ، اپنے بندوں کی طرف متوجہ تھی کہ وہ ان بڑی قربانیوں کو نمونہ بنا کر، چھوٹی چھوٹی قربانیوں [کے] لئے اپنے آپ کو تیار کرتے رہا کریں۔

لیکن دنیا کی دلچسپیوں اور لذتوں میں، اپنے آپ کو کھو دینے والی دنیا نے، عید قرباں کے موقع پر [صر]ف گوشت خوری سے غرض رکھی تاکہ جسمانی احساسات کو اور بیدار ہونے کا موقع ملے اور عاشورۂ محرم میں، [صر]ف سینہ کوبی اور بین و شیون جیسی ظاہری چیزوں تک محبت اہلبیت کو محدود رکھا، حالانکہ حضرت امام علیہ السلام [کا م]یدان کربلا میں شہید ہونا، حق و صداقت کی راہ میں، ایک ایسی قربانی تھی جس نے باطل کے آہنی قلعوں کو مسمار [کر] دیا اور دعوت حق اور مقابلۂ باطل کی ایک ایسی مثال قائم کر دی ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے تا قیام [قیام]ت، دلیل راہ بنتی رہیگی۔

حضرت امام رضؓ کی کچھ یادگار تو یہ تھی کہ اظہار حق کے مقابلہ میں ہمیں اپنی جان کی پرواہ نہ ہوتی، ہم عزم [و ہم]ت و استقلال کا کوہ گراں بنجاتے۔ پستی و دنائت کا ہمارے دلوں میں خطرہ تک نہ گذرتا، باطل طاقتیں [اپنے] عروج کی آخری حد پر پہنچ کر بھی ہمیں مرعوب نہ کر سکتیں۔ لیکن سوچئے تو کہ ہم ان اوصاف سے یکسر خالی [ہیں]، آخر کیوں؟ کیا عشرۂ محرم کی رسوم ہم ادا نہیں کرتے؟ کیا اس مہینے میں مجالس اور شہادت [کے ج]لسے اس یادگار زمانہ واقعہ کی دور دور کر یاد تازہ نہیں کرتے؟ وغیرہ وغیرہ۔

بلا شبہ ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں، مگر ہماری یہ ساری تگ و دو رسم کی حد سے آگے نہیں بڑھتی، حقیقت سے [ک]وئی لگاؤ نہیں ہوتا۔

[ہ]ر سال کی طرح امسال بھی محرم آیا، مجالس و مواعظ کا اہتمام ہوا، کچھ مقامی اور کچھ باہر سے بلائے ہوئے علماء و

مقررین کے بیانات ہوئے۔ آہ اور واہ کی آوازیں بھی سامعین کی زبانوں سے سنی گئیں۔ لیکن آخر میں جب اپنا جائزہ لیا، تو عام طور پر سماں یہی نظر آیا کہ دل خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت کے صحیح اعتراف، اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع و احیاء کے جذبہ سے، اسی طرح خالی ہیں جیسے پہلے تھے، اور نہ ہماری زندگی کا وہ رنگ نہ ہوتا جو آج ہمارے سامنے ہے۔

تذکرہ بزرگان دین

قارئین عدل کے مذاق کے پیش نظر خیال تھا کہ تفسیر قرآن - ترجمہ حدیث سیرت رسول، اسوۂ صحابہ تذکرہ بزرگان دین، عدل کے مستقل عنوان ہوا کریں گے۔ لیکن ایک تو صفحات کی کمی، دوسرے اس معیار کے مضامین اس عنوان پر مطلوب تھے ان کی فراہمی بآسانی ممکن نہ تھی اس لئے یہ خیال عملی شکل نہ اختیار کر سکا۔ لیکن قارئین کی مانگ کو بحد امکان پورا کرنا بھی ضروری تھا اس لئے اس ماہ سے رفیق محترم جناب مولانا قاری سید داؤد الحی صاحب ندوی نے تذکرہ بزرگان دین کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور چونکہ اس صوبہ کے مسلمانوں کو حضرت خواجہ اجمیری رح سے خاص عقیدت ہے اس لئے آغاز حضرت ہی کے تذکرہ سے ہو رہا ہے۔

خطابۂ الم

فی توضیحۂ شہادت

یعنی واقعۂ عظیمۂ شہادتِ حضرت سیّد الشہدا علیہ و علیٰ آبائہ الصلوٰۃ والسلام
پر ایک درسِ بصیرت!

(از حضرت مولٰنا ابو الکلام آزاد مدظلہ)

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطانِ الرَّجِیم

قال اللہ تعالیٰ:۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ مٰلِکِ یَومِ الدِّینِ اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَلَا الضَّآلِّینَ

شمعہا بردہ ام از صدق بخاک شہدا
تا دل و دیدۂ خوننابہ فشانم دادند

برادرانِ عزیز! آج جس حادثۂ کبریٰ اور شہادتِ عظمیٰ کے تذکار و درس کیلئے ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں، وہ وقائع و حوادثِ اسلامیہ کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جو تاریخ اسلام کی اولین صدی سے لیکر اس وقت تک اپنے عجیب و غریب تاثیرِ ماتم و درد اور حیرت انگیز بقائے ذکر و تاثیر کے لحاظ سے نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تمام حوادث مخزنۂ عالم میں ایک عدیم النظیر امتیاز رکھتا ہے۔

اگر وہ تمام آنسو جمع کئے جائیں جو ۶۱ھ سے لیکر اس وقت تک اس واقعہ جاں سوز پر بہائے گئے ہیں اگر وہ تمام درد و آہ و فغان، سوز و الم یکجا کیا جا سکے جو ان تیرہ صدیوں کی لاتعد و لاتحصیٰ اسلامی نسلوں کا صدا ہائے [illegible] ہے۔ اگر درد و کرب کی وہ تمام چیخیں، اضطراب و الم کی وہ تمام پکاریں

وحش کی وہ تمام بے قراریاں اٹھی کی جا سکیں جو اس حادثۂ کبریٰ کی یاد کے ہزاروں لاکھوں انسانوں کے ہمیشہ پیدا کی ہیں تو اے عزیزانِ ماتم شعار! کون کہہ سکتا ہے کہ خونفشانیہائے حسرت کا ایک نیا طلاطم و یا توس سطح ارضی پر بہہ نہ جائے گا؟ درد و آہ و فغاں کی ہزاروں بھٹیاں بھڑک نہ اٹھیں گی؟ اور درد و نالوں، حسرت کی صداؤں تڑپ کی چیخوں کے ہنگامۂ خونیں سے تمام عالم ایک شور زار نالہ و بکا نہ بن جائے گا۔

تاہم میں جو پیام پہنچانے کیلئے آج آیا ہوں وہ اس تذکرے سے بالکل مختلف ہے۔ میں غم و الم کی شدت و ... ت کے اعتراف کی تاریخ نہیں ہوں بلکہ اس عدیم النظیر شدت و کثرت کے بعد بھی آنسوؤں کی طلب ہوں ... ں کی صدا ہوں، بیقراری کی پکار ہوں۔ اضطراب کی دعوت ہوں۔ اور آہ! آہ! اے صد ہزار ... حرمان، کہ غم کے لئے بھوکا ہوں اور درد و الم کے لئے یک قلم پیاس ہوں۔ پس میں آج ان آنکھوں کا ... ہ نہیں کرتا جو بہت رو چکی ہیں۔ مجھے ان آنکھوں کا سراغ بتلاؤ جو اب بھی رونے کیلئے نم آلود ... میں ان دلوں کی سرگزشت نہیں سنتا جو تڑپتے تڑپتے تھک چکے ہوں۔ میں ان دلوں کی تلاش میں ہوں جو اب بھی تہ و بالا ہونے کے لئے مضطرب ہیں، مجھے ان زبانوں سے کیا سروکار جن کو فغاں سنجی کا ادعا ہے۔ آہ میں تو ان زبانوں کیلئے پکار رہا ہوں جن کے اندر غم و ماتم کی بھٹیاں سلگ رہی ہیں اور ... دھواں آج بھی کائنات نشاط و شادمانی کی اس تمام فضاء غفلت کو مکدر کر دے سکتا ہے۔ ... کو عیش و عشرت کے قہقہوں میں درد و عبرت کی ایک آہ بھی نصیب نہیں۔

نہ داغ تازہ می خارد نہ زخم کہنہ بیکارد　　بدہ یارب دلے کیں صورت بیجاں نمیخواہم

دعوتِ درد!

ہاں یہ سچ ہے کہ رونے والے اس پر بہت رو ئے ماتم کرنے والوں نے ماتم میں کمی نہ کی۔ آہ و نالہ کی صداؤں ... ہمیشہ ہنگامۂ الم کی مجلس طرازیاں کیں۔ اور یہ سب کچھ اب تک اتنا ہو چکا ہے جتنا آج تک شاید ہی ... کے کسی حادثۂ غم کو نصیب ہوا ہو۔ تاہم تم یقین کرو کہ بایں ہمہ اس حادثۂ عظیمہ کی دعوت اشک و حسرت ... تک ختم نہیں ہوئی ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دعوت درد کے اندر جو حقیقی طلب تھی وہ اب تک ... کے سچے استقبال سے محروم ہے۔ تیرہ صدیاں مع اپنے دوران محرم و عشرۂ ماتم کے اس پر گذر چکی ... لیکن اب تک خاک کربلا کے وہ ذرات خون آشام جن کو آج بھی اگر نچوڑا جائے تو خون شہادت کے ... [illegible] سکتے ہیں۔ [illegible] آنسوؤں کیلئے [illegible] ہیں۔

آہ و فغاں کے لئے تشنہ ہیں، اضطراب و التہاب کیلئے بیقرار ہیں اور فضاء ریگ زار کرب و بلا کا ایک ایک ذرہ اشک دیدہ ہائے اشک افشاں، جگر ہائے سوختہ، دلہائے دونیم اور زبان ہائے ماتم سرا کیلئے اسی طرح چشم براہ ہے جس طرح سنہ ۶۱ھ کی ایک آتش خیز دوپہر میں خون کی ندیوں کی روانی تڑپتی ہوئی لاشوں کے ہنگامۂ احتضار، اور ظلم و مظلومی، جرح مجروحی، قتل و مقتولی کے ہنگامۂ الیم کے اندر سے نالہ ساز طلب اور فغاں فرمائے دعوت تھا ۔

خدیم خاک و لیکن بوئے تربتِ ما تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

لیکن اگر یہ دعوتِ درد محض اس پانی کے لئے ہے جو ندیوں کی جگہ آنکھوں سے بہے، اگر یہ طلب غم محض ان صداؤں کیلئے ہے جن کا غوغا درختوں کے جھنڈ، چڑیوں کے گھونسلوں، دریاؤں کی سیر ان کی جگہ انسانوں کی زبانوں سے بلند ہو۔ اگر یہ انتظار الم محض اس ماتم کیلئے ہے تو پتھروں کے ٹکرانے کی جگہ انسانی دست و سینہ کی ٹکر سے ہنگامہ ساز ہو تو اے برادران غفلت شعار! و اے چشمان خواب آلود! بلاشبہ یہ سب کچھ ہو چکا، اور بلاشبہ سوال کو جواب، دعوت کو لبیک اور طلب کو مطلوب مل چکا۔ اگر انسان کا بچہ بھوک سے روتا اور روٹی کیلئے آنکھوں کو سرخ کر لیتا ہے تو انسانوں کے بڑے بڑے گروہ آنسو کیوں نہیں بہا سکتے؟ اگر درختوں کے جھنڈ ہوا سے ہل کر چند لمحوں کیلئے دنیا کو شور و غوغا سے پر کر دیسکتے ہیں تو آدم کی اولاد اپنے آہ و فغاں سے کیوں آسمان کو سر پر نہیں اٹھا سکتی؟ اگر بیجان و بے روح پتھر دوسرے پتھر پر گر کر رعد و برق کا ہنگامہ پیدا کر دے سکتا ہے تو تم کہ روح اور ارادہ رکھتے ہو اپنے دست ہائے ماتم کناں سے کیوں ایک ہنگامہ زار دہشت گرم نہیں کر سکتے۔ کیا تمکو دنیا کی ان آنکھوں کی خبر نہیں جو روتی ہیں حالانکہ ان سے ایک آنسو بھی نہیں بہا۔ کیا تم نے زبانوں کے متعلق کچھ نہیں سنا جو چیختی ہیں حالانکہ انھوں نے ایک چیخ بھی نہ پائی۔ اور کیا تم نے ان جسموں کا تماشا نہیں دیکھا جو تہ و بالا ہوتے ہیں حالانکہ ان کو ایک تڑپ بھی نصیب نہ ہوئی۔ پھر کیا اس غفلت آباد ہستی میں وہ دل بھی نہیں ہے جو گو دل ہیں مگر دل نہیں ہیں کیونکہ دل کی طرح نہیں سوچتے؟ کیا وہ کان بھی نہیں ہیں جو گو سامع ہیں مگر کان نہیں ہیں، کیونکہ نہیں سنتے۔ اور کیا ایسی آنکھیں بھی نہیں جو گو بصیر ہیں مگر آنکھیں نہیں ہیں کیونکہ نہیں دیکھتیں لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ......

پس اے عزیزانِ من! درد و الم کی یہ پاک دعوتیں صرف اس روانیِ آب، تسلسلِ صدا، اور ہنگامۂ طوفان ہی کیلئے نہیں ہوتی جو آنسوؤں، فغانوں اور ماتموں کے نام سے ظہور میں آجائیں، اور اگر ان کا یہی مقصد ہوتا تو اس کیلئے انسانوں کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ کتنے ہی سمندر پانی سے بھرے ہوئے ہیں اور کتنے ہی جنگل شور و

اسے ہنگامہ زار ہیں، بلکہ یہ دعوت یہ پکار، یہ طلب یہ "ھل من مجیب" فی الحقیقت ان آنسوؤں کے لئے
رف آنکھوں ہی سے نہیں بلکہ دل سے بہیں۔ وہ ان آہوں کا دھواں ڈھونڈتی ہے جنکی لپٹیں صرف منہ ہی سے نہیں
عماق قلب سے اٹھیں۔ وہ صرف ہاتھوں ہی کے ماتم کیلئے نہیں پکارتی بلکہ دل کے ماتم کی محض ایک صدا سننے
ت کیلئے تشنہ ہے۔ اگر تمہارے پاس اسکے لئے آنکھوں کا آنسو نہ ہو تو اسے کوئی شکایت نہیں، لیکن آہ تمہاری
لت اگر تمہارے پہلوؤں میں کوئی زخم نہ ہو تو، جس سے پانی کی جگہ خون بہے اگر تمہارے ہاتھوں کو درد کی حرج
ئی مضائقہ نہیں، لیکن آہ یہ کیا ہے تمہارے دلوں کے اندر حقیقت شناسی کی ایک ٹیس، عبرت کی ایک تپک،
رت کی ایک تڑپ، احساس صحیح وحق کا ایک اضطراب بھی نہیں ہے ؎

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

اللہ اللہ سید الشہداء مظلوم کی مظلومی اور یا للعجب غفلت و نادانی کی بوقلمونی اس سے بڑھکر دنیا میں مظلومی کی مثال
کیا ہو سکتی ہے کہ دشمنوں اور دوستوں دونوں نے اس پر ظلم کیا، دشمنوں نے اسکی شہادت عظیمہ کی عظمت مٹانی
ہی مگر دوستوں نے اسکی شہادت کی اصلی حقیقت و بصیرت سے غفلت کی۔ دشمنوں نے اس پر ظلم کیا کیونکہ اسکی مظلومی
فعلیں رونا نہ آیا پر ان دوستوں نے بھی ظلم کیا جو گو روئے مگر اسکی اصلی تقدیس و شرف کیلئے سچائی اور عمل کا ایک
نو بھی نہ بہا سکے، دشمن تو دشمن تھے اس لئے انھوں نے اسکی دعوت حق کو مٹانا چاہا مگر دوست، دوست ہو کر بھی اسکی
وت کی پیروی نہ کر سکے وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (۷ : ۸۵)

پس سچا ماتم وہی ہے جو صرف ہاتھ ہی کا نہیں دل کا ماتم ہو اور دعوت درد کا اصلی جواب وہی ہے جو عبرت و بصیرت
زبان سے نکلے، تمہاری آنکھیں اس حادثہ پر بہت رو چکی ہیں مگر اب تک تمہارے دل کا رونا باقی ہے۔ اور اگر رونا
ہے تو اپنے دل کو رلاؤ ورنہ صرف آنکھوں کی اس روانیِ آب کو لیکر کیا کیجئے جسمیں دل کی اشک افشانی کا کوئی حصہ نہیں ہے،
لانکہ انسان کی ساری کائنات حیات صرف دل ہی کی زندگی ہے فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

ہمارے اجتماع اس لئے ہیں کہ اس حادثہ عظیمہ پر غور و فکر کی ایک نئی صف ماتم بچھائیں اور ان حقیقتوں اور بصیرتوں
کی جستجو میں نکلیں جن پر آنکھوں کی اشک افشانیوں سے زیادہ دل کے زخموں خون بہتا ہے اور ہاتھوں سے زیادہ روح پر ماتم
طاری ہوتا ہے فذکر ان الذکری تنفع المؤمنین۔

حقیقت تذکار مشاہیر!

ہمارے [illegible] سلسلہ میں ہمارے سامنے آتی ہے وہ اپنی [illegible] اور اس [illegible] ہے۔

دنیا میں ہر قوم نے اپنے ماضی کے ان واقعات و حوادث کی ہمیشہ تعظیم کی ہے جنکے اندر قوم و ملک کیلئے کوئی غیر معمولی
تاثیر یا عبرت پائی جاتی تھی اور ہمیشہ ان انسانی بڑائیوں اور عظمتوں کی یاد کو یادگاروں، تہواروں، عماروں اور یعنی
قومی روایتوں اور قومی مجمعوں کے انعقاد کے ذریعہ زندہ رکھنا چاہا ہے جنکے اندر خود اس قوم کی کوئی عظمت اور بڑائی پوشیدہ ہے۔
یہی چیز ہے جسکو تمام اقوام متمدنہ نے مشاہیر پرستی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور یہی چیز ہے کہ ہر قوم اپنی قومیتوں
کے بڑے بڑے بانیوں، مذہبی معلموں، محب الوطنوں اور قومی شہیدوں کی یاد کو کبھی بھی مفقود ہونے نہیں دیتی۔ ہو مرنے
ایلڈ کمی، کالڈیا کے بحری[1] کتب خانہ میں وہ اینٹیں رکھی گئیں جن پر ناموران ملت کے مناقب و محامد کندہ تھے، عرب
جاہلیت نے اپنے سلسلۂ انساب کا ایک حرف ضائع ہونے نہ دیا اور ذوالحجہ اور عکاظ میں اسلاف کے مفاخر و معالی
کی داستان سرائی قائم کی، مصریوں نے ایسے ایسے مینار بنائے جو ہزاروں برسوں کے بعد بھی اپنی تعمیر اولین کی طرح
محکم و استوار ہیں اور پھر ان کے اندر اپنے ناموروں کی لاشوں کو حنوط (ممی) کر کے محفوظ کر دیا اور ہندوستان نے
مہابھارت کے معرکے کو قومی روایتوں میں داخل کر دیا اور والمیک کی سحر طرازیوں نے نسلی مفاخر کی روح کو پژمردگی
سے بچایا اقوام قدیمہ کے یہ تمام اعمال صرف ایسی حقیقت کیلئے تھے کہ اسلاف مشاہیر کی یاد زندہ و قائم رکھی جائے۔
آج اوقیانوس کا بحری مسافر واشنگٹن کے بت کو ساحل امریکہ پر دیکھ کر دور سے پکار اٹھتا ہے، یورپ کے بڑے
بڑے شہروں اور انکی محکوم نو آبادیوں کی شاہراہوں اور باغوں میں جابجا سنگی بت نصب نظر آتے ہیں، شکسپیر کا مولد
اب تک قائم ہے۔ ملٹن کی میز کو مرنے نہیں دیا جاتا۔
جانسن کے آثار اب بھی ہر شخص دیکھ سکتا ہے میلان میں ایک جگہ یہ سنگی کتبہ تم پڑھو گے،
"پاک میزنی نے یہاں اپنا بچپن گذارا تھا"
یہ سب کچھ بھی اسی مشاہیر پرستی کی ایک زیادہ خوشنما دلفریب شکل ہے جو پہلے محض قومی روایتوں اور افسانوں
کے ذریعہ قائم رکھی جاتی تھی۔ لیکن یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ یہ تذکار و یادگار کا اصلی مقصد کسی واقعہ کو محض یاد رکھنا یا
نام کو فراموش نہ ہونے دینا نہیں تھا بلکہ کچھ اور ہی مقصد تھا کیونکہ اگر یہی مقصد ہوتا تو اس کے لئے کسی خاص نام، کسی
خاص واقعہ، کسی خاص حادثہ میں کوئی ممتاز خصوصیت نہ تھی۔ پچھلوں کو اگر محض یاد ہی رکھنا ہے تو اسکے لئے بڑا
چھوٹا، ادنیٰ و اعلیٰ، نیک و بد، سب یکساں ہیں۔ کون سی وجہ ہے کہ کانٹیج کے مشہور رقص بال کو یاد رکھا جائے اور
ملیٹس کو یاد نہ رکھا جائے جو اسی عہد میں گذرا ہے۔
دراصل اصلی روح حقیقت جو اجتماع انسانی کی اس سب سے زیادہ پرانی رسم کے اندر کام کر رہی ہے، وہ

---

[1] بحری کتب خانہ سے مقصود تمدن بابل و کالڈیا کا دور عہد مدنی ہے جبکہ کتابیں پتوں اور درختوں کی چھالوں کی جگہ پتھر پر کندہ کر کے [illegible] بابل کے آثار عتیقہ میں موجود ہے

وجودوں، شخصیتوں اور محض تذکرہ و یادآوری سے تعلق نہیں رکھتی، بلکہ اس کے اصلی غرض یہ تھی کہ جو اعمال حسنہ عزائم مہمہ نتائج عظیمہ، اور بصائر و مواعظ جلیلہ ان مشاہیر اور ناموروں کی زندگی سے وابستہ ہیں اور جنکی یاد اور تذکرہ محکم اعمال و اتباع ہے، ان کی یاد ہمیشہ ہی و قائم رکھا جائے اور مختلف ذریعوں سے ایسے مواقف بہم پہنچائے جائیں جنکی وجہ سے کبھی بھی آئندہ نسلیں ان اعمال حسنہ کے نمونوں کو اپنی نظروں سے اوجھل ہونے نہ دیں۔ پس یادگار دراصل انسانی افراد کی نہ تھی بلکہ انسان کے بہترین اعمال کی تھی اور تذکرہ و یادآوری شخصوں اور حادثوں کی نہ تھی بلکہ ان سچائیوں کی تھی جو وہ اپنی زندگی کے اندر رکھتے تھے۔ خدا نے ذات کی بڑائی اور عظمت صرف اپنی ہی کبریائی کیلئے مخصوص کر لی ہے اور دنیا کو جو کچھ دیا گیا ہے وہ صرف عمل کی بڑائی ہے دنیا میں کوئی انسان بڑا نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ بڑا صرف ایک ہی ہے اور وہ فاطر السموات والارض ہے۔ البتہ عمل بڑا ہو سکتا ہے اور اسکی بڑائی سے اسکے حامل کے اندر بھی نسبتی اور اضافی بڑائی آجاتی ہے، پس ساری تعظیمیں، ساری تقدیسیں ہر طرح کا احترام و شرف جو دنیا میں کیا جا سکتا ہے یا تو خدا کیلئے ہے، یا پھر خدا کی سچائی اور اسکے قرار دئیے ہوئے اعمال حسنہ کیلئے، خود انسان کی ذات کا اسمیں کوئی حصہ نہیں الحمد للہ رب العلمین میں "الحمد" کے الف لام کا یہی مطلب ہے جسے میں نے آغاز تقریر میں تلاوت کیا اور انا خلقنٰکم مِن ذکرٍ وَّ اُنثیٰ وَجَعَلنٰکُم شُعُوبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم (۴۹:۱۳) سے اسی پر تلا ہے۔ اور یُحِبُّونَ اَن یُّحمَدُوا بِمَا لَم یَفعَلُوا (۳:۱۸۰) (یہ بدبخت چاہتے ہیں کہ انکی تعریف و ثنا ان اعمال کیلئے کیجائے جو انھوں نے نہیں کئے حالانکہ حمد کا استحقاق تو اعمال ہی کو تھا) اسی کی مزید توضیح کرتا ہے وَمَا یَعقِلُہَا اِلَّا العٰلِمُونَ (۲۹:۴۳)

ایک عالمگیر غلطی!

لیکن دنیا کا خسران اسی میں نہیں ہے کہ وہ سچائی کی طرف نہیں بڑھتی بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ بسا اوقات اس جانب قدم تو اٹھاتی ہے پر ایسا ہوتا ہے کہ راہ ہی میں گم ہو جاتی ہے اور جسطرح اسکی طرف نہ چل کر اس سے محروم تھی، ٹھیک ٹھیک اسی طرح اسکی طرف چل کر بھی محروم رہتی ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ قرآن حکیم نے انسان کے نقصان و خسران کے جو مختلف حالات بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک زیادہ عام اور زیادہ پیش آنیوالی حالت "ضلالت" کا لفظ اختیار کیا ہے۔ اور اسی سورہ فاتحہ میں (جسکے ماتحت آجکی تقریر ہے) مغضوب علیہم کے ایک گروہ کا باسم "الضالین" تذکرہ کیا گیا ہے، "ضلالت" کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ تمکو معلوم ہے کہ گمراہی "راستہ" میں بھٹک جانے، کے ہیں۔ اسی لئے متحیر اور غیر متعین نظر رکھنے والے پر بھی "ضال" کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ کوئی متعین راہ اسکے سامنے نہیں ہوتی۔ پس قرآن کریم نے نوع انسانی کی بدحالی و تباہی کی سب سے بڑی علت ... [illegible] ... ہے کہ بسا اوقات انسان ... اور چلنے سے انکار نہ

سفر تو کرتا ہے پر ہوتا یہ ہے کہ منزل مقصود کی حقیقی شاہراہ اس پر نہیں کھلتی اور وہ راہ ہی میں بھٹک کر رہ جاتا ہے۔
نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ باوجود چلنے کے منزل مقصود سے اسی طرح محروم رہتا ہے جسطرح وہ شقی و جاہل محروم رہا جس نے
چلنے کا قصد ہی نہ کیا تھا، یہی حقیقت اصطلاح قرآنی میں "تحبط اعمال" کی ہے۔ جس پر جابجا مختلف پیرایوں میں
زور دیا گیا ہے کہ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ (۱۸ : ۱۰۴) (انکی تمام محنتیں کوششیں اور راہروی کی مشقت بالکل اکارت
گئی اور اسکا کوئی پھل انھیں نہ ملا۔ چنانچہ اس "ضلالت" عمل کی ایک عمدہ مثال دنیا کی عالمگیر مشاہیر پرستی بھی ہے
جو مقصد کے لحاظ سے ایک نہایت اہم "عظیم المنفعت" حیات پرور، اور سعادت بخش حقیقت تھی، لیکن بالعموم
اس بارہ میں ہمیشہ قوموں نے غلطی کی اور اکثر حالتوں میں سخت ٹھوکر کھائی وہ دنیا کی عالمگیر ضلالت کبریٰ جو اس
عمل میں حقیقت اور مقصد کو فنا کرتی اور ظواہر و رسوم کی اس کے پوجا کراتی ہے، افسوس کہ اس حقیقت کیلئے بھی
ہلاکت بخش ہوئی اور گمراہیوں اور حقیقت ناشناسیوں سے اسطرح اس عمل عظیم کو آلودہ کر دیا گیا کہ لبسا اوقات
ہدایت کی جگہ ضلالت کا ایک بہت بڑا پتھر ثابت ہوئی۔

انسان کی عالمگیر غلطی یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اسکی روح کیلئے اختیار کرتا ہے، لیکن آگے چل کر صرف اس کے
جسم ہی کی پرستش کرنے لگتا ہے، مشاہیر و سلف پرستی کا اصلی مقصد تو اعمال حسنہ کی یاد اور نیکی و صداقت
کے عملی نمونوں کو پیروی و اتباع کیلئے قائم رکھنا تھا، لیکن نتیجہ بالعموم یہ نکلا کہ یاد مٹ گئی اور محض انسانوں
کی شخصیتوں اور ناموں کی پوجا ہونے لگی یعنی وہ چیز کہ کسی دوسرے مقصد کیلئے واسطہ و ذریعہ تھی خود ہی مقصود
بالذات بن کر لوگوں کے عقائد و اعمال میں جاگزیں ہو گئی اور حقیقت سے اسقدر بعد و نسیان ہو گیا کہ محض رسوم و
اسمار کی پرستش ہی پر ہر شخص قانع ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ مشاہیر پرستی لبسا اوقات دنیا میں بت پرستی کا ذریعہ ثابت ہوئی اور اکثر ایسا ہوا ہے
کہ اعمال کی جگہ افراد و اسمار کی پرستش محض نے دو تین نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستی تک پہنچا دیا)

اُسوۂ حسنہ

اے برادران ملت! یہی حقیقت اعلیٰ ہے جسے قرآن حکیم نے "اسوۂ حسنہ" کے جامع و مانع لفظ سے تعبیر کیا ہے
اور یہی مقام ہے جہاں آکر اسلام کی قوت اصلاح اور ختم نبوت کی اصلی علت آشکارا ہو جاتی ہے کہ کسطرح اس نے
دنیا کی تمام صداقتوں کو لے لیا اور ساتھ ہی کسطرح ان تمام خرابیوں اور ضلالتوں سے محفوظ بھی کر دیا جن کے اختلاط و
آلودگی سے انکی روح حقیقت اور تاثیر عمل بالکل فنا ہو گئی ہے۔

قرآن ایک ایسا معلم و ہادی ہے کہ نہ تو اسکے آگے باطل جم سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے اسے جگہ مل سکتی ہے
ُے حکیم و مجید کا اتارا ہوا ہے پھر باطل کا یہاں کیا گذر !

ہاں باطل کیونکر اب اسکے ساتھ مل سکتا ہے جبکہ وہ "حق خالص" ہے اور سچائی کے ساتھ جسقدر بھی گرا
ی گئی تھی اس نے انسان کے ہر اعتقاد و عمل کو بالکل پاک و صاف کر دیا ہے۔ نیز جابجا قرآن حکیم کو "ہادی"
ہ انسان کو اسکے سفر اعمال میں ٹھوکروں اور گمراہیوں سے بچاتا ہے اور اسی طرح "شفاء" کہا کہ وہ مثا
ر و نافع ادویہ کے ہے جو مریض کی اصلی قوت طبیعی کو مزید توانائی اور نشو و نما دیتی ہیں۔

"اسوہ" کہتے ہیں کسی فکر، کسی عمل، کسی وصف، کسی خاصہ کے ایک ایسے نمونے کو جسے تم اس لئے اپنے سا
و کہ اسکی پیروی اور نقل کروگے، اور اسکی سی باتیں اپنے اندر بھی پیدا کرنا چاہوگے۔

انسانی سعادت کیلئے تعلیم محض بیکار ہے جب تک کہ اس تعلیم کے زندہ نمونے بھی انسانوں کے سامنے نہ
ر طبیعت منفعلۂ انسانیت پر ایک انسانی نمونہ عمل کا پڑا ہے۔ وہ محض تعلیم کی سماعت سے نہیں پیدا کیا جا
ق کی کتابیں اپنی موثر تعلیمات سے انسانوں کو رلا دیسکتی ہیں مگر ان کے دلوں کو نہیں پھیر سکتیں، عدالت کا
م کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیسکتا ہے لیکن اسکو جرم سے باز نہیں رکھ سکتا، حکمار کے حکیمانہ نصائح، نیکو
ں بڑی تعریفیں اور برونکی بڑی بڑی برائیاں تبلا دیسکتے ہیں لیکن کسی بُرے انسان کو نیک نہیں بنا سکتے مصر

" بڑھتا ہے اور ذوقِ گنہ یاں سزا کے بعد "

لیکن برخلاف اسکے اگر ایک پاک اور مزکّی انسان اپنی زندگی کے اندر نیکی کا عملی نمونہ رکھتا ہو اور اسکے اع
ات راست بازی کیلئے "اُسوہ" کا حکم رکھتے ہوں تو وہ صرف اپنا نمونہ دکھلا کر نہ صرف افراد و اشخاص کو بلکہ
ام و اُمم کے اعمال کو یکسر پلٹ دیسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت خلق اللہ کیلئے صرف کتابوں او
یعتوں ہی کو نہیں بھیجا بلکہ اسکے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کا (کہ انکے حامل تھے) عملی نمونہ بھی دکھلا دیا۔ و
ن دستور العمل کی طرف قوم کو بلاتے تھے اسکا عملی پیکر خود ان کی پاک و مطہر زندگی تھی، اگر شریعت بصورت قانو
یتوں اور کاغذوں پر منقوش تھی تو بصورت وجودی و قائم ان کی زندگی کے اندر پڑھی بھی جا سکتی تھی اگر اس
ت بینات، حروف و اصوات کی شکل میں دنیا کو دعوت دیتی تھیں تو انبیاء کرام کی زندگی عمل و فعل کے اندر
لی تصویر دکھلاتی تھی، اگر قانون کہتا تھا کہ انسان کو ایسا کرنا چاہیئے تو حیات نبوت ثابت کر کے دکھلا دیتی
ں کہ اسطرح کیا گیا اور اس طرح کیا جا سکتا ہے۔

یہی حقیقت ہے جسکو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مختصر بیان کی تھا جبکہ ان سے آنحضر
[illegible]

ہتے ہو تو قرآن کو دیکھو تو یہاں حروف و الفاظ ہیں، وہاں ایک پیکر مجسم۔ یہاں قوت ہے وہاں فعل۔ یہاں چراغ ہے
روشنی۔ حقیقت ایک ہی ہے جس نے ایک جگہ علم کی اور دوسری جگہ عمل کی صورت پائی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ
"کتاب" کا ایک حقیقی جزو اور مفہوم "کتاب" میں طبعاً داخل ہے کوئی علٰحدہ اور مستقل وجود نہیں رکھتی۔
اہر ہیں اس حقیقت سے بیخبر ہیں وہ قرآن کے ساتھ "حدیث" کا لفظ سنتے ہیں تو اسکی اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکتے
سمجھتے ہیں کہ "حدیث" کی پیروی کا مطالبہ ایسا مطالبہ ہے جو قرآن کے علاوہ ایک دوسری قوت کا اثبات
ہے۔ حالانکہ "سنت" کی اطاعت "کتاب" کی اطاعت میں داخل ہے۔ اور "سنت" "علم قرآن" ہی کی عملی
ہے اور اگر یہ صحیح ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خوارج و منکرین کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ "میں قرآن
ناطق ہوں" تو میں اسکی تصدیق کرنیکے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ حقیقت ناشناس طبیعتیں سمجھتی ہیں کہ یہ بہت ہی
دعوی تھا، یقیناً یہ بڑے سے بڑا دعوی تھا جو کوئی انسان نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن اگر حضرت امیر نے کہا تھا
غلط نہ تھا اگر ان کی مقدس زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۂ حسنہ" کا ایک کامل عکس تھا اور ان کے
دل کی روشنی "سراج منیر رسالت" سے ماخوذ تھی تو کیوں انھیں یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے تئیں قرآن ناطق کہیں؟
جو کتاب الٰہی مابین الدفتین حروف و نقوش کی شکل میں تھی اسکی ہستی ناطق تھی، جو اعمال حضرت مرتضوی
کی زبان سے پکارتی تھی، خوارج سمجھتے تھے کہ یہ علیؓ بن ابی طالب کی آواز ہے لیکن ابو ذرؓ اور سلمانؓ کی حقیقت
شناسی جانتی تھی کہ یہ علیؓ بن ابی طالب کی آواز نہیں ہے بلکہ "القرآن الحکیم" کی صدائے الٰہی ہے اور چونکہ القرآن
کی آواز ہے اس لئے یقیناً خود منزل القرآن کی آواز ہے کنت سمعہ الذی یسمع بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ (بخاری)
بہر حال یہ مبحث بجائے خود محتاج تفصیل و نظر ہے۔ مختصر یہ کہ سعادت و ہدایت انسانی کیلئے "تعلیم" کے ساتھ
"نمونہ" اور "کتاب" کے ساتھ "سنت" ایک ضروری حقیقت ہے اسی لئے قرآن حکیم نے اپنی تعلیمات کے لئے اس
چیز کو ایک اساسی حقیقت قرار دیا۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (۵ : ۱۵) بلاشبہ تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور ہدایت آیا اور کتاب الٰہی جسکی تعلیم بالکل واضح و روشن ہے
اس آیت کریمہ میں "نور" سے مراد حامل قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وجود اقدس ہے اور "کتاب مبین" قرآن ہے۔ یہ "نور"
یہی "اسوۂ حسنہ" ہے جو حامل قرآن کی مقدس زندگی میں "علم" قرآنی کا "وجود عملی" تھا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۳۳ : ۲۱) بلاشبہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی و اتباع کیلئے ایک بہترین نمونہ ہے۔
عربی میں "اسوہ" کا لفظ ہر نمونہ کیلئے کہا جاتا ہے اور نمونہ جسطرح خیر کا ہو سکتا ہے اسی طرح شر کا بھی ہو سکتا ہے۔
اس لئے قرآن حکیم نے "حسنہ" کے لفظ سے اسے متصف کیا تا کہ واضح ہو جائے کہ فضائل اور محاسن ہی کا نمونہ مقصود
ہے۔ اسی طرح تمہیں معلوم ہے کہ سورۂ ممتحنہ میں بھی دو جگہ ملت حنفی و فطری کے اولین موسس حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے متعلق یہی الفاظ ... قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۔

عود الی المقصود

دنیا میں اعمال مقدسہ و حسنہ کی یادگار قائم کرنیکا مقصد یہی اسوۂ حسنہ تھا۔ یعنی جن لوگوں نے کسی پاک و اعلیٰ عمل کا بہترین نمونہ اپنی زندگی میں پیش کیا ہے انکی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جائے تاکہ انکی یاد کیساتھ ان کے اعمال کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے اور اس کا نمونہ انسانوں کو عزائم امور کی طرف دعوت دے۔

اب دیکھو کہ قرآن حکیم نے کسطرح دنیا کی اس قدیم ترین رسم کی اصلی حقیقت لے لی اور کسطرح اسکی آلودگی اس سے بالکل الگ کر دیا۔ اس نے یادگاروں کیلئے پتھر کے بت نہیں بنائے جنکو حوادث ارضی کا ایک طمانچہ گرا دیتا ہے اور جنکا وجود انسان کی عظمت کیلئے ایک سخت داغ تھا۔ اس نے اینٹ اور چونے کی عمارتیں نہیں بنائیں جو طوفان و حوادث کے ایک حملہ کی بھی تاب نہیں لاسکتیں اور جنکا اثر ظواہر سے آگے نہیں بڑھتا۔ اس نے سالانہ مجمعوں اور قومی تقریبوں پر زور نہیں دیا کیونکہ یہ وسائل ہمیشہ ظواہر و رسوم پرستی کا ذریعہ بنجاتے ہیں اور یادگار کی معنویت مفقود ہو جاتی ہے۔ غرضکہ اس نے ان تمام وسائل تذکار سے بکلی انکار کر دیا جو عام طور پر تمام قوموں میں رائج تھے اور جنکے ذریعہ خود انسانوں کی بڑائی تو کیجا سکتی تھی پر عمل کی تقدیس و تعظیم کیلئے ان کے اندر کچھ نہ تھا اور اس لئے ہمیشہ ان کا وجود انسان کی حقیقت پرستی کی راہ میں ایک سخت پتھر ثابت ہوا تھا۔

سورہ کریمہ "فاتحہ"

اے عزیزان من! اب میں تمام تمہیدوں اور مقدمات کی مبادیات سے گذر کر اصل موضوع کے قریب آگیا ہوں اور مجھے زیادہ تیز قدمی کرنی چاہئے۔ مجھے یاد کرنا چاہئے کہ میں نے اپنی تقریر کو سورہ مبارکہ "فاتحہ" کی تلاوت سے شروع کیا تھا جسے بظاہر آج کی صحبت سے کوئی ربط نہ تھا، مگر وہ "السبع المثانی" ہے، وہ تمام "الکتاب" کا متن اور وہ اسکی تمام تفصیلات کا وجود اجمالی ہے۔ پھر ہدایت انسانی کا کونسا مقام ہے جو قرآن کے احاطۂ بیان سے باہر رہ گیا ہو ــــــ غرضکہ قرآن حکیم نے یادگار و تذکار کے ان تمام رسمی ضلالت آمیز طریقوں سے انکار کر دیا جو عام طور پر دنیا نے اختیار کر لئے تھے۔

لیکن جبکہ اس نے وہ سب کچھ نہ کیا جو سب کوئی کرتے آئے تھے تو سوال یہ ہے کہ خود اس نے کیا کیا؟

اس نے اسوۂ حسنہ کی اصلی حقیقت کو اپنی تمام تعلیمات کا جزو اعظم بنا یا اور اسکی یادگاروں کو انسان سے جن کو انسان چھوڑ دے سکتا ہے، بلکہ خود انسان کے اندر قائم کر دیا جو کبھی بھی اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتا۔ نہ مادی و جسمانی اعمال و اشکال کے اندر اسکی دعوت عمل و سعادت کو گم نہیں کر دیا جیسا کہ گم کر دی گئی تھی۔ بلکہ [illegible]

ہر طرح کی آلودگیوں اور رسم پرستیوں کی آمیزش سے بالکل محفوظ و مصئون بنادی گئی۔

اس نے سب سے پہلے ہمیں ایک مقدس "دعا" بتلائی اور حکم دیا کہ دن میں پانچ مرتبہ جب اپنے پروردگار کے حضور بندگی و نیاز کے لئے حاضر ہو تو سب سے پہلے اسی دعا کو پڑھو۔ یہ وہ وقت ہو گا جب تم رب العلمین کے سامنے کھڑے ہو گے، اور اسکی رحمت کا دروازہ وا ہو گا۔ پس عاجز و درماندہ انسان فاطر السموات والارض کے حضور جا کر اپنے لئے سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑی زیادہ قیمتی دولت جو مانگ سکتا ہے وہ اس دعا میں مانگی گئی ہے اور چاہئے کہ تم اسی نعمت کے سائل، اسی مطلوب کے طالب اور اسی محبوب کے عاشق ہو۔

یہ "دعا" سورہ فاتحہ ہے جو ہر مومن دن اور رات میں پانچ مرتبہ نماز کی ہر رکعت کے اندر پڑھتا ہے اور وہ نعمت وہ دولت، وہ متاع مطلوب و محبوب "الصراط المستقیم" ہے جسکے مانگتے رہنے اور طلب کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (فاتحہ) خدایا تو ہمیں الصراط المستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔

یہ "الصراط المستقیم" کون سی راہ ہے۔ اور اس سے مقصود کیا ہے اسکی کوئی یہاں تشریح نہیں کی گئی البتہ یہ بتلایا گیا کہ

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ) ان لوگوں کی راہ جن پر اپنے پروردگار تو نے انعام کیا۔

پس اس تصریح سے صراط مستقیم وہ راہ ہوئی جو انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے یعنی جن لوگوں پر خدا نے اپنی نعمتیں نازل کی ہیں انھیں کی راہ عمل "الصراط المستقیم" ہے۔ چنانچہ سورہ نساء میں "انعام یافتہ جماعتوں کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ "انعمت علیہم" میں کن لوگوں کی طرف اشارہ تھا۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا

(۴ : ۷۱)

اور جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی تو وہ سب ان خوش نصیبوں کے ساتھی ہو جائیں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور جن پر انعام کیا ہے وہ انبیاء ہیں، صدیقین ہیں، شہداء ہیں اور صالحین ہیں جس کسی کو ان انعام یافتہ جماعتوں کی معیت ملی تو کیا اچھی ہے اس کی معیت، اور کیسے اچھے ہیں اس کے رفیق!!

اس آیت کریمہ نے صاف صاف بتلا دیا کہ سورہ فاتحہ میں جس "الصراط المستقیم" کے تعین کیلئے صرف اس قدر اشارہ کیا گیا تھا کہ وہ "انعام یافتہ لوگوں کی راہ" ہے وہ کون لوگ ہیں؟ نیز ان کے مختلف مدارج و مقامات کیا کیا ہیں جن جماعتوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور انھیں "انعام یافتہ" کہا ہے۔ انہی کی راہ عمل وہ راہ ہدایت و سعادت ہو گی جسکا نام لسان الہی نے "الصراط المستقیم" رکھا ہے اور جس پر چلے بغیر کوئی فرد اور کوئی قوم "مغضوب علیہم" اور الضالین کی صراط مغضوبیت و ضلالت سے الگ نہیں ہو سکتی۔

سورہ نساء کی اس آیت کریمہ سے "انعمت علیہم" کی مزید تفسیر و تشریح کرنا ایک اہم مسلمہ و متفق علیہ تفسیر ہے جسے عہد صحابہ و اہل بیت نبوت (رضوان اللہ علیہم) سے لیکر طبقات متاخرہ تک تقریباً ارباب علم و رسوخ نے اختیار کیا ہے اور مفسرین "خاصہ" و "عامہ" سب نے اسے قبول کیا ہے چنانچہ جسطرح محدث ابن جریر طبری نے اسکے متعلق صحابہ کے آثار جمع کیے اسیطرح علامہ کلینی اور شیخ طبری (صاحب تفسیر مجمع البیان) بھی اس سے انکار نہیں کرتے۔ اس عاجز نے "ترجمان القرآن" میں تصریحات حضرات علمائے کرام علیہم السلام و اقوال مفسرین خاصہ بھی نقل کر دیئے ہیں فمن شاء التفصیل فلیرجع۔

بہرحال یہ آیت کریمہ بتلاتی ہے کہ جس راہ پر چلنے کی سورہ فاتحہ میں ہر مومن التجا کرتا وہ راہ انعام یافتہ گروہ کی ہے، انعام یافتہ گروہ چار ہیں۔ الانبیاء، الصدیقون، الشہداء، الصالحون۔

اب دیکھو کہ قرآن حکیم نے یادگار و تذکار کے اصلی مقصد کو تمام آلودگیوں اور ضلالتوں سے صاف کر کے کسا قائم کر دیا ہے اور اس کیلئے کسی دائم و قائم اور محفوظ و مصئون راہ اختیار کی ہے اس نے نیک انسانوں اور اعلیٰ ترین ہستیوں نیکی کی یادگاریں زمین پر قائم نہیں کیں۔ لیکن انکے اعمال کو ہر مومن کے دل پر نقش کر دیا۔ اس نے ہر مومن پر پانچوقت کی نماز فرض کی اور حکم دیا کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کرو۔ سورہ فاتحہ کیا ہے؟ تحمید و تعلیل کے بعد ایک التجا ہے جو انسان اپنے خداوند کے حضور کرتا ہے، وہ التجا کیا ہے "الصراط المستقیم" پر چلنے کی التجا ہے تاکہ اس اسے توفیق ملے اور سعادت کونین حاصل ہو۔

اب اور آگے بڑھو دیکھو کہ "الصراط المستقیم" کونسی راہ ہے جسے ہر روز دن اور رات میں پانچ بار ہر مومن اپنے خدا کے حضور جا کر مانگتا ہے، فرمایا کہ وہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا، یہاں اس راہ کا طریق یا اس کے عقائد و اعمال نہیں بتلائے گئے بلکہ صرف ان لوگوں کی طرف توجہ دلادی گئی جنھوں نے ایسے عقائد اور ایسے عزائم ایسے اقدام کئے تھے جنکی وجہ سے خدا کی نعمتوں کے مستحق ٹھہرے تھے یہی چیز "یادگار" ہے، یہی تو ہے یہی وہ "مشاہیر پرستی" کی حقیقت اصلی ہے جسکو تمام دنیا نے ڈھونڈا مگر نہ پایا کبھی پتھر کے بتوں کی کبھی اینٹوں کبھی انسانوں کے مجسموں کبھی ملکوں اور قوموں کی وقتی رسموں اور تقریبوں میں بھٹک کر رہ گئی اور "صراط المغضوب علیہم" کی جگہ "الضالین" کی صراط پر چلی گئی!

عزیزان من! مشاہیر پرستی کے زوائد و اباطیل کو چھوڑ دو صرف اسکی اصلی حقیقت کو اپنے سامنے لاؤ کیا صرف یہی نہیں ہے کہ جن انسانوں نے دنیا میں بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں اور نیکی و صداقت کی راہ ان کی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے تاکہ انکی یاد ان کے مقدس کاموں اور نیک عملوں کی یاد کو تازہ کر دے اور اس تازگی سے قوموں کے لئے پاک ارادوں اور اعلیٰ کاموں کے کرنے کی تحریک ہو۔ اگر یہی ہے تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ [illegible] سورہ فاتحہ [illegible] انسان کی [illegible] عقائد و افکار [illegible] کو مردہ

، اور انکے عقائد و اعمال کے نمونے کو کبھی فراموش نہ کرے پھر اگر یہ دنیا کی پاک عمل ہستیوں کی سچی یادگار اور انکا حقیقی تذکار نہیں تو
ر کیا ہے۔ ایسا تذکار یقیناً یہ تذکار ہے جو اپنے خصائص کے لحاظ سے تمام دنیا میں کوئی نظیر نہیں رکھتا۔

پھر ان انعام یافتہ لوگوں کی تشریح کی کہ وہ انبیاء ہیں، صدیقین ہیں، شہداء ہیں، صالحین ہیں۔ پھر ان میں سے
روہ کے وہ اعمال حسنہ جا بجا قرآن حکیم میں مشرح بیان کئے جن سے "الصراط المستقیم" کی راہ سعادت متعین ہوتی ہے
ں القرآن کی اصلی غرض اسی "انعمت علیہم" کی تفسیر سمجھو۔ یہ چار گروہ وہ ہیں جنکے اندر نوع انسانی کا تمام اصلح و اسعد
ہ آگیا اور انسانی عمل کی سچائی جب کبھی ظاہر ہوگی تو ضرور ہے کہ ان ہی انعام یافتہ چار جماعتوں میں سے کسی جماعت
متعلق ہو۔ پس غور کرو کہ تم یادگار، یادگار پکار رہے ہو، تمام دنیا مشاہیر پرستی کیلئے بیقرار ہے، کرۂ ارضی کی ہر
ں انسانی جماعت انسانی بڑائیوں کا تذکار کرنا چاہتی ہے لیکن یہ کسی یادگار کی عجیب و غریب خالص حقیقت ہے جو اسکی
اغراضوں کو دور کرکے قرآن حکیم نے ہمیں عطا کی ہے، دنیا کی ہر قوم صرف اپنے ہی بڑوں کو تذکار کا مستحق سمجھتی ہے
زیادہ سے زیادہ چند بڑے انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے، لیکن قرآن حکیم نے کرۂ ارضی کی تمام عقیقی بڑائیوں اور
ل صالحہ کے تمام گھرانوں کو چن لیا اور حکم دیا کہ تم ان سب کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو اور سب کے بڑے بڑے کاموں
ے بڑے کاموں بڑی بڑی نیکیوں سے اپنی راہ ایمان و اسلام کو مرکب و متقوّم بناؤ، تم یادگاریں بنا کر سال میں ایک
بہ انھیں یاد کر سکتے ہو اور عمارتی و سنگی اشکال میں کبھی کبھی ایک غلط انداز نظر ڈال سکتے ہو اس سے زیادہ تمہارے تذکار کی
بعت کچھ نہیں ہے لیکن دیکھو تمہارے قرآن نے کیسی یادگاریں قائم کی جو ہر روز دن میں پانچ مرتبہ ہر مومن انسان کے
امنے آتی ہے اور صرف ایک ہی انسان کو نہیں۔ بلکہ تمام راست باز انسانوں کو جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین
ں گذرے، وہ یاد کرتا اور ان کے اعمال مقدسہ کے نمونوں پر چل کر راہ سعادت کی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے۔

خاکِ کربلا

از مولٰنا ظفر علیخان صاحب

ے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول   تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول

تی رہیگی پیش شہادت حسینؑ کی   آزادیِ حیات کا اک سرمدی اصول

ہ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر   لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

تھی داستاں دراز بھی اور دل گداز بھی

لیکن کہاں ہے دل کہ دیا جائے اسکو طول

ذکر حسینؓ

از جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب وائس چانسلر

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

تمہید

ہندوستان کی سرزمین پر جہاں ہر مذہب اور ہر ملت کے اہلِ دل ہمیشہ سے کثرت میں وحدت دیکھتے اور دکھاتے آئے ہیں یہ بات کہنے کے لئے کسی دلیل اور بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ حق کا نور ایک ہے مگر دیکھنے والے الگ ہیں اور جتنی دید اسکی طاقت ہے اسکا جلوہ اپنے اپنے رنگ میں دیکھتے ہیں اور اسکی کیفیت اپنی اپنی زبان میں بیان کرتے ہیں۔ جب کوئی بات اسطرح کہنی ہو کہ ہر مذہب و ملت کے لوگ اسے سمجھ سکیں اور اس سے اپنے دل پر ٹھیک ٹھیک اثر لے سکیں تو فرقوں اور مذہبوں کی جدا جدا بولیوں اور الگ الگ مخصوص اصطلاحوں کو چھوڑ کر اسے انسانیت کی عام زبان میں کہنا ہوتا ہے۔ شہادت حسین کے موضوع پر کچھ لکھنے اور لکھانے کا مقصد جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہی ہے کہ "فخر انسانیت اور مایۂ نازش بشریت حسینؓ کے کارناموں کی قدر و قیمت کو انسانیت کے عام معیاروں پر پرکھا جائے اور اس کا نتیجہ انسانیت کی عام زبان میں بیان کیا جائے"۔ سب جانتے ہیں کہ ایک محاورے کو دوسرے محاورے میں ترجمہ کرنا کٹھن کام ہے اور اس کے ساتھ یہ شرط ہو جو انسانوں کے دل کی زبان ہے تو کام اور بھی کٹھن ہو جاتا ہے ایک مسلمان کے لئے جو امام حسینؓ کا حال مذہبی رنگ میں سننے اور سنانے کا عادی ہے اسے اس نئے رنگ میں اسطرح بیان کرنا کہ اس ذکر سے جو کیفیت اسکے دل میں پیدا ہوتی ہے وہی دوسروں کے دل میں پیدا ہو جائے، بہت مشکل ہے۔ مگر یہ بات ہمت بندھاتی ہے کہ جب سننے والوں کے دل ہمدردی اور محبت سے سمجھنے پر آمادہ ہوں تو وہ ادھ کہی بات بلکہ بن کہی بات بھی سمجھ لیتے ہیں۔

واقعۂ شہادت اور عالم انسانیت

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عام انسانیت کیلئے حسینؓ کی شہادت کیا تخت طلبی کی بس ایک ناکام کوشش ہے جسمیں آپکو ناکام فریق سے ایک تاریخی ہمدردی ہو گئی ہے؟ یہ محض ایک مغرور المزاج سردار کی ضد یا ناعاقبت اندیشی ہے جس میں ضد کرنے والا اتفاق سے آپ کے مذہب اور مخدوم آقا کا جگر گوشہ ہے اس لئے آپ اسکی پچ کرتے ہیں؟ کیا یہ بے دردی اور سفاکی سے ایک [illegible] وجاہت کے [illegible] کی دل ہلانے والی کہانی ہے جسکو سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور آنسوؤں کی چند [illegible] آنکھوں سے [illegible] دنیا کی تاریخ میں ہمدردیوں اور طرفداریوں کیلئے اتنے اور مواقع ہیں

اور وہ شخصی اور جماعتی ناکامیوں اور نامرادیوں، بیلدریوں اور سفاکیوں کی کہانیوں سے اتنی پٹ ہے کہ صرف ان کے لئے تو دنیا کو حسین رضؓ کی داستان کی خاص ضرورت نہیں۔ لیکن نہیں حسین کی کہانی ان میں سے کوئی چیز نہیں وہ تو انسانی سرفرازی اور سربلندی کی داستان ہے، شرف انسانیت کی کہانی ہے، انسان کی پستی سے بلندی کی طرف ارتقاء کی روداد ہے۔ اسکی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معیاروں کی تفسیر ہے، بہیمی غلامی سے انسانی حریت کی طرف سفر کی منزل ہے، وہ دنیا میں خدائی بادشاہت کا اعلان ہے۔ اور انسانوں میں اس کے قیام کے امکان بلکہ لزوم پر کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی شہادت ہے، وہ منزل تکمیل انسانی کی راہ کا چراغ ہے اس چراغ کو باطل کی قوتیں جب کبھی اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتی ہیں تو حسین کی یاد اس کی لو کو روشن کر دیتی ہے، جب راہ حق و حریت میں انسانیت کے قدم ڈگمگاتے ہیں تو حسین رضؓ کی مثال اُسے سہارا دیتی ہے اور سنبھال لیتی ہے۔ جب دولت و قوت و اقتدار کی فرعونیت حق پرستوں کی تہی دست اور بے وسیلہ جمعیتوں پر عرصۂ زندگی تنگ کرتی ہے اور جب پیہم ناکامیوں کا ہجوم حق پر باطل ہونے کا وسوسہ دل میں ڈالتا ہے تو حسین رضؓ ہی کی مثال اس فرد کو اسکی ذمہ داری یاد دلاتی ہے کہ جماعت کو اخلاقی جماعت بنانے کا فرض آخری طور پر اسی پر عائد ہوتا ہے، چاہے اس کوشش میں جماعت اسے زہر کا پیالہ پلائے یا سولی پر چڑھائے، سنگسار کرے یا سر تن سے جدا کرکے شہادت کے خون سے زمین کو لالہ زار بنائے، زندگی کے حریص انسانوں کو حسین رضؓ یاد دلاتے ہیں کہ زندگی ہر حال میں جئے جانے کا نام نہیں ہے اور جتلاتے ہیں کہ ع "ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی"

جب کامیابی کے طلائی بچھڑے کی پرستش ہر سو ہو رہی ہو تو حسین رضؓ کا نام ہی اس سحر سامری کا توڑ بن جاتا ہے اور حسین رضؓ کی ناکامی کے روبرو باطل کی ساری کامیابیاں سرنگوں و شرمسار نظر آتی ہے ہیں

حسینی عظمت اور اسکا راز لیکن آخر یہ سب کیوں؟ اس لئے کہ حسین رضؓ نے اپنی جان دے کر خدا کی خدائی اور انسان کی شرافت پر شہادت دی ہے اور اس دستاویز پر اپنے خون سے مہر ثبت کی ہے۔ یہ انسانی شرافت کیا ہے؟ بہائم پر انسان کو کون سی چیز برتری کا مرتبہ دیتی ہے؟ اس کے سینہ میں قانون و اخلاق کا وجدان،

" یہ جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں "

اس کے دل میں اعلیٰ اقدار کا ذوق و شوق ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف جانے کا فطری قصد، اعلیٰ کو جان کر ادنیٰ قناعت سے اسکی فطری بیزاری۔ پھر ان اقدار اعلیٰ کا مطلق اور کامل حیثیت میں یقین اور اس پر اسکے قلب و ضمیر کی تصدیق، یہی صفات اخلاقی کے وہ مکمل نمونے ہیں جن پر ہر چیز کی قدر و قیمت پرکھی جاتی ہے، مثلاً عدل، حق، خیر، حسن، انھیں سے اس کی شب تار حیات میں روشنی کی جھلک ہے، انہی سے اسکی [illegible] میں سکون اور پراگندگی میں دلجمعی کا سامان ہے۔ وہ بھٹکتا ہے تو یہی چیل راہ ہوتی ہیں۔ زندگی کے معیار [illegible] جب [illegible]

[illegible]

ہیں انہیں بھلایا جاتا ہے مگر پھر بار بار یاد آتی ہیں، انھیں دبایا جاتا ہے مگر یہ پھر ابھرتی ہیں۔ ان سے بدکنے والے وحشی بھی
"پھر پھر ان کو جانے ہیں تکتے ــــــــ"

یہ اقدار مطلقہ حواس ظاہری سے محسوس نہیں ہو سکتیں۔ ان کا تصور کیا جا سکتا ہے، چشم ظاہر ان کے نظارہ سے محروم ہے صرف چشم باطن ہی کو ان کی جھلک نظر آتی ہے۔ ہر ملک میں ایسے خدا کے بندے پیدا ہوتے ہیں جو ان اقدار کو بےحجاب اسطرح دیکھتے ہیں جیسے ہم چاند، سورج، ستاروں کو دیکھتے ہیں اور ان کے نور سے وہ دنیا کی ہر چیز کو، زندگی کے شعبہ کو انفرادی ہو کہ اجتماعی منور کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے قول سے ان اعلیٰ قدروں کی تلقین کرتے ہیں اپنے عمل سے ان کی تصدیق کرتے ہیں انھیں اپنے پر طاری کرتے ہیں، اپنے اندر رچاتے ہیں اور اسطرح اپنی زندگی کی روشنی سے دوسروں کی نظریں ان تک پہنچاتے ہیں اور دوسروں کے دل ان کی طرف جھکاتے ہیں اور جب انسان کی بہیمیت ان پر زغہ کرتی ہے تو ان کی حفاظت کیلئے کمربستہ ہو جاتے ہیں، حفاظت میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں لیکن ان کا اصلی رنگ ناکامی میں نکھرتا ہے۔ ان کی ظاہری کامیابی سے ان کی پیش کردہ اقدار پر یقین اتنا راسخ نہیں ہوتا جتنا اس وقت ہوتا ہے۔ جب باطل کی یلغار اتنی شدید ہوتی ہے کہ کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، شکست یقینی ہوتی ہے اور یہ ناکامی اور شکست کے یقینی ہونے کے باوجود اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کے ساتھی نہیں بنتے۔ اور یہ گالیاں کھاتے ہیں۔ ذلتیں سہتے ہیں۔ تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ اور اگر یہ مرتبہ بلند نصیب میں ہوتا ہے تو آخر کار جان کی نذر پیش کر کے اپنی سچائی کا آخری ثبوت دیدیتے ہیں۔ اور انسانیت کو جتا دیتے ہیں کہ کامیابی اور اقتدار کی لاگ سے وہ کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ ان اقدار مطلقہ کی سیوا بس اسی وقت تک ہے جب تک فتح مندیاں ہیں، نہیں، ان کے ساتھ رہ کر ناکامیاں دوسروں کے ساتھ کی کامیابیوں سے اعلیٰ کی خاطر بدنامیاں، ادنیٰ کے ساتھ کی نیک نامیوں سے بہتر ہیں۔ ان کی چلو کی رسوائیاں بڑی بڑی کامرانیوں سے زیادہ وقیع اور ان کی سنگت کی تنہائیاں لشکروں اور جیشوں پر قابل ترجیح ہیں۔ حسینؓ انھیں اقدار مطلقہ کے علمبردار تھے۔ انھیں کے لئے جئے۔ انھیں کیلئے لڑے اور انھیں پہ اپنی جان نثار کر گئے۔ اور اپنی زندگی اور اپنی موت دونوں سے انسانیت کے لئے ایک دائمی شمع ہدایت روشن فرما گئے، اس شمع کی روشنی زندگی کے ہر شعبے میں راہ نما ہے لیکن جماعتی زندگی کی گہرائیوں میں اس شمع سے اکتساب نور کی طرف خاص طور پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

امتیاز حق و باطل انسان کا فرض ہے

اسلام کے نزدیک دین کی بنا اقدار کی وحدت پر ہے۔ بنیادی اقدار حکم و حکمت اور حق ہیں۔ حکمت اور حق بنیادی اقدار کی حیثیت سے معروف ہیں، میں صرف حکم کی تشریح کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے مراد ہے، حکومت، اقتدار اعلیٰ، ذرا سوچئے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی زندگی [illegible] کی تکمیل، عدل اور انصاف پر مبنی حکومت کا قیام، انسان کی اخلاقی زندگی

کے لئے ناگزیر ہے اس لئے اچھی حکومت بھی ایک اخلاقی قدر رکھتی ہے اور اس کا ایک مکمل نمونہ ہماری ہدایت کیلئے ہونا بھی
اتنا ہی ضروری ہے جتنا حکمت اور حق کا۔ اس کا نام حکم ہے، حکم حکمت اور حق کو ایک ماننا اسلام کی تعلیم ہے یعنی اسلام یہ
کہتا ہے کہ حکم بھی اسی ذات کے لئے ہے جو عین حق اور حکمت ہے، عبادت غیر مشروط اور غیر محدود اطاعت صرف اسی کی
طرف جانی چاہیئے اور کسی کی نہیں، شرطوں کے ساتھ اور حدوں کے اندر دوسرے کی اطاعت کی جا سکتی ہے مگر شرط اور حد یہی ہے
کہ مجازی حکم حقیقی اور حکمت اور حق کے خلاف نہ ہو۔ اگر دنیا میں حکم حقیقی قائم ہو تو انسان کا کھلا ہوا فرض ہے کہ بغیر کسی
شرط کے اس کی اطاعت کرے لیکن اگر حکم مجازی کا دور دورہ ہے تو اطاعت کے لئے شرطیں لگانی پڑتی ہیں جن میں
سب سے پہلی چیز یہی ہے کہ انسان کو کوئی کام اس حکم کے خلاف نہ کرنا پڑے جسے وہ حکم حقیقی جانتا ہے لیکن سب سے
بڑی مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب حکم مجازی سراسر حکم حقیقی کے خلاف ہو اور انسان کو اس کی خلاف ورزی
پر مجبور کرتا ہو اس سے بڑھ کر مشکل جس کے تصور تک سے حق پسند کا دل کانپ اٹھتا ہے یہ ہے کہ باطل کی حکومت
یہ مطالبہ کرے کہ اسے حکم حقیقی سمجھا جائے، جب دنیا پر یہ مصیبت آئے تو آدمی کا فرض ہے کہ وہ قول و فعل سے
اعلان کرے کہ یہ باطل کی حکومت سراسر حکم حقیقی کے خلاف ہے میں اس کے آگے ہرگز سر نہ جھکاؤں گا اور کوئی اس کے آگے
سر نہ جھکائے، اس اعلان کا نام شہادت ہے، اس شہادت پر باطل کی قوتیں ٹوٹ پڑتی ہیں، مگر اس کے سارے ظلم سہہ
کر ہی مردِ حق دوسروں کو حق و باطل کا فرق دکھا سکتا ہے، میں نے ابھی کہا تھا کہ قدر اعلیٰ کو بے حجاب دیکھنے والے کم
ہوتے ہیں۔ اب یہ مردِ حق جو حکم حقیقی کو بے حجاب دیکھ رہا ہے، دنیا کے کم نگاہوں کو کس طرح دکھائے سوا اس کے کہ
اس راہ میں قربانیاں کرکے اپنے عقیدے کی قوت سے دلوں کو پگھلائے، کبھی کبھی اس راہ میں جان دیکر آخری قربانی
دینی پڑتی ہے۔ جو شخص جان دیکر باطل کے مقابلہ میں آخر دم تک حق کا اعلان کرے وہی شہادت کے سب سے اونچے درجے
پر فائز ہوتا ہے اور عام طور پر شہید صرف اسی کو کہتے ہیں۔

باطل سے جنگ

اب آپ تاریخ کے صفحات پلٹ کر دیکھئے اسلام کا ابتدائی زمانہ جسے مسلمان سب سے زیادہ
اچھا سمجھتے ہیں، گزر چکا ہے، حکم حقیقی یعنی خلافت راشدہ کا دور ختم ہوتا ہے حکم مجازی یعنی
ملوکیت کا دور آتا ہے، حکم حقیقی کے خلاف ملک کے محاصل ذاتی بنتے ہیں اور بادشاہ بہت بڑا خزانہ جمع کرکے دولت
کے بل پر اپنی قوت بڑھاتا ہے اور عالم اسلامی کو اپنی اطاعت پر مجبور کرتا ہے، کچھ لوگ ڈر سے کچھ لالچ سے سر جھکا
دیتے ہیں۔ بعض سر ایسے ہیں جو نہیں جھکتے انہی میں رسول اللہ کے نواسے حسینؓ کا سر ہے، لالچ، دھمکی، فریب سے
کام لیا جاتا ہے مگر حسینؓ یزید کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔ بھلا حسینؓ جن کی رگوں میں علیؓ، فاطمہؓ اور محمدؐ
کا خون تھا جن کے دل میں حق کا خوف اور حق کا عشق تھا حکم باطل کو حکم حق کیسے کہہ دیتے، حسینؓ نے بیعت کرنے
سے انکار کر دیا گویا اعلان کر دیا کہ یزید کا حکم، حکم باطل ہے، یہ پہلی شہادت تھی۔
[illegible] عراق کا قصد کیا

بات کا اعلان تھا کہ مجھے یزید کے حکم کے باطل ہونے پر اس درجہ یقین ہے اور اسے قبول کرنے سے اس شدت سے انکار ہے کہ
دطن کی تکلیف اٹھانے کو تیار ہوں۔ یہ دوسری شہادت تھی ۔

کوفہ کی راہ میں کربلا کے مقام پر یزید کے لشکر نے حسینؓ کی راہ روکی اور ان کا چھوٹا سا لشکر گھر گیا۔ اب آخری
بانی اور آخری امتحان کا سامنا تھا۔ حسینؓ نے آخری قربانی پیش کی۔ آخری امتحان میں پورے اترے ان کے ساتھیوں اور
یزدوں میں سے ایک ایک مارا گیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے قتل ہوئے۔ آخر خود حسینؓ زخموں سے چور چور زمین پر گرے۔ مگر ان کے
میں یہی تھا۔ اور ان کی زبان پر یہی تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حکم صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔ یہ تیسری اور آخری
ہادت تھی۔

کہتے ہیں کہ جب لشکر شام والے حسینؓ کے اہلبیت کو اسیر کر کے کربلا کے شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر لے
تو اس راہ میں ہر جگہ حسینؓ کا سر اللہ کی وحدت اور بڑائی اور اس کے حکم کی شہادت دیتا تھا۔ مذہبی عقیدت اس بات
لفظاً بھی صحیح مان سکتی ہے، مگر اس سے قطع نظر کر کے دیکھئے تو واقعی حسینؓ کا سر جہاں کہیں جاتا ہوگا۔ زبان حال سے
حق کی شہادت دیتا ہوگا۔ آج تیرہ سو برس بعد بھی حسینؓ کی مثال بلکہ حسینؓ کا نام اسکی شہادت دیتا ہے اور قیامت
ل دیتا رہے گا کہ حکم صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔

جب کبھی دنیا میں حکم حقیقی کی قدر کا تسلط ہوگا تو دنیا ضرور یاد کریگی کہ اس کے سب سے بڑے محسن کے نواسے
اسطرح اسکی حمایت میں اپنی جان نذر دی تھی جب دنیا میں افراد اور اقوام ان اقدار اعلیٰ کے سیوک کی حیثیت سے
اقدار روحانی و ذہنی کے منازل سبک رفتاری سے طے کرتی ہونگی اور ان قدروں کے حاملوں کو ناکامی سے دوچار
ہونا پڑے گا تو وہ ضرور یاد کرے گی کہ صدیوں پہلے ایک بے یار و مددگار حق پرست نے ناکامی سے ڈرے بغیر ان
ان اقدار اعلیٰ کی حمایت کی ہمت کی تھی اور جب دنیا کی طاقت و جبروت اسکے خلاف تھی تو انہیں کے خاطر اس نے
سب کچھ لٹا دیا تھا جب دنیا صرف ایک خدا سے ڈریگی اور اسطرح اور سبھوں کے ڈر سے نجات پا چکی ہوگی
وہ یہ نہ بھولے گی کہ فاطمہؓ کے لال نے میدان کربلا میں اپنا سر کٹوا کر اس اطاعت اور سربلندی کا مظاہرہ کیا تھا
وقت یہ بے نوا حکمرانوں کا حکمراں دکھائی دیگا۔ یہ ناکام دین و ایمان کا پشت پناہ نظر آئے گا اور اس کا
ذروں میں تحیر ابو اسرار الٰہی سطوت و جبروت کا علم معلوم ہوگا۔ اور عارف اجمیریؒ کے لفظوں میں سب
روشن ہو جائے گا کہ ؎

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دیں پناہ است حسینؓ

سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؓ

سبق ۳۳

جھوٹی قسم

اپنی کاپیوں پر لکھ کر دوسرے مسلمانوں کو سنائیے

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ ،

معنے

بیشک جو لوگ اللہ کے اقرار اور اپنی قسموں پر حقیر معاوضہ لے لیتے ہیں ان لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں !!

مطلب

جو شخص دنیا کے حصول کیلئے اللہ سے کئے ہوئے عہد و اقرار کو توڑ ڈالے اور جھوٹی قسمیں کھائے یقیناً وہ اس قابل ہے کہ آخرت کی محرومی اسکے حصہ میں آئے ،

حوالہ آیت

پارہ ______ ۳

سورہ ______ آل عمران

رکوع ______ ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ادارہ تبلیغ الاسلام بمبئی کا تینتیسواں تبلیغی سبق!

(سبق ۳۳)

قسم

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِيْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِہِ الْكَرِيْمِ

اما بعد

تینتیسواں سبق حضرات الحمد للہ آج ادارہ تبلیغ الاسلام بمبئی کا تینتیسواں (۳۳) تبلیغی سبق شروع ہو رہا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے ہم جیسے سیہ کاروں اور ناالہوں سے ایسا عظیم الشان کام لیا ورنہ ہم کہاں اور یہ مقدس کام کہاں۔ اسی مالک ذوالجلال والاکرام سے [دعا] ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور آئندہ بھی ہم سے وہ کام لے جو اس کو پسند اور جس [س]ے وہ راضی ہو اَللّٰھُمَّ وَفِّقْ لَنَا مَا تُحِبُّ وَتَرْضَاہُ ؛۔ آمین۔

[س]بق کا عنوان آج کے سبق کا عنوان "قسم" ہے اور چونکہ قسم کا تعلق بھی آخر الامر زبان ہی سے ہوا کرتا ہے اس لئے پچھلے سلسلۂ اسباق کی اسکو بھی ایک کڑی تصور کرنا چاہئے۔ اس طرح زبان کے [متع]لق یہ ساتواں سبق ہو رہا ہے مجھے امید ہے کہ گذشتہ اسباق کی طرح آپ اس سبق کو بھی پوری دلچسپی اور [انہما]ک سے سماعت فرمائینگے اور آئندہ اپنے عمل کو اسی کے مطابق بنانے کی کوشش کرینگے اللہ آپ کو اسکی توفیق [عنا]یت فرمائے۔ آمین۔

[پو]ری آیت [...] آیت کریمہ سے آج آپ کے سبق کی ابتدا ہو رہی ہے وہ تختۂ سیاہ پر جگہ کی کمی کیوجہ سے پوری [...] نہیں لکھی جا سکی اس لئے کسی تفصیل سے قبل آپ اپنے سبق کی پوری آیت سن[...]

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

بیشک جو لوگ [illegible] ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اللہ تعالیٰ اُن سے قیامت کے دن نہ کلام کریگا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کریگا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

پارہ ۳ سورہ آلِ عمران

امام بخاری کی صراحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے مطابق یہ آیت اُس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بازار میں قسمیں کھا کر سودا بیچا کرتا تھا۔ اس لئے یہ آیت قسم کے باب میں خصوصیت رکھتی ہے۔

آیت کا مطلب اس آیت میں اللہ عز اسمہٗ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیا کی قلیل اور حقیر پونجی لیکر خدا کے عہد اور آپس کی قسموں کو توڑ ڈالتے ہیں، نہ باہمی معاملات درست رکھتے ہیں اور نہ اللہ سے کئے ہوئے قول و قرار پر قائم رہتے ہیں اور مال و دولت کی محبت میں احکامِ شرعیہ کو بدل ڈالتے ہیں ایسے لوگوں کا قیامت میں یہ عالم ہوگا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نہ اُن سے کلام کرے گا اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھے گا اور انکو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک و صاف کرے گا کہ جنت میں داخل ہونیکے قابل ہو سکیں اور وہ دردناک عذاب میں مبتلا رہینگے۔

یہودیوں کی عادتیں اس قسم کے عادات اکثر یہودیوں میں پائی جاتی تھیں جو تھوڑے سے مال و زر کی لالچ میں احکاماتِ خداوندی کو بدل ڈالا کرتے تھے۔ اور کتبِ سماویہ میں طرح طرح کی تحریفیں اور ردّ و بدل کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا گیا۔

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ

پس اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنا عہدِ اطاعت توڑ دیا ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا چنانچہ یہ لوگ (اللہ کی کتاب میں) باتوں کو اصلی جگہ سے پھیر دیتے ہیں اور جس بات کی انھیں نصیحت کی گئی تھی اس سے فائدہ اٹھانے کے حصہ میں سے ایک بڑا حصہ بالکل فراموش کر بیٹھے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

رکوع ۳ سورہ مائدہ [illegible]

[illegible] میں ان کی تحریف کا ذکر ہے

[illegible]

دنیوی فائدہ کی حاصل کریں پس افسوس ان پر جو کچھ انکے ہاتھ نے

اور افسوس اس پر جو کچھ وہ اس ذریعہ سے کماتے ہیں

اس آیت میں تحریف کا سبب بھی بیان کر دیا گیا ہے یعنی وہ اللہ کی کتابوں میں ادل بدل اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ اس کے معاوضہ میں کچھ دنیا کما سکیں، ایسی دنیا اور دولت کس کام کی جو دین فروخت کرکے اور ایمان بیچکر حاصل کیجائے اس لئے آخر آیت میں ارشاد فرمایا وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ افسوس ہے اس پر جو کچھ وہ اس ذریعہ سے کماتے ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے توریت میں عہد لیا تھا کہ تم اس کے حکموں پر چلو گے اور عہد لیا کہ پیغمبر کو بھیجوں اس پر ایمان لاکر اسکے بہترین ساتھی ہوگے، چنانچہ انھوں نے اسکو قبول بھی کر لیا لیکن اسکے باوجود وہ اپنے اس عہد پر قائم نہ رہے رشوتیں لیکر مسائل غلط بتائے، اپنا اقتدار قائم کیا پیغمبر کی اطاعت سے سرتابی کی بلکہ بعض کو تو شہید بھی کر دیا۔ توریت میں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صفات مذکور تھے ان کو بدل ڈالا۔

اس عہد و اقرار کا تذکرہ قرآن مجید نے یوں کیا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ○ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ○ پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۹

اور دیکھو، جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے نبیوں کے بارے میں (بنی اسرائیل) عہد لیا تھا کہ ہم نے تمھیں کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے پھر اگر ایسا ہو کہ کوئی (دوسرا) رسول اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوا تمھارے پاس آئے جو تمہارے ساتھ ہے تو ضروری ہے کہ تم اُسے مانو اور اسکی تائید کرو۔ ارشاد الٰہی ہوا تھا کہ "کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو" اور "اسکا ذمہ لیتے ہو" انھوں نے عرض کیا تھا "ہم اقرار کرتے ہیں" اس پر اللہ نے فرمایا تھا ہاں اس پر گواہ رہو اور دیکھو تمھارے ساتھ میں بھی اس پر گواہ ہوں۔ تو اب جو کوئی اس عہد سے روگرداں ہو ایسے ہی لوگ ہیں جو فاسق ہیں (یعنی دائرہ حق پرستی سے باہر ہو گئے ہیں)

آیت باقی ہے — یہ عہد و میثاق تھا جو یہودیوں سے لیا گیا تھا اور اسی پر ان سے قسمیں لی گئی تھیں۔ ... صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ میں بالخصوص انھوں نے اس مقدس ... اپنی آخرت ہمیشہ کیلئے چوپٹ کر ڈالی وَذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ ... مولوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آج بھی جو دنیا کمانے ... اس کا بھی یہی حال ہوگا۔ یعنی آج کوئی مسلمان یہ خیال نہ کرے

باتیں تو یہودیوں سے متعلق ہیں اور ہماری ذات سے اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ یہ خیال غلط ہے سونے بہرحال
ہے جو کھائے گا وہ اسکے نقصان دہ اثرات میں مبتلا ہوگا۔ کسی برائی کا ہرگز یہ خاصہ نہیں کہ وہ برائی ایک قوم کیلئے تو برا
ہو اور دوسری قوم کیلئے خیر اور نیکی بنجائے۔ نقض عہد اور جھوٹی قسم بری سمجھی گئی ہے آج اسکو نیکی کیسے خیال کیا جا سکتا ہے۔

عہدِ مسلم

بدقسمتی سے مسلمان بھی آج اسی راہ کی طرف بڑھ رہا ہے جس پر یہود جیسی قومیں چل کر تباہ و برباد ہو چکی ہیں
وہ عہد مقدس جو اس نے اپنے اللہ اور اپنے نبی سے کیا تھا اسکو علی الاعلان توڑ رہا ہے۔ اس نے
بارگاہ رسالت میں اقرار کیا تھا کہ ہم سب آپکی اطاعت اور فرمانبرداری کرینگے لیکن افسوس کہ اس نے اپنا یہ اقرار
توڑ دیا ہے آج وہ ساری دنیا کی اطاعت تو کر سکتا ہے مگر خواجہ کائنات کی اطاعت سے اسے شرم آتی ہے۔ اس نے
عہد کیا تھا کہ اے پروردگار عالم ہم تیری ہی عبادت اور بندگی کرتے رہینگے لیکن صد حیف وہ اب کائنات کی بندگی
چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت میں مصروف ہے اس نے وعدہ کیا تھا کہ اے خداوند قدوس ہم تجھ ہی کو مشکل کشا،
حاجت روا اور مرادیں برلانے والا سمجھینگے مگر وائے ناکامی کہ آج وہی مسلمان کتنے مشکل کشاؤں
حاجت رواؤں اور مرادیں برلانے والے پر ایمان لا چکا ہے۔ کل اس نے اعلان کیا تھا کہ ہم اللہ کے سوا کسی سے نہ
ڈریں گے لیکن آج وہ بھوت پریت، جن آسیب اور اپنے جیسے کروروں انسانوں سے ڈرتا ہے۔ حد یہ ہے کہ تو اپنے
اپنے سائے سے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے۔ کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی بدعہدی ہوگی؟ حالانکہ اس کی آگاہی اور خبرداری
کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ تم ان قوموں کی راہ اختیار کروگے جو تم سے قبل ہو گزری ہیں
اور ان کی اطاعت میں تمہارا یہ حال ہوگا کہ اگر پچھلی قومیں گوہ کے بل میں گھسنے کی کوشش کر چکی ہونگی تو تم بھی ایسا
ہی کروگے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے استفسارًا عرض کیا۔

اَلْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی . . . . | کیا پچھلی قوموں سے آپکی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟

آپنے فرمایا۔

وَمَنْ . . . . | اُن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے!

ایفائے عہد

سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح اعلان کے بعد بھی مسلمان ہے کہ آنکھیں بند کر کے
نصاریٰ کی تقلید میں بڑھا چلا جا رہا ہے اور باوجود ٹھوکروں پر ٹھوکر کھانے کے وہ ایک مرتبہ بھی
نہیں دیکھتا کہ وہ کس کے پیچھے اور کس منزل کا مسافر بنا ہوا ہے۔ یہ ہے وہ بدعہدی اور نقض میثاق کی بدترین
مثال جو مسلمانوں کی طرح نہیں اس سے قبل نظر نہیں آتی۔ حالانکہ جس طرح بنو اسرائیل سے کہا گیا کہ
اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ [illegible]

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل — اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں سوال ہوگا

دوسری جگہ سورہ نحل میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ پارہ ۱۴ سورۂ نحل رکوع ۱۳ — اللہ کا عہد پورا کرو جب تم آپس میں عہد کرو۔

لیکن آج کے مسلمان کو ایفاء عہد کا خیال کیوں آنے لگا ایفاء عہد تو بعد کی چیز ہے اسکو تو یہ بھی نہیں یاد کہ اس نے پروردگار عالم سے کیا عہد و اقرار کیا ہے اور اس کے رسول کے ساتھ کیا وعدے کئے ہیں ؟

حالانکہ اس مسلمان کے بزرگوں کی صفت قرآن مجید نے یہ بیان کی ہے۔

الَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ پارہ ۲۹ سورۂ معارج — اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں۔

کاش یہ مسلمان اپنے بھولے ہوئے عہد کو یاد کرتا تاکہ اسکی کھوئی ہوئی عظمتیں اسے پھر مل جائیں۔

آج بھی اللہ تبارک و تعالیٰ بنو اسرائیل کی طرح مسلمانوں سے کہہ رہا ہے۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ — تم میرا وعدہ پورا کر دیں تمہارا وعدہ پورا کروں۔

وہ تو آج بھی دینے کیلئے تیار ہے کوئی لینے والا تو ہو۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم کہتے ہیں۔

ہم تو مائل بکرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں — راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

تربیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں — جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئے دیتے ہیں ،

ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں ،

جس طرح احمد مختار ہے نبیوں میں امام — اسکی امت بھی ہے دنیا میں امام اقوام

کیا تمہارا بھی نبی ہے وہی آقائے انام — تم مسلمان ہو تمہارا بھی وہی ہے اسلام

اسکی امت کی علامت تو کوئی تم میں نہیں

مے جو اسلام کی ہوتی ہے وہ اس خم میں نہیں

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود — ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

(باقی آئندہ)

[illegible] کے بعد آپ کی مدت خریداری ختم ہو جائیگی۔ امید کہ آئندہ بھی عدل کی خریداری کا سلسلہ [illegible] برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ آپ ۵ ممبر کے پہلے ہفتہ تک دفتر کو مطلع فرمادیں۔

(منیجر عدل)

استغنائے علم

(از جناب اسلم صاحب)

علامہ خلیل بن احمد شہیرِ عام — موجد تھے جو عروض کے اور نحو کے امام
استادِ علم و راہبرِ علم و شمعِ علم — منت کش اُن کے ہیں علمائے ادب تمام
دل خواہشاتِ لذتِ دنیا سے پاک تھا — رہتے تھے ذوقِ علم و عبادت میں وہ مدام
خود دار و باوقار و غیور و ظریف تھے — مشکل سے گرچہ ان کو میسر تھی نان شام

اہوازکے رئیس سلیماں نے ایک بار — بھیجا کسی کو ان کی طرف دیکے یہ پیام
تشریف لائیں آپ ہمارے دیار میں — دیدار کے یہاں متمنی ہیں خاص و عام
خواہش ہے میرے بیٹوں کو تکمیلِ علم کی — مدِّ نظر ہے اس کیلئے خاص اہتمام
ہم لوگ سب ہیں گوش برآواز دیکھئے — کب مژدۂ قدوم سے ہوتے ہیں شاد کام

جب سن چکے امام یہ قاصد کی گفتگو — بولے کہ مجکو کچھ اُمرا سے نہیں ہے کام
پھر ایک نانِ خشک کا ٹکڑا اٹھا لیا — اُس کو دکھا کے کرنے لگے اسطرح کلام
جب تک یہ مجکو ملتا ہے آزادگی کیساتھ — میں کیوں کسی رئیس کا جا کر بنوں غلام
کیوں علم کو ذلیل کروں مال کے لئے — یہ چند روزہ اور وہ ہے دولتِ دوام

اسلم جو ذوقِ علم کا ہے لذت آشنا
اسکی نظر میں ہیچ ہے شاہوں کا احتشام

تذکرۃ الاولیاء

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح

(از قلم قاری سید ودود الحیٔ صاحب ندوی امام سنی خوجہ مسجد بمبئی)

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجستان میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان میں آپ ہی کی ذات اقدس سے سلسلہ چشتیہ کا مبارک سلسلہ شروع ہوا۔ آپ کا نسب حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اس لئے آپ نسباً حسینی سید ہیں۔

تعلیم

بارہ سال کی عمر شریف تھی کہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ترکہ میں ایک باغ ملا جسکی نگہبانی آپ ہی فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک مجذوب باغ میں تشریف لائے آپنے ضیافت کے طور پر انکی خدمت میں انگور پیش کئے لیکن انھوں نے انگور نہیں کھائے اور کھلی کے ایک ٹکڑے کو دانتوں سے چبا کر حضرت خواجہ صاحب کے منہ میں ڈال دیا۔ جسکے کھانے سے آپ کا قلب انوار الٰہی سے روشن اور منور ہو گیا اور آپ دنیا کے بکھیڑوں سے الگ ہو کر طلب رضائے الٰہی میں سمرقند پہنچے یہاں آپنے کلام پاک حفظ کیا اور ایک عرصہ تک تعلیم ظاہری کے حصول میں مصروف رہے۔

بیعت

سمرقند سے نکل کر عراق کی طرف روانہ ہوئے یہاں حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ سے ملاقات ہوئی اور ان ہی سے آپنے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مرید کرنیکے بعد مرشد نے مرید کے حق میں دعا فرمائی، آپکے سر کے بال قینچی سے ترشے، کلاہ چہار ترکی اور گلیم خاص مرحمت فرمائی۔

خدمت مرشد

آپ پیرو مرشد کی خدمت میں تقریباً ڈھائی سال رہے آپکا یہ سارا وقت ریاضت و مجاہدہ میں گذرا بعض تاریخوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ مرشد کی خدمت میں بیس سال رہے اور اس زمانہ قیام میں غلاموں کی طرح آپ کی خدمت کرتے رہے، اس زمانہ قیام میں آپنے مرشد کے ساتھ دس سال تک مختلف مقامات کی سیاحت بھی کی۔ سفر میں مرشد کا بستر اور ان کا دوسرا سامان خود اپنے سر گرامی پر رکھکر چلتے تھے۔

شیخ صدر الدین

سفر کے زمانہ کا ایک واقعہ خود آپ کی زبان سے سنئے فرماتے ہیں۔ سیستان میں ہم ایک روز حضرت شیخ صدر الدین محمد احمد رح کی خدمت میں حاضر ہوئے [illegible] انکی خدمت میں رہا میں نے دیکھا کہ آپکی خدمت میں جو شخص بھی حاضر ہوتا [illegible] کہتے کہ میرے حق میں دعا کرو کہ اپنا ایمان قبر تک سلامت لے جاؤں۔

[illegible] ہیں اور شدتوں سے آپ اس قدر روئے کہ [illegible] آنسو جاری سات دن تک بند نہ ہوتا تھا۔

رونے سے فرصت ملی تو مجھ سے فرمانے لگے۔

"عزیز من! جس کو مرنا ہو اور جس کا حریف ملک الموت ہو اسکو سونے ہنسنے اور خوش رہنے سے کیا تعلق"۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

"اے عزیز! اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو لوگ زمین کے نیچے ایسی کوٹھری میں پڑے ہوئے ہیں جس میں بچھو بھرے ہوئے ہیں تو یقین مانو کہ اس کی حقیقت معلوم ہوتے ہی تم اس طرح پگھل جاؤ جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے"۔

اس کے بعد حضرت شیخ صدر الدین نے بصرہ کا ایک واقعہ سنایا۔

فرمایا میں ایک روز بصرہ کے قبرستان میں ایک مرد کامل کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور پاس ہی قبر پر ایک مردہ مبتلائے عذاب تھا۔ ان بزرگ نے جب یہ حال معلوم کیا زور سے ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑے۔ میں نے ان کو اٹھانا چاہا تو ان کی روح پرواز کر گئی اور تھوڑی ہی دیر میں ان کا جسم پانی ہو کر بہہ گیا۔ اسی دن سے مجھ پر خوف بہت طاری ہے اس لئے اے عزیز دنیا میں اتنا نہ منہمک ہو جانا کہ یاد مولیٰ دل سے نکل جائے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین | حضرت خواجہ صاحب نے اپنے مرشد کے ساتھ زمانہ سفر میں حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی انہوں نے خواجہ صاحب کو یہ نصیحت فرمائی۔

"عزیز من! تم کو مال و دولت جو کچھ ملے اپنے پاس نہ رکھنا سب راہ مولیٰ میں لٹا دینا تاکہ خدا کے دوستوں میں تمہارا نام ہو"۔

زیارت حرمین شریفین | آپنے اپنے مرشد ہی کے ہمراہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا مقامات پر پیر نے مرید کے حق میں دعائیں کیں ایک موقعہ پر جبکہ پیر کے ہاتھ ذوالجلال والاکرام میں مرید کے لیے مصروف دعا تھے، غیب سے یہ آواز آئی۔

"معین الدین دوست است او را قبول کردم و برگزیدم"

معین الدین میرا دوست ہے میں نے اسکو قبول کیا اور منتخب کر لیا ہے

[illegible]

[خ]رقۂ خلافت مرشد نے خرقۂ خلافت سے آپکو سرفراز فرمایا خرقہ عنایت فرماتے وقت کلاہ چہار ترکی بھی سر پر رکھی اور یہ نصیحت فرمائی۔

[ک]لاہ چہار ترکی کلاہ چہار ترکی سے چہار ترک مراد ہیں۔
اول ترک دنیا۔
دوم۔ ترک عقبیٰ یعنی سوائے ذات سبحانہ و تعالیٰ کے اور کوئی دوسرا مقصود نہ ہو۔
سوم۔ ترک خورد و خواب یعنی کھانا اور سونا ترک کرنا مگر اس حد تک کہ جسکی ضرورت ہے۔
چہارم۔ ترک خواہش نفس یعنی نفس جو کچھ کہے اس کے خلاف کرو۔

ہندوستان جانیکی بشارت مدینہ منورہ میں بارگاہ رسالت سے خواجہ صاحب کو ہندوستان جانیکی بشارت ہوئی تھی جب حضرت خواجہ صاحب مرشد سے رخصت ہونے لگے تو مرشد کو اپنے محبوب مرید کی فرقت گوارا نہ ہوئی چنانچہ اس سفر میں آپ اپنے مرید ہی کے ہمراہ رہے۔ (باقی آئندہ)

بحضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب عنبر صاحب وارثی اجمیری ایڈیٹر مزدور لکھنؤ)

السلام اے شہِ دیں سیدِ ابرار حضور
آفتابِ دوجہاں احمدِ مختار حضور

ہے دو عالم کے لئے بحرِ کرم آپ کی ذات
عالمِ علمِ لدن واقفِ اسرار حضور

ہر طرف شور ہوا نورِ رسالت چمکا
ذرّے ذرّے نے کیا آپ کا اقرار حضور

طعنۂ غیر سنے آپ کی امت کب تک
اس طرف بھی نگہِ لطف ہو اک بار حضور

آپ کی امتِ خستہ کی عجب حالت ہے
نہ محبت ہے نہ وہ خلق نہ ایثار حضور

بہرِ بوبکرؓ و عمرؓ حضرت عثمانؓ و علیؓ
جلد لیجے خبرِ امتِ بیمار حضور

پئے زہراؓ نظرِ لطف و کرم ہو جائے
اور بحقِ حسنینؓ طرحدار حضور

آپ چاہیں تو ابھی رنگِ زمانہ بدلے
آپ کونین کے ہیں مالک و مختار حضور

صدقِ صدیقؓ ملے عدلِ عمرؓ حاصل ہو
قوت و زورِ علیؓ خالدؓ جرار حضور

جذبۂ ایمانیِ بوذرؓ و حیائے عثمانؓ
پھر میسر ہوں ہمیں رحمتِ غفار حضور

یہ تمنا ہے شب و روز دلِ عنبر کی !
جلد سے جلد ہو یہ حاضرِ دربارِ حضور !

عیدِ قرباں

(از جناب مولانا مقصود احمد صاحب ترکی الحسینی خطیب جامع اندھیری)

باز آمد عیدِ قرباں شاد شو قرباں شو
اے مسلماں از دل و جاں تابعِ قرآں شو

کن ادا رسمِ براہیمی، بیا در رزمگاہ
درمیانِ حق و باطل فرق کن فرقاں شو

باز نارِ کفر را نمرودیاں افروختند
کفر را برباد کن برخیز عالی شاں شو

نار گوئی بردًا گلشن کن توکل بر اللہ
مثلِ ابراہیم تو ہم صاحبِ ایماں شو

نعرۂ توحید گو یک جست زن در نارِ کفر
نار خود گلزار گردد تو باایقاں شو

گاؤ بز قرباں نہ کن ... ترکی خطیب !

[illegible]

منتخبات

"اِحتجَاج"

(از جناب خواجہ جلیل احمد صاحب ایم۔ اے لکچرار انگریزی مسلم یونیورسٹی علیگڈھ)

یہ بڑی ہمہ گیر حقیقت ہے کہ یورپین اور امریکی ممالک جس مادی دور سے ابھر رہے ہیں ہندوستان اسی دور الحاد کی طرف
دم بڑھا رہا ہے۔ میری مراد مادہ پرستی اور مابعد الطبیعاتی افکار و خیالات و حقائق سے انکار کے اس عام رجحان سے ہے
اٹھارویں اور انیسویں صدی کے علوم کا پیدا وار تھا اور جس کا زمانہ ان دونوں صدیوں کے خاتمے کے ساتھ ساتھ اپنی
وت آپ مرچکا ہے بیسویں صدی افکار و خیالات کی آزادی اور تنگ نظری و تعصبات سے دور بھاگنے کی صدی ہے
ور یہ حقیقت ہے کہ مہذب ممالک کے سمجھدار اشخاص جنھوں نے علم نجوم فلکیات، نفسیات، اور دوسرے انسانی تجربات
سے صحیح طور پر استفادہ کیا ہے اس حقیقت کے رفتہ رفتہ معترف ہو رہے ہیں کہ دنیا میں بہت سے ایسے واقعات رونما
ہوتے ہیں جو موجودہ طبیعات کے اصولوں کے ماتحت کبھی بھی سمجھے نہیں جاسکتے ان محققین اور حق پرست ہستیوں میں
ہر نفسیات میگڈوگل، ماہر طبیعات ایڈنگٹن، فلاورنی (FLOURNOY) برگسان ہندی سکیوک وغیرہ کے نام خاص طور سے
ابل ذکر ہیں ان عالموں نے (جن کو ہم صحیح معنوں میں محقق سائنس داں اور تحصیل علم کے خواہشمند کہہ سکتے ہیں) کسی خدائی کتاب
دمی کے ذریعہ مذکورۂ بالا نتیجہ کو اخذ نہیں کیا ہے بلکہ انھیں سائنسی اصولوں اور حقائق کی چھان بین کے ذریعہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں
نکو آج کا مادہ پرست سائنس کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

پروفیسر ایڈنگٹن نے اپنی مشہور کتاب "راز ہائے کائنات"* مابعد الطبیعاتی مسائل اور مذہب کی حقیقت کے متعلق
اف صاف تحریر کیا ہے کہ یہ علم طبیعات کی سرحد سے باہر ہیں اور ایک ماہر طبیعات کو کوئی حق نہیں کہ وہ ان مذہبی اور الوہی
سائل کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم کرسکے یا کم سے کم یہی کہہ سکے کہ یہ صحیح ہیں یا غلط اور یہ کہ ہمارا یہ رویہ قطعاً ناواقفیت جہالت
ور تنگ نظری پر مبنی ہوگا کہ جس چیز کو ہم سمجھ نہ سکیں اسکو غلط سمجھ کر ٹھکرا دیں ہمارا صحیح رویہ یہ ہونا چاہئے کہ ان مسائل کے متعلق اپس

---

* خدائی کتاب اور وحی کا ذکر میں نے اس وجہ سے کیا کہ ہمارے مادہ پرست دوست اس قبیل کی کتابوں کا نام لینا ہی مضحکہ خیز حرکت سمجھتے ہیں
لئے جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے کے مصداق ہم ان کو انھیں کے حربوں سے شکست دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ حربے ہیں
نسی علوم جن کی صحت و قطعیت پر ان کو اس قدر بھروسہ ہے حالانکہ وہ اس قسم کے دعاوی سے قطعاً مبرا ہیں۔

اس وقت تک اپنے آخری فیصلہ کو ملتوی کردیں جب تک وہ ہماری سمجھ میں نہ آ دیں۔

گلیلیو (GALILIO) کے متعلق مشہور ہے کہ جب اس نے دوربین ایجاد کی اور اس زمانے کے علمائے دین سے اس دوربین کے ذریعہ کائنات کے سیاروں اور ستاروں کا مطالعہ کرنے کو کہا تو ان بزرگوں نے صاف صاف انکار کر دیا کہ وہ موجودہ تعلیم کے خلاف ایک لفظ سننا نہیں چاہتے اور یہ کہ جو شخص اس دوربین سے دیکھے گا وہ کافر ہے گلیلیو کا اپنا بیان ہے کہ اس جواب پر اسکی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ روئے یا ہنسے لیکن چونکہ "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" کا مسئلہ درپیش تھا اس لئے اسکو اپنی تمام ملحدانہ "تعلیمات" کو واپس لینا پڑا اور پادریوں کی ایک جماعت کے سامنے اپنے ناکردہ گناہوں کی معافی مانگنی پڑی ہمارے موجودہ نیم سائنسداں اور مادہ پرست طبقہ کا ذرکم و بیش انہیں پادریوں جیسا ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سائنس کا وہ کونسا اصول ہے جسکی قطعیت کی آڑ لیکر یہ حضرات مذہبی اور ما بعد الطبیعاتی [illegible] کو جھٹلانے پر آمادہ ہیں۔ طب، طبیعات، فلکیات، نفسیات، حیوانیات، غرضیکہ ہر سائنس کی پچھلی تاریخ ردشدہ نظریات کے مردہ لاشوں کے تعفن سے بسی ہوئی ہے کوئی بھی ایسا اصول نہیں جو مستقل اور دیرپا ہے اگر کل تک نیوٹن کی فزکس قوانین خدائی قانون کا درجہ رکھتے تھے تو اب آج وہ آئنسٹائین کی تحقیقات کے بعد حرف غلط کی طرح مٹتے جا رہے ہیں یا اگر مٹ نہیں رہے ہیں تو کم از کم ان کی قلب ماہیت تو ضرور ہو رہی ہے۔ زمین کے سکون اور گردش کرنے کے مسئلہ کو لیجئے صدیوں تک دنیا نے زمین کو ساکن ماننے کے بعد یہ دریافت کیا کہ زمین متحرک ہے کل کوئی اور سرپھرا پیدا ہوگا اور اس دعوے کو ثابت کرنے کی کوشش کریگا کہ زمین ساکن ہے (اور سنا ہے کہ امریکہ کے ایک سائنس داں نے اسکا دعوی بھی کیا ہے) بہر حال یہ دعوی صحیح ہو یا غلط یہ حقیقت ہے کہ علمی دنیا میں ہزار ہا نظائر روزمرہ بگڑتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں پھر اس تغیر و تبدل اور علم کی لایقینی کے باوجود کونسی وہ چیز ہے جو ایک مادہ پرست کو یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ نہیں صاحب دنیا کو ہم جس طرح سمجھتے ہیں بس وہی طرز فکر صحیح ہے اور جسکو ہم غلط سمجھتے ہیں وہ غلط ہے۔

ممکن ہے کہ اس مضمون کو دیکھ کر بعض لوگ منہ بنائیں بعض "لغو" کہکر ٹال دیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ مادی اسباب و علل سے ماورا ایسی طاقتیں اور قوتیں اس دنیا میں جاری و ساری ہیں جنکو ہم "روحانی" ہونیکا لقب دیتے ہیں اور جن کی گواہی مذاہب نے دی ہے اور دنیا کے بڑے بڑے محققین جن واقعات کو تعصب کی عینک سے دیکھ دے رہے ہیں اب یہ آپ کا اور ہمارا اپنا فرض ہے کہ اسکو مانیں یا نہ مانیں۔

ذاتی طور پر میں تحقیقی مذہب کو ماننے کا قائل ہوں اب سے چار پانچ سال قبل جب انٹرمیڈیٹ کلاس میں میں نے سب سے پہلے "بقائے توانائی" اور "بقائے مادہ" کے قوانین پڑھے تو مذہب کے متعلق میرے دل میں عجیب عجیب شکوک جاگزیں ہوئے مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی باک نہیں کہ اسکے فوراً بعد میرا ایمان مذاہب کی صداقت پر سے اٹھ گیا اس مسئلہ میں میرے [illegible]

[illegible] مشہور [illegible]

اسکے دور جوانی کی یادگار ہے دہریت ہوتے ہوئے میں نے گھڑی دیکھکر یہ دعویٰ کیا کہ (معاذ اللہ) اگر خدا میں اتنی قدرت ہے کہ وہ
دں کو مردہ یا زندہ کر سکتا ہے تو مجھ کو پانچ منٹ کے اندر مار ڈالے لیکن اب مجھے اپنی اس حماقت پر شرم آتی ہے اور میں
ں رائے کو غلط تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتا ہوں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
بہا کوس سے لبیک کہنے کا مفہوم میری عقل سے بالاتر تھا لیکن اب (TELEPATHY) ٹیلی پیتھی کے حیرت انگیز
رناموں کو سنکر اور پڑھکر مجھے ان واقعات پر یقین کامل ہوتا جا رہا ہے۔

فی الحال اس مضمون میں میں صرف ان واقعات اور تجربات کو بیان کرونگا جو ہمارے دل میں مابعد الطبیعاتی
مائل کی اہمیت اور تحقیق کی خواہش پیدا کرتے ہیں اور جنکی شہرت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے ان واقعات کی روز افزوں
شہرت سے میں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ شاید ایک دن ایسا آئے جب کہ ہم جملہ مذہبی باتوں کو الہامی کتابوں کے ذریعہ
ہیں اپنے سائنسی علوم کی تحقیقات کی روشنی میں صحیح سمجھنے پر مجبور ہوں۔

میکڈوگل نے غیر معمولی دماغی کیفیات کی تحقیق کے سلسلہ میں ایسے مریضوں کا ذکر کیا ہے جن پر بیک وقت کئی شخصیتوں
کا غلبہ تھا یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ مریض کے جسم پر کئی قوتیں بیک وقت غلبہ پانے کی کوشش کرتی تھیں اس
کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بعض وقت ایک شخصیت کا غلبہ ہوجاتا تھا اور وہ شخصیت خود کو ایک انجان اور اجنبی نام سے
یاد کرتی تھی صرف یہی نہیں بلکہ اسکے افعال و عادات بھی اس مریض کی سابقہ زندگی سے کوئی مماثلت نہیں رکھتے تھے۔

میکڈوگل کے علاوہ بے شمار سائنس دانوں اور اطباء نے ایسے افراد کا بھی ذکر کیا ہے جو غیر معمولی کیفیات کے
زیر اثر کچھ سے کچھ ہوجاتے تھے ان عکسی شخصیتوں (LITIESTRANSPERSONA) میں سے ایک عورت
نے ایک دفعہ سترھویں صدی کی ایک فرانسیسی ملکہ کا رول ادا کرنا شروع کیا یہ رول اتنا کامیاب تھا کہ لوگ حیرت میں پڑ گئے
کیونکہ یہ عورت جس پر یہ مفروضہ دورہ طاری تھا کسی بھی طرح سے ان واقعات کو نہیں جانتی تھی جو اس گذشتہ زمانہ سے
متعلق تھے علاوہ ازیں عمارات و باغات اور شاہی محلات کا ذکر اس نے کچھ اس باقاعدگی اور صحیح کیساتھ کیا کہ جب انکی تحقیق
کی گئی تو جملہ تفصیلات صحیح نکلیں اسی طرح ایک اور انگریز عورت نے ہندوستان کے ایک بہت ہی قدیم قصبہ اور وہاں
کے رسم و رواج کی پروردہ لڑکی کی شکل میں خود کو ظاہر کیا اور تمام واقعات کا جن میں خاصی ترتیب تھی ایسی تفصیل سے
ذکر کیا کہ لوگ حیران رہ گئے ان واقعات کی چھان بین کرنیکے بعد پتہ چلا کہ ایک بہت قدیم اور غیر معروف سنسکرت کی کتاب
میں اس قسم کی عورت کا ذکر پایا جاتا تھا جسکی زندگی اس عورت کی نئی زندگی سے ملتی جلتی تھی لیکن کیا یہ ممکن تھا کہ اس
عورت نے وہ کتاب پڑھی ہے لوگوں نے اسکے متعلق جستجو کی اور پوری تفتیش کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ سنسکرت پڑھنا
تو درکنار وہ عورت خود اپنی انگریزی زبان میں معمولی سی قابلیت رکھتی تھی۔

جنوں کے متعلق الہامی کتابوں میں بہت کچھ آچکا ہے چنانچہ اہل اسلام ان کے وجود کے قائل ہیں حالانکہ اپنے
زمانے سے [illegible] کی کوشش میں سرسید مرحوم نے اپنی قرآنی تفسیر میں "جن" سے مراد چھپے ہوئے لوگ یا بالفاظ

دیگر وحشی قبائل لئے ہیں میرا خیال ہے کہ مادیت کی رو سے متاثر ہو کر انسانیات کی تحریک کسی طرح جائز نہیں کیونکہ ہماری لاعلمی ہمارے علم کے مقابلے میں اتنی زیادہ ہے کہ ہم کسی چیز کے بارے میں قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے بالخصوص ان معاملات میں تو اور زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارے روز بروز بدلتے ہوئے سائنسی نظریات کوئی قطعی حیثیت نہیں رکھتے مثال کے طور پر زمین کے متحرک یا ساکن ہونے کے مسئلہ کو لیجئے ایک عرصہ تک کوپرنیکس کی تحقیقات سے دنیا ایک عجیب مخمصے میں میں مبتلا رہی اور ہر شخص یہی یقین کرتا رہا کہ زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گردش کرتا ہے بعد میں نیوٹن نے اس نظریہ کو غلط ثابت کیا اور زمین کی گردش کو ثابت کر کے جدید فلکیات اور طبیعات کی بنیاد ڈالی لیکن ابھی میں نے حال ہی میں کسی اخبار میں دیکھا تھا کہ امریکہ کا کوئی سرپھرا (اسکو فی الحال ہم سرپھرا ہی کہیں گے) سائنس داں اس فکر میں ہے کہ زمین کو ساکن ثابت کرے ذرا خیال تو کیجئے کیا ہوگا ہماری ان لاتعداد علمی کتابوں کا جن کی بنیاد ہی زمین کی حرکت پر ہے ان واقعات کے بیان سے میری ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ میں لوگوں کو تشکیک میں مبتلا کر دوں میرے کہنے کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ہم کو ہر مسئلہ میں اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھنے چاہئیں اور غالباً صحیح علمی رویہ بھی یہی ہے کہ کٹھ حجتی اور تعصب سے پرہیز کیا جائے اب تک جو چیزیں دریافت ہو چکی ہیں ان کو مانا جائے لیکن اگر وہ تمام نظریات ہمارے کل کے تجربات سے باطل ہو جائیں تو پھر گرتی ہوئی دیواروں کو سنبھالنے کی کوشش نہ کی جائے۔

دماغ کو نئے نظریات اور خیالات کیلئے مسدود کر دینا اول درجے کی رجعت پسندی ہے خواہ ہمارے موجودہ نظریات بادی النظر میں کتنے ہی ٹھوس کیوں نہ معلوم ہوں۔ (الانصاف)

دین کیلئے

تھیلی فنڈ

پانچ روپیہ کی قربانی !

رسالہ عدل کا گیارہواں نمبر آپ کے ہاتھ میں ہے، بارہویں پرچے کے بعد آپ کا سالانہ چندہ ختم ہو رہا ہے۔

بمبئی جیسے عظیم الشان صوبے میں صرف یہی ایک ایسا تبلیغی رسالہ ہے جو اردو زبان میں شائع ہوتا ہے، الحمد للہ ایک سال کی مدت میں رسالہ اپنی ہمت بھر دینی خدمت انجام دیتا رہا ہے۔

سال رواں کی طرح آئندہ بھی اس کا جاری رہنا آپ کے قبضہ میں ہے اگر آپ واقعی عدل کی ضرورت محسوس کرتے ہوں تو بارہواں پرچہ پہنچنے سے قبل آئندہ سال کا چندہ روانہ فرما دیجئے۔ اور اگر ممکن ہو تو کم از کم ایک جدید خریدار بنا کر اس کا بھی چندہ اپنے ساتھ روانہ کر دیجئے۔ اس طرح آپ اس نقصان کو بھی پورا کر دینگے جو اس سال رسالہ کو برداشت کرنا پڑا ہے۔

اس سلسلہ میں دفتر سے آپ کے نام خطوط روانہ کئے جا رہے ہیں ہمیں امید ہے کہ ان کا امید افزا جواب دینگے اور دین کیلئے پانچ روپیہ کی حقیر قربانی سے دریغ نہ فرمائنگے اگر خدانخواستہ آپ نے رسالہ کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں تو شاید آئندہ سال اس کا جاری رہنا نا ممکن ہوگا "عدل" آپ کا ہے اس لئے اس کو باقی رکھنا آپ ہی کا کام ہے۔

طالب دعا

سید ودود الحی ندوی

زندگی اور موت

(از جناب سید محی الدین صاحب خنجر منگلوری)

زندگی مسکرا رہی تھی۔ دنیا و مافیہا سے بےخبر اندھا دھند منزلیں طے کر رہی تھی۔ وہ دنیا کے تعیش میں مبتلا تھ
آرائش جہاں اور لہو و لعب نے آنے والی خوفناک منزل سے بےخبر بنا دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ آنے والی منزلیں بڑی
خطرناک ہونگی۔ صرف موت کی ایک ہی چنگاری اُسے جلا کر خاکستر کر دے گی۔ پھر وہ کبھی واپس نہ لوٹ سکیگی لیکن وہ
دکھ سکھ اور رنج و غم سے بے نیاز ہو کر نتیجہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عارضی سامانِ تعیش کے نشہ میں مخمور منزلیں
طے کرتی رہی۔ اس نے اپنے دامن میں گل و خار کا ایک وسیع ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔ گناہوں کی گٹھڑی اس پر دھری
تھی۔ گٹھڑی سے اوپر موت کی خوفناک آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ موت.. دن بدن اپنی شکل بھیانک بنا رہی
تھی۔ زندگی کی اس تیز رفتار پر۔ موت کو غصہ آیا، اس نے چنگھاڑ کر زندگی سے کہا۔ او نا عاقبت اندیش زند
کیا ستر سالہ منزلیں طے کرنیکے بعد بھی تیرا جی نہیں بھرا۔ کیا تیری آنکھوں میں اب بھی کوئی نشہ باقی ہے؟ کیا
سینہ میں اب بھی کوئی ارمان زندہ ہے؟ حالانکہ میں ستر سال سے تیرے تعاقب میں برابر چلی آتی ہوں۔
زندگی پھر مسکرائی۔ اور موت سے گویا ہوئی ...... اے موت! تو صرف ستر سال کے چند لمحوں کا ذکر کر
ہے جس میں میں نے آرام نہیں کیا۔ اور نہ ہی دنیا کا کوئی لطف و فائدہ ہی اٹھایا۔ تو پوچھتی ہے میری آنکھوں
کوئی نشہ باقی ہے۔ میرے دل میں کوئی ارمان زندہ ہے۔ تجھے کیا معلوم کہ میرے سینہ میں کیا پوشیدہ ہے
اے موت!! میرے سینہ میں اب بھی ارمانوں اور امیدوں کا ایک بحرِ بیکراں پوشیدہ ہے۔ میری آنکھوں
آرزوؤں کا نشہ باقی ہے۔ پچ پوچھو تو میں نے دنیا میں کچھ بھی نہیں دیکھا۔ تو شاید میرے احوال سے اچھی طرح واقف نہ
سن! کہ میں نے یہ ستر سال کیسے گذارے۔

میں ایک امیر کا لڑکا تھا۔ بچپن کی زندگی عیش و عشرت میں گذری۔ بچپن نے جوانی کی بہارِ فرو... ان میں
رکھا۔ اور سر سے والدین کا سایہ اٹھ گیا۔ تمام جائداد میرے ہاتھ آئی۔ چونکہ میں اپنے والدین کا سب سے بڑا لڑکا
میں نے جائداد اور دولت کو صرف اپنا بنانے کی خاطر اپنے تین سگے بھائیوں کو مروا ڈالا۔ دو سوتیلے بھائیوں نے
میں دخل اندازی کرنی شروع کی تو ان کا بھی خاتمہ کر دیا۔ یہاں تک کہ جائداد کا کوئی وارث اور دعویدار باقی نہ
دن رات دولت کے جمع کرنے میں کوشاں تھا۔ لیکن دولت کی دھن نے مجھے پل بھر چین نہ لینے دیا۔ میر
[illegible] کی محفلیں گرم رہتیں [illegible] غریبوں اور مزدوروں کے خون سے [illegible] محفلوں کی زینت بڑھائی۔ غریبوں
[illegible] کیلئے اپنا

تا لیکن [illegible] غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کی محنت سے استحصال کرکے جمع ... کرتا رہا۔ میں نے
ت سے اکٹھا کرنے میں جو جو قربانیاں دی ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ کبھی یتیموں کی آہوں اور غریبوں کی صداؤں
کی پرواہ نہیں کی۔ میرے کارخانوں میں ہزاروں مزدور خون پسینہ ایک کرتے رہے۔ میں صرف انھیں چند
دکھلا کر دولت کے انبار لوٹتا رہا۔ اور آج دنیا مجھے دھرماتما کہتی ہے۔ لوگ مجھے سیٹھ، ساہوکار اور نہ معلوم کن
ناموں سے یاد کرتے ہیں ..... میری اونچی اونچی عمارتیں میری موٹر ٹیکسیاں۔ میرے کارخانے۔ میری دولت و
لاد بھی کچھ میری عزت کا باعث ہیں۔ لیکن اے موت تجھے معلوم ہوتا کہ میں نے کن کن مصائب سے یہ دولت جمع کی ہے
د کبھی میرے قریب بھی نہ آتی۔

زندگی کی اس ظلم انگیز تقریر سے موت کو بہت طیش آیا۔ اس نے دوبارہ چنگھاڑ کر کہا اے ظالم زندگی تو نے خلقِ خدا کو
ف پہنچا کر ظلم و زبردستی سے دولت جمع کیا ہے۔ مذہب کی آڑ لیکر غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ
ی، تیرا ہر ایک لمحہ ظلم کے فسانوں سے لبریز ہے ..... کیا تو مجھے بھول گئی تھی؟ کیا تجھے رب العالمین کا فرمان یاد نہیں
(كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ) ..... تو نے کونسی دنیا کے لئے یہ دولت جمع کر رکھی ہے۔ یاد رکھ تیرا وقت
یب آچکا ہے ..... اب تیری مسکراہٹیں کس بیدردی کی یاس انگیز گھٹاؤں میں روپوش ہو جائیگی۔ میں بحکم رب العالمین
ایک ایسی دنیا میں لے جاؤنگی جہاں سے تو کبھی واپس نہ لوٹ سکیگی۔ تیرے تمام خزانے مل کر بھی تجھے دنیا میں ایک پل
واپس نہ لا سکیں گے۔ تیرے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد تیرے اہل و عیال میں دولت کی تقسیم پر جھگڑا ہوگا۔ ظلم و
م سے لوٹی ہوئی دولت رتی رتی کرکے ختم ہو جائے گی۔ تیرے بعد عیش و طرب کی محفلیں باقی رہیں گی اس کے بدلے
ے اعمال میں رہتی دنیا تک گناہوں کا ایک وسیع ذخیرہ جمع ہوتا رہے گا اور تو عذاب الٰہی سے ہرگز اپنی گردن نہ اٹھا
ے گی۔ بڑی بات تو یہ ہے کہ تو نے عارضی دنیا کی چند روزہ راحتوں پر آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو قربان کر دیا
دربارِ خداوندی میں ہمیشہ کیلئے روسیاہ ہوگئی آج تیرے کارخانے، موٹر ٹیکسیاں، اونچی اونچی عمارتیں تیری دولت اور
لاد کیا تیرے کام آسکیں گی؟ دیکھ اب تجھے میں کس طرح اپنی آغوش میں لیتی ہوں ——— یہ کہکر موت زندگی کے قریب
اور چاہتی تھی کہ اپنی آغوش میں لے لے فوراً ہی زندگی نے چلا کر کہا کہ ٹھہر اے ظالم موت ٹھہر اپنے سیاہ پنجوں کو مجھ میں پیوست کرنے
پیشتر میری چند باتیں سن لے۔
سن! بڑی ہی بڑی مصیبتوں سے اِن دولت کے انباروں کو جمع کیا ہے۔ میری تجوریاں سونے روپئے سے بھری پڑی ہیں کم از کم
کی اپنے ساتھ لیجانے دے [illegible] دیا ورنہ میں اپنے تمام خزانے کو آگ لگا دونگی تاکہ میرے بعد میری جائداد کا کوئی حقدار نہ رہے۔ موت نے کہا افسوس
[illegible] تو دولت کو آگ لگانے کی سوچ رہی ہے کاش تو وقت سے پہلے ہی کچھ کر سکتی
[illegible] ت کر دیئے ——— غروب ہونے والے آفتاب کی آخری کرنوں نے

تعارف

بمبئی گودام ایکٹ
شائع کردہ:۔ ڈائرکٹریٹ آف پبلسٹی حکومت بمبئی ۔ بمبئی ۔ قیمت ایک آنہ
یہ کتابچہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، حکومت بمبئی نے اس غرض سے شائع کیا ہے کہ پیداوار کی حفاظت کیلئے حکومت نے جو گودام بنوائے ہیں، ان سے فائدہ کیسے اور کیونکر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کتابچہ تیس صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے دو صفحات میں وزیر مالیہ جناب وینکٹیشور ایل مہتا صاحب نے پیش لفظ لکھکر گودام ایکٹ کا تعارف کرایا ہے

منظم خفیہ جماعت
شائع کردہ:۔ ڈائرکٹریٹ آف پبلسٹی حکومت بمبئی ۔ بمبئی ۔ قیمت درج نہیں۔
جولائی سنہ ۱۹۵۱ء میں پہلی بار حکومت بمبئی نے اس کتابچہ کو شائع کیا ہے۔ اس کتابچہ میں کمیونسٹ پارٹی کی خفیہ تنظیموں اور اسکیموں کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے جنکا پتہ حکومت نے قابل اعتماد ذرائع سے چلا لیا ہے۔ کتابچہ میں ان تمام وسائل کو ایک ایک کرکے بیان کیا گیا ہے جن کو کمیونسٹ اختیار کرکے اپنے مقصد کی تشہیر کرتے ہیں۔

بمبئی ترقی کی راہ پر
شائع کردہ:۔ ڈائرکٹریٹ آف پبلسٹی حکومت بمبئی ۔ بمبئی ۔ قیمت چار آنہ۔
حکومت بمبئی اس نام سے کتابوں کا ایک سلسلہ شائع کر رہی ہے جنمیں اکتوبر ۱۹۴۶ء سے لیکر مارچ ۱۹۴۹ء تک سرکاری کاموں اور سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کا نمبر ۵ تعلیم ہے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ نمبر ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ابتدائی جبری تعلیم، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم، زراعتی، جسمانی، فنی و صنعتی اور پیشہ ورانہ تعلیم، غرضکہ تمام تعلیمی شعبہ جات اور ان کی عمدہ ترقی کو دکھایا گیا ہے، نیز فوجیوں کے بچوں اور نیز واسی طلباء کی تعلیم کے لئے حکومت نے کیا کیا سہولتیں مہیا کیں اسکی وضاحت کی گئی ہے۔ ہر قسم کی تعلیمی ترقی کے اعداد و شمار بھی پیش کئے گئے ہیں۔ کتاب [illegible] ہے۔ دیہاتی [illegible] تعلیم کے متعدد فوٹو بھی دیئے گئے ہیں جو موقعہ [illegible]

[illegible] شائع کردہ:۔ ڈائرکٹریٹ آف پبلسٹی حکومت [illegible] قیمت [illegible] روپیہ چار آنہ
[illegible] ہی جی کی [illegible]
[illegible] گئیں۔

[illegible] تقریروں کو ہندی میں پانچ حصوں میں شائع کیا تھا۔ حکومت بمبئی نے ہندی کو اردو کا
جامہ پہنا کر [illegible] اردو داں طبقہ کے لئے اِن تقریروں کو شائع کیا ہے۔
[illegible] تقریروں میں گاندھی جی نے سیاسی، اصلاحی اور اخلاقی، اسی کے ساتھ ۴۷ء کے ناخوشگوار
حادثات، ہندوستانی ریاستوں میں عوامی تحریکات، غرضکہ وقت کے مناسب جس معاملہ میں اظہارِ خیال
کی ضرورت پڑی، اس پر گاندھی جی نے اپنے خیالات کو پیش کیا ہے
ترجمہ میں اکثر مقامات پر بے ربطی پائی جاتی ہے۔ گاندھی جی کی مشہور آپ بیتی "تلاشِ حق" کے نام سے
اردو میں شائع ہوئی ہے اور جو ترجمہ ہونے کے باوجود اصل تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ اگر ان تقریروں کے
ترجمہ کیلئے بھی کسی مناسب شخص کا انتخاب کیا جاتا تو یہ سقم نہ رہتا۔

حیات نو ہفتہ وار | مدیر مسئول:۔ مصلح الدین صاحب صدیقی۔ مرتب:۔ شیخ احمد صاحب۔
پتہ:۔ "حیات نو" گوشہ منزل غریب خانہ۔ حیدرآباد دکن۔ قیمت سالانہ سے ر

ریاست حیدرآباد سے نکلنے والے اخبارات و رسائل میں، اخبار "حیات نو" اس لحاظ سے ممتاز ہے
کہ وہ خالص اسلامی نقطۂ نظر کو پیش کرتا ہے۔ اس اخبار نے اپنی سہ سالہ زندگی میں اظہارِ حق کے مواقع پر پوری
جرأت و بیباکی کے ساتھ دینی نقطۂ نظر کو عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔
چند ناگزیر مجبوریوں کی بنا پر اس اخبار کی اشاعت روک دی گئی تھی لیکن اب نئے انتظام کے تحت اپنی
سابقہ پالیسی کے ساتھ یہ اخبار پھر جاری ہو گیا ہے۔ خدا کرے کہ دین کے اس داعی کو جو دشواریاں درپیش تھیں ان کا
کوئی حل نکل آیا ہو اور وہ خدمتِ دین کے میدان میں ہمیشہ تگ و دو کرتا ہوا نظر آئے۔

آوازِ حق | ایڈیٹر:۔ جناب رعنا صاحب رامپوری۔ پتہ:۔ دفتر آوازِ حق، روم ۱۳۱ سید منزل
ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۳۔ قیمت سالانہ ۲ ششماہی ۱ للعہ سہ ماہی عہ ر

یہ اخبار رسالہ بمبئی سے ابھی حال ہی میں نکلنا شروع ہوا ہے۔ پیش نظر شمارہ میں متعدد دینی، اخلاقی،
اصلاحی، تاریخی و ادبی مضامین شریکِ اشاعت ہیں۔ ابتداء میں ملک کے مشہور انشاء پرداز جناب [illegible] صاحب
[illegible] ایک طویل مگر مرصع نظم کا ایک حصہ دیا گیا ہے۔ موصوف کا ایک مختصر مضمون
[illegible] اشاعت کی زینت ہے۔
[illegible] جو خدمت دین کو سامنے رکھ کر نکلنا شروع ہوا ہے۔ [illegible]
[illegible] عطا فرمائے۔
[illegible] علی خاں صاحب شوز

پتہ :- دفتر سہ روزہ الانصاف ۱۳ شاہ گنج الٰہ آباد (یوپی)

قیمت :- سالانہ بارہ روپیہ۔ ششماہی چھ روپیہ۔ سہ ماہی تین روپیہ۔ فی پرچہ دو آنہ۔ بیرونی ممالک سے [illegible]

عیدالاضحیٰ نمبر چار آنہ۔

سہ روزہ الانصاف چار سال سے ہند و بیرون ہند میں دین کی دعوت بڑی جرأت و بیباکی کے ساتھ پیش کر رہا ہے۔ مضامین، سیاست، اخلاق، معاشرت و معیشت وغیرہ، ان تمام اصناف پر مشتمل ہوتے ہیں جنکی پبلک میں مانگ ہے لیکن پورے ہند میں غالباً یہ صرف الانصاف کی خصوصیت ہے کہ دین کا پہلو اور اسکی دعوت، ہر مضمون میں نمایاں ہوتی ہے۔ بڑی سے بڑی شخصیت پر بشرطِ ضرورت تنقید اور مقبول ترین خیال اگر اس سے دین کو نقصان کا بعید تر احتمال بھی نکلتا ہو، اس کی تردید میں اسے کوئی جھجک نہیں ہوتی۔

حالات حاضرہ پر بے لاگ تبصرہ جس سے مسلمان کو اپنا صحیح مقام معلوم ہو سکے اور پھر اس وقت [illegible] کا تقاضا کیا ہے، اس بارے میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں، بہت ہی ایمان افزا مشورہ، اور دعوتِ عمل دیتا ہے۔

بھارت کے باسی، ایسے مسلمان جو بہرحال اپنا رشتہ دین سے قائم رکھنا چاہتے ہیں، "الانصاف" کا مطالعہ ان کے لئے نہایت [illegible] درس عشق، ذبیحہ قربانی کی حقیقت، اسلام کی انقلابی اسپرٹ، اسلامی تہوار کی حقیقت اور دنیا میں پہلا آخری مرکز عبادت کے عنوان سے بہت شستہ اور پاکیزہ مضامین نے، جن میں، دینی نقطۂ نگاہ سے قربانی اور اس کے متعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ عیدالاضحیٰ نمبر میں جگہ پائی ہے۔ ہر مضمون کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے مسلمانوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی پڑھ سکتے ہیں اور پڑھنے کے بعد یقین ہے کہ اسلام کے بارے میں انھیں حسنِ ظن ہی پیدا ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الانصاف کے منتظمین کو دین کی خدمت کے زیادہ مواقع عنایت فرمائے۔ آمین۔

گلستاں

ترتیب دینے والے :- جناب انجم و جناب روحی۔

پتہ :- دفتر گلستاں، اڈٹ رام روڈ۔ کراچی۔

گلستاں، بچوں کا ماہوار پرچہ ہے جسے اردو کی دوسری تیسری جماعت میں پڑھنے والے بچے بھی آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ بچوں کے مذاق و طبیعت کے مناسب نظم و نثر کے مضامین سے گلستان کو آراستہ کیا گیا ہے بچوں کی [illegible] کارٹون بھی ہیں، جو غالباً مستقل [illegible] بچے [illegible] ہونگے۔ بچوں کو [illegible]

[illegible]

کوائف ادارہ

رئیس ادارہ کی واپسی: رفیق محترم جناب مولنا قاری سید ودود الحق صاحب ندوی مطابق اعلان ۱۵ ستمبر کو بمبئی نہ پہنچ سکے بلکہ ۲۰ ستمبر کو تشریف لائے۔ ۶ اکتوبر سے تبلیغی اسباق کا درس بعد نماز جمعہ، حسب دستور شروع فرما دیا ہے۔ اس اطلاع کا مقصد یہ ہے کہ جو حضرات دور دور سے صرف اس سبق کی وجہ سے، نماز جمعہ سُنی خوجہ مسجد میں پڑھتے تھے، وہ اپنی تشریف آوری کا سلسلہ، جاری کر دیں۔

عید قربان اور ادارہ کی امداد: اب کی عید و بقرعید کے موقعوں پر، اس کا پوری شدت کے ساتھ احساس ہوا، کہ مسلمانان بمبئی کو کافی تعلق ادارہ سے پیدا ہو چکا ہے۔ اور اگر امداد حاصل کرنے کے مروجہ طریقوں کو ادارہ بھی ان مواقع پر اختیار کرتا تو یقیناً اسے، ادارہ کی بڑھتی ہوئی واقعی ضروریات کے [illegible] تک کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی لیکن ایک تو کارکنانِ ادارہ کو مانگنا نہیں آتا، دوسرے مروج طریقوں کو اختیار کرنا، ان کے بس کی بات نہیں۔ تیسرے یہ کہ کارکنان ادارہ صرف کام کی حد تک، اپنے آپ کو جواب دہ اور ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ اس سے آگے، وہ ہر مسلمان سے اپنی اپنی ذمہ داریوں کے احساس اور دینی مطالبات کی بجا آوری کی توقعات رکھتے ہیں۔

لائبریری و ریڈنگ روم: ادارہ کی حدود میں، ایک ایسی لائبریری اور ریڈنگ روم کے قیام کا مسئلہ زیر غور ہے جس میں، مختلف زبانوں میں پائی جانے والی دینی و اخلاقی کتابیں اور رسائل و اخبارات کو فراہم کر دیا جائے، تاکہ لوگوں کو دین حاصل کرنے کا ایک اور موقع بھی حاصل ہو سکے، قوم و ملت کی اصلاح میں لائبریریوں اور دار المطالعوں کو بھی بہت کچھ دخل ہوا کرتا ہے۔ ادارہ تمام مسلمانوں سے اس [illegible] میں اشتراک عمل کی استدعا کرتا ہے ــــ پیش نظر انتظامات کی تکمیل کے بعد قیام و [illegible] اعلان کیا جائے گا۔

[illegible] موقع پر جن حضرات نے چرم و رقم سے ادارہ و مدرسہ کی امداد کی تھی، ان میں سے [illegible] [illegible] و لین اور محمد جلیل صاحب بھنڈی بازار کی رسیدیں، ان کے ناموں [illegible] نام رسیدیں، مشترکہ، بغیر نام کے قطع ہوئیں۔ عبد المجید صاحب کی [illegible] اگرچہ معلوم تھی مگر فروخت کے بعد رقم کا تعین نہیں ہو سکتا

بمبئی میں

فرحت بخش ، دیرپا

عطریات

گلاب ، مشک ، موتیا ، حنا

روح افزا اور مجموعہ

بہترین تیل

چنبیلی ، کیوڑا ، بیلا ، اگر

اور ان کے علاوہ ہر قسم کے عطریات اور تیل جو مشکوک چیزوں سے پاک اور اپنی خوبیوں میں لاجواب ذیل کے پتہ پر بکفایت ملتے ہیں۔

حاجی محمد زکریا اینڈ برادرس پرفیومرز

[illegible]

گجراتی

چھپائی اور لکھائی

قابل اطمنان طریقہ پر کرانا ہو تو اسی کے ساتھ اُجرت (چارجز) بھی مناسب دینا پڑیں تو ذیل کے پتہ پر معاملہ کیجئے:-

ایم ، اے ذریعہ ادارہ تبلیغ الاسلام
۱۰۲ ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ بمبئی نمبر ۹

مصنوعی مکھن کی فروخت

بے گناہ لوگ مجرم قرار دیئے جاتے ہیں

میونسپلٹی کے قانون کے مطابق مصنوعی مکھن بنانا یا فروخت کرنا جرم ہے اور مجرم کو اس جرم میں عدالت سزائیں دیتی ہے۔

صحیح مجرم کون ہے؟ عوام اور خاص طور پر مالکان ہوٹل اس جرم میں آتے ہیں کیونکہ مکھن والے انھیں سستے مکھن کے خریدنے کی ترغیب دیکر لیتا تو سودا کرتے ہیں پس اس آفت سے بچنے کا ایک ہی علاج ہے کہ آپ ذیل کے پتہ سے خالص مکھن یا گھی خریدیں اور ہم یقین دلاتے ہیں کہ اس دکان پر آپ کو مکھن یا گھی کے بارے میں کبھی دھوکا نہ ہوگا۔

[illegible] دکان نمبر ۱۲۶
بمبئی نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مضامین
ایڈیٹر کے نام
ارسال زر
منیجر "عدل" کے نام
ہونا چاہیئے

بدل اشتراک
سالانہ پانچ روپے
ششماہی تین روپے
فی پرچہ ۸/
بیرون ہند سے ساڑھے
آٹھ روپئے

ترجمان ادارہ تبلیغ الاسلام بمبئی

ماہنامہ عدل بمبئی

اعزازی: مولانا قاری سید ودود الحق ندوی — مسئول: خلیل احمد جامعی

جلد ۲ | بابت ماہ صفر سنہ ۷۰ھ مطابق دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء | شمارہ ۶

فہرست

خلیل احمد جامعی [illegible] نے [illegible] پریس بمبئی میں چھپوا کر دفتر عدل ادارہ تبلیغ الاسلام [illegible] سے شائع کیا

شذرات!

دارالعلوم بھوپال

"وسط ہند" کے اس پورے علاقہ میں، جس کے حدود، دہلی سے بمبئی اور حیدرآباد کے درمیان ہیں جسے دوسرے لفظوں میں "سنٹرل انڈیا" سی پی - برار او سے تعبیر کرسکتے ہیں - تنہا بھوپال ایک ایسا مقام تھا - جہاں دینی ضرورتوں کی تکمیل کا بہتر انتظام تھا، اسی دینی ضرورت کے لئے، مناسب اشخاص یہاں دستیاب ہوسکتے تھے -

حالات کی تبدیلی سے جہاں سارا ہندوستان متاثر ہوا، وہاں بھوپال کے نظم ونسق میں بھی ہند نے تبدیلی کی اور چونکہ، حکومت نے اپنی یہ پالیسی طے کی ہے کہ وہ ایک سیکولر (لادینی) حکومت اس لئے اس تبدیلی کا طبعی نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان بھر میں مذہبی تعلیم کے سارے سلسلے کو حکومت اپنے دائرۂ امداد واعانت سے خارج کردیا اور یہ ذمہ داری خود مذہب والوں پر ڈالدی - اور طے پالیسی کے پیش نظر ایسا ہی ہونا ہی چاہیئے تھا -

اس تبدیلی کا نتیجہ کیا نکلا؟ ——— یہی کہ، ہندوستان کا یہ وسطی علاقہ اس فیصلے سے زیادہ متاثر ہوا - کیونکہ حکومت بھوپال کی زیر سرپرستی، یہاں کا سارا دینی نظم حکومت کے ہا انجام پاتا تھا -

دارالعلوم بھوپال کا قیام، ان حالات کا طبعی نتیجہ رہے - کیونکہ لوگوں کو اللہ نے دین کی لبصیر ہے اور جو اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا، اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں، ان کے لئے اس کے کوئی چارۂ کار نہ تھا - کہ وہ اس ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اٹھالیں - اللہ تعالیٰ اپنی نصرتو ان مخلصین کو نوازتا رہے -

دارالعلوم بھوپال کے نظام تربیت ونصاب تعلیم کے دیکھنے کے بعد، بجا طور پر اس بات کہا جاسکتی ہے کہ اس درسگاہ کی تعلیم وتربیت سے فیضیاب ہوکر نکلنے والے ان شاءاللہ تعالیٰ دی پاسبانی کے فریضہ کو ضرور بضرور بجالائینگے -

بھارت کے مختلف حصوں، خصوصاً بمبئی کے مسلمان دارالعلوم کی اہمیت کا احساس

پنے دلوں میں پیدا کریں کہ وقت کا یہ بھی ایک ضروری تقاضہ ہے۔

وزیر اعظم کی سواری

۱۹۵۰ء یا ۴۸ء؟ نومبر کی ایک شام کو، بمبئی کے ایک مشہور بازار سے بھارت کے وزیر اعظم کی سواری گزری۔ سواریاں گذرا ہی کرتی ہیں، سواریوں کا گذرنا کوئی تعجب اور حیرت میں ڈال دینے والی بات نہیں۔ البتہ اس سواری میں بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں پنہاں تھیں۔ یوں تو میلوں کی مسافت میں سڑک کے دونوں طرف، زائرین اور مشتاقانِ دید کا، ایک سمندر لہریں لے رہا تھا۔ لیکن ان تماشائیوں میں بعض ایسے بھی تھے، جو اتفاقاً، پہلے سے کسی علم کے بغیر، اس گذرگاہ پر پہنچ گئے تھے۔ ان کی چشمِ عبرت بیں نے کیا کیا دیکھا اور سوچا؟ —— یہی کہ:-

۱- پولیس کے سپاہی اور ذمہ دار افسر اُسی طرح انتظام میں غلطاں و پیچاں ہیں، جس طرح اُس وقت کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے، کسی بدیسی کی سواری گذرا کرتی تھی۔

۲- کہ یہ سواری، اُس وزیر اعظم کی ہے جو جواہر لال کے نام سے صدر المہامی کی مسند کی زینت ہے۔ اور جسے انتظام کے چکر نے، ان تکلفات کی پذیرائی پر مجبور کر دیا ہے۔

۳- کہ یک لخت، دماغ کی مشین پورے تیرہ ۱۳ سال پیچھے کی طرف گھوم گئی۔ یہ ۱۹۳۷ء کا زمانہ ہے جبکہ کانگریس پہلی بار ہند کے اکثر صوبوں میں پارلیمنٹری طور پر، برسراقتدار آئی تھی اور حکومت کی ذمہ داریوں کو اب اُسے اپنے کاندھوں پر اٹھانا تھا۔

۴- کہ پھر دماغ میں معاً یہ خیال گردش کرنے لگا کہ گاندھی جی نے اس موقع پر، حکومت کا منصب سنبھالنے والوں کو نصیحت کی تھی کہ:-

"صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے طرز حکمرانی کو اپنے لئے نمونہ بناؤ"

۵- کہ پھر دماغ میں ایک غیر معمولی تلاطم برپا ہونے لگا۔ یہ سوچ کر کہ، صدیق اکبرؓ نے، اپنے زمانۂ خلافت میں دوستوں کے اصرار اور امورِ خلافت کی انجام دہی میں مصروفیت کے باعث —— کسبِ معاش کا موقع نہ پاکر، جو معمولی مشاہرہ، بیت المال سے لینا، قبول کیا تھا، مرنے سے پہلے اس کی بابت بھی گھر والوں کو وصیت کر دی کہ ان کی فلاں ملکیت کو بیچ کر واپس کر دیا جائے۔ یہ اور اسی قسم کی اور کئی باتوں کے پیشِ نظر آپ کے جانشین عمر فاروقؓ کو کہنا پڑا کہ "ابوبکرؓ نے اپنے جانشین کے لئے بڑا سخت نمونہ چھوڑا ہے"

اب عمر فاروقؓ کو دیکھئے کہ ان کا زاہدانہ طریق زندگی، کہا جا سکتا ہے کہ صدیق اکبرؓ سے بھی بڑھ گیا تھا۔ گننے والوں نے یک وقت ستر و ستر و پیوند، آپ کے کرتہ میں شمار کئے ہیں اور طرز حکمرانی

تو وہ بے نظیر نمونہ چھوڑا کہ دنیا ترقی کی اس معراج پر پہنچ جانیکے باوجود اُس طریقِ حکمرانی کی خوبیوں
اعتراف کرتی ہے۔
۹۔ کریپر حافظہ نے، چوتھائی صدی پہلے کے اس سواری والے سے متعلق واقعات کی طرف خیال
باگ موڑدی کہ پنڈت جی اسٹیشن روڈ لکھنؤ کے ایک "معلوم" بنگلہ پر کبھی کبھی قیام فرماتے تھے
اور ان سے محبت کرنے والے کس آسانی سے اُن تک پہنچ جاتے تھے۔ پھر ۱۹۳۳ء کا وہ یادگار دور بھی
یاد آگیا کہ حالات کی انتہائی ناسازگاری کے باوجود (اگرچہ یہ داستان بہت طویل ہے مگر مختصراً
یہ کہ) محض "انسانیت" کی خدمت کے پیشِ نظر، لکھنؤ کی ایک فعّال (اُس زمانہ میں) جماعت
انجمن اتحاد و ترقی" نے پنڈت جی کو اپنے یہاں تشریف لانے کی زحمت دی۔ اور اس کے فوراً
ہی بعد ہند کی سیاست نے پھر ایک نیا رُخ پکڑا۔
اتنے میں (محسوس ہی نہ ہوا کہ) سواری، ہوا کے ایک تُند جھونکے کی مثال گذر گئی۔ مگر دل ہی
سوچتے رہے کہ "انسانی مساوات" کا مفہوم کیا ہو سکتا ہے؟ اور مادی نگہبانوں کے بجائے اخلاق
کے پاسبان کو بر سرِ کار آنے میں ابھی کتنی مدّت باقی ہے۔

خطرۂ عظیم کمیونسٹ چین کا تبّت پر فاتحانہ اقدام اور فتحیابی، یہ اس بات کا اعلان ہے
کی اشتراکی سیلاب کا رُخ اب براہِ راست ہند کی طرف پھر گیا ہے اور اب
روس کی وہ دیرینہ آرزو (اشتراکی مفکرین کے مزعومات کے پیشِ نظر) بظاہر پوری
ہوتی ہوئی نظر آتی ہے جسکا خواب وہ تقریباً بیس سال سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے
کہ اس خواب کو ایک "خیالِ پراگندہ" آج بھی (جبکہ ہند کے سامنے، بہت سے الجھے ہوئے مسائل
اور بہت سی پیچیدگیاں ہیں) بنایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم فرقہ وارانہ چپقلشوں کا خاتمہ کر کے، فضا
ہموار اور خوشگوار بنا ڈالیں اور باہمی اختلافات کو وہ مقام دیا جائے جو ایک گھر کے متعدد ارکان
کی باہمی شکر رنجی کو دیا جاتا ہے۔
۱۹۴۷ء کے ختم ہوتے ہی اگر ہم نے ہندوستان کے مستقبل کی حفاظت کے لئے۔ کوئی
آخری فیصلہ کر لیا ہوتا اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے اپنی ساری قوتیں صرف کر ڈالی ہوتیں
تو یقیناً آج کی صورتِ حال، ہمارے لئے کچھ بہت زیادہ باعثِ فکرمندی نہ بنتی۔ اگرچہ کام تھا
بہت ہی صبر آزما اور محنت طلب، کیونکہ ہندوستان کی بعض جماعتیں، جس قسم کے خیال اور
[illegible] وقت ضائع کر رہی تھیں وہ چونکہ عوام پسند تھے اس لئے زیادہ تر انھیں کے اثرات

لک کی فضا پر چھائے ہوئے تھے۔

اور آج بھی، اگرچہ بظاہر ان کی وہ چھاپ نظر نہیں آتی۔ لیکن دل انہیں خیالات سے مسحور ہیں اور مستقبل قریب میں ہونے والے الکشن میں اپنے آپ کو کامیاب بنانے کی خواہش، ممکن ہے کہ اس کی جلد ویری طرح چاک کر ڈالے اور ہند کی فضا میں پھر ایک تلاطم برپا ہو جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ صورت حال اچھی نہ ہو گی۔ ہمارے ملک کو اس سے بڑا نقصان پہنچیگا۔

ان حالات میں مسلمان کا موقف کیا ہے؟ اس کو واضح کرنے کے لئے اختصار کے ساتھ اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ہندوستان کے پھیلے ہوئے وسیع علاقہ میں عام طور پر مسلمان نے اپنے عمل سے اس بات کا ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ وہ ہندوستان کو اپنا وطن سمجھتا ہے، سمجھانا چاہتا ہے۔ اور وطن کی عزت کو اپنی عزت اور اگر اسے موقع دیا جائے تو وہ ممکن خدمات بجا لانیکو بھی تیار ہے۔

کعبہ کے زیر سایہ ۷۸ سال

دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کی ۷۹ ویں سالگرہ

ندائے حرم کی گیارھویں منزل کا آغاز

کسی قوم کے برحق اور زندہ و محکم بنیادوں پر کھڑے ہونیکی دلیل اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ جب اسے خدا کے تاریخی
نون کے زیر اثر تمدنی. سیاسی اور علمی زوال سے گذرنا پڑ رہا ہو تو اس نازک ترین لمحہ میں بھی اس میں ایسی شخصیتیں
یدا ہوتی رہیں جو وقت کے تقاضوں کو پورا کر سکیں ۔ امت محمدیہ بھی ایسی امت ہے کہ جو اس معیار پر پوری اترتی
آپ کو دُور جانے کی ضرورت نہیں ۔ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں جب ہندوستان کی اسلامی حکومت
ع کی حالت میں موت و زیست کے لمحات شمار کر رہی تھی اور برطانوی قوم ہمارے سیاسی اور تمدنی سطح پر
ماتی چلی جا رہی تھی، مسلمان اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے نیک دل علماء بھی احساس کمتری اور اپنی شکست خوردہ
ہنیت سے مرعوب ہوئے چلے جا رہے تھے ۔ یہ سب کچھ نہ صرف سیاسی پہلو کی حد تک تھا بلکہ برطانوی قوم اپنے
یسائی مبلغین کے ذریعہ ہندوستان سے حکومت اسلامی کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دین و ایمان کا بھی
تمہ کرنے پر تلی ہوئی تھی اور اپنی سلطنت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کیلئے جو کچھ کر رہی تھی اُس وقت ان کی دسیسہ
ریوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے والا اور باطل پرستوں کے مقابلہ پر کلمۂ حق بلند کر کے مسلمانوں کو اس فتنہ سے
انے والا کوئی بھی پوری قوم میں بظاہر نظر نہ آتا تھا۔ علماء اپنے سیاسی اقتدار سے مایوس ہونیکے ساتھ ہی عیسائیوں
مذہبی لٹریچر سے بھی باخبر نہ تھے ۔ اور اس لئے اس نئے میدانِ مناظرہ کو سر کرنے کی کوئی صورت جس کا چیلنج دن
ت عیسائی پادریوں کی طرف سے اسلام کو دیا جا رہا تھا، انھیں نظر نہ آتی تھی ۔ ایسے نازک حالات میں اسلام کے
امنے کو پورا کرنا اور دین کے دفاع کیلئے کمر بستہ ہو جانا کوئی معمولی کام نہ تھا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ امت محمدیہ کی
ہی امتیازی خصوصیت جس نے ہر نازک موقعہ پر ہمیشہ سہارا دیا ہے یہاں بھی مجاہد اسلام عارف باللہ آیت من آیات اللہ حضرت

مولانا محمد رحمت اللہ صاحب عثمانی کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں سامنے آگئی انھوں نے عیسائیت کا مطالعہ کرنیکے بعد پادری فنڈر کے چیلنج کو جو وہ جامع مسجد دہلی کے سامنے علمائے اسلام کو دیتا رہتا تھا قبول کر کے دعوتِ مناظرہ کو منظور کرلیا۔ یہ ایسی دعوتِ مناظرہ نہ تھی جس میں منطقی تاویلات سے مخاطب کو خاموش کر دینا ہی کافی خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ ایسی دعوتِ مناظرہ تھی جسکے جج انگریزی حکام، با اثر اشخاص اور ذی علم ہندو اور مسلمان مقرر کئے گئے تھے۔ جس حق پرست مناظر کو اپنی صداقت پر لازوال اعتقاد ہو وہ انسانی مکر و فن سے کبھی خوف زدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسکی حق پرستانہ طاقت، باطل کے دل و دماغ پر بھی قبضہ کرلیتی اور انسانی ضمیر کو بیدار کر کے اعترافِ صداقت پر مجبور کردیتی ہے۔ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۴ء) میں بمقام اکبرآباد (آگرہ) مولانا مرحوم کا پادری فنڈر سے مناظرہ ہوا۔ مگر پادری فنڈر جسکی اعانت کیلئے پادریوں کی ایک فوج موجود تھی تاب نہ لاسکا۔ تین روز مناظرہ کیلئے رکھے گئے تھے مگر پادری فانڈر نے دو روز میں ہی راہِ فرار اختیار کی۔ یہ مناظرہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان فیصلہ کن ثابت ہوا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائیت کے تابوت میں آخری میخ ٹھونک دی۔ اور پادریوں کے حوصلے ہمیشہ کیلئے پست ہوگئے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو مرتد بنانا انھوں نے جتنا آسان سمجھا تھا اس مناظرہ کے بعد ان پر حقیقت کھل گئی کہ یہ آسان کام نہ تھا بلکہ عیسائیت کی ساکھ کو زبردست دھکا لگا۔ اور ہندوستان میں اسلام اس فتنہ سے ہمیشہ کیلئے محفوظ ہوگیا اور اس کا بازاثر اتنا بہتر مرتب ہوا کہ وہ تمام تاریکی جو مذہبی فضاؤں پر پھیلی جا رہی تھی یک لخت ہی کافور ہوگئی اور کسی کو اسلام کے برسرِ حق ہونے میں کوئی شبہ تک بھی باقی نہ رہا۔

مولانائے مرحوم کی تبلیغی جد و جہد ان مناظروں ہی تک محدود نہیں رہی تھی۔ بلکہ انھوں نے ان علمی پہلوؤں کو عام کرنیکے لئے جو مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے انھیں حاصل ہوئے تھے کئی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف کیں۔

(۱) اظہار الحق:۔ (عربی) یہ کتاب دراصل آگرہ کے مناظرہ کی علمی یادداشت ہے جسے خلیفۃ المسلمین سلطان عبد العزیز خاں اور صدرِ اعظم بابِ عالی کی خواہش پر ۱۲۸۰ھ میں مولانا علیہ الرحمہ نے قسطنطنیہ میں مکمل کر کے سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کیا اور جس کا ایک ترک عالم نے صدرِ اعظم موصوف کے حکم پر عربی سے ترکی زبان میں "ابراز الحق" کے نام سے ترجمہ کیا۔ مولوی محمد سلیم صاحب مرحوم نے اردو میں اسکا ترجمہ کیا تھا جسکی طباعت کی نوبت نہ آسکی۔ گجراتی ترجمہ مولوی غلام محمد صاحب راندیری نے شائع کرایا۔ نیز انگریزی اور یورپ کی متعدد زبانوں میں بھی حکومت عثمانیہ نے تراجم شائع کرائے۔ مصر میں بھی اس کتاب کے کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

اس تصنیف کی کیا اہمیت تھی جسے اتنی زبانوں میں شائع کیا گیا؟ اس چیز کا اندازہ کرنے کے لئے آپکو آج سے ۱۸۸۰ء قبل کے ٹائمز آف لنڈن کے حسب ذیل تبصرہ کا یہ خود مطالعہ کرنا چاہیے۔

لوگ اگر اس کتاب کو پڑھتے رہیں تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہوجائیگی (ٹائمز آف لنڈن)

نواب حاجی محمد اسمٰعیل خانصاحب مرحوم رئیس دتاؤلی ضلع علیگڈھ نے اخبار مذکور کا یہ تراشہ اور "اظہار الحق"

کے متعلق اس کا مذکورہ بالا تبصرہ خود مولانا مرحوم کو اُس وقت مکہ معظمہ میں لیجا کر دیا تھا جبکہ موصوف فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ معظمہ پہنچے تھے۔

(۲) ازالۃ الاوہام (فارسی) مولانا کی دوسری قابل قدر تصنیف ہے جس میں عیسائی فرقہ کے عقائد و تصورات کی دھجیاں بکھیری گئی ہیں۔ اس کا ایک نسخہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

(۳) ازالۃ الشکوک (اردو) دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ بھی ان ہی شیطانی وساوس کی مدافعت کے لئے لکھی گئی تھی جسے انگریزی اقتدار پھیلا کر اسلامی فضا کو زہر آلود کرنا چاہتا تھا۔

(۴) اعجاز عیسوی، بائبل کے غیر معتبر اور تحریف شدہ ہونے کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے لکھی گئی۔ یہ بھی دو مرتبہ شائع ہو چکی ہے ——— ایسے ہی چند دیگر تصانیف بھی ہیں مثلاً اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث، بروق لامعہ (پیغمبر اسلام کی رسالت کے دلائل میں)، البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف (بائبل کی تحریف کے بعض نئے پہلوؤں کو نمایاں کرنے کے لئے) معدل اعوجاج المیزان (پادری فانڈر کی کتاب "میزان الحق" کے جواب میں)، تقلیب المطاعن (پادری لاسمند کی کتاب "تحقیق دین حق" کے جواب میں) معیار التحقیق (پادری صفدر علی کی کتاب "تحقیق الایمان" کا دندان شکن جواب۔

غرضکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے اپنی تمام علمی اور عملی صلاحیتوں کو وقف کر دیا تھا۔ جس کا نتیجہ بھی خدا کے فضل سے وہی نکلا جسکی مخلصانہ جد وجہد سے توقع کیجا سکتی تھی۔ برطانوی قوم کا اقتدار اگرچہ تقریباً ایک صدی تک ہندوستان کے گوشہ گوشہ پر قائم رہا۔ مغربی تعلیم گاہوں نے بھی مسلمان نوجوانوں کو اپنے مذہب سے بدظن کرنیکی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن آپ برطانوی اقتدار کی پوری تاریخ دیکھ جائیے کہیں بھی آپکو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوسکے گی کہ مسلمانوں کا رجحان عیسائیت کی طرف ہوا ہو۔ عربی النسل یا دوسرے ایسے خاندانوں کو تو چھوڑ دیجئے جن کا تمدنی اور تعلیمی معیار بلند تھا، ان مسلمان گروہوں میں بھی عیسائیت کو پھیلتے ہوئے نہیں دیکھ سکیں گے جو ہندو قوم کے پست طبقات سے اٹھ کر مسلمانوں میں شامل ہوئے تھے، گویا کہ پوری مسلم سوسائٹی کو اس خوفناک کفر و الحاد سے بچانے میں اللہ کے فضل و تائید سے مولانا مرحوم کو کامیابی حاصل ہوئی۔

اگرچہ مذہبی محاذ پر عیسائیت کو مولانا مرحوم نے شکست دیدی تھی مگر سیاسی محاذ پر عیسائیت کی فتحیابی کے اثر بد کو دور نہ کیا جا سکا۔ انقلاب ۱۸۵۷ء میں حضرت مولانا نے عملی حصہ لیا اور جہاد بالسیف کیلئے میدان میں آگئے لیکن مشیت ایزدی اور نامساعد حالات سے مجبور ہو کر اپنے رفقاء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب جیسے صلحاء کی ایک جماعت کے ساتھ ہجرت کی نیت سے مولانا مرحوم مکہ معظمہ روانہ ہو گئے وہاں امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خاں اعظم خیر الدین پاشا تونسی صدر اعظم باب عالی کی ایک ایسی غلط فہمی دور کرنے کا فرض انجام دیا جس کے ذریعہ پادری فانڈر دوبارہ [illegible] مضبوط بنا لینا چاہتا تھا۔ اس کے بعد مولانا نے مکہ معظمہ میں ایک ایسے دار الـ

اور کہنے میں کامیابی حاصل کی جو مرکزیت کی شان رکھتا ہو۔ مختلف زبانیں جاننے والے علماء اس میں درس تدریس
کا سلسلہ جاری رکھ سکیں اور ایسا نصاب تعلیم رائج کیا جائے جو دینی اور دنیوی ضروریات کا کفیل ہو۔ گویا کہ کئی
صدیوں کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی درس گاہ کا زمینِ حرم پر احیاء کر دیا گیا تا کہ امت محمدیہؐ جو زمانۂ نبوت
سے دور تر ہوتے جانے کی وجہ سے اپنے تصور حیات، اپنے نظامِ عمل اور اپنی ولولہ انگیز جد وجہد کو فراموش
کرتی جا رہی تھی، پھر اسی مرکز پر آسکے جہاں سے اس کا پہلا قدم اٹھا تھا۔
خدا کا کوئی مخلص اور نیک بندہ جب وقت کا کوئی تقاضہ پورا کرنے کے لئے قدم اٹھاتا ہے تو خدا بھی اس کے لئے
سبب سامان کر دیتا اور اس جد وجہد کو کامیاب بنا دیتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ ۱۲۹۱ھ میں کلکتہ کی
ایک بیوہ مگر عالی ہمت اور مخیر خاتون صولت النساء بیگم نے دار العلوم کی تعمیر کے لئے ایک مشت تیس ہزار روپیہ مولانا
کے حوالہ کر دیا اور ۱۲ محرم ۱۲۹۲ھ کو دار العلوم حرم صولتیہ کا قیام عمل میں آگیا۔ کوئی شک نہیں کہ مولانائے
مرحوم کو اس سلسلہ میں صرف اقتصادی مشکلات ہی سے نہیں گذرنا پڑا بلکہ انگریزی حکومت اور بدقسمتی سے خود
حکومت عثمانیہ کی پیدا کردہ رکاوٹوں سے بھی گذرنا پڑا۔ کیونکہ دونوں اپنے اپنے نقطہائے نظر کے تحت مشتبہ
تھے۔ لیکن مولانا کی حکمت عملی، ان کی پرخلوص صداقت اور ان کا بیدار عزم وارادہ تائید ایزدی سے کامیاب
ہو کر رہا اور خدا کا شکر ہے کہ آج تک کامیاب ہے۔ اس دار العلوم صولتیہ نے جیسے جیسے فرزندان اسلام پیدا کئے
ہیں ان کی نظیر بہت کم مدارس پیش کر سکیں گے۔ اندازہ کرنے کیلئے شاید اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ ہندوستان کے
کے مشرقی جزائر (جاوا وساٹرا وغیرہ) کے مسلمانوں میں جو دینی بیداری اور سیاسی شعور پایا جاتا ہے وہ سب کچھ آپ
کے اس دار العلوم حرم صولتیہ ہی کے پرجوش فرزندان اسلام کا کارنامہ ہے۔ جاوا وساٹرا میں نہ مذہبی تعلیم کا رواج
تھا، نہ کوئی درسگاہ تھی۔ لیکن آج وہاں کئی مذہبی کالج دار العلوم حرم صولتیہ کے فرزندان کی مخلصانہ اور مجاہدانہ
جد وجہد سے اعلیٰ پیمانہ پر جاری ہیں جن میں دینی و دنیوی دونوں قسم کی تعلیم دیجاتی ہے۔ کئی باعمل جماعتیں انجمنوں
کی شکل میں کام کر رہی ہیں۔

دار العلوم کی اہمیت — جو دار العلوم دور دراز ممالک میں بھی ایسی مذہبی خدمات انجام دے رہا ہو کہ وہ خود
مرکز اسلام (مکہ معظمہ وجزیرۃ العرب) کے لئے کسقدر مفید ہے اور اسکی خدمات و
مساعی سے دنیائے اسلام کو کیا فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا بھی کچھ مشکل نہیں۔
آپ اگر دار العلوم حرم کی عظیم الشان کئی منزلہ عمارات اس کی تعلیمی کارکردگی۔ تبلیغی جد وجہد۔ اسلامی
ممالک کے مہاجرین کی خدمات سے ابتک باخبر نہیں ہیں تو کم از کم آج اس کمی کو پورا کر لیجئے۔ تا کہ آپ ایک نہایت
بنیادی مذہبی فریضہ انجام دینے کا فخر حاصل کر سکیں۔

یہ دار العلوم تقریباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ کے بجٹ سے مذہبی، اخلاقی اور روحانی تعلیم ہی نہیں دیتا، حجاج کرام کی بھی بہت سی مفید خدمات انجام دیتا ہے۔ زمانۂ حج میں اس کی تمام وسیع عمارات پاکستانی و ہندوستانی حجاج کی رہائش کے لئے کھول دی جاتی ہیں۔ نہ کرایہ لیا جاتا ہے اور نہ کوئی فیس وغیرہ جو حجاج سفر کی زحمتوں سے بیمار ہو جاتے ہیں "صولتیہ دار الشفاء" سے انھیں ہر ممکن طبی امداد دی جاتی ہے اور یہ بھی بغیر فیس اور معاوضہ۔

جدہ میں اسی تعلیمی ادارہ کے زیر اہتمام ایک وسیع عمارت "حجاج منزل" کے نام سے زیر تعمیر ہے۔ جدہ میں حجاج کرام ہر طرح کی رہائشی سہولتیں حاصل کرسکیں اور آرام پا سکیں۔ یہاں بجلی کی روشنی، مسجد ہے۔ شربت، برف اور ہر مذاق کے کھانوں اور دیگر ضروریات کی دکانیں بھی کھل ہوئی ہیں جن سے حجاج بآسانی اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انتظام ایسے ہاتھوں میں ہے کہ اجنبیت محسوس نہیں کرتے اور زبان عربی سے ناواقفیت کی بنا پر ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

دار العلوم حرم صولتیہ ایسا مفید مرکزی ادارہ جس کا تحفظ و بقا آپ کا فرض ہے۔ صرف درسگاہ ہی نہیں بلکہ آپ کی تمام دینی و دنیوی ضروریات کو اس اجنبی ملک میں بسہولت پورا کرنے کا ذریعہ بھی ہے جسے باقی و قائم رکھنا اس کی ترقی کے لئے کوشش کرتے رہنا آپ کا ناقابل فراموش فرض ہے۔ آپ جو رقم بھی اس ادارہ پر صرف کریں گے وہ دنیا میں بھی آپ کے کام آئے گی اور آخرت میں بھی آپ کے لئے لاکھ گونا اجر و ثواب کا باعث ہوگی۔ اسی بنا پر آپ سے ہماری یہ درخواست ہرگز بے محل نہ ہوگی کہ اس کار خیر اور صدقہ جاریہ میں خود حصہ لیں۔ اپنے احباب کو توجہ دلا کر شرکت کی دعوت دیں اور ہمارے کام میں ہمارا ہاتھ بٹا کر عند اللہ ماجور و عند المسلمین مشکور ہوں۔

ندائے حرم حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب عثمانی کیرانویؒ نے جس تبلیغی مشن پر اپنی زندگی کے لمحات صرف کئے، جس غرض کے لئے انھوں نے ہجرت فرمائی اور جس فرض کو انجام دینے کے لئے انھوں نے ایک عظیم الشان درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اسی مرکزی درسگاہ کے مقاصد کی اشاعت واسطے "ندائے حرم" (جو آج گیارھویں سال میں قدم رکھ رہا ہے) محرم ۱۳۶۶ھ میں ہندوستان کے قلب سے جاری کیا گیا تھا۔ ہندوستان کے تباہ کن انقلاب (۱۹۴۷ء) میں اسکو جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا وہ مایوس کن تھیں اور بظاہر یہ توقع نہ تھی کہ اسکی نشأۃ ثانیہ ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان مشکلات پر قابو پانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائی اور تقریباً نو ماہ کے جبری التوا کے بعد دوبارہ پاکستان کے دار الحکومت کراچی سے مئی ۱۹۴۸ء میں دوبارہ اس کا اجرا عمل میں آیا۔

چونکہ زندگی مشکلات ہی کا دوسرا نام ہے اس لئے ندائے حرم ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ ستمبر ۱۹۴۹ء

ہندوستان وپاکستان کا قضیہ نامرضیہ پیش آگیا جو آج تک حل نہ ہوسکا اس کے نتیجہ میں ندائے حرم اور دارالعلوم
صولتیہ اپنے ہندوستان معاونین کی امداد سے قطعی محروم ہوگئے بایں ہمہ ندائے حرم پابندئ وقت کیساتھ
ی ہے اور ماہانہ اپنے قدر دانوں کے ہاتھوں میں پہنچکر خراج تحسین وآفرین وصول کرتا ہے لیکن اسکو اس لفظی
ین وتوصیف سے کوئی بنیادی فائدہ نہیں پہنچتا تاوقتیکہ تمام قارئین کرام اسکی قیمتاً حاصل کرنے کا تہیہ کرکے اس
وسیع اشاعت کا عہد کریں۔

ندائے حرم اصولاً دارالعلوم حرم صولتیہ کے مستقل معاونین کو ہدیۃً بھیجا جاتا ہے لیکن اگر دارالعلوم
صولتیہ کے تمام معاونین اپنی فراخ حوصلگی سے کام لے کر اس کا چندہ سالانہ تین روپیے بھی بذریعہ منی آرڈر
دیا کریں تو یہ ان کے لئے بھی مزید اجر وثواب کا باعث ہوگا اور ہم بھی جن مشکلات سے گذر رہے ہیں ان
میں کچھ نہ کچھ کمی ہوجائے گی بلکہ اگر ہمارے معاونین نے متفقہ طور پر دلچسپی لی اور توسیع اشاعت کی
کوشش بھی کی تو ندائے حرم کے لئے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے وسیع امکانات پیدا ہوجائیں گے جس
کے نتیجہ میں ہم رسالہ کے اقتصادی مستقبل سے مطمئن ہوکر اپنے فرض منصبی کو بہتر انداز میں انجام دے سکیں گے۔

ندائے حرم صرف دارالعلوم حرم صولتیہ کے اغراض ومقاصد کی اشاعت ہی نہیں کرتا بلکہ یہ خود اپنی
جگہ بھی ایک مستقل تبلیغی واصلاحی مجلہ ہے۔ مغرب کے سیاسی اور تمدنی اقتدار نے ہمارے دل ودماغ پر جو
نقوش ثبت کئے ہیں اور ہمارے اخلاقی رجحانات کو پلٹ کر جو ذہنی اور دماغی انقلاب پیدا کردیا ہے کیا
آپ کے نزدیک اس مسلسل اور خطرناک حملہ کی مدافعت کیلئے تمام امکانات اور تمام پہلوؤں سے فائدہ اٹھانا
ہمارا فرض نہیں۔ آج کے نئے تمدنی انقلاب نے نئے نئے مسائل بھی پیدا کئے ہیں اور نئے سے نئے مسائل بھی اسکی طرف
سے پیش ہوتے رہتے ہیں ہم نے ان مسائل کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہ کی، ان کے بنیادی اسباب کا پتہ نہ
لگایا اور انھیں کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش نہ کی تو ہمارے نوجوانوں اور قوم کا مستقبل
کس قدر تاریک ہوسکتا ہے اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ آپ کا ندائے حرم تبلیغی اغراض کو پورا کرنے کے
لئے مستشرقین کی علمی تحقیق بھی پیش کرتا رہتا ہے تاکہ جو مغرب زدہ دماغ اپنے اہل علم کی تحقیقات سننے کی
بجائے مغربی محققین ہی کے دماغ سے سوچنا چاہتے ہیں انھیں بھی اندازہ ہوسکے کہ جس سچائی پر ہمارے بزرگان
قائم تھے اس کا نقش سنگیں مٹایا نہیں جاسکا اور وہ حضرات بھی اسی سچائی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے
رہے ہیں جس کا انکار کرنا ہی ان کے نزدیک سائنٹفک تحقیقات کے نقطۂ نظر سے ضروری تھا کیا آپ کے
خیال میں "ندائے حرم" کی یہ خدمات قابل قدر نہیں ہیں اور کیا ایسے رسالہ کا تمام تر بار آپ دارالعلوم حرم صولتیہ
پر ڈالنا پسند کریں گے؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو یاد رکھئے کہ جو دیگر ضروری اور علمی ودینی
آپ کا دارالعلوم حرم صولتیہ ارض مقدس میں انجام دے رہا ہے اسکو ان کی انجام دہی میں سخت مشکلات

پیش آئیں گی اور یہ خود آپ کا آپکی قوم اور آپ کی ملت کا نقصان ہوگا - ہمارا یہ مطالبہ اخلاقی بنیاد پر ہے ہم اس
عملی جواب کے متمنی ہیں - تین روپے کی حقیر رقم میں تقریباً پانچ سو صفحات کے علمی، دینی، تاریخی، تبلیغی
اصلاحی مضامین کا مجموعہ تجارتی نقطۂ نظر سے بھی ہرگز گراں نہیں ہے - ہم اپنے ان معاونین سے جو دارالعلوم
حرم صولتیہ کی ہر آواز پر اپنی نیک دلی اور فراخ حوصلگی سے لبیک کہنے کو تیار رہتے ہیں بالخصوص یہ توقع
ہیں کہ وہ ندائے حرم کے ذریعہ تعلیمی و تبلیغی مقاصد کی تکمیل کے لئے ضرور ہماری کمزور آواز پر متوجہ
"ندائے حرم" کی سرپرستی دراصل بالواسطہ دارالعلوم حرم صولتیہ کی ہی امداد اور لاکھ گونا اجر و ثواب کا
آخر میں ہم دارالعلوم حرم صولتیہ، اس کے صدر دفتر کراچی، اور "ندائے حرم" کی طرف سے تمام معا
خریداروں اور سرپرستوں کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں - کعبہ کے زیر سایہ رہنے والے طلبہ
نیک دل حضرات کو کبھی نہیں بھول سکتے جن کے دست کرم نے انہیں اپنی خدمات انجام دینے کے قابل بنایا
کرے یہ گلستان علم سرسبز رہے اور اسکی آبیاری کرنے والے ہمیشہ اپنے مقاصد اور دلی ارادوں میں کام
آج کی دنیا میں جبکہ بین الاقوامی مفاد پرستیوں نے پھر ایک نئی تباہی کا سامان پیدا کر دیا ہے اور مشرق وسطی کے اسلامی ممالک کی طرف بھی ہے ہمیں پوری طرح بیدار بھی رہنا چاہئے اور خدا سے دعا کرنا چاہ
کہ وہ اپنے فضل بے پایاں سے صدہا کمزوریوں سے گذرنے والی مسلم قوم کو ان تباہیوں سے بچائے جنھیں
حق و صداقت کے لئے قانون قدرت نے طے کر دیا ہے - آمین ثم آمین -

شرائطِ ایجنسی ——!

(۱) بمبئی میں کم سے کم پانچ اور بمبئی سے باہر دس پرچوں سے کم منگانے والے کو ایجنسی نہیں دیجائے گی (۲) کمیشن پچیس (۲۵) فیصدی (۳) رقم پیشگی لیجائے گی (۴) غیر فروخت شدہ پرچے واپس نہیں لئے جائیں گے (۵) روانگی کے اخراجات بذمہ دفتر ہوں گے (۶) کم سے کم پچیس پرچے منگانے والے ایجنٹ کو سول ایجنسی دیجائے گی اور کمیشن سوسم فی صدی۔

"منیجر عدل"

دیکھئے ——!

جنرل پوسٹ آفس بمبئی سے، اس مضمون کا
آپ کے نام آئے گا کہ:

(۱) آپ عدل کے خریدار ہیں؟
(۲) آپ نے چندہ خریداری ادا کیا ہے؟ ادا

ازراہ کرم، اس خط کا جواب فوراً د
کہ آپ خریدار ہیں اور آپنے مقررہ چندہ اد
تاکہ عدل کو رجسٹر نمبر مل جائے۔

(منیجر)

مدردانِ عدل کی خدمت میں

ایک ضروری ——— عریضہ

اخی فی الدین ! ——— السلام علیکم

گذشتہ ماہ (نومبر) کے پرچہ میں آپ حضرات سے ماہنامہ "عدل" کی طرف متوجہ ہونیکی درخواست کی گئی ہے۔ آج پھر آپ حضرات سے درخواست ہے کہ اگر "عدل" جیسے تبلیغی و اصلاحی رسالہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو آپکا اخلاقی فرض ہے کہ اسکی توسیع اشاعت کی طرف بیش از بیش توجہ فرمائیں۔

نیز اس ماہ میں جن حضرات کی مدّت خریداری ختم ہو رہی ہے، وہ آئندہ کی خریداری کیلئے زرچندہ پانچ روپئے بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر ادارہ کو مشکور فرمائیں ——— اور اگر خدانخواستہ رسالہ کی خریداری منظور نہ ہو تو از راہ کرم اس سے مطلع فرمایا جائے۔ ورنہ آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ وی پی روانہ ہوگا جسکا وصول کرنا آپکا اخلاقی فرض ہے اور اگر آپنے خدانخواستہ وی پی واپس کر دی تو ایک دینی ادارہ آپکی بے التفاتی کے باعث سے نقصان اٹھائے گا جسکو آپ بھی پسند نہ فرمائنگے۔ (والسلام سید ودود الحی صدیقی)

ادارہ تبلیغ الاسلام ۲ — قسم! — ۱۳۲ تبلیغی سبق

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از رفیق محترم مولانا قاری سید ودود الحق صاحب ہنداوی)

آیت کا دوسرا ٹکڑا حضرات! ابتک جو کچھ میں نے عرض کیا وہ "عہد" کے متعلق تھا اگرچہ یہ گوشہ ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے اور اس کے بہت سے اجزا طول کلام کے ڈر سے سامنے نہیں لائے جاسکے اور نہ اب اسکا موقعہ ہے کہ اس پر مزید گفتگو کیجائے۔ میرے سامنے آیت سبق کا ایک اور ٹکڑا ابھی ہے جسکا تعلق "قسم" سے ہے اور وہی آج کے سبق کا عنوان بھی ہے اس لئے سردست میں آپکی توجہ اُسی کی طرف منعطف کراتا ہوں۔

حقیقت قسم آیت کے پیش نظر ٹکڑے کی تشریح سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کو پہلے قسم کی حقیقت سے آگاہ کردوں تاکہ آیت کا مفہوم پورے وثوق کے ساتھ دل ودماغ پر بیٹھ سکے۔ اور آپ بعد کی گذارشات کو بآسانی سمجھ سکیں۔ وَھُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ (وہی توفیق دینے والا ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے)

قسم کی ضرورت بعض اوقات آدمی دوسرے کو مطمئن کرنے کے لئے ضرورت محسوس کرتا ہے کہ اپنے بیان یا وعدے کو مضبوط اور مستحکم بنادے، اسکی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں، یا تو وہ کوئی گواہ پیش کردے یا قسم کھائے۔

قسم بمنزلہ گواہی اس کو یوں سمجھے، مثلاً میں آپ سے کسی کام کے متعلق یہ کہوں کہ میں نے اس کام کو نہیں کیا اور آپ میرے اس بیان پر مطمئن نہ ہوں تو میرے لئے دو ہی راستے آپکے اطمینان دلانے کے رہجاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں کسی معتبر گواہ کو پیش کردوں جو گواہی دے کہ واقعی میں نے یہ کام نہیں کیا۔ یا میں قسم کھاؤں اور یوں کہوں کہ قسم خدا کی میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اس صورت میں آپکا اطمینان ہوجاتا ہے اور آپ میری بات کا یقین کرلیتے ہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ قسم بمنزلہ گواہی اور استشہاد کے ہوا کرتی ہے جس سے مخاطب کو اطمینان دلایا جاتا ہے۔

اگر میں کسی بات پر اللہ کی قسم کھاؤں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اپنی اس بات پر اللہ کو گواہ بنا رہا ہوں اسکے بعد ایک مسلمان کے لئے سوا اسکے چارہ کوئی نہیں کہ وہ میری بات تسلیم کرلے اور کچھ چون

دا کرے

معتبر گواہ

اگر پچھلا سبق آپ کے دماغوں میں محفوظ ہے تو آپ کو یاد ہوگا کہ کسی گواہ کے معتبر ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کرے۔ اس سلسلہ میں سُنی سنائی باتیں قابل یقین نہ ہونگی اسی لئے اسلام کی عدالت میں اندھے کی گواہی مقبول نہیں۔

قسم صرف اللہ کی

ابھی ابھی آپ کو یہ بتایا جاچکا ہے کہ قسم بمنزلہ گواہی کے ہے اور گواہ وہ معتبر ہے جو آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کرے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی شخص اپنے باپ کی یا اں یا پیر و مرشد کی یا رسول کی قسم کھائے تو کیا یہ قسم آپ کے خیال میں صحیح ہو سکتی ہے؟ ظاہر بات ہے اس قسم کی کوئی قسم صحیح نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی اللہ کی طرح حاضر و ناظر نہیں۔ اور واہی کے لئے ضروری ہے کہ چشم دید گواہ ہو لہذا یہیں سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قسم سوائے اللہ کے اور کسی ی صحیح نہیں ہو سکتی اور اللہ کے سوا ساری قسمیں ناجائز ہیں اسی لئے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرمایا

نَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ مَنْ انَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ (متفق علیہ عن ابن عمر)

بیشک اللہ نے ہم کو اپنے آبا و اجداد کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے جو قسم کھانا چاہے اسکو اللہ کی قسم کھانا چاہیئے ورنہ خاموش رہے۔

شائبہ شرک

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ اللہ کے کسی کی قسم نہ کھانا چاہیئے جسکی ایک وجہ اس سے قبل بیان کر چکا ہوں اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات کے وا کسی اور ذات کی قسم کھاتا ہے تو گویا اس ذات کو معبود کی حیثیت دیدیتا ہے اس لئے شائبہ شرک ہے۔ فوظ رکھنے کیلئے ضروری ہوا کہ جسطرح غیر اللہ کا سجدہ یا بتوں کا تراشنا ممنوع ہے اسی طرح غیر اللہ کی قسم ی ممنوع ہو۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ

معتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ (رواہ الترمذی)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے سوا دوسرے کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو کعبہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا اللہ کے سوا رے کی قسم مت کھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ کے سوا دوسرے کھائی اس نے کفر کیا، یا شرک کیا (رواہ الترمذی)

یعنی اگر کسی نے اللہ کے سوا کسی دوسرے کی قسم کھائی اس حال میں کہ اللہ کے مقابلہ میں اسکی عظمت اس کے

میں ہو تو یقیناً اُس نے شرک کیا، اس لئے کہ اس نے اللہ کی عظمت میں اسکو شریک ٹھہرایا۔
اس مختصر گزارش سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسلام اللہ کی قسم کے سوا کسی دوسرے کی قسم
ماننے کی اجازت نہیں دیتا جس کے دو سبب ہیں آپکی خدمت میں پیش کر چکا ہوں، جو عقل و نقل، دونوں
اعتبار سے بالکل صحیح ہیں۔

ایک بات

اس کے بعد ایک بات اور سمجھ لیجئے وہ یہ کہ کیا آپ اس کو پسند کرینگے کہ آپ اپنے ایک معزز
اور محبوب دوست کو بات بات پر گواہی میں پیش کرتے رہیں؟ میرے خیال میں کوئی
شخص بھی اسکو اچھا نہ سمجھے گا کہ وہ بات بات پر اپنے محبوب دوست کو گواہی میں پیش کیا کرے، ایسا ہی کوئی
موقعہ آن پڑے کہ اسکی گواہی کے بغیر کام نہ چلتا ہو تب تو مجبوراً اس کو گواہی میں پیش کرے گا ورنہ اس سے
ہر ممکن طریقہ پر بچنے کی کوشش کرتا رہے گا۔

قسموں کا نشانہ

دوستو! اللہ سے زیادہ اور کون عزت والا اور محبوب ہو سکتا ہے۔ جب آپ اپنے
ایک محبوب دوست کو بار بار گواہی میں پیش کرنا پسند نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں
ایسا کرنے سے محبوب کی عزت کم ہو جاتی ہے تو پھر اللہ کی قسم یعنی اللہ کو بطور گواہی بار بار پیش کرنیکی اجازت
اسلام کیوں دینے لگا۔

قرآن حکیم ایسی ہی قسموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔
وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ ۔ اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔
یعنی ہر جھوٹی بات پر اللہ کی قسم نہ کھا لیا کرو، ایسی عادت عزتِ نفس اور تقویٰ دونوں کے خلاف
ہے۔ اور ایسا آدمی اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے، ایسے ہی شخص کے بارے میں قرآن یہ حکم دیتا ہے،
وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۔ اور آپ ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے
والا بے وقعت ہو
(پارہ ۲۹ سورہ قلم رکوع ۱)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ ایسے آدمی کی باتیں نہ مانئے جو بہت قسمیں
کھاتا رہتا ہو۔

صحابہ کی احتیاط

دوستو! آجکل ہم لوگ بات بات پر قسمیں کھا لیا کرتے ہیں اور ہم کو محسوس بھی
نہیں ہوتا کہ یہ کس قدر ذمہ داری کا کام ہے لیکن صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین بہت کم قسم کھاتے تھے اور جس بات کی قسم کھا لیتے اس کو پورا کرتے تھے۔
امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلافت کے کار دبار میں مشغول رہا کرتے تھے اس

دربان کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر وہ کوئی قسم کھائیں اور مصروفیت کی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکیں تو وہ
کی طرف سے دس فقیروں کو گیہوں دیدیا کرے۔

ین آدمیوں سے دشمنی

حضرت فاروق اعظم رضؓ تو اس قدر احتیاط رکھیں لیکن آجکل ہمارے کاروباری اور تجارت پیشہ حضرات نے قسم کو بطور عادت اختیار کر رکھا ہے، ہر خریدار
ے قسمیں کھانا ان کا عام دستور ہو گیا ہے، حالانکہ جو مال قسمیں کھا کر فروخت کیا جاتا ہے اس میں برکت
ی نہیں رہتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے دشمنی رکھتا ہے۔

(۱) ایک وہ سوداگر جو بہت قسمیں کھاتا رہتا ہو۔

(۲) دوسرا وہ فقیر جو متکبر ہو۔

(۳) تیسرا وہ بخیل جو کچھ دیکر احسان جتلاوے۔ (نسائی)

حضرت عائشہ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے، خالہ اپنے بھانجے سے بہت محبت فرماتی
ں۔ انھیں نے گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ کی عادت تھی جو گھر میں آتا وہ سب اللہ کی راہ میں
ات کر دیتیں۔ آپکی خیرات کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ دو گونیاں (بورے) درہموں کی بھر کر آپکی
مت میں پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے طباق منگایا اور
کو بھر بھر کر تقسیم کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شام تک سب ختم ہو گئے۔ ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑا
روز آپ کا روزہ تھا اور گھر میں سوا ایک روٹی کے اور کچھ نہ تھا۔ جب شام کو روزہ کھولنے کا وقت
تو آپ نے باندی سے فرمایا کہ افطار کیلئے کچھ لے آؤ، چنانچہ وہ ایک روٹی اور زیتون کا تیل لائیں
افطاری سامنے رکھکر عرض کرنے لگیں کہ کیا اچھا ہوتا کہ آج آپ ایک درم کا گوشت ہی منگا لیتیں،
آج ہم روزہ گوشت سے افطار کرلیتے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا اب طعنہ دینے سے کیا فائدہ،
اسی وقت یاد دلاتیں تو میں منگا لیتی۔

یک روٹی

اسی طرح ایک مرتبہ آپ روزہ سے تھیں گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، ایک فقیر نے آکر سوال کیا۔ آپنے خادمہ کو حکم دیا کہ وہ روٹی اس سائل کو دیدے۔ وہ اس نے عرض کیا
فطار کیلئے گھر میں کچھ نہیں رہ جائے گا۔ فرمایا کچھ مضائقہ نہیں وہ روٹی اسکو دیدو۔ اس نے وہ روٹی
پ کے حکم سے دیدی۔

پیراہن میں پیوند

حضرت عروہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ستر ہزار درم آپنے صدقہ کئے اور خود کا یہ حال

تھا کہ یہ ان میں بہت ہونا رہتا تھا، یعنی ایک طرح سے ابن بھی آپ کے پاس پہنچنے کے عادی تھے۔

اصل واقعہ ان کثرت حضرات کو دیکھ کر آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک دفعہ کہدیا کہ خالہ کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہئے۔ اتفاقاً یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک پہنچ گئی۔ آپ اس پر ناراض ہو گئیں کہ عبداللہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے۔ اور آپ نے اُن سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھا لی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کو خالہ کی ناراضگی کا حال معلوم ہو کر بڑا صدمہ ہوا بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی مگر انہوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نے نہ بولنے کی قسم کھائی ہے اس لئے میں مجبور ہوں۔ آخر جب عبداللہ بن زبیرؓ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے۔ یہ دونوں حضرات اجازت لے کر اندر گئے۔ یہ بھی بات چیت فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی، وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اسکی آئی ہے وہ سناتے رہے، حضرت عائشہؓ ان باتوں کی تاب نہ لا سکیں اور رونے لگیں۔ آخر معاف فرما دیا۔

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس کے بعد یہ حال تھا کہ اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کئے اور جس وقت بھی اس قسم کے توڑنے کا خیال آپ کو آجاتا تو اس قدر روتی تھیں کہ دوپٹہ تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

ہماری قسمیں اللہ اکبر یہ ہے اللہ والوں کی قسم کا حال اس کے مقابلہ میں آج ہماری قسموں کا کیا عالم! اس پر ہم خود غور کریں۔ ہمیں اپنی قسموں کا کوئی پاس و لحاظ نہیں، بات بات پر قسمیں کھانا ہمارا دستور زندگی بن گیا ہے۔ لیکن جن لوگوں کے نزدیک اللہ کے نام کی وقعت ہے اور جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اُن سے دریافت کیجئے کہ اللہ کا عہد پورا نہ ہونے سے ان کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کو جب بھی یہ واقعہ یاد آجاتا تھا تو آنکھیں بے تحاشا آنسو بہانے لگتی تھیں۔ اور دوپٹہ کا آنچل ان آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔ کیا ہم کو بھی کبھی اپنی قسموں کے ٹوٹنے پر رونا آیا ہے؟

(باقی آئندہ)

صدر کانگریس کے خطبۂ صدارت پر تبصرہ

اسلام کے زاویۂ نگاہ سے !!!

(از جناب مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلی)

انڈین نیشنل کانگریس کے چھپنویں سالانہ اجلاس کا صدر منتخب ہونے کے بعد ٹنڈن جی نے ناسک میں جو خطبۂ صدارت
فرمایا ہے وہ چند جہات سے نہایت اہم اور قابلِ توجہ ہے۔ آج کی صحبت میں ہم اسی پر اظہار خیال کریں گے۔
اس عہدہ کی ذمہ داری کا بار پڑنے کے بعد ٹنڈن جی کے بعض خیالات میں جو فوری تبدیلیاں خطبہ میں نظر
ں وہ یقیناً اس ملک کے حق میں نیک فال ہیں لیکن کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کے بارے میں ٹنڈن جی آج بھی
ہیں جہاں کل تھے، چنانچہ ہندوستان کے وزیر اعظم نے ایک سچے کانگریسی کی حیثیت سے ایک آدھ مسئلہ
ںک ہی میں اختلاف رائے کا اظہار بھی کر دیا۔ اسی طرح ہندوستان کے ہر شہری کو اگر اس مسئلہ پر تنقید
ہرہ کا حق حاصل ہے تو پھر ایک مسلمان شہری کی حیثیت سے ہم بھی کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں
(۱) ٹنڈن جی نے ہندوستان کے دستور اساسی کی تائید کے ذیل میں تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ ہندو
کے خیال پر تنقید فرمائی اور مدلل انداز میں ہندوؤں کو یہ بتلایا کہ ان کی مذہبی کتابیں اپنی ساری اہمیت کے
وداس قابل نہیں ہیں کہ انھیں ملک کے نظام حکومت کی بنیاد قرار دیا جا سکے اور یہ بنیاد اس جمہوری دولت
حکومت کی عمارت کا بوجھ برداشت کر سکے۔ اس حد تک کوئی بات ایسی نہ تھی جو ہمیں اظہار خیال کی
ت دیتی، لیکن اسی ضمن میں جا بجا پاکستان کا "ذکر خیر" کرتے ہوئے صدر محترم نے بلا ضرورت آخری
کتاب" قرآن کریم" کو بھی عمومی الفاظ کے ذریعہ دوسری کتابوں کی صف میں کھڑا کرنے کی کوشش کی
—— اس لئے ہم ٹنڈن جی سے دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا انھوں نے قرآن مجید کا مطالعہ
ہے اور ایسا مطالعہ فرمایا ہے کہ جسکے بعد کسی کو اظہار خیال کا حق حاصل ہوتا ہے۔ وہ ساری شرائط،
کردی ہیں جو ایک نقاد کے لئے ضروری ہیں۔ یعنی بے لاگ غیر جانبداری، قرآن کی زبان سے واقفیت اس کی زبان کے
ت اور اسالیب بیان میں مکمل دستگاہ اس کی نزاکت اور باریک نفسیات کا کما حقہٗ علم اور خود قرآن
وص اصطلاحات، آیات الٰہی کا پس منظر، پھر اس جانب اجمالی اشارات کا فہم، نیز حاملین قرآن سے
خیالات، یہ ہیں وہ شرائط جن کی تکمیل کے لئے آپ کی عمر کا ایک خاصہ حصہ درکار تھا! کیا آپ بتلائیں گے

کہ کون سا وقت آپ نے اس کے لئے صرف کیا۔ معاف فرمائیے! آپ کی کچھ عمر وکالت کی نذر ہوئی اور بقیہ سیاست میں گزری ہے۔

افسوس ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کانگریسیوں کی گراوٹ سے رنجیدہ ہونے والے اور انہیں نئے سرے سے درس اخلاق دینے کا عزم رکھنے والے ایسے ایسے ذمہ دار اور باوقار لیڈر بھی اس سطح پر اتر آتے ہیں جو ان کے مقام سے بہت پست ہے۔ اگر کہیں اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کا تصور اخلاق صرف ان چیزوں تک محدود ہے جو آپ کو کانگریسیوں میں کھوئی ہوئی نظر آرہی ہیں تو یہ تصور نظر ثانی کا طالب ہے۔ اور بلاشبہ مذکورہ امور کا لحاظ بھی ایک ناقد کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ آپ جن کتابوں کو اپنی مذہبی کتابیں خیال کرتے ہیں ان کے متعلق اظہار خیال کا حق ہمارے نزدیک آپ کو حاصل ہے۔ کیونکہ آپ کے خطبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن کسی دوسری سماوی کتاب کے متعلق اس وقت تک رائے دہی بلکہ علانیہ تنقید کرنا جب تک کہ تنقید کے سارے شرائط بہم نہ پہونچا دیے جائیں، قانون اخلاق کی صریح خلاف ورزی ہے۔ افسوس کہ اس قانون کی پشت پر طاقت نہیں ہے۔ ٹنڈن جی کا مسلسل یہ رویہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ موجودہ پاکستانی حکومت کی آڑ لے کر اصل قرآنی حکومت کو ہدف ملامت بنانے میں مصروف ہیں اور ہر اس خرابی کو جو پاکستانی حکومت میں نظر آتی ہے قرآن اور اسلام کے سر منڈھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت کی حکومت اور اس کے دستور و قانون کو قرآن اور اسلام سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں۔ انہوں نے قرار داد کے ذریعہ صرف اس ارادہ کا اظہار کیا ہے (وہ بھی ابہام کے ساتھ) کہ ان کے ملک کا دستور قرآن پر مبنی ہوگا اس کے علاوہ نہ ان کا دعویٰ ہے کہ اس وقت ان کے یہاں قرآنی حکومت ہے اور نہ اس وقت تک ان کی عملی کارروائیوں میں اس غلط فہمی کی گنجائش ہے۔ ایسے بیّن شواہد سے چشم پوشی کرتے ہوئے پاکستانی حکومت کو قرآنی حکومت کہے جانا اور پھر پاکستان پر عائد ہونے والے سارے الزامات اسکے سر تھوپنا نہایت گھٹیا درجہ کی بات ہے۔ قرآنی حکومت تو اس وقت زمین کے کسی حصہ پر بھی قائم نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف تاریخ کے صفحات پر۔ لیکن ایک نیک دل اور انصاف پسند آدمی کے لئے اس قلمی تصویر میں بھی وہ جاذبیت ہے کہ اپنا کلمہ پڑھوائے بغیر نہیں رہتی۔ آپکے گرو مہاتما گاندھی جیسے کٹر سناتن دھرمی ہندو کو بھی اس پر عقیدت کے پھول چڑھانے پڑے۔ ابھی گاندھی جی کی اس ہدایت کو بھولے نہ ہونگے جو انھوں نے ۱۹۳۷ء کی کانگریس گورنمنٹ کے وزرائے کو دی تھی کہ "ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چلنا" وہ تھی اسلامی اور قرآنی حکومت اور آج وہ حکومت اسلامی ہو سکتی ہے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کی مکمل پیروی کرے۔ اسکے بغیر صرف اسلامی حکومت نام رکھ دینے سے نہ کسی کو دھوکا کھانا چاہئے اور نہ اسکو بہانہ بنا کر قرآن و اسلام پر نشانہ بازی کی مشق کرنی چاہئے۔ ساتھ ہی یہ مسئلہ یہ خود گاندھی جی کا قول ہے کہ

پاکستان کے ارباب حکومت سے بھی کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن اور اسلام کی اس مظلومیت کے سب سے بڑے ذمہ دار اس وقت آپ لوگ ہی ہیں۔ اگر یوم آخرت کا عقیدہ (خواہ وہ کیسی ہی مضمحل حالت میں ہو) آپکے دل و دماغ کے کسی گوشہ میں موجود ہے تو ہم اس کے واسطے سے آپ سے عرض کرتے ہیں کہ اس دن اللہ کی بے لاگ عدالت میں قرآن اپنی اس مظلومیت کی فریاد لے کر آئے گا۔ اور آپ کو جواب دہی کرنا ہوگی۔ آج آپ اس حقیقت سے ہزار کترائیں مگر وہ اپنی جگہ پر اٹل ہے۔ آپکو اللہ نے موقع دیا ہے کہ واقعی معنی میں اسلام اور قرآن کی حکومت قائم کر کے ایکبار اس جدید دنیا کو جتا دیجئے کہ یہ طرز حکومت دنیا بھر کے لئے اور خصوصاً اپنے غیر مسلم باشندوں کے لئے کیسی رحمت ہے۔ اور ان غلط فہمیوں کی کیا حقیقت ہے جو اس کے بارے میں پھیلائی جا رہی ہیں۔

(۲) اسی خطبہ میں ٹنڈن جی نے ایک بار پھر اپنے "ایک کلچری" نعرہ کو دہرایا ہے اور یہی وہ مسئلہ ہے جس میں جواہر لال جی نے اظہار اختلاف کیا ہے۔

کلچر کے معاملہ میں ٹنڈن جی سے بار بار دریافت کیا گیا ہے کہ اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ کن چیزوں کو وہ مسلمانوں سے چھڑانا چاہتے ہیں۔ اور کن باتوں کو ان کی زندگی میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن بار بار کے مطالبہ کے باوجود انہوں نے آج تک اپنے اس نعرہ کی وضاحت نہیں فرمائی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ٹنڈن جی اس سوال کے جواب سے یوں ہی پہلو تہی کرتے رہے تو آخر یہ مسئلہ کس طرح طے ہو سکتا ہے۔ ہم ایکبار پھر ٹنڈن جی سے عرض کرتے ہیں کہ ان کے ذہن میں ایک کلچر کا جو تصور ہے اس کا ایک متعین خاکہ پیش کریں تاکہ مسلمان اسکو قبول کرنے نہ کرنے کا فیصلہ کریں۔ اور اس الجھن سے آپ اور ہم دونوں کو یکسوئی حاصل ہو جائے ــــــ البتہ اس خاکہ کو تیار کرتے وقت چند باتیں پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ وہ ہمیں عرض کرنا ہے۔

(۱) آپ کا دستور کھلے الفاظ میں ہر مذہب کی پوری حفاظت کا یقین دلا چکا ہے۔

(۲) آپ کو کسی مذہب کے بارے میں یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ فلاں مذہب کے اثرات اور اختیارات زندگی میں ان حدود تک محدود ہیں۔ اور ان حدود سے باہر مذہب اور زندگی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ صرف مذہبی تعلیمات کے ذخیرہ اور اس کے سمجھنے والے کریں گے۔

پس ہم اس بارے میں "اسلام" کی حیثیت کو اس کی تعلیمات کی روشنی میں واضح کر کے اسلام اور مسلمان کی زندگی کے باہمی تعلق کی وسعت سے آپ کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے وہ اپنے ماننے والوں کی زندگی کو پوری گرفت میں لیتا ہے اور انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا باقی نہیں رہتا جس کے لئے مثبت اور منفی احکام (اوامر و نواہی) اسلام نے دیتا ہو۔ وہ اس پر قطعاً راضی نہیں ہے کہ بندہ زندگی کے کچھ حصہ کیلئے (خواہ وہ ایک ہی شعبۂ حیات کیوں نہ ہو)

اپنا طرزِ عمل خود آپ متعین کرتا ہے اور اسلام کی اصولی رہنمائی کو قبول نہ کرے (اس جامعیت کے باوجود دنیا آج بہت پہلے یہ مان چکی ہے اور جو نہیں مانتے تھے وہ مان رہے ہیں کہ اسلام جیسا عقل پرور اور فکر نواز دنیا کا کوئی دوسرا مذہب نہیں ہے) خیر یہ تو ایک ضروری جملہ معترضہ تھا۔ مقصود صرف اسکی جامعیت کا اظہار کرانا ہے لہذا مثال کے طور پر انسان کے باہمی تعلقات کے شعبہ کو لے لیجئے، اسلام کو اس شعبہ سے بھی پوری دلچسپی ہے۔ وہ بتلاتا ہے کہ باپ اور بیٹے کے تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے۔ اپنے رشتہ داروں سے تعلقات ہونے چاہئیں۔ پڑوسی اور اہل محلہ کے کیا حقوق ایک مسلمان پر ہیں۔ بین الملی تعلقات کا کیا آ ہے اور بین الاقوامی تعلقات کی کیا حدود ہیں۔

اسی طرح معاملات میں ایک مسلمان کا کیا طرزِ عمل ہونا چاہئے۔ خرید و فروخت میں کون سے اصول ملحوظ چاہئیں۔ کونسی بیع و شراء جائز ہے اور کونسی ناجائز۔ یا لین دین کس طرح ہونا چاہئے۔ ایسے ہی معاشرت کو لیجئے، چند اصول بتلا دیتا ہے اور مسلمان سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس شعبہ کے چھوٹے بڑے سیکڑوں مسائل کا حل ان کی روشنی میں کرے۔ مسئلہ کے دو پہلوؤں میں سے کسی ایک کا انتخاب اور دوسرے کا ترک، پسند اور ناپسند کا معیار اپنی یا کسی دوسرے انسان کی خواہش کو نہ بنائے بلکہ ان اصول اور امر و نواہی کو جو اسلام نے تعلیم دئیے ہیں بالفاظ دیگر چند اور اصولی احکام کے ذریعہ اسلام اپنے ماننے والوں میں ایک خاص ذہنیت تیار کرتا ہے اور ان کے لئے ہی میلان عقلی رجحان کا ایک مخصوص رخ بناتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کے کسی شعبہ میں جب کوئی مسئلہ در پیش ہے تو سچے مسلمان مسئلہ کے دونوں پہلوؤں میں سے اسی پہلو کو اختیار کرتے ہیں جو اس شعبہ کے اصولی احکام میل کھاتا ہے۔ مثلاً لباس کا مسئلہ ہے اسمیں بھی اسلام کچھ مثبت اور منفی احکام دیتا ہے۔ لیکن نہ وہ ان جزئیات میں نہیں پڑتا کہ پاجامہ پہنو یا دھوتی باندھو۔ ہیٹ اوڑھو یا ٹوپی، کوٹ پتلون پہنو یا مت پہنو۔ وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ ایسا لباس پہنو جو ساتر ہو، متکبرانہ نہ ہو۔ اور خدا کے باغیوں یا بدچلنوں کے ساتھ مخصوص نہ ہو ــــ (وہ کسی ایک ہی کٹ یا وضع کی غیر فطری پابندی عائد نہیں کرتا بلکہ ہر پہننے والے کو آزادانہ انتخاب کا حق دیتا ہے کہ جو پسند ہو اختیار کرو (اور اسکی بین الاقوامیت خود مقتضی تھی ایسی ہی وسعتوں کی کہ قیامت تک آنے والی نسلیں اپنی ہزار ہا ترقیوں کے باوجود اور ہر قوم اور ملک اپنی رنگا رنگیوں کے ساتھ اس ابدی مذہب کا دامن لئے تنگ نہ پائے) اس کا مطالبہ صرف مذکورہ بالا چند اصولی باتوں کی رعایت کا ہے جو ہر زمانہ میں ہر ملک و قوم کے باشندوں کے ساتھ بآسانی ملحوظ رکھی جاسکتی ہے اور جو بھی اسے اپنا دین بنائے گا اسے ان باتوں کی پابندی ضروری طور پر کرنا ہے۔

الحاصل آپ اپنے ذہن سے یہ بات نکال دیں کہ اسلام کا تعلق مسلمانوں کی زندگی سے بس ایک حد تک ہے جس کے باہر زندگی اور مذہب کا کوئی علاقہ نہیں اور جس کا گویا ہے اس میں دخل دینے کے بلکہ اسکے برعکس اسلام مسلمانوں

ندگی پر حاوی ہے۔ اور زندگی کا تہذیبی اور تمدنی حصہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں وہ یہاں بھی اپنی اصولی ہدایات سے
بھی رہنمائی کرتا ہے۔ ان ہی ہدایات کی رعایت ملحوظ رکھنے سے تمدن کے مظاہر میں کچھ خصوصیات اور امتیازات
رتے ہیں جو ان کے تمدن کی مذہبی جان ہے۔
لہذا "اس ایک کلچر" کا کوئی ایسا خاکہ جس میں ان خصوصیات سے تعرض کیا گیا ہو مسلمانوں کے لئے ہرگز قابل قبول
ور ایسے ہر نعرہ کی مخالفت کرنے کا ہمیں قانونی حق بھی حاصل ہے جس سے ہمارے مذہب میں مداخلت ہوتی
بلکہ ملک کا دستور ہر مذہب کی آزادی کو تسلیم کر چکا ہے (الفرقان)

ادارۂ تبلیغ الاسلام بمبئی کے

چند تبلیغی اسباق

لیبیہ: مضامین

۱۔ کلمہ کی حقیقت۔ ۴۔ اقرار کے بعد کی ذمہ داری۔
۲۔ کلمے کے معنی۔ ۵۔ کلمے کے فوائد۔
۳۔ الٰہ کی تشریح۔

ت: ۱۔ کیا پرہیزگاری ضروری ہے۔ ۳۔ عبادت کا مفہوم۔
۲۔ پرہیزگاری کیونکر حاصل ہو۔ ۴۔ عبادت کا مقصود۔

ظلم عظیم: مضامین

۱۔ الٰہ کے معنی۔ ۵۔ امام اعظم کا فتویٰ
۲۔ مشرک کی مغفرت نہ ہوگی۔ ۶۔ بڑے پیر کا ارشاد۔
۳۔ شرک۔ ۷۔ شرک کے نتائج۔
۴۔ شرک کے بارے میں آنحضرت کے ارشادات ۸۔ تقرب کے ذرائع۔

روشن حقیقت: ۱۔ صحابہ کی مقبولیت۔ ۳۔ آج کا مسلمان۔
۲۔ ایک عاشق رسول۔ ۴۔ رحمت خداوند۔

ادارہ کے چند اسباق اور ان کے مضامین کی فہرست سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تبلیغ دین کے کام میں
مدد و معاون بن سکتے ہیں۔ اردو مڈل کی استعداد رکھنے والے لوگ بخوبی اس سے فائدہ اٹھا کر
کو بھی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ قیمت "ظلم عظیم" کی تین آنہ۔ باقی کی دو دو آنہ۔

منیجر کتاب خانہ الاصلاح ۱۲۲ ٹن ٹن پورہ اسٹریٹ بمبئی نمبر ۹

قرآن پر ٹنڈن جی کے حملے

اس مشق ستم کا اصلی محرک کیا ہے

کانگریس کے نئے صدر راج رشی ٹنڈن جی اپنی تقریروں میں قرآن اور اسلام کے متعلق جو گوہر افشانیاں فرما
رہے ہیں اور اپنے اسلام دشمن خیالات کی تائید کے لئے مولانا روم کی طرف منسوب کردہ اشعار کو جس بے دردی سے
استعمال فرما رہے ہیں اس سے مسلمانوں میں کچھ عجیب قسم کا خاموش غصہ اور ہراس سا پیدا ہوتا چلا جا رہا ہے
— کیونکہ ان میں اشتعال پیدا ہونے کا تو اب کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہو سکتا ہے بعض حضرات کو اس حقیقت کا علم نہ ہو کہ قرآن اور اسلام پر ٹنڈن جی کی یہ مشق ستم نئی نہیں ہے
بلکہ یہ ان کی سوچ سمجھ کر اختیار کی ہوئی پالیسی اور دیرینہ عادت ہے نیز وہ جن اصولوں کے داعی اور مبلغ ہیں ان کا
فطری تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ قرآن کو اپنے تیر ستم کا سب سے اہم نشانہ قرار دیں۔ اور ان کے بازوؤں میں جتنی
طاقت ہے اسے اپنی اس سعی نامشکور میں صرف کر دیں۔ کہ دنیا کی اس پہلی اور آخری منزل کو دنیا کی نگاہوں سے اوجھل
کر دیں۔ اور مسلمان کے ذہن سے اس تصور کو مٹا دیں کہ قرآن حرف آخر ہے۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں ٹنڈن جی کا نصب العین ہندوستان میں ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے جس میں مختلف
مذاہب چاہے باقی رہیں یا نہ رہیں مگر تہذیب اور کلچر بہرحال ایک اور صرف ایک ہو۔ اس بحث کو فی الحال چھوڑ
کہ مذہب اور تہذیب میں کتنا گہرا تعلق ہے، نیز ہند میں مشترک تہذیب کی راہ میں مذہب کے علاوہ کتنے ہزار روڑے
حائل ہیں۔ فرض کر لیجئے کہ ٹنڈن جی کا نصب العین بالکل معقول قطعاً قابل عمل ہے۔

اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام بھی اپنی اصل شکل میں رہتے ہوئے کسی غیر مذہبی کلچر میں ضم ہو سکتا
ہے کیا ہند کے مسلمان اپنے تمام عقیدوں پر قائم رہتے ہوئے بلا جھجک مشترک تہذیب کے جال میں پھنس سکتے
آپ اس سوال پر جتنا زیادہ غور کریں گے جواب نفی ہی میں ملتا چلا جائے گا اور اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام اس قسم
کا کوئی محدود مذہب سرے سے ہے ہی نہیں۔ جیسے دنیا کے دوسرے مذاہب ہیں۔ نیز قرآن کا یہ یگانۂ روزگار
کردہ کسی انسانی ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ خالق عالم کا نازل کردہ دستور حیات ہے — ایسا دستور حیات جو
کی کسی کروٹ سے بھی باطل نا کارہ یا آوٹ آف ڈیٹ نہیں ہو سکتا۔ ٹنڈن جی کی راہ میں یہی طرح حائل ہے۔ قر

اس ابدیت پر ایمان رکھتے ہوئے یہ قطعی ناممکن ہے کہ مسلمان کسی غیر قرآنی نظام میں پوری رضامندی سے ضم ہو جائیں
مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ٹنڈن جی کی مشترک تہذیب میں گائے کو دیوی کا درجہ حاصل ہے اور اسکی قربانی کا
تصور اتنا ہی ناقابل برداشت ہے جتنا کسی خدا کی قربانی کا تصور۔ مگر قرآن صریحاً گائے کا گوشت کھانے اور اسکی
قربانی کو جائز قرار دیتا ہے۔ یا ٹنڈن جی مشترک تہذیب میں رقص و سرود و بت تراشی اور تصویر سازی سب کی
سب نہ صرف جائز اور محمود ہیں بلکہ انسان کے ذوق جمال کی ترقی و تسکین کے لئے لازمی حیثیت رکھتی ہیں دراں
حالیکہ اسلام ان سب کو بالکل حرام قرار دیتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ مسلمان ٹنڈن جی کی مشترک تہذیب کو اس وقت تک خوشی سے قبول نہیں کر سکتا جب
تک اس کے ذہن میں اسلامی اور قرآنی اصولوں کے ہمیشہ کے لئے صحیح یا واجب العقیدہ والعمل ہونے کا تصور،
متزلزل اور مشکوک نہ ہو جائے۔ چنانچہ ٹنڈن جی نے اس نکتہ کو پالیا ہے اور وہ مشترک تہذیب کا پرچار جس زور
سے کر رہے ہیں اسی زور کے ساتھ مسلمانوں کو یہ تلقین بھی کر رہے ہیں کہ قرآن کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا ہر حکم
ہر زمانے میں واجب العمل ہو بلکہ جس طرح دوسری کتابوں میں صحیح اور غلط ہر قسم کی باتیں ہو سکتی ہیں اسی طرح قرآن
میں بھی ممکن ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اس میں سے صرف ان باتوں کو لے لیں جو ٹنڈن جی کی مشترکہ ہندوستانی
تہذیب کے لئے قابل برداشت ہوں اور جو اس سے متصادم ہوں انھیں چھوڑ دیں۔

آج ٹنڈن جی کی اس تلقین کفر سے مسلمان اضطراب اور بے چینی محسوس کرتا ہے اور تلملا تلملا کر پوچھتا ہے کہ
یہ کیا ہوگا؟ مگر ٹنڈن جی خوب جانتے ہیں کہ یہ تلملاہٹ اور بے چینی عارضی ہے اس سے پہلے نہ جانے کفر و نفاق کی کتنی
گولیاں اسے تھپک کر کھلائی جا چکی ہیں۔ اور ایک وقت آئے گا کہ ٹنڈن جی کی یہ نئی معجون بھی اس کے لئے
نہایت خوش ذائقہ چیز بنجائے گی۔ خصوصاً اس حال میں کہ یہ مجبور بھی ہے۔ اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے بھی ہیں۔
ٹنڈن جی پوری بے باکی سے اس کے جس زخم پر چاہیں نمک چھڑک سکتے ہیں جس شہ رگ کو چاہیں کاٹ سکتے ہیں۔
وہ جانتے ہیں کہ اگر اس نے آہ بھی کی تو سارا ملک اُلٹا اسی کے سر الزام تھوپے گا اور بار بار اس کی وفاداری
کا امتحان لے کر دیکھا جائے گا۔ زندہ باد سیکولرازم! کیا کہنے ہیں تیری برکتوں کے۔ جہاں تیرے سبز قدم آجائیں
اس کے سوا اور کس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ اکثریت کے ہر باطل خیال کی اشاعت عین حق ہو اور اقلیت
کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کفر۔

کمیونسٹوں کے منصوبے بھی ٹنڈن جی سے ملتے جلتے ہی ہیں۔ وہ بھی جس نظام زندگی کو رائج کرنا چاہتے
ہیں اس میں قرآن کی ابدیت کا عقیدہ سخت رکاوٹ ہے چنانچہ ان کی طرف سے بھی اس کے متزلزل کرنے
کی مہم نہایت شدومد سے جاری ہے مگر چونکہ ان کی منزل دور اور عقلیں زیادہ تیز ہیں اسلئے وہ ٹنڈن جی کی طرح

کہ لاتعلقین کفر کے بجائے اپنے چہرے پر نفاق کا پردہ ڈالنا زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں - خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان
طرفہ حملوں کی تاب ہندکا دست و پاشکستہ مسلمان کب تک لا سکے گا!!؟

اے کاش اب بھی دین کا درد رکھنے والے مخلصوں کی رگ غیرت پھڑک اٹھے - اے کاش اب بھی وہ اپنے
ئی اور معمولی اختلافات سے دامن چھڑا کر اسلام کو موت و حیات کی کشمکش سے بچا سکیں - مگر آہ ہمیں تو یہ نظر آرہا ہے
سلام کے سب سے بڑے نمائندہ کی طرف سے بھی مسلمانوں کو مسلسل تھپکیاں دی جا رہی ہیں اور افیون کھلائی جا رہی ہے۔

(الانصاف)

نعت شریف

از جناب احمد علی صاحب کوثر ٹونکی نرسی

ہے اُن کے رُتبے کا پوچھنا کیا کہ جو مدینہ کو جا رہے ہیں
اور ان کی چوکھٹ پہ جو پہنچ کر نصیب اپنا جگا رہے ہیں

بلند رُتبے ہیں اُن کے واللہ جو دل کو کعبہ بنا رہے ہیں
اور ایک ہم ہیں قسم خدا کی کہ عمر یونہی گنوا رہے ہیں

سمائے رگ رگ میں اسطرح سے نظر میں جچتا نہیں ہے کوئی
نہیں ہے ثانی جہاں میں اُن کا وہی نظر میں سما رہے ہیں

سی تخیل میں محو ہوں میں کہ دیکھ پاؤں میں ان کا روضہ
کوئی سنا دے مجھے یہ کلمہ مدینہ والے بلا رہے ہیں

صبا ذرا تو مدینہ جا کر مدینہ والے سے عرض کر دے
تمہاری فرقت میں خون پانی بنا کے عاشق بہا رہے ہیں

پکڑ کے روضہ کی جالیوں کو کہوں صلوٰۃ و سلام پڑھ کر
مجھے بھی قدموں میں اب جگہ دو کہ دنیا والے ستا رہے ہیں

مدینہ ہوں میں پہ ہوں تمہارا ذرا کرم کی نظر ہو مجھ پر!
سنو خدارا سنو خدارا کہ دنیا والے ستا رہے ہیں

ہے عبث کو بھر نا وہ آج بھر لے مدینہ جا کر کے اپنی جھولی!!!
خزانہ رحمت کا کس خوشی سے وہ کملی والے لٹا رہے ہیں

ذرا اشارہ جو پائے کوثر تو سر کے بل جائے یہ بھی طیبہ،
یہی ہے حسرت یہی ہے ارماں کہ کوئی کہدے بلا رہے ہیں

مصر میں نظامِ اسلامی برپا کرنیکی جدوجہد

الاخوانُ المسلمون کی دعوت اور اسکے کام پر ایک نظر

(از جناب غلام رسول عبد اللہ صاحب)

حق اور باطل کے درمیان ازل سے تا امروز کش مکش جاری ہے اس کشمکش کی طولانی داستان بیشمار
درد انگیز واقعات اور ہمت شکن حالات سے لبریز ہے۔ عالم انسانی کی ہیئت ترکیبی اس کی گذشتہ تاریخ اور
موجودہ عالم گیر وسعت پر سرسری نگاہ دوڑانے سے یہ حقیقت بے پردہ اور عیاں ہو جاتی ہے کہ انسان
اپنے ہی خیر خواہ سے بدخواہی، اپنے ہی ہمدرد سے بیدردی اور اپنی ہی بہبودی سے اغماض برتتا نظر
آتا ہے۔ ہمارے پاؤں تلے زمین کا وہ کون گوشہ ہے، اور ہمارے اوپر آسمان کا وہ کون ٹکڑا ہے،
جو اس بارے میں اپنی دلیل پیش کرنے سے عاجز، اور اس حقیقت وصداقت پر حقانیت اور تصدیق
کی مہر ثبت کرنے میں ناکام ہو، آپ زیتون اور طین کے درختوں سے پوچھئے، آپ طور سینین کی چٹانوں
سے دریافت کیجئے۔ آپ بلدِ امین کی گلیوں سے سوال کیجئے تو آپ کو بار بار یہی جواب ملے گا کہ ہمیشہ حق،
چاہتا ہے کہ پھیلے، نشوونما پائے اور اپنے سائے سے پوری انسانیت کو آرام پہنچائے۔ لیکن باطل ہر طرح
سے، ہر حیلہ کے ذریعہ اور ہر دباؤ کے زور سے حق کو مٹانا اور دبانا چاہتا ہے۔ اور انسانیت کی کشتی
اسی کشمکش میں لڑکھڑاتی رہتی ہے۔

اس کشمکش سے دو طرح کے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ یا تو حق کا غلبہ ہوتا ہے اور اس سے انسانیت
کو سکون و آرام اور امن ملتا ہے۔ اور انسانیت کی کشتی زندگی کے سمندر میں پوری ہمواری کے ساتھ
منزل بمنزل ترقی کرتی ہوئی ... آگے بڑھتی ہے۔ یا دوسری صورت میں باطل کا پلہ بھاری نظر آتا ہے
اور زندگی کے دریا میں تلاطم پیدا ہوتا ہے، اور انسانیت کی ناؤ معاشرت کی ناہمواریوں، معیشت کے
گردابوں، اور سیاست کے تھپیڑوں کے درمیان چکر کھاتی ہوئی پریشان ہوتی ہے۔ اور انسانیت
کا سکون، ہیجان میں عالم انسانی کا عدل، بے انصافی میں۔ اور بنی نوع انسان کی ہمہ جہتی ترقی خسران میں

دل جاتی ہے۔
غور سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دراصل انسانیت کی سرشت اور اس کا مزاج اس طرح پر بنا ہے کہ حق کے ساتھ موافقت کرے اور سچائی کا ہمنوا بن جائے۔ اور باطل سے کنارہ کشی ہی نہیں بلکہ بغاوت اختیار کرے۔ لیکن بُرا ہوا ان اوقات کا جب کشتِ انسانیت کے مالک اہل باطل بن بیٹھتے ہیں، اور وہ نہیں چاہتے ہیں کہ اپنی ناجائز ریاست وظالمانہ قیادت میں فرق آنے دیں۔ وہ اس بات کو کب گوارا کر سکتے ہیں کہ اہلِ حق کے ہاتھ میں انسانی معاشرہ کی باگ ڈور ہو جائے۔ اہل باطل اپنی جابرانہ سرداری کی، اپنی پوری قوت اور زور کے ساتھ حفاظت کرتے ہیں اور حق کی اذان دبانے اور اہل حق کا سر کچلنے کے لئے تیر اور تفنگ، توپ اور گولہ، قید وبند سولی اور زہر، اور شمشیر کو استعمال میں لاتے ہیں۔ باطل اپنی سیاسی قوت، اپنی عسکری طاقت اور اپنی پولیس اور عدالت، جیل اور تختہ اور دار کو حق کے خلاف لاکھڑا کرتا ہے۔ لیکن حق ڈرتا ہے، نہ دبتا ہے۔ بلکہ وہ دبانے سے اُبھرتا اور مٹانے سے اور بڑھتا ہے۔ وہ ظالمانہ اور جابرانہ طاقتوں کے بالمقابل ایسا نظر آتا ہے کہ گویا مٹ گیا اور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ لیکن اسطرح انسانوں کے حساس وعمیق سمندر میں غوطہ زن ہو کر اپنی اصلی اور پُرانی شکل میں، بلکہ کبھی اس سے بھی اور صاف اور شفاف صورت میں نمودار ہوتا ہے اور ڈراؤ، دباؤ اور مٹاؤ کی بھٹی اسے کندن بنادیتی ہے۔ کیا شہر مکہ کی ریت، اسکی شہادت پیش نہیں کرتی جس نے حضرت بلال رض کی چھاتی کو جھلسایا۔ کیا کربلا کی خاک خون سے سرخ نظر نہیں آئی، جس نے حضرت حسین رض کو اپنی چھاتی سے لگایا۔ کیا کوفہ کے قید خانہ میں کال کوٹھری مسمار ہو گئی ہے جس کے اندر امام ابو حنیفہ رح نے زہر نوش کر کے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ کیا سرحد پار کا علاقہ بالاکوٹ کا رن بھول گیا جہاں سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید نے لڑتے لڑتے اپنی جانیں، جاں آفریں کے سپرد کر دیں۔
یہ ہیں ماضی کے وہ حالات وواقعات جو چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کی ستیزہ کاری کو برابر جاری رکھے ہوئے ہیں۔
لیکن اسوقت جبکہ باطل کا غلبہ اور کفر کا استیلاء اپنے پورے زوروں پر جاری ہے، دنیائے اسلام کا ہر گوشہ حق کی قربان گاہ پر اپنی قربانیاں پیش کرنے میں پیشقدمی کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں خواہ انڈیا ہو یا انڈونیشیا، خواہ پاکستان ہو یا مصر، یا کوئی اور ملک، جہاں جہاں حق کی آواز اُبھرنے لگی ہے، ہر ایسا ملک حق اور نظامِ حق کے قیام کیلئے دوسرے ملک پر سبقت لیجانا چاہتا ہے اور اسوقت

، تزید کہا جاسکتا ہے کہ سرزمین مصر نے حق کے احیاء کے لئے اپنی طرف سے سب سے قیمتی چیز حق کی قربان گاہ پر چڑھا کر دوسرے ممالک پر واقعتاً سبقت حاصل کر لی ہے۔

۱۹۴۹ء میں ماہ فروری کی راتوں میں سے ایک رات اہل حق کی تاریخ میں یادگار ہونیکی حیثیت حاصل کر چکی ہے گہری تاریکی میں مصری مجاہدان حق کے قائد اعظم کو اہل باطل نے کمال بزدلی سے نرغہ میں لا کر قتل کر دیا کے شہر کی فضا میں اسوقت تک ان نصف درجن کے قریب گولیوں کی گونج باقی ہے جسکا "الاخوان ن" کے فصیح و بیباک بانی اعظم حضرت شیخ حسن البناء کے معصوم دل کو نشانہ بنایا گیا اور گلستان حق طوطی شیریں بیاں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کیا گیا۔ ملک مصر میں ایک طرف یہ سانحۂ عظیمہ پیش آیا دوسری طرف خدیو مصر شاہ فاروق کے جشن دن کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں جنھوں نے اپنی ناپاک یش کی تقریب پر شیخ حسن البنا کی قربانی کا حکم فرمایا تاکہ خلق خدا پر آپکی فرعونیت جاری رہے۔ اور حکومت باطلہ کے سامنے کسی قسم کی مزاحمت پیدا نہ ہو جائے۔ اور بندگان خدا، بندگان خدیو ہیں۔ اور خدیو خود اہل انگلستان کی قیصریت و استعماریت کے سایہ تلے خوب پھلے پھولے اور داد عیش انجمن "الاخوان المسلمون" کی بنیاد ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء میں شیخ حسن البناء مرحوم کے مبارک اور مخلص ہاتھوں پڑی۔ شیخ نے اپنے بچپن میں معمولی طرز کی تعلیم حاصل کی تھی۔ تعلیم کے بعد آپ کسی مدرسہ میں کام کرنے لگے ن ہی سے آپکے دل میں حق کی تڑپ، اسلام کی خدمت اور جہاد کا جذبہ موجود تھا چنانچہ آپنے ہوش سنبھا میدان عمل میں چھلانگ لگائی اور عام اہل مصر کو جن میں بیشتر ان پڑھ اور نسلی مسلمان ہیں، حق اور اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کی۔ آپ کے دماغ میں حکمت، دل میں پاکیزگی، زبان میں فصاحت اور ہی کوشش میں اخلاص تھا۔ آپ کی دعوت، اطاعت الہی اور اقامت دین یا قیام نظام اسلامی طرف تھی۔ آپکی دعوت کے پانچ اساسی نکات ہیں (۱) اللہ (۲) رسول (۳) جہاد (۴) شہادت (۵) آخرت، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں۔ رسول اللہ کی سنت کو اپنا طرز عمل بناتے ہیں۔ جہاد کو اپنے مقصد کا ذریعہ مانتے ہیں۔ شہادت کو اپنی زندگی کی غایت ٹھہراتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کے لئے آخرت میں خود کو خدا کے سامنے جوابدہ قرار دیتے ہیں۔

شیخ مرحوم نے ایک ایسے ملک اور ماحول میں کام شروع کیا جہاں ہر طرف مشکلات اور خطرات ہوتے تھے۔ ایک تو مصری عوام کی بے انتہا جہالت، دوم مصری علماء کی تنگ خیالی اور نفس پرستی، سوم عادت قوم کی بے راہ روی، چہارم شاہ مصر کی جابرانہ حکومت، اور آخری حکومت برطانیہ کی زبردست عسکری طاقت، لیکن ان خطرات و مشکلات سے خوف نہ کھاتے ہوئے شیخ مرحوم نے دعوت حق کا کام شروع کیا۔ آپ کا اخلاص۔ اللہ پاک کے دربار میں قبول ہوا آپ کی حکمت نے اپنا راستہ نکالا۔ آپ کی

وضاحت نے دلوں کی مردنی کو زندگی بخش دی یہاں تک کہ تیس سال کے قریب مدت میں ملک کا کوئی مقام، کوئی شہر، کوئی اسکول، کوئی کالج یا کوئی مسجد نہ تھی جس میں آپکی دعوت پر لبیک کہنے والے تیار نہ ہوئے۔ چونکہ یہ لوگ محض اللہ اور اسلام کے لئے اٹھے اور آپس میں کمال اخوت برتتے تھے اس لئے خود بخود ان کا نام "الاخوان المسلمون" مشہور ہوا اور زنانہ دستے کو "الاخوات المسلمات" کہنے لگے۔

سنہ ۱۹۴۹ء کے قریب جس وقت پورے ملک مصر میں اخوان و اخوات نے اپنی ان تھک کوششوں سے دعوت کا تہلکہ مچا دیا تھا۔ ۲ کروڑ کی آبادی والے ملک میں ایک طرف ۵ لاکھ الاخوان المسلمون بالکل تیار اور دوسری جانب ۲۵ ہزار کے قریب "الاخوات المسلمات" تھیں۔ مصر کی آبادی میں ایک انقلاب آنا شروع ہوا۔ شاہِ مصر کے محل میں ایک لرزہ طاری ہو گیا، اپنا بچاؤ کرنے میں پریشان ہونے لگی، کہ اس بڑھتے ہوئے طوفان کو کیسے روک لیا جائے۔ اس سے بڑھکر یہ کہ مصر میں، برطانوی عساکر میں ایک کہرام مچ گیا کہ اسلام کے اس سیلاب کو کیسے روکا جائے۔ آخر تینوں کی متفقہ رائے اور کوشش سے اخوان پر پابندی لگائی گئی جس سے وہ خطرات پیدا ہوئے کہ ایک طرف حکومت مصر کے وزیر اعظم نقراشی پاشا اور دوسری طرف شیخ مرحوم کی جانیں گئیں۔ اخوان کو ہزاروں کی تعداد میں قید کیا گیا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے، کتنوں کو سخت سے سخت سزائیں دی گئیں۔ کتنے جلاوطن ہوئے اور نہ معلوم کتنے شہید کئے گئے۔ آخر ظلم کا زور ٹوٹ گیا۔ خداوند نے اپنے انصار کی مدد فرمائی۔ اخوان کو جیل سے رہائی ملی اور پھر سے وہ اپنے جوش اور ولولہ کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگے ہیں۔

"الاخوان المسلمون" کی تنظیم پورے ملک مصر پر چھائی ہوئی ہے اور ایک وقت تھا کہ ملک کی جماعتوں میں یہی سب سے بڑی جماعت تھی۔ اس تنظیم میں رکنیت (MEMBERSHIP) حاصل کرنے میں کوئی نسلی یا ملکی قید نہیں ہے ہر وہ شخص اس میں شامل ہو سکتا ہے جو اسلام کو تسلیم کرے اور شعور اور ذمہ داری کے ساتھ اس پر چلنے لگے۔ اخوان کی تنظیم میں رکن بننے کے لئے تین مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے ایک آدمی اسکی دعوت قبول کرکے (اخ) کی حیثیت سے شروع کرتا ہے۔ جہد کی بنا پر کچھ عرصے کے بعد اس کو ایک اور درجہ یعنی "اخِ عامل" تک ترقی دی جاتی ہے۔ آخر جب سرگرمی اور گرمجوشی میں اور آگے بڑھتا ہے تو اس کو ایسا درجہ حاصل ہوتا جو اعتماد اور نظم کی پابندی کی سب سے بڑی کا ملک میں اپنے کام کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اخوان دعوت کا مرحلہ قریب قریب ختم کر چکے

ادی میں چھیس لاکھ افراد کی تعداد بتاتی ہے کہ یہ ایک عوامی تحریک ہے۔ اب یہ تحریک دعوت حق کے دو
قدم رکھنے لگی ہے۔ اس تحریک کا لٹریچر خاطر خواہ صورت میں، مصری زبان میں موجود ہے۔ صحافتی
اس جماعت کو ہنگامی دور میں زیادہ غلبہ حاصل نہیں ہے۔ لیکن اس پر بھی ایک اخبار موسوم
شائع ہو رہا ہے اور دوسرے ملکی اخبار میں بھی کبھی کبھی اس دعوت کی آواز باز گشت سنائی دیتی
نچہ اس قسم کے اخبارات اہل مصر کے درمیان شیخ مرحوم کی دعوت پھیلانے میں کوشاں نظر آتے
سرکاری حلقوں میں یہ جماعت معتوب ہے لیکن سیاسی دنیا میں اسکا وزن قائم ہے۔
کئی پارٹیاں چاہتی ہیں کہ اخوان کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس
ک اس تحریک نے ملک کی سیاسی زندگی میں جمہوری طرز سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا۔ لیکن
ے میں نظام جمہوری کا کھوکھلا پن بالکل نمایاں ہو چکا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ گذشتہ انتخابات
وان نے ایک حلقہ میں اپنا امیدوار کھڑا کیا اور تقریباً نوے فیصدی کامیابی کے امکانات،
ہونیکے باوجود حکومت وقت نے کامل عیاری سے کام لیتے ہوئے اس کو ناکام بنا دیا۔ اس لئے
جمہوری طرز سے گریز کرتے ہوئے دوسرے فعالی ذرائع (MEANSACTIVE)
ہ اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس معاملہ میں ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ "الاخوان المسلمون" دنیا
مری حق پرست جماعتوں کے لئے تجربات کے کس میدان کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں (الانصاف)

توحید

(از شاعر حرم جناب مائل خیر آبادی)

مسلماں تو نے مسلماں ہو کر کبھی یہ بھی سوچا کہ توحید کیا ہے
خدا کا بروئے حدیث اور قرآں مسلماں کی نظروں

یہ عرسوں پہ کیا بت پرستی کی ہمت یہ اوروں پہ کیا طنز باطل پرستی
خدا کیلئے دیکھ اپنی طرف بھی ترے گھر بھی طوفان یہ سر

یہ چند آڑے ترچھے نقوش اور گنڈے یہ کچھ الٹی سیدھی لکیریں یہ خاکہ
یہ چادر یہ تربت پرستی کے دھندے مساجد کے طاقوں کو بھرنا

یہ پیر اور مرشد کی منت سماجت کہ ہوگا وہی جو بھی فرمائیں حضرت
بھلا اس توہم کے جھگڑے میں ناداں خدا کا کبھی واسطہ

یہ شادی میں بیجا رواج اور رسمیں یہ میت پہ ایماں فراموش باتیں
یہ فرزند دلبند کیوں واسطے تو مزارات کی خاک کیوں چھانے

یہ جو بانس کی تیلیوں کا ہی ڈھانچہ جسے تو نے رنگین ابرک سے منڈھ کر
پھر اس پر ذرا بیل بوٹے بنا کر حسین ابن حیدر لقب دید

پھر اس پر یہ سہرے یہ کنٹھیوں کی بارش ملیدے چڑھاوا نیاز اور نذریں
خدارا بتا اے مسلماں آخر کہ اس سے ترا اخلاص کیا ہے

اگر تیری توحید کا ماحصل ہی یہی ہے کہ جس پر دل و جان سے قربان تو ہے
تو تجھ سے ہر وہ غیر مسلم ہی اچھا جو پتھر سے ہی مطمئن ہو گیا

کہ پیسہ پیسہ اسکی عبادت کمال بلا خرچ اس کا عقیدہ مسلم
مگر آئے دن بدعقیدوں پہ اپنے زر و مال سے تو مٹا جا رہا

اور اس پر یہ طرہ، "فقط تو موحد" سوا تیرے ساری خدائی ہے مشرک
یہ شاید تجھے زعم اس واسطے ہے کہ گھر میں مسلماں کے پیدا ہوا ہے

(ندائے حرم)

مجالس محرم

خطبہ جمعہ بابتہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۵ء مطابق ۱۴۰۶ھ محرم الحرام

(از رفیق محترم جناب مولانا قاری سید ودود الحق صاحب ندوی)

خطبہ مسنونہ تعوذ اور بسملہ کے بعد!

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا !!!

(سورہ ذاریات پارہ ۲۷)

ثانی عشرہ حضرات! پچھلا عشرہ بمبئی میں ایک طوفانی عشرہ تھا، جس گلی میں دیکھئے واعظین کرام وعظ فرمارہے تھے۔ ہر شخص اپنے اپنے رنگ میں مسلمانوں کو دین و مذہب کی باتیں بتارہا ان میں مقامی واعظین بھی تھے اور باہر سے بلائے ہوئے بھی تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جو بغیر دعوتی کار... ش معاش یا اپنی کسی دوسری غرض کے ماتحت گھر پر قرض عام کرکے آگئے تھے۔ خوب خوب وعظ ہوئے ون نے مجموں پر چھا جانے کی کوشش میں کوئی طریقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اہل دل سامعین نے سر دھنے۔ یہ مبارک جلسے مسلسل گیارہ دن تک رہے، لاکھوں آدمیوں نے یہ وعظ سنے اور ابھی یہ ت ختم نہیں ہوئی۔ کچھ دنوں تک اور بھی محافل نور میں علم وعرفان کی بارشیں ہوتی رہیں گی۔

سوال لیکن سوال یہ ہے کہ ان محافل کا کوئی محسوس نتیجہ بھی برآمد ہوا؟

کیا آپ کی مسجدیں نمازیوں سے بھر گئیں؟

لوگوں نے شرعی زندگی اختیار کر لی؟

بدمعاشی اور اوباشی کے اڈے کچھ دنوں کے لئے ویران ہوگئے؟

مسلمانوں نے اخلاق نبوی کو اختیار کر لیا؟

تاجروں نے ناجائز اور حرام تجارت چھوڑ کر حلال تجارت شروع کر دی ؟

غریبوں کی پہلے سے زیادہ خبرگیری ہونے لگی ؟

آپ فرمائینگے کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ ہم میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ اور کل تک جہاں تھے وہیں آج بھی ہیں ۔ ہماری روحانی بیماریوں کا وہی عالم ہے۔

کیا فائدہ تو پھر میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اس دردسری سے کیا فائدہ۔ راتوں کی نیند بھی خراب ہوں، جیب کا پیسہ بھی خرچ ہو، دوڑ دھوپ بھی ہو۔ محنت مشقت بھی کرنی پڑے، پھر ایسے اجتماعات سے کیا فائدہ۔ آپ ہی بتائیے ان وعظ کی محفلوں میں اور قوالیوں کی مجلسوں میں کیا فرق ہے۔ نتیجہ کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔ یہ بھی بے فائدہ اور وہ بھی بے مطلب، بلکہ اگر سچ پوچھئے تو اللہ کا حکم سننے کے بعد اپنے آپ کو نہ بدلنا یہ اور بھی گناہ ہے۔

اللہ کی محبت مسلمانو! کل میدان قیامت میں اللہ تبارک و تعالیٰ تم پر ان وعظوں کی مجالس میں شرکت کرنے سے حجت پکڑیگا۔ وہ کہے گا کہ تمہارے کانوں تک میرے احکامات اور میرے رسول کے ارشادات پہنچے اور تم نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس اعتبار سے یہ محفلیں جو نورانی کہلاتی ہیں روز محشر تمہاری گرفت کو بڑھا دینگی، اور اسوقت تم اس کا کوئی کفارہ ادا نہ کرسکو گے

یہ سب کیوں؟ ذرا غور تو کرو کہ آخر یہ سب کیوں؟ ہمارے اعمال کیوں نہیں بدلتے ہمارے عادات و اطوار کیوں ٹھیک نہیں ہوتے۔ اتنے مواعظ سننے کے بعد ہماری حرماں نصیبی خوش بختی میں اور ہماری پریشان حالی، فارغ البالی میں کیوں تبدیل نہیں۔

خطبہ کی آیت جس آیت سے آج کا خطبہ شروع ہوا ہے اس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے رسول! نصیحت فرماتے اور سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نصیحت اور سمجھانا مومن کو نفع دیتا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ قرآن کا ارشاد (نعوذ باللہ) جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ کمزوری اگر ہو سکتی ہے تو ہماری ہی ہو سکتی ہے۔

ایک مثال آج اگر ہم ایک کاروباری سے کہدیں کہ فلاں جگہ پر تمہارے مطلب کا مال بک رہا ہے بہت سستا ہے، تم کو اسکی ضرورت بھی ہے، جاؤ فوراً خرید لاؤ، تو کیا وہ تاجر اس مال لانے میں کسی قسم کی تاخیر کرے گا۔ وہ تو فوراً جائے گا اور جس صورت سے ممکن ہوگا اُس مال کو زائد سے زائد کر دکان پر لے آئے گا۔ آخر وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ آپ فرمائینگے کہ وہ تاجر ہے اسکو ضرورت ہے وہ اسی فکر میں رہتا ہے، اس کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔

بس یہی صورت یہاں بھی ہے۔ اگر تمہاری دکان ایمان کی ہے، اللہ کے عشق اور محمد رسول اللہ صلی اللہ

کی محبت کی ہے تو تم کو ہر وقت اس کی فکر ہوگی کہ اپنی دوکان ایمان میں کچھ اضافہ ہوتا جائے اور ضرورت کی چیز ہر وقت موجود رہے۔ اگر تم ہر وقت اس دوکان کے میل کی چیزیں تلاش کرتے رہوگے تو جہاں وہ سودا ملے گا تم فوراً اس کو خرید دوگے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کروگے۔

یہاں سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ سمجھانا مومن کے لئے کیوں نفع بخش ہوا کرتا ہے اور کیوں فائدہ مند ہوتا ہے؟

صحابہؓ کی زندگی صحابہ کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ آن کی مقدس جماعت میں ایک ایسی جماعت بھی تھی جس نے اپنے آپکو دین کے لئے وقف ہی کر دیا تھا، ذرا ذرا سی بات حضور سے دریافت کرتے رہتے اور روز و شب اپنی ایمان کی دوکان کو سجاتے رہتے۔

عمل کا گودام معمولی معمولی باتوں کا تذکرہ حضور کی محفل میں ہوتا رہتا اور جسکو جو ملجاتا وہ خیال کرتا کہ بہت ہی بہتر دولت ہاتھ آگئی، وہ اپنے عمل کے گودام میں اسکی حفاظت کرنا شروع کر دیتا۔ اس لئے کہ عمل کا گودام اس قدر مضبوط ہے کہ اس میں چوری کا خطرہ نہیں ڈاکے کا ڈر نہیں۔ لیکن اگر اسی چیز کو محض علم کے میدان میں رہنے دیا جائے تو اس بات کا خطرہ ہے کہ شیطان اس پر ڈاکا مارے اور ساری پونجی لُٹ جائے۔ صحابہ اس حقیقت سے واقف تھے چنانچہ وہ فوراً اُسکو عمل کے گودام میں محفوظ کر دیا کرتے تھے۔

ایک آیت قرآن مجید میں ایک آیت ہے یا ایھا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القرآن تبد لکم عفا اللّٰہ عنھا واللّٰہ غفور حلیم۔ پ سورہ مائدہ رکوع ۱۴

اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔ اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو دریافت کرو تو تم سے ظاہر کر دی جائیں۔ سوالات گذشتہ اللہ نے معاف فرما دیئے اور اللہ بڑی مغفرت والے ہیں اور بڑے حلم والے ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حج کا حکم نازل ہوا تو سُراقہ بن مالک نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ حکم اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کیلئے۔ آپنے ان کے جواب سے اعراض فرمایا۔ انھوں نے یہی سوال تین بار دہرایا آخر میں آپنے ارشاد فرمایا اگر میں تمہارے سوال پر ہاں کہدیتا تو حج ہمیشہ کیلئے فرض ہوجاتا، تم مشقت اور تکلیف میں پڑجاتے، تم ہر سال حج نہ کرسکتے، یہ آیت اُسی کی تائید میں نازل ہوتی ہے۔ بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی نے یہ پوچھا کہ حضور میرا باپ کون ہے۔ کسی نے پوچھا میری عورت گھر میں کسطرح ہے۔ یہ آیت اس سلسلہ میں نازل ہوئی۔

مطلب کی بات بہرحال اس آیت میں جہاں بے ضرورت سوال کرنے کی مخالفت کی گئی ہے وہاں

سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ دینی معلومات حاصل کرنے کیلئے حضور سے کیا کیا سوالات ابتداءً کیا کرتے تھے اور وہ کس قدر حریص تھے دینی معلومات اور حضور کے ارشادات سننے کے۔

سلف صالحین سلف صالحین میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جنھوں نے ایک مرتبہ اللہ کا ایک حکم سن لیا اور اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

حضرت فضیلؒ ڈاکو تھے۔ لیکن ایک مرتبہ جب انھوں نے یہ آیت سن لی اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ الخ تو فوراً کہہ اٹھے۔ تَابَ وَاَنَابَ باری تعالیٰ ——! فضیل نے توبہ کی اور تیری طرف رجوع ہو گیا۔

ایک صحابی نے مسجد کے باہر دوران خطبہ میں حضور کو اِجْلِسُوْا اِجْلِسُوْا ارشاد فرماتے سنا۔ وہ سر پر لکڑی کا گٹھا لئے ہوئے تھے، ارشاد نبویؐ سنتے ہی بیٹھ گئے، حالانکہ حضور نے ان لوگوں کو یہ حکم دیا تھا جو مسجد کے اندر کھڑے ہوئے تھے۔

غرض صحابہ اور بزرگانِ دین کے حالات میں اس قسم کے واقعات بکثرت ملتے ہیں —— پھر آخر کیا بات ہے کہ وہی قرآن اور وہی حدیث ہے، وہی شریعت اور وہی اس کے احکامات ہیں جنکو ہم ہمیشہ سنتے رہتے ہیں لیکن وہ ہم پر اثر نہیں کرتے۔

راز اس کا راز خود خطبہ والی آیت کا آخری ٹکڑا فاش کرتا ہے۔ یعنی فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ وعظ و نصیحت ایمان والوں کو مفید ہوا کرتی ہے۔

اس کے بعد فیصلہ بہت سہل اور نتیجہ آسانی سے نکل آتا ہے۔ یعنی آج ہمارا دل ایمان کی لذتوں سے آشنا نہیں۔ عشق الٰہی اور محبت رسالت پناہی سے اس کو قطعاً تعلق نہیں، جب ہی تو ہم پر وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حالانکہ خداوند قدوس کی شان تو یہ ہے کہ

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں　　مانگنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ایک طرف ہمارے ایمانوں کی سردی کا یہ عالم ہے اور دوسری طرف عام طور پر مجالس بطور رسم ہوتی ہیں، تیسری طرف بالعموم بیان کرنے والے اخلاص نیت سے خالی اور کورے ہوتے ہیں اور چوتھی طرف ہر ڈاڑھی اور جبے والے کو "حضرت مولانا" کہہ دیا جاتا ہے اور ان کو اس جگہ پر لا بٹھایا جاتا ہے جو بڑی ذمہ داری کی جگہ ہے ان کو کچھ اقبال کے کلام یاد ہیں، کچھ حاتم طائی کے قصے اور کچھ داستان امیر حمزہ کے افسانے، ان کا پورا وعظ انھیں لایعنی باتوں پر ختم ہو جاتا ہے۔ نہ ان کو قرآن کی ہوا لگی اور نہ انھوں نے حدیث کی خوشبو سونگھی اس کا جو کچھ نتیجہ ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

ب کافرض | اس کے بعد آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے اپنے ایمانوں کا جائزہ لیں اور اس میں جو کمی ہو اسکو پورا کرنے کی کوشش کریں، اس قسم کی محفلوں کو نااہلوں کے حوالہ نہ کریں تاکہ اس کا فائدہ مرتب ہو ورنہ ان کے ہونے سے نہ ہونا بہتر ہے ۔۔۔

حق را بسجودے صنماں را بطوافے ۔۔۔ بہتر ہے چراغِ حرم و دیر بجھا دو

قت کی رفتار | وقت کی رفتار آپ کو زیادہ مہلت نہیں دیگی۔ قیامت قریب ہے۔ موت آپ کو گھیرے ہوئے ہے۔ کفن آپ کا تیار ہے۔ قبریں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ اس لئے زادِ راہ فراہم کرنے میں تاخیر نہ کیجئے۔ اللہ آپ کی اور ہماری مدد فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(مورخہ ۲۰ راکتوبر [illegible])

سینما!

از جناب مولانا قاری محمد عثمان صاحب فائق اعظمی ڈاکخانہ کوپا
الحال مقیم واکولہ مسجد - بمبئی نمبر ۲۵

اک نئی تہذیب ہے جلوہ نما
"عکس روشن" میں چمکتا سینما!

ہے یہ اک دلچسپ "لعنت" سر بسر
جس میں "افرنگی شرارت" جلوہ گر

پردہ روشن ہے مگر "تاریک" ہاں
کیا "اندھیرے" نے چلی ہے خوب چال

"خلوتوں" کے راز ہیں جلوت فشاں
اُڑ گئیں شرم و حیا کی دھجیاں

ہیں اُدھر پردہ پہ کچھ "فنکاریاں"
تو اِدھر ہیں ہال میں سرشاریاں

بام و در چھوڑا الطوائف نے اگر !!
اور ہوئی پردہ پہ آکر جلوہ گر !!

تو شریفوں نے لئے اسکے قدم
باوقار و باوجاہت، باحشم

زینتِ دیوار تصویریں ہوئیں
جو گھروں میں لڑکیوں کو بھا گئیں

دل میں جب لینے لگیں یہ چٹکیاں
آ گئیں "پردے" سے باہر لڑکیاں

باپ کو اور "زندہ دل" بھائی کو بھی
فلم کے پردے سے پھر آواز دی

کالجوں نے ہم کو بخشا علم و فن !!
اور گھر کی زندگی نے یہ چلن !!

تعارف

...ائیں مرتبہ: مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی۔
پتہ: مکتبۂ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ قیمت: ۶/ر

کتابی سائز کے اڑتالیس صفحات پر تقریباً ساٹھ پینسٹھ عنوانوں کے تحت، قرآنی اور ماثور ...ں اور مختلف اوقات کے مسنون اذکار اس کتابچہ میں درج ہیں۔ شروع میں مولانا ابوالحسن صاحب ...لم سے ایک مختصر سا مقدمہ بھی ہے۔ جس میں دعا کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور بڑے ہی ڈھنگ سے۔ جس سے دعا کی اہمیت، ایک حقیقت بنکر سامنے آجاتی ہے۔

ہر دعا کے سامنے، اس کا بامحاورہ ترجمہ ہے جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

...لیم الاسلام مؤلفہ: حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
ناشر: مکتبۂ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ قیمت ۶/ر

بہت آسان اردو میں۔ دینیات کا ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ جس میں امور دین، نماز روزہ اور وغیرہ سے متعلق ضروری ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ ایسے لوگوں کو سامنے رکھ کر ...ب کیا گیا ہے، جو کم پڑھے ہوئے ہیں یا جو اپنی کاروباری مصروفیتوں کے باعث مسائل دینیہ کے ...ل کرنے کیلئے زیادہ وقت نہیں دے سکتے۔ یہ رسالہ مکاتب اسلامیہ کے بچوں کے لئے بھی بہت مفید ہے۔

رسالہ کے مؤلف اپنے دور کے مشہور و معروف صاحب علم و عمل بزرگ ہیں۔

...سن معاشرت مؤلفہ: محترمہ خیرالنساء صاحبہ والدہ ماجدہ مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی
ناشر: مکتبۂ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ قیمت ۱۲/ر

اس کتاب کا تعارف یوں کرایا گیا ہے کہ۔

"مسلمان لڑکیوں کے لئے ایک سبق آموز کتاب ہے، جس میں بچپنے سے جوانی تک کی گھریلو زندگی ...پورا نقشہ، میکہ اور سسرال والوں سے برتاؤ اور رہن سہن کے طریقے، خانہ داری، پرورش اولاد ...ان کی بیماریاں اور ان کا علاج اور وہ تمام گھریلو تجربات اور نصیحتیں درج ہیں۔ جن کو اپنانے سے ...آرام اور راحت کی زندگی میسر اور مستقبل شاندار بن سکتا ہے۔"

اس کتاب کی یہ تعریف بالکل بجا و درست ہے۔ اسی کے ساتھ زبان عام فہم اور بہت آسان، اگر ماں
باپ اپنی بچیوں کو یہ کتاب سبقاً سبقاً پڑھوائیں تو یقین کیجئے کہ ان کی زندگیاں سنور، سدھر اور نجابتگی
بمبئی کے مسلمان گھرانے خاص طور پر اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں۔

جمہوریت اور مغربی تجربیں

مصنفہ:- ڈاکٹر ایڈورڈ بینس۔ مترجم عربی:- حسن صعب مصری نائب سفیر ترکی
برائے لبنان۔ مترجم اردو:- عبدالوہاب صاحب ظہوری۔
ناشر:- مکتبہ نشاۃ ثانیہ۔ معظم جاہی مارکیٹ۔ حیدرآباد دکن۔ قیمت مجلد تین روپے

ڈاکٹر بینس نے شکاگو یونیورسٹی (امریکہ) میں "موجودہ اور آئندہ جمہوریت" کے عنوان پر چند
تقریریں کی تھیں جو سب سے پہلے ان کی وطنی زبان میں۔ پھر فرانسیسی میں شائع ہوئیں۔ اسکے بعد دنیا کی اکثر
زبانوں میں ان کا ترجمہ شائع ہوا۔ اردو کا جامہ الغنی جناب عبدالوہاب صاحب ظہوری نے جو بہت سی کتابوں
کتابوں کے مترجم و مؤلف ہیں۔ عربی سے ترجمہ کرکے پہنایا۔
دنیا کی تمام زبانوں میں ان تقاریر کا ترجمہ اور کتابی شکل میں ان کا شائع ہونا، اس سے ان تقاریر کی
اہمیت خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے۔
ڈاکٹر بینس، چیکوسلاویکیہ کے باشندے ہیں اور اپنی وطنی حکومت کے مختلف ذمہ دار عہدوں
حتی کہ اس کی صدارت تک، پر فائز رہے ہیں۔ عملی سیاست کے بالراست آزمودہ کار سپاہی ہیں۔ اس
کے ساتھ صاحب علم بھی۔
"مغربی جمہوریت" اب تک کن مراحل سے گذر چکی ہے اور اس کے مستقبل میں کس قسم کے امکانات پنہاں
ہیں، یہ کتاب ان تمام باتوں کی نقاب کشائی کرتی ہے۔

پاکستانی عورت دوراہے پر

مؤلفہ:- مولٰنا امین احسن صاحب اصلاحی۔
ناشر:- مکتبہ جماعت اسلامی، اچھرہ، لاہور (پاکستان) قیمت دو روپے بارہ آنے
(مکتبہ جماعت اسلامی ہند رامپور یو۔پی۔) اور مکتبہ جماعت اسلامی ۱۳۵
الہ آباد (یو۔پی)، سے بھی غالباً یہ کتاب مل سکیگی)
کتاب کا مقصد اس کے نام سے ظاہر ہو رہا ہے۔ جناب مؤلف کے دیباچہ سے اسکی مزید وضاحت
ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔
"پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی اس ملک میں عورتوں کو بگاڑنے کی جو تحریک، ہمارے ارباب اقتدار
[illegible]

کوائف ادارہ

حضرات علماء کی تشریف آوری

محاہ ِ محرم کے سلسلہ میں بہت سے علماء کرام بمبئی وعظ ذات میں سلسلہ وعظ مدعو ہوتے ہیں۔ ان تشریف لانے والوں میں سے خصوصیت کے ساتھ مولٰنا ابوالوفا ... شاہجہانپوری اور مولٰنا عبدالقیوم صاحب معلم شعبۂ دینیات علیگڑھ یونیورسٹی نے ادارہ میں تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی۔

چند نئے زیر طبع رسائل

۱۔ ادارہ تبلیغ الاسلام کے تیس تبلیغی اسباق اب تک کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب اس کا اکتیسواں سبق حسب سابق کتابی شکل میں طبع ہو کر دسمبر کی کسی تاریخ میں شائع ہو سکے گا۔ قیمت دو آنہ یا تین آنہ ہوگی۔ مرتب اسباق رفیق محترم مولٰنا قاری سید ودود الحق صاحب ندوی اس پر نظر ثانی فرما رہے ہیں۔

۲۔ سفر حج کی مشکلات، ضروری مشورے اور دعائیں، ادارہ اس نام سے ایک رسالہ کتابی شکل میں شائع کر رہا ہے۔ جو عازمین حجاز کے لئے کارآمد اور مفید ہوگا۔

۳۔ لاؤڈ اسپیکر پر نماز، یہ بھی ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ جسے ادارہ کتابی شکل میں شائع کر رہا ہے۔

پرانے اسباق کی از سرنو طباعت

ادارہ کا پہلا تبلیغی سبق، کلمہ طیبہ اور دوسرا کلمہ شہادت کئی بار شائع ہونے کے بعد ختم ہو گئے تھے۔ ادارہ نے یہ اسباق اب پھر طبع کرائے ہیں۔ جن حضرات کو ضرورت ہو وہ منگوالیں۔

گجراتی اسباق

ادارہ نے بعض احباب کے مشورہ پر، شروع کے پندرہ اسباق گجراتی میں بھی طبع کرائے تھے۔ جن کی کافی تعداد ابھی تک ادارہ میں موجود ہے۔ جو اصحاب تبلیغ دین کی خاطر دینی لٹریچر تقسیم کیا کرتے ہیں، اگر وہ چاہیں تو معقول کمیشن کے ساتھ یہ اسباق تقسیم کیلئے خرید سکتے ہیں۔

احترام مسجد کا احساس

بمبئی کی ایک انجمن کے اراکین نے، ذریعہ ڈاک اس شکایت کے ازالہ کیلئے جدوجہد کی درخواست کی ہے کہ بمبئی کی بعض مساجد و قبرستان کی دیواروں پر سینما وغیرہ اسی قسم کی چیزوں کے اشتہارات چسپاں ہوتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

نام	مقام	ضلع	نام	مقام	ضلع
عبداللہ خاں کفایت اللہ خاں	ٹریزر روڈ	بمبئی نمبر ۲	محمود میاں محمود علی حسن بھائی	نڈریا	کھیڑ
محمد زبیر زین العابدین	ورکس کمپنی واڑی	بمبئی نمبر ۱۶	عبدالمجید رضا صاحب	ٹکسس آوُر	بمبئی
عبدالرحیم حاجی ابراہیم	کھانکی واڑ	بھروچ	امیر علی غلام علی پورنبدروالا	ڈونگری	٫٫ نمبر ۹
سید اکبر علی حکیم	بھوانی پیٹھ	پونہ سٹی	پیرو سید محی الدین	برہان پور	گنجام
الحاج جناب شیخ محمد منصر اللہ	نبارسی باغ	لکھنؤ	ایس اے محمد آدم	راج مندارس	M.S.M
میاں ننامیاں پیرزادہ	پانچکوا	احمد آباد	ریاست علی خاں کھار سینٹ	پیرولین	بمبئی نمبر ۹
حاجی عبداللہ بھائی گلاب میاں	پانچ پٹی	پانچ پٹی	عبدالحلیم	اسمٰعیل کرتے اسٹریٹ	٫٫ نمبر ۳
عبدالقادر محمد افضل پوٹھیاوالا	کالوپور چکلہ	احمد آباد	ایم قاسم اسماعیل دلوی	ہزریا اسٹریٹ	٫٫ نمبر ۹
...الی بھی کا حاجی قاسم	کاغذی بازار	٫٫	احمد قاسم دلوی	داپولی	رتناگیری
...ایم رنگین والا	بلنچ پٹی	٫٫	شاہد حسین	ببرخاں اسٹریٹ	بمبئی نمبر ۸
حبیب بھائی غلام محمد ہوا	٫٫	٫٫	ایس محمد ابوبکر	کیڈل روڈ	٫٫ نمبر ۱۶
حبیب فخر الدین گاندھی	کالوپور	٫٫	فتح محمد اسماعیل صاحب	٫٫	٫٫
...دار احمد غلام محمد سونی والا	٫٫	٫٫	اقبال احمد	اندریا اسٹریٹ	٫٫ نمبر ۸
ایس محمد عبداللہ مہربخش	مہر منیشن باندرہ	بمبئی نمبر ۲۰	عبدالکریم شیخ علی چوگلے	جونا بنگال پورہ	٫٫ نمبر ۳
عبدالکریم عبدالرحیم ٹوپی والا	اسمٰعیل کرتے روڈ	٫٫ نمبر ۳	قاضی سراج الدین مرتضیٰ	جے جے ہسپتال	٫٫ ٫٫
حافظ نور احمد صاحب امام	محلہ افغانان	مظفر نگر	سید عبدالرحمٰن سید آدم فلکی	گراونڈ ملوار	٫٫ نمبر ۹
...شکور احمد خاں	دہاراوی	بمبئی نمبر ۱۷	محمد احمد دلوی	کھانڈیا اسٹریٹ	٫٫ نمبر ۹
...قبال احمد صدیقی	٫٫	٫٫	تاج الدین نصیر الدین مقدم	تیلی محلہ	٫٫ ٫٫
...ایس پیرکار	قاضی اسٹریٹ	٫٫ نمبر ۳	سکریٹری اردو ادبی انجمن لائبریری	کھیڑ	رتناگیری
...ار محمد	بھنڈی بازار	٫٫ ٫٫	حاجی سلیمان تاج محمد	ریپن روڈ	بمبئی نمبر ۸
شیخ سلیم الدین جلیل الدین	دھاراوی	٫٫ نمبر ۱۶	عبدالرحمٰن صاحب	مدن پورہ	٫٫ نمبر ۸
شیخ قاری محمود حسین	باندرہ	٫٫ نمبر ۲۰	محمد سعید ملا	میمن اسٹریٹ	٫٫ نمبر ۲
عبداللہ بھائی رسول بھائی	محلہ زریا	کھیڑا	کریم بھائی غنی بھائی سرکاروالا	بھنڈی بازار	٫٫ نمبر ۳
...بھائی ہاشم بھائی	وزیر بلڈنگ کل ہال	کراچی	امین الدین خاں	سوراؤ	الہ آباد